پارہ ۱۴

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جس میں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مع بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے موازین ایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر

جامع البیان

مصنفہ

جبر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الفاجرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب [illegible] باہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام بی ۔ بی ۔ کپور سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحقوق محفوظ چھپی

۱۹۳۵ء

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً

یہ سورہ بالاجماع و بالاتفاق مکیہ ہے چنانچہ ابن عباس و ابن الزبیر سے مصرح ثابت ہے اور اس کو قرطبی نے نقل کیا ہے اور اس سورہ مین ننانوے آیات ہین اور حجر ایک وادی ہے درمیان مدینہ منورہ و ملک شام کے وہان سابق امم مین سے ایک کافرہ اُمت تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے
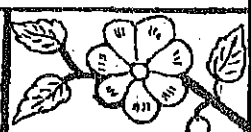
الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

یہ آیتین ہین کتاب اور قرآن مبین کی

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

بہتیرے آرزو کرینگے جو کافر بنے تھے کہ کاش ہوتے وے

مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

مسلمان انکو چھوڑ دے کھاوین و نفع اٹھاوین و غفلت مین ڈالے انکو امید سو قریب وہ جان لینگے

الٓرٰ اللہ تعالیٰ خوب دانا ہے کہ اس سے اس کی کیا مراد ہے یعنی بطور اشارت کے تو علماے راسخین سمجھ جانتے ہین اور بطور اسرار معانی کے اللہ تعالیٰ و اس کے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان ایک بھید ہے جسکو سواے آنحضرت کے کوئی نہین جانتا اور بندہ مومن اسپر ایمان لاتا ہے اور بطور تاویل کے یعنے جسطرح پر کہ وقوع ہوگا اور جو مراد اس سے ہے اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے اسپر علماے راسخین بھی مومنین عام کے ساتھ ایمان لاتے ہین پس ایک تفسیر ہوئی اور ایک اسرار کے معنے ہوئے اور ایک تاویل اسطرح کہ جو انجام و وقوع ہوگا یا جو مراد ہے پس اول علماے راسخین کے ساتھ اور دوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واسطے اور سوم علم باری تعالیٰ کے واسطے مخصوص ہے اور اول سورۂ بقرہ مین تفصیل سے کلام اس مین گزرا ہے۔ تِلْكَ - یہ آیتین جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تلاوت کرتے ہین - اٰيٰتُ الْكِتٰبِ آیتین ہین کتاب کی یعنے ام الکتاب جو علم آلہی مین ہے یا لوح محفوظ کی یا مراد قرآن مجید ہے کہ علم آلہی مین مجتمع ہونا زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین مقدر تھا حالانکہ زمانہ رسالت مین بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے حافظ تھے پس مع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت عثمان کا جمع کرنا عین حکم آلہی کے موافق تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنے ہم نے قرآن اُتارا اور ہم اس کے حافظ ہین ہر طرح اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمایا پس یہ جمع کرنا عین حفظ آلہی سبحانہ تھا لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل ہے پھر جب کتاب سے قرآن مجید مراد ہے تو قولہ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ - اس کتاب کا بیان ہے یعنے وہ کتاب قرآن مبین ہے اور سابق سورہ مین گزرا کہ حضرت قتادہ وغیرہ بعض علماء نے کتاب سے توریت و انجیل مراد لی اور توجیہ بھی گزری اور مقصود بیان اس کا کہ قرآن پاک جامع کتب آسمانی ہے جو متفرق برکات نازل ہوئی تھی اس کتاب پاک مین جمع ہین وللہ الحمد پھر قولہ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مراد کفر کرنے والون سے عام ہین کہ اس زمانہ ختم رسالت کے ہون یا جبتک دنیا مین کافر شروع ہوئے ہین اور ان مین وے بھی داخل ہین جنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے انکار و کفر کیا اسی معنے پر اس آیت کی منقول تفاسیر مین اتفاق کیا جاتا ہے اور معنے یہ ہین کہ عنقریب وے لوگ جنھون نے کفر کیا تمنا کرینگے کہ لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ. کاش وے مسلمان

ہوتے مراد اسلام سے ایمان ہے کیونکہ اسلام و ایمان ایک ہیں بلکہ آخرت میں یعنی آخرت شروع ہونے پر کفار تمنا کرینگے کہ دنیا میں ہم مسلمان مؤمن ہوتے
تو اچھا ہوتا اور یہ بھی معنے ہیں کہ بسا اوقات کافر تمنا کرلیتے ہیں کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے۔ چنانچہ سدی نے اپنی اسناد سے حضرت ابن
عباس و ابن مسعود وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کیا کہ جو کافر بمقابلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنگ بدر میں مارے
گئے تھے جب آگ پر پیش کیے گئے تو آرزو کی کہ کاش ہم مسلمان ہوگئے ہوتے۔ واضح ہو کہ بسا اوقات کی توجیہ یہ ہے کہ آخرت میں جس عذاب میں ہیں
ان کو اس کی حسرت ہر وقت گھیرے ہے لیکن بیان تمنا و ظہور اُن سے اوقات میں ہے پھر یہ تفسیر گویا مجملہ کافروں میں سے اور ان کے حالات
آخرت میں سے ایک خاص گروہ و موقع کا بیان ہے اور یہ غرض نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں فقط یہی کافر مراد ہیں۔ اور شاہد اس تفسیر کے لیے صحیح کی
روایت ہے کہ بدر کی فتح کے بعد تین روز آنحضرت نے وہاں قیام فرمایا تیسرے روز سوار ہو کر اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں کفار مقتول
ڈالے گئے تھے اور ان سے فرمایا کہ مجھ سے جو میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا میں نے پایا اور تم نے بھی پایا جو تم سے وعید کیا گیا تھا الحدیث فی
الصحیح پس معلوم ہوا کہ ان پر وہ عذاب طاری ہوا جسکا انذار دیا گیا تھا پس انھوں نے تمنا کی کہ کاش دنیا میں مسلمان ہوجاتے۔ امام ابن کثیر رحمہ
تعالیے نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ یعنے ہر کافر اپنی موت کے وقت اس کی تمنا کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ موت کے وقت سے وہ وقت مراد ہے جب
حلق پر جان آتی ہے یا ایسی حالت میں کہ اسوقت دنیا سے پوشیدہ ہوتا اور آخرت کا انکشاف ہوتا ہے جس وقت کہ ایمان قبول نہیں ہے اور معنے ربما
یود الذین کفروا یعنے تمنا کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے پس اگلے پچھلے سب کافروں کو شامل ہے۔ ولیکن اس تفسیر سے بھی یہ مقصود نہیں ہے کہ
اسی میں انحصار ہے بلکہ دیگر احوال و اوقات تمنا و حسرت انپر پہنچتے ہونے موجود ہیں۔ پھر امام احمد رحمہ اللہ تعالیے نے کہا کہ بعض کے قول میں یہ روز
قیامت کی خبر ہے کہ وہاں سب کفار تمنا کرینگے پس اگر موت کے وقت یا ظہور عذاب آخرت کے وقت تمنائے مذکور کی ہو تو وہ بھی ہوئی اور قیامت میں
خاص کر ہوگی یعنے جیسے قولہ تعالیے ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین۔ یعنے اگر تو دیکھے جب کافر کھڑے
کیے جاوینگے آگ پر سو کہینگے کہ ہائے کاش ہم لوٹا دیے جاویں سو ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں اور ہو جاویں مومن۔ امام رحمہ اللہ تعالیے نے ذکر کیا
کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے باسنادہ خود عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کافروں کی تمنا اسوقت ہوگی کہ جب ایسے مسلمانوں کو بھی اللہ
تعالیے دوزخ سے نکالے گا جنکا نام جہنمی ہوگا۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیے نے بالاسناد حضرت ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا
کہ دونوں اس کی تاویل یہ بیان کرتے کہ جب اللہ تعالیے مسلمانوں میں سے خطاکار گنہگاروں کو دوزخ میں مشرکوں کے ساتھ محبوس رکھیگا تو مشرکین
انسے کہینگے کہ تم تو دنیا میں اپنے کو موحد کہتے تھے یعنے سوائے اللہ تعالیے کے کسی کو نہیں پوجتے تھے تو تم کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا پس اللہ تعالیے مشرکوں کے قول پر
ان گنہگاروں کے لیے غضب فرماویگا اور اپنی فضل رحمت سے ان کو نکالنے کا حکم دیگا اسوقت مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہی ہوتے۔ اقول
وقال رواہ البیہقی فی البعث وابن المبارک فی الزہد عبدالرزاق نے حضرت ثوری رحمہ اللہ تعالیے سے باسنادہ عن مجاہد رحمہ اللہ وخصیف رحمہ روایت
کی کہ دوزخ والے اہل توحید سے کہینگے کہ تمہارا اسلام بھی تمہارے کام نہ آیا جبھی وہ کہینگے تو عالم الغیب عز وجل حکم فرماوے گا کہ نکال لو دوزخ سے
جسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو تب ہی کفار یہ تمنا کرینگے۔ ایسا ہی ضحاک و قتادہ و ابوالعالیہ وغیرہم سے مروی ہے امام رحمہ اللہ تعالیے نے کہا کہ
اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی موجود ہیں پھر اسانید کے ساتھ روایات ذکر فرمائیں جنکے اسانید حذف کرکے میں لکھتا ہوں کہ
انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ پڑھنے والے لا الہ الا اللہ والے لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں
کی سزا میں دوزخ میں داخل کیے جاوینگے پھر انسے مشرک لوگ لات و عزی والے یعنے جیسے لات و عزی کی پرستش سے مشرک ہوتے ہیں ایسے ہی
مشرک لوگ کہینگے کہ تم کو لا الہ الا اللہ نے کبھی کچھ فائدہ نہ دیا یعنے تم تو توحید کا یقین و اعتقاد کرتے تھے اس سے تم کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا کہ تم بھی ہمارے
ساتھ دوزخ میں ہو پس اللہ تعالیے ان توحید کا اعتقاد والوں کے واسطے مشرکوں پر غضب فرماوے گا پس انکو نکلوا کر نہر الحیات میں ڈالے گا سو وہ

لوگ جلنے کے زخم و داغ سے اس طرح پاک صاف اچھے ہو جاوینگے جیسے گہن سے چاند نکل آتا ہے پھر جنت مین داخل کیے جاوینگے اور وہان
انکا نام جہنمی ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا حضرت آپ نے اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت انس رضہ
نے فرمایا کہ مین نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی ہم پر دروغ باندھے تو وہ جہنم مین اپنا ٹھکانا بناوے۔ کہتا ہون کہ ہان مین نے
اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ایسا فرماتے تھے رواہ الطبرانی مترجم کہتا ہے کہ یہ صفت ان لوگون کی ہے جنکا بیان صحیحین وغیرہ
کی حدیث مین آیا کہ آخر مین جسکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہوگا گرچہ کبھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی اللہ تعالے اپنے فضل رحمت سے نکالیگا جیسا کہ مجاہد رحمۃ اللہ
تعالے سے بھی مذکور ہوا ہے۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طبرانی نے باسناد خود ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب دوزخ مین
کفار وان کے ساتھ بعض اہل قبلہ مین سے جنکو اللہ تعالے چاہیگا جمع ہونگے تو کافر لوگ ان مسلمانون سے کہینگے کیا تم مسلمان نہ تھے کہینگے کہ تھے کیون
نہین تو کہینگے کہ پھر تم کو اسلام نے کچھ نفع نہ دیا کہ تمہارا انجام بھی ہمارے ساتھ جہنم مین ہوا کہینگے کہ ہمارے ذمہ گناہ تھے ان کے عوض ہم گرفتار ہوے
پس اللہ تعالے عالم الغیب حکم فرماوے گا کہ جو کوئی اہل قبلہ سے باقی ہو اسکو نکال لاؤ پس جب کافر لوگ یہ دیکھینگے تو اسلام کی تمنا کرینگے
پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھین۔ اول درمنثور مین شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے طبرانی کی سنن اوسط کی روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
عنہ سے مرفوع نقل کی اور کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے ورواہ ابن ابی حاتم ایضا پھر طبرانی نے باسناد خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ اللہ تعالے دوزخ سے کچھ لوگ مومنین نکالیگا بعد ازانکہ اللہ تعالے کے خشم سے دوزخ مین گرفتار
ہونگے پس مشرکین انسے وہان کہینگے کہ تم دنیا مین اپنے کو اللہ تعالے کا دوست کہتے تھے پھر کیا ہوا کہ ہمارے ساتھ ہو پس عالم الغیب حکم فرماویگا
کہ شفاعت کی اجازت عام ہے پس ان کے لیے ملائکہ وانبیا و مومنین شفاعت کرینگے یہانتک کہ باراذۂ الٰہی واس کے حکم کے سبب دوزخ سے
نکالے جاوینگے تب مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی شفاعت پہونچتی تو انکے ساتھ نکالے جاتے یہی فرمایا اللہ تعالے نے ربما یود الذین
کفروا لو کانوا مسلمین۔ پھر یہ لوگ جنت مین جہنمی کہلاوینگے اس جہت سے کہ انکے چہرہ پر سیاہی کا داغ ہوگا پس عرض کرینگے کہ الٰہی ہم سے یہ داغ دور کر دے
پس نہر الجنۃ مین غسل کا حکم فرماوے گا تو انسے یہ داغ جاتا رہیگا مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ملائکہ وغیرہ کی شفاعت سے
نکالے جانے پر کافر لوگ حسرت سے تمنا کرینگے اور آخری حسرت بے انتہا ان کو جب ہوگی کہ جب ان سب کی شفاعت کے بعد حق تعالے اپنے
فضل رحمت سے ایسے لوگون کو جنھون نے کبھی کوئی نیکی نہین کی لیکن ذرہ کے قریب ان مین ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تھا اور موافق نبوت
کے اللہ تعالے پر اتنا ایمان رکھتے تھے اگرچہ کبھی نیکی نہین کمائی تھی انکو اپنے علم غیب وعلم محیط کے موافق نکالے گا اور وہ عتقاء الرحمن کہلاوینگے جیسا کہ
نہایت ثقہ وحفاظ رواۃ اولیاء نے روایت کیا ہے اور وہ صحیحین وغیرہ مین موجود ہے فافہم۔ حدیث چہارم ابن ابی حاتم نے باسناد خود حضرت امام
محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ روایت کی یعنے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعض مین سے بعض کو آگ
لگے گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک اور بعض کو گلے تک پکڑا ہوگا جیسے جسکے اعمال خراب ہون گے بقدر ہر ایک کے اعمال کے آگ نے پکڑا ہوگا اور بعض
اس مین ایک مہینہ رہیگا پھر نکالا جائیگا اور سب سے زیادہ اس مین رہنے والا وہ ہے جو دنیا کی قدر رہا یعنے جب سے پیدا ہوئے اور جب فنا ہوئے
اتنے زمانہ تک رہا پھر جب اللہ تعالے چاہیگا کہ ان کو دوزخ سے نجات دیوے تو یہود و نصاریٰ وجو کوئی ایسے ہی باطل دین والے اور بت پرست
اس مین ہونگے وہ ان گنہگار اہل توحید سے کہینگے کہ تم تو ایمان لائے تھے اللہ وحدہ لاشریک پر اور اس کی سب کتابون وسب رسولون پر مگر آج ہم تم اس مین
یکسان ہین پھر اللہ تعالے عالم الغیب والشہادۃ ان گنہگار اہل توحید کے واسطے کافرون مشرکون کے کلمہ پر ایسا غضب فرماویگا کہ پہلے کسی چیز
کے واسطے ایسا غضب نہ فرمایا تھا پس ان گنہگارون کو چشمہ جنت مین نکلوا کر داخل کریگا یہی اللہ تعالے نے فرمایا ربما یود الذین کفروا لو کانوا
مسلمین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اگر کلام ہے تو اسقدر کہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے اپنے دادا حضرت علی بن ابی طالب

کرم اللہ وجہہ کو نہین پایا ولیکن اصح وصواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ثقہ جب مرسل روایت کرے تو مقبول ہے اور حضرت علی بن الحسین امام زین العابدین ثقۂ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے ہین پس حدیث صحیح ہے اور اس مین ایک نکتہ لطیف ہے وہ یہ کہ عالم الغیب جل شانہ کے قبضہ قدرت مین سب چیزین مسخر ہین اور ظاہری اسباب بھی چنانچہ اُسنے گنہگارون کو نکالنا چاہا اور یہود و نصاریٰ نے ان مین طعن کیا پس انکے حق مین بہتر اور کافرون و مشرکون کے حق مین غضب ہوگیا فافہم۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے اس دنیا مین صاف صریح انذار فرما دیا کہ اپنے واسطے راہ خیر اختیار کرین اور اللہ تعالےٰ کے حق توحید و عظمت و شان کا اقرار کرین کیونکہ اگر طاعت و عبادت مین قصور رہے تو یہ کبھی روا نہین ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ کی جناب مین شرک و بے ادبی پکڑ باندھین بلکہ اس کی عظمت شان کی اقرار کے ساتھ اسی کی درگاہ مین عاجزی ہے کہ الٰہی مین خطاوار و بدکردار ہون اور بلاشبہہ یا جیسے تو جانتا ہے معترف ہون کہ مین ہر طرح تیرے حکم کا سزاوار ہون چاہے بخشدے چاہے سزا دے پس امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اپنے فضل سے عفو فرما دے اور اگر اس نے سزا دی تو اس کا حکم عدل ہے اور وہ حق ہے ولیکن غضب و لعنت نہین پس آخر اس کا رحم ہے برخلاف دوزخیون کافرون مشرکون کے کہ ان کی حالت کاوان کی سرکشی و تمرد و نہایت بے ادبی کا اندازہ کون کرسکتا ہے اور مومن کی زبان ان بے ادبون کی نقل سے تھرتھراتی ہے جو مشرک و کافر کرتے ہین وے اگر کروڑ برس جیتے رہین تب بھی انکا عزم بالجزم ہے کہ ایسے ہی رہین آخر اپنی نیت کے موافق اس جہان مین ویسا ہی ٹھکانا پاوینگے اور جب ارحم الراحمین اپنے بندون پر رحم فرماویگا تو یہ کافر لوگ جو اس سے منحرف تھے بے فائدہ حسرت کرینگے کہ ہم بھی دنیا مین اپنی نیت و اعتقاد بدل لیتے حالانکہ دنیا مین اللہ تعالےٰ نے ان کے واسطے اپنے رسول بھیجے اور قرآن پاک نازل فرمایا اور سب طرح اُن کو سمجھایا اور انکا آغاز و انجام بتلایا مگر بجاے ان تمام احسانون کے انھون نے دونا کفر کیا اور رسول و قرآن کے دشمن ہوگئے۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا ان کو چھوڑ دے یعنے چندروز تک کہ کھائین اور مزے اٹھائین یعنے جانورون کی طرح زبان و پیٹ و تن پروری مین پڑے ہوئے بغیر روک ٹوک کے رہین یہ بھی ان کو نہ سوجھے کہ دے عقل سے نرا نتیجہ پیدا کرتے ہین جو جانور بغیر عقل کے کرتے ہین اور یہ بھی نہ سوجھے کہ آخر یہ کتنے روز تک رہیگا حتے کہ ان چیزون مین ایسے مستغرق ہین کہ بالکل لہو و غفلت مین پڑے ہین۔ وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ ۔ اور غفلت مین ڈالے ان کو آرزو یعنے دنیاوی لذات و مال و متاع کی آرزو انکو پڑھتی جاوے اور وہ ایسا غافل کرے کہ کچھ انجام نہ سوجھے کبھی توبہ کرکے رجوع نہ لاوین۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۔ سو بہت قریب جان جاوینگے۔ یہ بڑی سخت تہدید ہے جیسے فرمایا قل تمتعوا فان مصيركم الى النار۔ تو کہدے کہ مزے اٹھاؤ سو تمہارا پھرنا ٹھکانا دوزخ کو ہے اور یہ لوگ اگر جان لیتے کہ دوزخ الٰہی پناہ کیسا غضبناک مقام ہے اگر ان کو سوجھتا کہ ہم برابر اسی کی طرف جاتے ہین اور ہر روز اس سے قریب و کنارہ پر پہنچے ہیاں تک کہ موت کے وقت اس مین قدم اُتارتے ہین تو کفر نہ کرتے الٰہی ہم کفر و شرک سے پناہ مانگتے ہین الٰہی ہم کو اسلام و ایمان پر وفات دیجیو آمین ف فی الدرس قولہ تعالےٰ۔ الٓر۔ اس سے کچھ فہم انکشافی علما کو حضرت خالق جل شانہ نے عطا فرمائی ہے ہرچند کہ اصل اصول جو ہے وہی ہے جو وہ جانتا ہے پس اشارات مین سے یہ کہ الف سے بیان اثبات ہے کیونکہ مشعر از اولیت ہے چنانچہ اسم اللہ کے اول مقدم ہے اور لام سے بیان لا یعنے نفی ہے کیونکہ لام شفین لا ہے اور را سے کشف ربوبیت و ظہور انوار روبیت یعنے دیدار و ظہور کا بیان ہے اور یہ شرائط معرفت سے ہے کیونکہ جو کوئی بحر نفی و نکرت مین بصفت فنا و نفی واسطے حصول گوہر حقیقت و حق البقا کے نہین ڈوبا تو وہ بحر ربوبیت کو نہین پاتا اور نہ کشف دیدار تک پہونچتا ہے پس اشارت کے سواے صراحت اس مین اس وجہ سے نہین ہے کہ فقیہ و عالم کم ہین اور جو ہو وہ اشارہ سے بہ نسبت صراحت کے زیادہ لطف پاتا ہے اور یہ جو بیان ہوا نتیجہ ایمان ہے چنانچہ دیکھو کہ اول لا الٰہ سے نفی ہے پھر الف سے اثبات الا اللہ ہے اور بیان را اس واسطے مذکور نہین ہے کہ اکثرون کا استغراق نہین دوسرے ہین ہے کہ تیسرے بحر تک نہین پہنچے تو اس مین را نہین ذکر فرمایا اور یہ سر عجیب ہے جس کو اہل توحید مین سے صاحبان اسرار جانتے ہین اور مقصود کتاب یہی ہے چنانچہ دیکھو قولہ تعالےٰ تلک آیات الکتاب و قرآن مبین۔ یعنے اول مین جو سر عجیب بیان ہوا اس کتاب کی اصل ہین اور کتاب اُس کی تفسیر ہے کہ وہ جامع اوصاف ربوبیت و اخبار ازل قدیم ہے ولیکن حجاب حروف کے

ساتھ جمال و جلال کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہے کہ قلب ظاہر و حاضر لایا اور ہمہ تن گوش ہوش ہو گیا اور کمال اعجاز و انتہائے ابلاغ جو مخلوق کی طاقت سے باہر ہے یہ ہے کہ اغیار یعنی کفار بھی سنتے ہیں اور اپنے موافق معنے سمجھتے ہیں اور اول درجہ پر مومن اس سے ہدایت و فصاحت و بلاغت اپنے مطابق اعجاز سمجھتا ہے اور درجہ اعلیٰ کے اہل توحید و عرفان اپنے اپنے درجہ کے موافق اسکے اعجاز کاملہ و حجت بالغہ کو دیکھکر متحیر ہیں اور درجات ولایت میں سے عاشق و مشتاق و عارف و موحد وغیرہ ہر ایک اسکے نور میں مستغرق ہے تو نے نہیں سنا کہ اکابر سلف قرآن کی سماعت میں اپنی جان و تن سے خالی و فانی ہوتے تھے کہ اس وقت اپنا پرایا کا اثر نہ تھا شیخ استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مومنین کے لیے وہ بیان ہے کہ ان کے قلوب ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور مریدین اپنی شان ارادت میں قوی اور مشتاقین کے لیے ہیجان شوق اور محبین کے لیے تنویر اسرار ہو اور جب اس عظمت و شان قرآنی سے اہل ایمان و عرفان ظہور انوار جمال و جلال میں دیدار صفات و ذات میں مستغرق ہونگے کہ تمام مخلوقات ان کے لیے ہو جائیگی اور کمال عزت و نعمت میں بغیر کسی کراہت و حجاب کے انعام و اکرام سے سرفراز ہونگے تو اہل الکفر و الطغیان بھی تمنا کرینگے کہ ہم بھی اس قرآن کے لیے آنکھ و کان و دل و زبان رکھتے ہوتے جیسے حق تعالیٰ کے نبی اہل معرفت و توحید مطیع و منقاد رہے تھے کما قال تعالیٰ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ یہ ان کافروں کا بیان ہے جو طریق حق و ایمان سے دور تھے پس تمنا کرینگے کہ ہم بھی اہل ارادت سے ہوتے اور منکر نہ ہوتے کاش ہم کوشش کرتے اور کسل و سستی نہ کرتے کاش رضا و بندگی میں رہتے اور ناخوشی و کراہت نہ کرتے اور متوکل ہوتے نہ دنیاوی معیشت میں منہمک اور عالم ہوتے نہ جاہل اور یقین والے ہوتے نہ شک کرنے والے اور عارف ہوتے کہ خود پہچانتے نہ دوسروں کی تقلید کرتے اور موحد ہوتے نہ خالی دعوے کرنے والے اور اخلاص سے بندگی والے ہوتے نہ دکھلانے سنانے والے نہ شرک و کفر و نفاق سے بیگانوں سے پاس ہے حالانکہ صحاح اخبار سے ثابت ہے کہ اہل جہنم یا کبھی اپنی خطاؤں سے پر افسوس ہوگا۔ ابن قرشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں کفران نعمت سب طرح شامل ہے پس اشد کفران تو انکار رسالت و ہدایت الٰہیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ جو معارف و اعتقادات عقول میں جب بدیہی ظاہر ہوں گے تو بہت سے مخالف لوگوں کے نفوس تو قطع بہت حیرت کے اور بہت سے قلوب حسرت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی فرمائی بقولہ ذرهم یأکلوا ویتمتعوا ویلههم الأمل فسوف یعلمون منکروں کو تین مذموم خصائل بیان کیے ایک تو ان کے پیٹ بھرنے ہونگے دوم ان کی فروج میں شہوات بھری ہونگی تیسرے ان کے نفس میں آرزوؤں کا انبار ہوگا پس ان کو بہائم جانوروں سے تشبیہ دی بلکہ یہ لوگ ان جانوروں سے زیادہ اضل ہیں کیونکہ اپنی حرص و ہوس میں [illegible] سے مزاحمت کرتے ہیں اور بہائم کو یقین ہوتا ہے ولیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ سے جاہل و غافل ہو کر اپنے فساد و جہالت پر ان کو وقوف نہیں ہوتا بلکہ باطل بذیان و بیہودہ خیالات میں ایسے غرق ہوتے ہیں کہ باہم طاعات و عبادات کو مخالفت میں ضائع کرتے ہیں اور بیکار وقت گنوا کر سوائے حسرت کے کچھ جب وقت آ گئی کام نہ آیا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بدتر حال اس کا ہے جسکا شغل اپنے پیٹ پالنے و خواہش پوری کرنے اور شہوت کی لذات میں ہو اور خیالات کی آرزو میں بڑھاوے تو اس کا انجام سے کچھ نہیں پہونچیگا اور پھر کر مقام توبہ تک اسکا گزر نہ ہوگا۔ ابو سعید القرشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو کوئی اپنے نفس و اس کی تربیت کے لیے ہوا اور وہ ان کے باوان میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے چھوڑ دیا گیا سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں جاہلوں یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل سے جاہل و بے ایمانوں کا بیان ہے کہ ان کی ہمت فقط کھانے پینے و دنیا کے آرام میں اور آیندہ اس کے افکار میں رہتی ہے پس زندگی موت ان کو بھول جاتی ہے اور جن آرزوؤں میں نفس کے پڑے وہ یہاں ان کے نزدیک اگر ان قدر ہوتے اپنا سو وہ عنقریب جانینگے کہ جو انہوں نے چاہا وہ ان کے لیے آلت ہے اسی نے ان کو مدارج اہل سعادت سے دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسکے حق میں بہتری چاہتا ہے اس کی ہمت ایسی چیز میں رکھتی ہے جو اس کو منزلت قبولیت سے قریب کرے اور وہ طاعات ہیں اور مخالفت سے پرہیز کرنا اور اپنے نفس سے حساب کرتے رہنا پس جو شخص اس حالت میں رہا اس کو کھانے پینے و عیش آرام کی کچھ پروا نہیں رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

تیرے دعوے پر ہمارے سامنے گواہی دیں یا ہمارے جھٹلانے پر تیرے لیے عذاب ہم پر لادیں۔ یہ باتیں جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ کہیں چنانچہ ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون۔ تمہارا رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا وہ صریح مجنون ہے۔ اور لولا القی علیہ اسورۃ من ذہب
او جاء معہ الملائکۃ مقترنین۔ کیوں نہیں اسپر اتارے گئے سونے کے کنگن یا کیوں نہ آئے اسکے ساتھ ملائکہ ساتھ ملے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تشابہت
قلوبہم۔ انکے وان کے دل باہم متشابہ ہوئے ہیں۔ قریش میں سے ابوجہل کو اس امت کا فرعون فرمایا۔ اسی واسطے فرمایا۔ قال الذین لا یرجون لقاءنا
لولا انزل علینا الملائکۃ۔ کہا ان لوگوں نے جو ہمارے لقاء کی امید نہیں رکھتے ہیں کہ کیوں نہیں ہم پر ملائکہ اتارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا۔
مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم نہیں اتارتے ملائکہ کو مگر حق کے ساتھ۔ یعنے اگر رسول ہم کوئی فرشتہ بھیجیں تو اس کو آدمی کی صورت کریں
تو وہی التباس بنا دیں جواب کرتے ہیں اور اگر ملائکہ کو اصلی بھیجیں حالانکہ ان میں استعداد نہیں تو یہ مر جاویں اور اگر سزا کو بھیجیں تو قبل وقت کے
ان کو ہلاک کریں پس تنبیہ کر دی کہ ملائکہ کو تو ہم حق کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ فرمایا یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین جس دن دیکھینگے ملائکہ کو
اسوقت کافروں کو کچھ بشارت وخیر نہ ہوگی اسی واسطے فرمایا۔ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۔ اور اسوقت کہ ملائکہ ہم بھیجیں یہ لوگ کچھ مہلت نہ
پاوینگے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حق کے ساتھ یعنے رسالت وعذاب کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ملائکہ کی رسالت کے یہ لوگ
لائق نہیں ہیں اور عذاب ان کے حق میں خود وقت سے پہلے ہلاکت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق وتسلی فرمائی
بقولہ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ۔ بیشک ہم ہی نے قرآن مجید اتارا ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ اور ہم اس کے واسطے محافظ ہیں۔ یہ بڑا
معجزہ قرآن کا ہے کہ وہ قیامت تک ہر طرح کی تحریف وتبدیل وزیادتی ونقصان وغیرہ سے پاک رہیگا مخلوقات میں سے کسی کو یہ مجال نہیں ہے
کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کر سکے اور یہ صرف قرآن پاک کے لیے مخصوص ہے بخلاف دیگر کتب آسمانی کے جن میں یہود ونصاریٰ نے تغییر
وتحریف کی گنجائش ملگئی حتیٰ کہ اس کے نسخوں میں باہم ہزاروں بلکہ لاکھوں اختلاف ہیں اور اصل نسخوں کا پتہ تک نہیں چلتا ہے اور قرآن ایک
ایک صریح متواتر معجزہ باقیہ ہے اور باوجود یکہ ہر دن اس کے دشمن موجود ہیں کسی نے اسپر قابو نہیں پایا۔ اور تمام عرب نے زمانہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم میں اس کی کمال بلاغت ظاہری کو تسلیم کر لیا۔ امام مسلم نے صحیح میں عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے تجھپر قرآن اتارا جسکو نہ پانی دھو سکتا ہے الیٰ آخر الحدیث
یعنے پانی وآگ وغیرہ کسی کو اسکے مٹنے کی طاقت نہیں ہے۔ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک اسواسطے
یکجا جمع نہ فرمایا تھا کہ آپ کو آیات کے نزول کا انتظار رہتا یعنے اگرچہ جبرئیل علیہ السلام ہر رمضان میں آپ سے دور کر لیتے حتیٰ کہ سال وفات
میں دوبارہ دور کیا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ تھے پس آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور مجلد نہیں فرمایا پھر جب آپ کی وفات سے نزول منقطع
ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو اسکے جمع کر دینے کا الہام فرمایا پس انہوں نے جمع فرمایا اور وعدہ صادقہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ اسکے
حفظ کا اس امت پر شروع ہوا اور ابتدا اس کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئی جسکا اول مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کذا
ذکرہ الشیخ السیوطی فی الاتقان۔ اور مشورہ کی حدیث صحیح بخاری میں تمام وکمال مذکور ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ یمامہ میں حفاظ صحابہ
بہت شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو الہام کیا انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ ایسا نہو کہ اور دنوں میں حفاظ
شہید ہو جاویں پس جمع کرنے قرآن کا حکم دیجیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اول تو تامل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا
میں کیونکر کروں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام فرمایا تو حکم دیا پھر جن اصحاب کو حکم دیا انہوں نے بھی تامل کیا پھر بعد الہام کے تسلیم وتعمیل کی۔
اس میں سلاطین اسلام واہل اسلام کو تعلیم عجیب ہے یعنی وزیر کو چاہیے کہ امر حق پر سلطان سے اصرار کرے اور سلطان کو چاہیے کہ اس کو
اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے تولے جب موافق ہو تو حکم دے پھر تمام اہل اسلام اپنے بادشاہ کے حکم پر اس سے

کوئی رسول ان رسولوں میں سے ایسا نہ آیا یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ مگر یہ کہ تھے اس فریق والے اس سے ٹھٹھا کرتے یعنی ہر شیعہ فریق اس طرح اپنی
بنائی ہوئی خواہش و محبت میں دنیا و نفس کی شہوات میں ڈوبے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے منکر تھے کہ جو رسول آتا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے
حکم سناتا کہ یہ دنیا و اس کی لذات فانی ہیں اور تم مر کر آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے ملوگے وہ تم کو تمہارے نیک و بد کاموں کا بدلا دیگا اور وہاں تم کو سدا
رہنا پڑیگا نیکی کرو اور رسول کو مانو اور اس کے ساتھیوں میں سے ہو اور اپنی راے چھوڑو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو غرضکہ سب سچ سچ باتیں اللہ تعالیٰ
کی صفات کا سچا اعتقاد بتلاتے تھے تو یہ گمراہ فریق انکو جھوٹا جانتا اور مضحکہ و ٹھٹھے میں اڑاتا جیسے حضرت سید الانبیاء خاتم النبیین و المرسلین محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس زمانہ والوں نے کیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھٹکار ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں ہدایت نہیں دی
چنانچہ فرمایا۔ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ یوں ہی ہم اس جھٹلانے کو پرو دیتے ہیں مجرموں کے دلوں میں۔ حضرت انس
رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یعنی شرک کو۔ اور شاید مراد یہ ہے کہ شرک کے جرم سے جو مجرم ہیں ان کے دلوں میں جھٹلانا
راسخ ہے پس جس نے شرک کیا اس نے رب تبارک و تعالیٰ کو جھٹلایا تو رسول کو ضرور جھٹلاویگا اور رسول کی پیروی ہی سے تو سیدھا راستہ
اللہ تعالیٰ کی قبولیت و رضامندی تک ہے جو کوئی مشرک بنا اس کا راستہ تو شیطان و غضب الٰہی تک ہے وہ درگاہ الٰہی سے مردود
مطرود ہے پھر کب وہ رسول کی پیروی کریگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی شرک کو ہم پرو دیتے ہیں مشرکوں کے دلوں میں۔ اور
یوں ہی قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کی اور اس آیت میں معتزلہ شیعہ وغیرہ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ بندہ خود خالق اپنے افعال کا ہو
جو چاہے کرلے انپر رد ہے اور صریح دلیل ہے کہ کفر یا شرک کوئی فعل ہو سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسکے سوا کوئی خالق نہیں ہے بندہ اپنے
فعل کا کمانے والا ہے لقولہ تعالیٰ لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت یعنی نفس کو نافع ہے جو اس نے نیک کمایا اور ضرر ہے جو بد
اس نے حاصل کیا پس بندہ کے ہر ارادہ و اختیار کے پیچھے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا اور فعل بندہ میں وہ نہیں ہوتا جو پیدا کرنے والا
سے پاک ہے اور پیدا کرنے میں امتحان و آزمائش و جہاد وغیرہ جو اسرار ہیں انکو مخلوق نہیں پاسکتی اور کیا عقل پہنچ سکتی ہے۔ واحدی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا کہ مشرکین کے دلوں میں کفر داخل کرنا جو ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ایسا کرتے ہیں
تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف نسبت کرنا بہتر ہے پس جو قرآن پاک سے ایمان لایا وہ یہی اس کو اچھا سمجھے اور قول یعنی قدریہ و رافضی
و معتزلہ جو کہتے ہیں کہ کفر وغیرہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں ہو سکتا کیونکہ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے تو امام واحدی
نے ان کو قائل کیا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کیا تو اچھا ہے پس تم کو بھی اس کو اچھا جاننا اگر ایمان لائے ہو اور یہ جو عیب ہے کہ
کسی چیز کا عیب نہیں بلکہ قبیح چیز سے آدمی کا موصوف ہونا قبیح ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اہل الحق نے اس آیت سے گمراہ
فرقوں کو قائل کر دیا جو فعل کا خالق بندہ کو بتلاتے ہیں اس طرح کہ صریح ثابت ہوا کہ مشرکوں کے دلوں میں شرک و کفر کا پیدا کرنے والا اللہ
تعالیٰ ہے۔ حاصل یہ آیت سے تو تمام کافروں پر تہدید فرمائی اور ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ سب مخلوق پر قادر اور سب
ارادہ کے موافق اس کی قدرت ہے ہو لازم ہے کہ اسی سے نیک کاموں کی دعا کریں اور اسی سے بد کاموں و شرک وغیرہ سے پناہ مانگیں
پس اگر اس نے پناہ دیدی تو اس کا احسان ہے لیکن کافر لوگ اور ایسے لوگ بھی جو اسی کو خالق نہیں بلکہ اپنے آپ کو بھی بعضی چیزوں
وغیرہ کا خالق جانتے ہیں وے لوگ اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور نہایت اندھا الصراط المستقیم سے ہیں تو ایمان لانے کے
چنانچہ فرمایا۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وے نہیں ایمان لاوینگے قرآن پر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آگے بھی جو اسلام و توحید
میں سے بعضی باتیں نہیں مانتے اور عقل کے خلاف سمجھکر اپنے طور پر بھٹکاتے ہیں۔ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ اور بیشک گذر چکا طریقہ
اگلوں کا۔ چنانچہ اگلوں میں سے بھی بکثرت ایسے ہوئے کہ رسول و اس کے اصحاب کے بعد احکام الٰہی میں شک کر کے انکو اپنی راے سے تاویل کرتے

اسی واسطے حدیث صحیح ہے کہ قرآن میں جو کوئی اپنی رائے سے معنے لگا وے وہ کافر ہے بلکہ جو حکم منصوص ہے اسی کو مانے اور اپنی سمجھ کا قصور سمجھے اور
اگلوں میں جو رسول پر ایمان نہ لائے وے اسی طرح اٹکل کے پابند ہوئے اور آخرت وانجام سب سے انکار کیا اس آیت میں سخت تہدید ہے کہ محمد
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقرآن سے جو لوگ منکر ہوئے اور دین توحید میں نہیں آئے تو اگلوں کا واقعہ جس طریقہ پر وے چلے اور جو انکا انجام ہوا اسی
یاد کریں جیسے ان کو اللہ تعالے نے ہلاک کردیا کہ پھر دنیا میں انکا نشان نہ رہا اور مرتے ہی عاقبت کے عذاب میں پڑے اسی طرح انکا انجام ہوگا۔
حق یہ ہے کہ جو کوئی اپنے رب تبارک وتعالے کو نہ پہچانے بلکہ اپنی عقل پر اعتماد کرے حالانکہ عقل تو اس کی خواہش وشہوات واوہام کے نیچے
دبی ہوئی ہے باوجود اس کے عقل کو یہ مجال نہیں ہے کہ اپنے خالق کو ثابت کرے کیونکہ خالق نے اس کو ثابت کیا ہے تو وہ گمراہ ہوگا۔ لہذا
فرمایا۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ۔ اور اگر ہم ان منکروں ٹھٹھا کرنے والوں پر آسمان سے ایک دروازہ کھول دیں۔ فَظَلُّوا فِيهِ
يَعْرُجُونَ۔ پس روشن دن میں اس میں چڑھیں برابر یعنے صاف صاف اسکو مشاہدہ ومعائنہ کریں تو بھی انپر انکے اوہام وسواس غالب آویں۔ لَقَالُوا
إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا۔ بیشک کہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے یہی بات ہے کہ ہماری نگاہیں بند کی گئی ہیں یعنے جادو وغیرہ سے ہماری نظر بندی ہوئی
ہے جس سے ہم کو ایسا نظر آتا ہے جیسا ادراک نظر چاہیے وہ بند ہوا ہے۔ یہ معنی مجاہد وقتادہ وضحاک وابن کثیر وغیرہ نے بیان فرمائے ہیں۔
ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سُکّرت یعنے نشہ سے آنکھیں متوالی ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہماری آنکھیں وہ ان کام نہیں کرتی ہیں۔ عوفی نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے ہم پر مشتبہ کردیا گیا ہے ہم سحر میں پھنسے ہیں۔ واضح ہو کہ نظر بندی خفیف سمجھتے تھے اور جادو اس سے زیادہ
قوی ہے اسلئے کہا۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ۔ بلکہ ہم قوم ہیں جو سحر میں پھنسائے گئے ہیں۔ یعنے اسطرح صاف واضح دلیل بلکہ معائنہ سے
بھی ایمان نہ لاتے بلکہ کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو نظر بندی بلکہ سحر میں پھنسایا ہے۔ حاصل یہ کہ امر حق ودین توحید کے اندر جو باتیں بیان
ہوئی ہیں انکو بالکل باطل جانتے ہیں اس قدر ان کافروں ومشرکوں کو جزم ویقین ہے کہ اگر کیسی ہی روشن دلیل انپر پیش کی جاوے حتی کہ آنکھوں
دکھلادی جاوے کہ اس دلیل ومعائنہ میں کچھ شک نہ ہو بلکہ ماننا واجب ولازم ہوجاوے تب بھی نہ مانینگے اور کہنے لگینگے کہ ہماری آنکھوں کا قصور
وفتور ہے جو ہم کو ایسا نظر آتا ہے اور عجب تعجب کا مقام ہے کہ جو باطل اعتقادات خود سمجھ رکھے ہیں انکو صرف اوہام وخیالات کی بنیاد پر مانا اور
اسقدر سخت انکا یقین کرلیا ہے حالانکہ انپر کوئی دلیل عقلی نہیں اور کوئی حجت صحیح نہیں ہے اور یہ اور زیادہ حماقت ہے کہ بیہودہ وہمی خیالی تقریر
سے ایک مطلب نتیجہ نکالا اور اسکو صحیح سمجھنے لگے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جہالت وہٹ دھرمی میں اس حد کو پہونچا ہو اسکو کون چیز نفع کرے گی
ف۔ فی المدارک۔ قولہ کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین الآیہ۔ جیسے اگلوں کے دلوں میں کفر وضلال پرو دیا کہ انھوں نے اگلے انبیاء و اولیاء
سے انکار کیا اور باوجود روشن دلائل وآیات واضحات وہ لائے تھے انکا اعتقاد نہ کیا اسی طرح ان کافروں ومشرکوں کے دلوں کی آنکھیں اندھی
فرمائی ہیں کہ عجائب آیات ودلائل کتاب وصریح معجزات وصحیح بیانات ان کے دلوں میں کچھ اثر نہیں کرتے اور جب ان دلائل کی روشنی سے
انکی آنکھیں چوندھیائی ہیں کہ بیشک یہ دلیل تو صحیح ہے تب اپنا جاہلانہ باطل اعتقاد نہیں چھوڑتے اور بجائے اسکے یقین کرتے ہیں کہ ہمارے خیال
اسوقت کام نہیں دیتے اور یہ اوہام ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ خالق جل شانہ نے ان کے دلوں کو ایسا اندھا کردیا کہ تمام مخلوق کو [illegible]
ان کی نظر کے سامنے صریح دلیل اس امر کی موجود ہے کہ مخلوق کے واسطے خالق ضرور ہے تو اسقدر اندھے ہیں کہ مخلوق سے خالق نظر نہیں آتا ہے بیشک انکی
آنکھیں نشہ ضلالت وگمراہی سے مدہوش ہیں کہ باطل کو دیکھتے ہیں اور حق کو نہیں دیکھتے ہیں۔ ف۔ یہانتک اللہ تعالے نے نصیحت وارشاد فرمایا کہ شدید
حماقت چھوڑیں کہ جو یقین کرلیا چاہیے کیسا ہی بلا دلیل ہو اس کو نہ چھوڑینگے اور جو دلیل صحیح سے ثابت ہو اس میں اپنا مسحور ہونا یا اندھا ہونا گمان کرکے اسکو
ترک کرینگے بلکہ دلیل وتقریر میں پہلے چاہیے کہ ہر فقرہ صحیح ہو اگر اس میں شبہ ہو پھر بالآخر جو نتیجہ نکالا جاوے وہ اپنے قاعدہ کے ساتھ درست ہو لہذا اول ان کو
فہمائش کردی کہ تمہارے اعتقادات صرف وہمی وخواہش نفسانی بلا دلیل کے باطل ہیں اب دلائل توحید وحق کو غور سے سنو فقال جل جلالہ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝

اور بیشک ہم نے پیدا کر دیے آسمان میں بروج اور انکو زینت دی دیکھنے والوں کے لیے اور محفوظ کر دیا انکو ہر شیطان سے جو پھینک مارا گیا ہے

إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ

مگر جس شیطان نے چوری سے لیا سننے کو سو پیچھے لگا اسکو آتشی انگارا روشن اور زمین کو ہم نے بچھا دیا اور ڈالے اس میں بوجھل پہاڑ

وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۝

اور اگائی اس میں ہر شے سے موزون اور کر دیے تمہارے لیے اس میں زندگی کے سامان اور اسکے لیے جسکے تم رازق نہیں ہو

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ

اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اسکے خزانے ہیں اور ہم اسکو نہیں اتارتے مگر ایک مقدار معلوم اور بھیجی ہم نے ہوائیں بوجھل

فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ

سو اتارا ہم نے آسمان سے پانی سو اس سے ہم نے تم کو سیراب کیا اور تم اسکے خزانہ دار نہیں ہو اور بیشک ہم ہی تو زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں

وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝

اور ہم ہی آخر وارث ہیں

ان آیات میں دلائل توحید ایسے طریقہ سے بیان فرمائے کہ عوام اپنی سمجھ کے موافق بے شبہ جان لیں اور خواص اپنے علم کے موافق عجائب دلائل سے زندہ ہو جاویں اور طریقہ یہ رکھا کہ پہلے ایسی مخلوق الٰہی ذکر فرمائی جہاں ان جاہل مدعیوں سے جو اپنے کو کبھی بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا سمجھتے ہیں بوجہ ایک عجیب مشتبہ طریقہ ظاہری کے انکو وہاں ذرا بھی دخل نہیں ہے اس مخلوق و اسکے عجائب سے متحیر ہو کر اتنا لازمی اقرار ہوگا کہ ان کا خالق ہے پھر وہاں سے اتار کر انکے مسکن زمین کی حالت پھر اس میں نباتات کا اگانا پھر اسی سے تمہاری زندگی مقرر کرنا پھر بے انتہا قدرت پھر اسباب پانی کے جس میں تدبیر کا کام نہیں چلتا ہے پھر آخر کو ہوشیار کیا کہ اس مسافر خانہ میں چند روزہ ہو کھاؤ پیو اور چلو پھر آخر ہم ہی وارث ہیں تم کہاں جاؤ گے اسکو جانو پس ہر ایک بات کے دلائل سنو اوّل یہ کہ خالق عز و جل ضرور ہے جسکا اشارہ فرمایا بقولہ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا۔ اور بیشک ہم نے پیدا کر دیے آسمان میں بروج۔ اس سے انکار ممکن نہیں کیونکہ نظر آتے ہیں اسی واسطے فرمایا۔ اور مزین کر دیا ہم نے ان کو دیکھنے والوں کے لیے جب یہ مخلوقات تمام آنکھوں والے دیکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہاں کسی آدمی کو دخل نہیں ہے تو ان کا خالق ضرور ہے پھر خالق اگر اپنے موجود ہونے میں دوسرے کا محتاج ہے تو یہ خالق نہیں بلکہ دوسرا خالق ہے اور جو وہ بھی محتاج ہو تو تیسرا ہوگا غرضکہ وہ خالق ہوگا جو خود محتاج نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس میں کوئی احتیاج نہ ہوگی کیونکہ محتاجی تو نقص و کمی ہے جسکے پورا کرنے کو دوسرا قادر چاہیے پس ثابت ہو گیا کہ خالق خود قادر مختار ہوگا اور سب طرح کامل ہوگا بالکل محتاج نہ ہوگا اور اس میں کوئی نقص و عیب کبھی نہ ہوگا کیونکہ یہ تو مجبوری اور محتاجی پر ہوتا ہے اور جب وجود میں محتاجی نہیں تو دوسری صفات میں کیا محتاجی ہوگی جب آسمان کا خالق جامع اوصاف کمال و قدیم ہے تو زمین کا بدرجۂ اولی وہی خالق ہے اور جب اس میں سب کمال ہوئے تو سب سے اعلی ہونے کا کمال بھی ضرور ہوگا اور سب سے اعلی صرف ایک ہو سکتا ہے دوسرا نہیں ہو سکتا اور مشرکین عرب وغیرہ یہ گمان کرتے تھے کہ خدا تعالی بڑوں کا خالق ہے اور بڑے سب چھوٹوں کے خالق اور یہ حماقت ہے اس لیے کہ خلقت تو ایجاد کا نام ہے یعنی کسی کو عدم کے بعد وجود دینا اور خدا تعالی نے بڑوں کو پیدا کیا یعنی ان کو وجود دیا تو جب وے اپنے وجود میں خود محتاج ہیں تو ان کو دوسرے کے وجود پیدا کرنے کی طاقت کہاں ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ جس نے بڑوں کو پیدا کیا اسی نے چھوٹوں کو پیدا کیا کیونکہ اس کی قدرت میں کچھ نقص نہیں ہے پس قطعاً ثابت ہوا کہ وہ خالق اکیلا ہے سب سے اعلی و پاک ہے تمام عالم

اور یہ چیزیں عالم کی جو اس سے وہ پاک ہے اُس کی توحید کی دلیل ہے جو اُس نے پیدا کر دیا اسی واسطے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ
تعالیٰ کی توحید کا سب سے سوال ہوگا کوئی شخص معذور نہ ہوگا اگرچہ رسول سے پیغام اس کو نہ پہونچا ہو کیونکہ مخلوق سب اپنے خالق عز و جل کی دلیل ہیں
اور آدمی خود مخلوق ہے اور آنکھوں دیکھتا ہے کہ آسمان میں ستارے چمکتے ہیں۔ بعضے جاہل کہتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز نہیں ہے۔ جواب یہ کہ بڑا دریا و جھیل اور
چھوٹا کٹورا تمام پانیوں میں مگر نظر آتا ہے اگرچہ جسم نہیں تو صرف تمہارے نظر کا عکس ہے اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ عکس کے واسطے جسم ہونا ضرور ہے
علاوہ اس کے یہ خالی مقام اگر بے انتہا ہے یعنی اس کی حد نہیں ہے تو بے انتہا دوری کا موجود ہونا قطعاً باطل ہے اور اگر انتہا ہے تو وہی آسمان ہے
اگر کہو کہ بے انتہا دوری موجود ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر اپنے قدم سے آسمان کی طرف پیمائش شروع کرو یعنی تمہارے قدم سے ایک جریب
برابر اس بے انتہا تک چلی گئی ہے اور دوسری پیمائش اپنے سر سے اسی طرح شروع کرو اب ہم کہتے ہیں کہ جریب کا اوپر کا کنارہ دونوں کا بے
انتہا تک ہے اور نیچے کا سرا ایک کا قدم سے اور دوسرا کا اپنے سر سے ہے اب چھوٹے کو بھی قدم والے سے ملا کر اوپر کی طرف برابر کر دیجیے جائز
ہے ہم کہتے ہیں کہ اوپر والا ایک چھوٹا ہے یا نہیں اگر چھوٹا بڑا ہوا تو وہیں انتہا ہو گئی اور اگر بے انتہا ہے تو بے انتہا ہو گئیں دونوں برابر ہیں حالانکہ تمہاری
آنکھوں کے سامنے ایک چھوٹا تھا اور ایک بڑا تھا اور جو کوئی کہے کہ چھوٹا و بڑا دونوں برابر ہو گئے ہیں وہ مجنون ہے پس توقف ہے تمہاری بے وقوفی اسی
وجہ سے لازم آئی کہ تم نے خلاء کا لا انتہا موجود بتلا دیا تھا پس معلوم ہوا کہ بے انتہا کا وجود موجود نہیں ہے۔ اس دلیل کو ذرا غور سے دیکھو تم کو خود ہی حق
بات معلوم ہو جائے گی اور اپنے خیال لا انتہا پر ہٹ کرنا بالکل خراب بات ہے۔ ان دونوں دلیل سے ثابت ہوا کہ یہ خلاء بے انتہا نہیں ہو سکتا
ہم آنکھوں دیکھتے ہیں اور عقلی دلیل ہے۔ ایک دست کر دیا ہے اس آسمان کو خالق عز و جل نے پیدا کیا اور آیت میں فرمایا کہ ہم نے اس میں بروج
پیدا کیے۔ مجاہد و قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا یعنی ستارے پیدا کیے ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا اور یہ تفسیر بظاہر عام عرب کے
فہم کو شامل ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ اس آیت میں علم فلکیہ کا بیان ہے یعنی بروج سے منازل آفتاب و سیر کرنے والے ستاروں کی منازل
مراد ہیں۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فلک کے بارہ بروج ہیں جن کے نام عربی میں حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان
عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت ہیں اور جو لوگ ان علوم میں اشتغال رکھتے ہیں ان کا قول ہے کہ حمل و اسد و قوس کی طبیعت آتشی ہے
اور ثور و سنبلہ و جدی کی خاکی ہے اور جوزا و دلو و میزان کی ہوائی ہے اور سرطان و عقرب و حوت کی آبی ہے اور ان بروج کی تقسیم
اٹھائیس درجہ پر ہے پھر ایک برج کی دو منزلیں و تہائی منزل ہے اور یہ بروج گویا سات سیارے کے منازل ہیں پس مریخ کا حمل و عقرب ہے زہرہ کا
ثور و میزان ہے عطارد کا جوزا و سنبلہ ہے قمر کا سرطان ہے اور شمس کا اسد ہے اور مشتری کا قوس و حوت ہے اور زحل کا جدی و دلو ہے بعضوں
نے اسی پر زیادہ کیا کہ ہر ایک برج کے تیس درجہ کے حساب سے تین سو ساٹھ درجہ ہیں کہ آفتاب ان کو سال بھر میں ایک مرتبہ دورہ کر جاتا ہے
اور دوسری فلک کا ایک دورہ ہے اور قمر اپنے درجہ کو اٹھائیس دن میں پورا کرتا ہے اسی واسطے دو روز تک غائب رہتا ہے۔ آیت میں جو فرمایا کہ ہم نے
ان کو ناظرین کے لیے مزین فرمایا تو اس میں آنکھوں کی نظر اور عقلی نظر دونوں شامل ہیں پس عقل کی نظر سے استدلال توحید صحیح ہو اس سے اللہ
تعالیٰ کی خالقیت و عجائبات قدرت پر۔ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ۔ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ
مُبِينٌ۔ اور محفوظ کر دیا ہم نے اس کو ہر شیطان رجیم سے مگر جس نے چوری سے کان لگا کر سنا سو پیچھے دوڑا اس کے شہاب روشن۔ یعنی
اللہ تعالیٰ نے عالم افلاک کو مسکن ملائکہ کا بنایا جو عبادت کرنے والی مخلوقات ہیں اور اس میں ملائکہ ہی کی مخلوقات کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس شان
کا کوئی تھا کہ اس طرح اس کے لیے محفوظ کر دیا کہ وہاں کوئی شیطان رجیم کا گزر نہ ہو سوائے اس کے کہ شیاطین چوری سے کچھ سنا کریں تو اس کے پیچھے
شہاب ثاقب گر پڑتا جو جل گیا اور اگر نہیں تو بچ گیا اور اللہ تعالیٰ جیسے زمین کی مخلوق سے پاک ہے ویسے ہی آسمانی مخلوق سے پاک ہے اس نے
ہر جگہ کی اس کی مخلوقات کے پیدا کر دیا اور ہر ایک کے احکام جدا جدا فرما دیے ہیں۔ پھر اگر وہ چاہتا کہ کسی شیطان کا وہاں کسی طرح گزر نہ ہو تو

نہ ہوتا ولیکن اُس نے اسقدر امتحانی وسعت دیدی کہ سوائے اس شیطان کے جو چوری سے سن بھاگے۔ اب مین کہتا ہون کہ جب آسمان کا ہونا ثابت
ہوا آنکھون دیکھنے سے بھی اور عقل کی قطعی دلیل سے بھی اور تمام مخلوقات جو لاکھون برس سے چلی آتی ہے سب مین سے کسی نے انکار بھی نہین
کیا اور ارسطو وغیرہ نے نہایت بلند رصدگاہ بابل وغیرہ سے معائنہ بھی کر لیا غرضکہ بلا دلیل انکار کے سوا ہے قطعاً ثبوت ہوا تو پھر ستارے جو ثابتہ
آنکھون سے نظر آتے ہین پس اب کچھ دغدغہ مت کرو کہ وہان بھی احکام الٰہی تعالیٰ کے جاری ہین از انجملہ وہ ہر شیطان سے محفوظ ہے اور رجیم کے معنے
رجم کیا ہوا مراد مردود دھتکارا ہوا۔ مگر اسقدر وسعت دیدی کہ سوائے اس شیطان کے جو صرف چوری سے سن بھاگے۔ اور جیسے آسمان وزمین وستارے
وغیرہ کے پیدا کرنے مین اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت وجلیل قدرت ہے ایسے ہی ان احکام کی حکمت کا کوئی پار نہین پاسکتا ہے از انجملہ زمین کی مخلوقات
پر امتحان وابتلا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ ہیبت وجلال الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے سامنے ملائکہ خائف وبا ادب رہتے ہین اور جیسے آدمیون مین اپنے
جنس کے آدمی بادشاہ سے چھوٹے درجہ والے رعب کھا کر متحیر ہوتے ہین وہان اس سے بہت بڑھکر معاملہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین فرمایا۔ فاذا فزع
عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق وهو العلي الكبير یعنی جب ہٹ جاتی ہے گھبراہٹ ان کے دلون سے تو پھر پوچھتے ہین کہ کیا فرمایا تمہارے
رب نے جواب دیتے ہین کہ حق فرمایا اور وہ بزرگ برتر ہے اب صحیح روایت سنو جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان مین کسی امر کا حکم فرماتا ہے تو اس کے کلام کی ہیبت سے ملائکہ اپنے پرون کو عاجزی سے ڈالتے ہین جیسے کسی پتھر پر
زنجیرون کی آواز ہوتی ہے جب ان کے دلون سے گھبراہٹ چھوٹتی ہے تو کہتے ہین تمہارے رب نے کیا فرمایا تو جس سے پوچھا وہ کہتا ہے کہ حق فرمایا
وہ بزرگ برتر ہے یعنے احکام مین جسقدر بیان ہوا کر دیا تو اس حال مین چوری سے کان لگائے ہوئے شیاطین یعنے جو زنجیر کی کڑیون کی طرح ایک
دوسری سے متصل ہوتے ہین اوپر والا شیطان کچھ سن بھاگتا ہے وہ اپنے نیچے والے کو بتلا دیتا ہے نیچے والا اپنے نیچے والے کو یہان تک کہ زمین تک
پہونچاتا ہے اور کبھی پہلے کو شہاب پہونچا اور ہنوز اس نے دوسرے کو نہ بتلایا تھا کہ وہ جل جاتا ہے پھر کبھی اور اس نے پہونچایا زمین تک تو زمین والا
اس کو ساحر یا کاہن کے منہ مین ڈالتا ہے یعنے رمال وغیرہ جن سے لوگ آئندہ کی ہونے والی باتین پوچھا کرتے ہین اور جہالت وکفر سے ان کو غیب دان
سمجھتے ہین پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے مگر سچا مانا جاتا ہے اس کے معتقد لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم سے اس نے فلان روز نہین کہا تھا کہ ایسا ایسا
ہوگا وہ ہوا اور یہ وہی بات ہوتی ہے جو شیطان سن بھاگا تھا۔ رواہ البخاری فی صحیحہ مترجم کہتا ہے کہ بعض اشارات سے ثابت ہوتا ہے
کہ شیطان جو شہاب سے جل جاتا ہے اس سے بھی ایک قسم کا شیطان پیدا ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم پس استراق السمع سے ایک امتحان مخلوق کا
بہت وسیع ہے کیا تم دیکھتے ہو کہ اس مین کسقدر کثرت سے عوام مبتلا ہوتے ہین باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین صریح فرما دیا کہ غیب کو سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور حدیث مین سخت ممانعت ہے کہ جو کوئی جادوگر یا کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرے تو اس نے محمد
صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اتارا گیا اسکو جھٹلایا یعنے قرآن پاک ورسول سے کافر ہوا۔ اور واضح ہو کہ اس مین علما کے اقوال ہین کہ شہاب جو شیطان کو
جلاتا ہے اس سے کیا مراد ہے آیا وہ مر جاتا ہے یا مجروح ہو جاتا ہے کیونکہ شیطان آتشی ہر اسکے حق مین آخرت کی آگ تو عذاب ہے اور باقی کی نسبت
کوئی حکم صریح نہین ہے قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہاب اسکو جلاتا وزخمی ومخبل کر دیتا ہے قتل نہین کرتا ہے
مخبل کے معنے جسکے عضو کو بیکار کر دیا گیا یا وہ جسکی عقل جاتی رہی ہو جیسے مخبط ودیوانہ ہوتا ہے۔ اور حسن بصری وایک جماعت نے کہا کہ شہاب
اس کو قتل کر دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اول قول اقوی ہے اور واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن شریف کے زمانہ
نزول مین ایک عظیم الشان خوشی نزول رحمت کی ملائکہ مین تھی اور آسمانون کی حراست شدیدی کی وجہ سے تمام عرب کے کاہن ایسے بیکار ہو گئے تھے
کہ انکی کوئی بات سچ نہ ہوتی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ عرب سے کہانت منقطع ہو گئی اور یہ بات عرب سے مشہور ومعروف ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ حکماے
یونان ودیگر فلاسفہ نے جو زعم کیا کہ شہاب فقط ایسے ابخرات ہین جن مین روغن کا میل ہوتا ہے وہ کرہ نار کے قریب پہونچکر مشتعل ہو جاتے ہین یا فاسفرس

بوجہ دو قسم ہوا میں سے ایک قسم پہونچنے سے مشتعل ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہر شخص جسکی آنکھوں میں اللہ تعالے نے عیب نہیں دیا وہ دیکھکر معلوم
کرسکتا ہے کہ معائنہ کے خلاف ہے اور دوسرا قول تو محض جہالت ہے خصوص اسقدر بیہودہ یا مقوس خیال ہونا ان ابخرات کے لیے خلاف
عقل ہے اور ہوا سے جدا ہے یہ اشتعال ہوتا وہاں ایسی وضع سے اس کا ہونا بہت زیادہ بیہودہ کلام ہے اور اگر پوچھا جاوے کہ اس پر کیا
دلیل ہے تو سوائے اٹکل کے کوئی دلیل نہیں رکھتے ہیں مگر تعجب ہے کہ دلیلوں سے انکار اور بلا دلیل پر اسقدر اصرار ہے اب میں کہتا ہوں کہ اول
قول اسوجہ سے باطل ہے کہ دخانی ابخرات زمہریر کی سردی سے تجاوز نہیں کرسکتے جبکہ آگے حرارت نہ پہونچے ورنہ حرارت اسقدر کہ زمہریر پر غالب
ہووے ثابت کرو ورنہ قول باطل ہے اور جب اول قول مردود ہے تو دوسرا قول اسی دلیل سے مردود اور نیز اسوجہ سے کہ دونوں قسم ہوا کی زمہریر
تک موجود نہیں اور نہ زمہریر پر منحصر ہوا اور تم خود اس کا اقرار کرتے ہو تو زمہریر سے تجاوز کرکے اس کا وجود باطل ہے اور کیا وجہ ہے کہ یہاں سے زمہریر
تک جہاں ہوا کا زیادہ موقع وجود ہے کیوں نہوا کہ بعد زمہریر کے واقع ہوا۔ اے لوگو تم اپنی ناانصافی پر افسوس کرو اور ایسی جہالت سے درگزر کرو
تم جہالت کے پابند ہو اور حق بات سے تم کو اسقدر انکار ہے مترجم نے خلاف عادت اس مقام پر زیادہ طول سے اسوجہ سے بیان کیا کہ اہل
ایمان کو معلوم ہو کہ انکار کرنے والے کسقدر اوہام کے پابند اور خیالات واہیہ بیہودہ لا یعنی کے معتقد ہیں اور بلا دلیل کے حق بات و صحیح واقعی امر سے
انکار کر لیتے بلکہ دلیل صریح سے منکر ہوتے ہیں جب صریح دلائل و آیات سے توحید خالق جل شانہ و عجائب قدرت ثابت ہو چکی تو اللہ تعالے
نے ہم لوگوں کے مساکن یعنے زمین کی آیات قدرت بیان فرمائیں بقولہ تعالے۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ یعنے اس کی مخلوق میں سے زمین ہے جس کی نسبت فرمایا کہ زمین کو ہم نے کشیدہ کردیا یعنے پانی پر اور ڈالدیا
فرمایا اس میں جمے ہوئے پہاڑ اور اگائی ہم نے زمین میں ہر شے سے موزون یعنے مقدار معلوم۔ ظاہر آیت دلیل ہے کہ زمین مفروش ہے اور امام رازی
رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر میں کہا کہ محتمل یہ بھی ہے کہ گول شکل کرہ کے ہو پھر حکمت الٰہیہ میں سے ہے کہ فلک محیط کے ہر جانب کشش مساوی ہے
زمین درمیان میں معلق ہے مگر ایسی کشش اس امر کو مانع نہیں ہوتی کہ درمیان میں معلق ہوکر ٹھہرا رہے اسی واسطے مشکوٰۃ کی کتاب بدء الخلق
میں آیا ہے کہ زمین کو پانی پر لرزہ تھا پس پہاڑ اللہ تعالے نے اس پر قائم کردیے پھر یہ زمین تمام کافروں پر حجت قوی ہے اللہ تعالے کی وحدانیت
پر اور یہ کہ اس کی قدرت ایسی ہے کہ عقل و حواس کو وہاں مجال گفتگو نہیں ہے۔ اول دلیل یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کیا کہ زمین کرہ ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اس
کرہ کے چاروں طرف ہوا ہے اور میلوں آسمان نظر آتا ہے یعنے اس خالی میدان کے بیچ میں یہ کرہ معلق ہے پھر اس کرہ میں سے قریب چہارم حصہ کے
خشکی ہے اور باقی چاروں طرف کھاری پانی ہے پس عجیب قوی دلیل قدرت ظاہر ہے کہ وہ پانی صرف اللہ تعالے کی قدرت سے چاروں طرف
قائم ہے ہرگز نہیں ٹپک جاتا حالانکہ پانی ایک بہتی ہوئی چیز ہے دوم دلیل قدرت یہ کہ کھاری پانی مٹی کے ڈھیلے وغیرہ کو گلا دیتا ہے حالانکہ چھوٹے
ٹاپو وغیرہ موجود ہیں اور ان کو کچھ ضرر نہیں کرتا ہے۔ اور اس میں مچھلی و جانور و موتی و جواہرات پیدا ہوتے ہیں سوم بحر ہند شور سمندر رہا کہ بحیرۂ قلزم
سے جس مقام پر ملا ہے وہاں قدرت الٰہی کا آیت یہ وہ حائل ہے کہ اس طرف کھاری اور اس طرف میٹھا ہے حالانکہ پانی اور دونوں آپس میں ملجاتے
ہیں خوب غور سے دیکھو۔ اور ہم اوپر ثابت کر چکے کہ آسمان کا وجود صاف دلیل سے ثابت ہے تو پھر یہ زمین اس کے بیچ میں اسی کی کشش پر ہے
اور جس نے کہا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے اس نے بالکل اپنی اٹکل سے کہا اور بالکل غلط کہا بلکہ اللہ تعالے کی قدرت دیکھو کہ اس کے بیان سے
اس کا جھوٹ ہم ثابت کیے دیتے ہیں اس طرح کہ جب یہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے تو آفتاب مرکز ہوا اور زمین کا دورہ جو تین سو پینسٹھ روز میں پورا
ہوا یہ محیط ہے اور نصف قطر آفتاب کی دوری زمین سے ہے دو نو کروڑ پچاس لاکھ میل کہتا ہے تو پورا قطر انیس کروڑ ہوا اس سے محیط بقاعدہ پیمائش
نکالا اور زمین کا قطر آٹھ ہزار میل تو محیط نکالا اب لازم ہے کہ زمین کے محیط کو تین سو پینسٹھ میں ضرب دینے سے وہی مقدار پوری ہو جاوے جو محیط
گردش کی ہے حالانکہ اس میں کروڑوں کا تفاوت ہے یہ صریح غلطی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کسقدر اپنی غلط رائے کے قائل و معتقد

ہوتے ہیں اور صریح آیات و دلائل سے جو حق و صحیح ہیں انکار کرتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ کرۂ زمین کا پانی باوجودیکہ بہتی چیز ہونے کی قدرت الٰہی سے
قائم ہے تو وہ نیچری کہاں گیا جو معجزات کا منکر ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کھینچکر پانی قائم ہونے سے انکار کیا اب شک دور
کرو اور ایمان سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر بچھا دیا شاید کہ زمین گول ہو اور پانی چاروں طرف ہو یا مستوی ہو کہ جہاز جہاں سے روانہ
ہو چلکر گھما کر بدون اسی راہ کے اپنے مقام پر پہونچ سکتا ہے بہر حال آیت کریمہ دونوں باتوں کو محتمل ہے پس اس خاک پر جو ہر طرح پانی میں ڈوبی
ہوئی اور درمیان نہروں و دریاؤں و جھیل و چشمہ و کنووں سے بالکل تر ہے اس پر پہاڑ قائم کر دیئے۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۔ اور اس
میں تم لوگوں کی معاش مقرر فرمائی یعنے اناج وغیرہ جس سے آدمی زندگی کرتا ہے اور یہ عجیب قدرت ہے کہ جو چیزیں معیشت ہیں وہ اسی زمین سے
ہیں کیونکہ اناج مثلاً خاک ہو جاتا اور زمین میں ملجاتا ہے پس گویا زمین سے جسم بنایا اور زمین ہی سے اس کو غذا دی نکتہ یہاں سے ایک قاعدہ
طلب کا سمجھو کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی خاک سے آدم کا جسم بنایا اور طرح طرح کی خاک مختلف ہونے سے رنگ و اخلاق
ہر ایک آدمی کے مختلف ہو گئے اور روح ہر جسم میں گویا علیٰحدہ ہے اس سے بحث مت کرو بلکہ جسم کو دیکھو تو جب کوئی جسم کمزور ہو جاوے
تو اس جسم کو اسی کے مثل خاک سے غذا دینے سے تندرست ہوگا اور خاک کی غذا اس طرح ہے کہ اس خاک سے جو معیشت پیدا کی ہے اناج ہو
یا گوشت ہو یا اور میوہ و دیگر دوا سے تو جو کچھ نقصان آیا ہے وہ پورا ہونے سے پھر تندرست ہو جائیگا و لیکن جو موت کی اس نے مقرر فرمائی ہے
اس کا علاج کرنے والا جاہل ہے۔ اور قولہ تعالیٰ موزون یعنے وزن کی ہوئی اس کے معنے بھی سمجھ میں آگئے کہ جملہ اجسام کی حیات و زندگی کے
لیے مناسب و ہر طرح موزون چیزیں اسی زمین سے پیدا کر دیں۔ اور یہیں سے اس حدیث کا مطلب بھی سمجھ لو کہ قیامت کے روز یہ زمین لوگوں کے
خونوں و مظلمہ و نجاسات سے پاک ہو کر سپید ہو جاویگی اور اس کی نسبت فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے مومنوں کی غذا اسی روٹی سے
ہوگی کہ جو اللہ تعالیٰ تم کو کچھ عطا فرماوے۔ واضح ہو کہ معاش سے مراد فقط کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ لباس و دوا و غذا و ہر طرح کے ضروری اسباب
کو شامل ہے شیخ ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہی معنے ظاہر ہیں۔ بالجملہ اپنے دلائل قدرت و احسان سے ظاہر و متنبہ کیا کہ ہم نے زمین کو
ممدود فرمایا کر اس میں منجملہ اسباب زندگی و رزق مخلوق فرمائے تمہاری زندگی کے لیے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۔ اور ہر اس شخص کی
زندگی کے لیے جسکے تم ہرگز رزق دینے والے نہیں ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ چوپائے جانور وغیرہ ہیں اور ابن جریر رحمۃ اللہ
علیہ نے اس میں باندیاں و غلاموں کو بھی شامل کیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں سوائے آدمی و جنوں کے جنکو پہلے خطاب ہے باقی سب مخلوقات
حتیٰ کہ چیونٹی و سانپ و بچھو وغیرہ بھی شامل ہیں اور اشارت یہ ہے کہ عام رحمت و کمال حکمت سے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہے بہت سی
مخلوقات پیدا فرمائی اور اگر آدمی کے ذمہ انکا رزق دینا ہوتا تو وہ ان کو نہ دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق اسی زمین سے دیا۔ اور بہت سی زمین پر
ہزاروں قسم کے کیڑے و پتنگے ہیں کہ آدمی ان کو پاوے تو ہلاک کر دے حالانکہ آدمی کی زندگی میں ان کو بڑا دخل ہے کہ اکثر ان کی غذا میں پانی سے
آدمی تندرست رہتا ہے مگر نہ جاننے کے سبب سے انکو مار ڈالے یا غذا نہ دیوے اور ہزاروں جانور ہیں جنکو خوبصورت دیکھکر چھوٹے بچے انکے
ماں باپ سے جدا کر کے چڑیا پکڑ لاتا اور لوگ اس سے خریدتے ہیں اور آدمی اُن کو گرفتار کر کے پالتا ہے اور اپنے نفس کی خوشی کے لیے ان کو
اس طرح پنجرے میں تکلیف دیتا ہے حالانکہ وے پالکو بتکے مانند نہیں ہوتے ہیں اور ہزاروں سی خود ایذا اُٹھاتا ہے اور ہزاروں چوپائے ہیں
کہ ان سے اپنا نفع لیتا ہے مگر پیٹ بھر غذا نہیں دیتا یا سخت مشقت لیتا ہے اور یہ سب جرم کتنے گناہ ہیں جن میں امتحان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ من
تو ذوی عقل کو بولتے ہیں تو باندیاں و غلام ہو سکتے ہیں جواب یہ ہے کہ ذوی عقل کو غالب کر کے کلمہ من فرمایا اور ما وغیرہ نہیں فرمایا اسی واسطے
مجاہد رضی اللہ عنہ نے چوپائے سے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا کہ من سے مملوک تو صریح مصداق ہیں مگر بطور تغلیب ہیں اور شمول غیر ذوی عقل کا کلی ہے۔
پھر رزق ہر ایک کے واسطے مقدر اور زمین سے پیدا اور کبھی مقدار سے کچھ اسلیے نہیں کہ یا دو کم و زیادہ تھا جیسے بے عقلوں کا گمان ہے بلکہ حکمت الٰہیہ نے

ہر ایک امتحان کے لیے یوں ہی مقرر کر دیا ہے لہذا فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ۔ اور نہیں کوئی چیز مگر آنکہ ہمارے یہاں اسکے خزانے ہیں۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ اور نہیں اُتارتے ہم اس کو مگر بمقدار معلوم جسقدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُتارتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی سال بہ نسبت دوسرے کے بارش میں کم و بیش نہیں ہوتا لیکن کبھی یہاں اور کبھی وہاں اور کہا کہ کسی قوم پر زیادہ اور کسی پر کمی بمقدار اسکے جو مناسب تھا۔ رواہ ابن جریر اور واضح ہو کہ ہم کئی مقام پر تحقیق کر چکے ہیں کہ ہر چیز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب رکھے ہیں و لیکن چونکہ اسباب کا کارآمد ہونے کا بھی آخری درجہ صرف اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے لہذا اہل ایمان کے نزدیک ہر ایک چیز اسی کیطرف منسوب ہے اور حدیث صحیح میں ہو کہ قحط یہ نہیں کہ تم کو بارش نہ ملے بلکہ قحط یہ کہ بارش ہو مگر زمین سے پیداوار نہ ہو۔ جمہور مفسرین نے کہا کہ آیت میں مینہ مراد ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نباتات و جانوروں کو روزی دیتا ہے۔ ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مینہ نازل فرمایا اس میں کمی نہیں ہوئی ولیکن کہیں زیادہ کہیں کم ہوتا ہے۔ ابوالشیخ والبزار رحمہما اللہ تعالیٰ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خزائن الٰہی اس کا کلام جب کسی چیز کا وجود چاہا فرمایا کہ ہو جا وہ ہو گئی۔ قال البزار وفیہ ضعف (ملخص ابن کثیر وغیرہ) حاصل یہ کہ رزق وغیرہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقدر معلوم و بمقتضائے حکمت ہے جیسے دوسری آیت میں فرمایا ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء یعنے اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق بندوں پر تو حد سے باہر ہو جاویں زمین میں ولیکن جسقدر چاہتا ہے اُتارتا ہے۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ۔ اور بھیجا ہم نے ہواؤں کو لواقح یعنے باردار کیونکہ وہ سحاب کو اٹھاتی اور بھراتی ہیں کقولہ تعالیٰ اقلت سحابا ثقالا یا لواقح یعنے صاحب لقح جیسے ادھنی لاقحہ وہ ہوتی ہے جسکے کثرت سے دودھ ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لواقح ریاح کو بکلام جمع فرمایا کیونکہ لقح کے واسطے جمع ضرور ہے بخلاف ریح عقیم کے جو قوم ہود پر عذاب تھی اسکو واحد اور عقیم یعنے بانجھ کہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ریح کو بھیجتا ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی اور باردار ہوتی ہے اور سحاب کی چال چلتی ہے یہانتک کہ جیسے لقحہ سے دودھ کا دور ہوتا ہے اسی طرح مینہ برساتی ہے۔ ایسا ہی ابن عباس و ابراہیم نخعی و قتادہ نے کہا ہے اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی نے اپنی مسند میں باسناد حسن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ہوا کے بعد ہوا کو سات سال پیدا کیا اور اس کے در سے ایک دروازہ بند ہے اور تم کو ہوا اسی دروازہ سے آتی ہے اگر کھول دیا جاوے تو آسمان و زمین کے درمیان ہر شئے کو اڑا کر لے جاوے اس کا نام اللہ تعالیٰ نے یہاں اذیب ہے تم اس کو ہوا ے جنوب کہتے ہو۔ قال المترجم جنوب بفتح جیم وہ ہوا کہ جنوب بضم جیم سے چلتی ہے۔ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً پس ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ۔ پس ہم نے اس سے تم کو سیراب کیا۔ کمال رحمت سے اس کو شیریں پانی کیا اور برسا کر اسکو زمین کے اندر جذب نہ فرمایا بلکہ چشمہ و نہریں و جھیل و تالاب و دریا کر دیے کہ ہر طرح اسی سے نفع اٹھاتے ہو اور اگر سمندر کی طرح شور ہوتا تو زندگی دشوار ہو جاتی۔ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ۔ اور تم نہیں ہو اس کے خزانہ رکھنے والے بلکہ یہ خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی اسکا حافظ بھی ہے کہ تم کو بقدر معلوم اس سے ہمیشہ ملتا ہے۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ۔ اور کچھ شبہہ نہیں کہ ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی تو وارث ہیں۔ اس سے کچھ بھی انکار کسی شخص کو نہیں ہو سکتا وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا میں چندروزہ زندگی اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے سے حاصل ہوئی اور یہاں کسی طرح اس نے بسر کی آخر کو وہ چھوڑ جاویگا پس مبارک اس کو جس نے یہاں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی توحید سے رضائے الٰہی حاصل کی کہ دوسری زندگی میں اس کو نہایت عیش کا جہان ملا۔ ف۔ فی العرائس قولہ ولقد جعلنا فی السماء بروجا الآیہ۔ اس کے اشارات دقیقہ میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناظرین ارواح و قلوب و عقول کے واسطے کشف انوار و ذات و صفات کے لیے منازل ظاہر کر دیے ہیں ان میں سے ہر ایک کو بقدر استعداد و سعادت کے نظر حاصل و مشاہدہ واصل ہے پس سیر نظر روحی سمائے ازل و ابد میں اور سیر عقلی انوار بروج عظمت و کبریا میں اور سیر قلبی جلال و جمال میں ہے اور سیر اسرار سبحات ذات میں ہے اور سیر روحی کا مقام

توحید و تجرید و تفرید ہے اور مقام عقلی معارف کشف ہیں اور مقام قلب عشق و محبت و خوف و رجا وغیرہ ہیں اور اسرار کو مقام فنا و بقا و
سکر و صحو حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک عارف و کامل کو بقدر ادب و استعداد کے اپنی اپنی منزل کا ثمرہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سبحانہ تعالیٰ ادراک
خلق سے پاک ہے اور جو فرمایا کہ حفظنٰھا من کل شیطان رجیم۔ تو جو کوئی حق راہ سے بھٹکا اور باطل ظلمات میں گمراہ ہے یا مدعی و بیہودہ بے ادب ہے وہ
کشف و سیر و مقام و ثمرات سے مطرود ہے اور اشارت ہے کہ یہ بروج صفات و معارف ہمیشہ ہواجس نفس و وساوس شیطان سے محفوظ ہیں۔ قولہ الا من
استرق السمع الآیہ۔ البتہ ہواجس نفسانی و شیطانی کبھی عالم عقول و ارواح و اسرار کے ہاتف غیب سے کوئی بات سنکر دعاوے باطلہ سے مدعی ہوتے ہیں تو طوارق
قہریات سے ان کو جلا کر عالم طبیعت صاف کردیا جاتا ہے اور واضح ہو کہ یہاں ایک اشارہ اور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے قلوب میں بروج مقامات
و حالات رکھے ہیں جن میں ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ عالی تجلیات عالم صفات سے انوار حاصل کرنے میں ساعی ہیں اور ان میں تقلب ہوتا ہے اور اس کا
اشارہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبھا کیف یشاء یعنی حضرت الرحمٰن کے دست قدرت میں قلوب مقہور
ہیں جیسے چاہتا ہے انکو مقلوب فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال سے ان بروج کو طوارق نفوس و وساوس سے محفوظ فرماتا ہے پس جب نفس امارہ
کسی حاشیہ قلب میں قصد کرتی ہے تو جوش قلب کی آگ سے جلکر خاک ہوجاتی ہے اور یہ ارباب صدق و صفا کے چہرہ حال سے انکا چہرہ جمال بے روشن
ہوتے ہیں کما قال تعالیٰ تعرفہم بسیماہم۔ تو ان کو ان کے چہرہ سے پہچانے اور فرمایا سیماہم فی وجوہہم۔ ان کے نشان ان کے چہروں سے ظاہر ہیں بعض مشائخ
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بروج و مناظر رکھے ہیں جن سے آدمی اس کی معرفت کو پہونچتا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ یہ فقط اس شخص کے واسطے ہے جس کی چشم
باطن روشن ہو کہ علو مقام کے لیے اسکو ہدایت حاصل ہو اور شیخ ابن طاہر رح نے کہا کہ آسمانی بروج کے نظائر قلب میں بروج ہیں یعنی خوف و امید و توکل
و تفویض و صبر و تسلیم و یقین ان کی اصل ہے پس ہر ایک برج قلبی و ایک برج سماوی ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی راہ ہے مگر اسکو ہر شخص نہیں جانتا سوائے
عارفین و علماء کے اور جیسے بروج سماوی کے لیے ناظرین ہیں یوں ہی بروج قلبی کے لیے وہ لوگ ناظر ہیں جو اپنے نفس پر نظر کرنے کی توفیق دیے گئے ہیں۔ شیخ
استاد رح نے کہا کہ جیسے نجوم آسمانی و بروج فلکی اس کے لیے زینت ہیں اور شیطان وہاں مرجوم ہوتا ہے ایسے ہی قلوب میں معارف و علوم نجوم ہیں اگر
ابلیس مع لشکر کے کسی دل کے قلب سے قریب ہو تو جل جاوے اور یہ قلوب ملائکہ سماوی کے لیے زینت نظر ہیں۔ قولہ والارض مددنٰھا والقینا فیہا رواسی
الآیہ اشارہ سے ظاہر ہوا کہ قلوب عارفین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وسیع ممدود کردیا ہے کہ اسکے انوار جمال و جلال کے لیے مبسوط ہے کیونکہ وہ مقام تجلی
ربانی ہے اور مصداق قولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ پس جس قدر تجلی ہوتی ہے اسی قدر اس میں وسعت و انبساط ہوتا ہے اور اس میں گنجائش ضروری ہے
کیونکہ موازی مشاہدہ قدم بے نہایت ہے کیونکہ وہاں عرش الرحمٰن و کرسی ہے اور اس صفت کا کوئی دل سوائے انبیاء و اولیاء کے دلوں کے اللہ تعالیٰ نے نہیں
پیدا کیا اسی وجہ سے تو نے دیکھا کہ وارد ہوا ہے کہ زمین و آسمان وسعت شان الٰہی کے لائق نہیں لیکن مومن کا دل اس میں گنجائش رکھتا ہے اور کشائش
قلبی براہ علم تجھکو ظاہر ہو کہ اہل الصدق کے دلوں میں شان الٰہی کے سامنے تمام عالم ایک رائی سے کم ہو پھر جب اس شان سے قلوب میں زلزلہ آیا تو
اس میں عظمت و کبریائی سے پہاڑ قائم کرکے انکو مضبوط کردیا۔ واضح ہو کہ آیت سے ایک اشارہ اور بھی مفہوم ہوا وہ یہ کہ جیسے ظاہری تزلزل زمین کا پہاڑوں
سے دفع کیا اسی طرح باطنی تزلزل کا دفعیہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے ہے پس سب سے بڑا جو زمین کے سکون کا باعث پہاڑ سے ہے تو سب سے زیادہ قیام اسکا اولیاء
کے سردار یعنی غوث سے پھر تین بزرگ سے پھر سات سے پھر دس سے پھر چالیس سے پھر ستر سے پھر تین سو سے ہے پس تکمیل ترتیب میں ابدال و اوتاد ہیں پھر نقباء ہیں پھر
خلفاء چالیس پھر دس علماء پھر سات عارف پھر تین اہل مکاشفہ پھر اول قطب اعظم ہے جسکی طرف سب کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ انھیں اولیاء سے اپنی مخلوقات
سے بلا دور کرتا ہے اور انھیں سے مخلوق کو رزق دیتا ہے سہل رح نے کہا کہ زمین کو ممدود فرمایا کہ محفوظ کردیا کہ دیکھنے والا عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور اسمیں
اولیاء کے مقامات آرائش کرکے جنکی ذات سے زمین قائم ہے شیخ استاد رح نے کہا کہ نفوس عابدین زمین عبادت ہیں اور قلوب عارفین زمین معرفت ہیں جبکہ
ارواح مشتاقین زمین محبت ہیں اور خوف و رجا اور رغبت و رہبت اسکے لیے پہاڑ ہیں اور جیسے زمین سے اقسام اقسام کے نباتات اگائے اسی طرح قلوب

اہل الحق سے طرح طرح کے یقین وایمان کے معروفات پیدا فرمائے اور یہی عامہ زندہ دلون کے لیے معائش ہین یہی اشارت ہے قولہ وجعلنا لکم فیہا
معائش ۔ چنانچہ صدیقین کی معائش زمین قلبی ہین انوار شہود ہین اور محبین کے لیے ظہور انوار تجلی شہود ہین اور عارفین کے لیے کشف قرب معبود ہین اور
موحدین کے لیے بعد کشف کے خطاب مسموع ہے اور زمین قلب کے رہنے والے عقل وفہم ونفس کی غذا انوار ایمان وبرہان والقان ہے ۔ قولہ ومن لستم لہ
برازقین سے اشارت واضحہ موجود ہے کہ اس قلب کے رہنے والون کی غذا ت ذکر تمہارے دینے سے نہین پہونچتی ہے بلکہ رازق جل شانہ اپنے فضل وجود
سے انکو یہ غذا دیتا ہے وہی ارواح وعقول ونفوس کا رازق ہے ۔ استاد رح نے کہا کہ ہر ایک کا سبب عیش مختلف ہے پس معیشت مریدین تو اس کے
اقبال کے یمین سے ہے اور عیش عارفین اس کا لطف جمال ہے اور عیش موحدین اس کا کشف جلال ہے اور ہر ایک اپنے حال سے مربوط ہے اور ہر ایک کو
اسکے افعال سے حصہ نصیب ہے اور وہ اپنے افعال کے تحمل سے پاک ہے ۔ قولہ وان من شیء الا عندنا خزائنہ ۔ جو کچھ عارفون کے قلوب مین انوار مکاشفہ
ومعرفت وتوحید وایمان ویقین ومقامات وحالات والہامات وخطابات سے موجود ہین ہر ایک محصور نہین بلکہ ہمارے پاس اسکے خزائن ہین پھر ان حقائق کے
خزائن اس کی پاک ذات وصفات ہین اور وہ قائم ازلی ابدی ہے پھر جو کچھ از قسم وجد وحال وکشف ومقال وتوحید ومقام متعلق بپاک صفات ہے اس کا
ظہور بقدر قوت قلوب ہے جبکہ ارادت ازلیہ اس سے متعلق ہوتی ہو ۔ قولہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم اسکے اشارت سے یہ علم حاصل ہوا کہ بندون کو چاہیے رب ذو الجلال
والاکرام پر باحقیقت توکل فرض ہو اور اسباب واعراض سے قطع نظر کرین ۔ روایت ہے کہ جنید رح جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تو کہتے کہ پھر تم کہان چلے جاتے ہو ۔
بعض نے کہا کہ خلق کے پاس حق عز وجل کے خزائن سے قلوب ہین ان مین حق تعالیٰ نے سب سے افضل چیز کو ودیعت رکھا ہے اور وہ توحید ہے اور اسکو معرفت
سے زینت دی اور یقین سے منور فرمایا اور تفویض سے بزرگ کردیا اور توکل سے اسکو آباد اور ایمان سے کشادہ فرمایا اور مخلوق کے اختیار مین اس مین سے کچھ
نہین دیا کیونکہ قلب کا قیام بقدرت حق تعالیٰ در اسی کے ادنیٰ سے منقلب ہین چنانچہ حضرت سید عالم نے فرمایا کہ ان القلوب الحدیث یعنی دلون کا یہ
حال ہے کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین ہین انکو جسطرح چاہتا ہے لوٹ پوٹ کرتا ہے پھر دلون مین انوار ہونے کے آثار مین سے یہ مقرر فرمایا کہ
اعضا سے ظاہرہ جلدی سے اس کی فرمانبرداری کی طرف دوڑین اور اگر اس کی نافرمانی کا نام آوے تو تھک کر بیٹھ رہین اور مخالفت کرنے سے غمناک و
پریشان ہون مقرر جسے کرتا ہے آیا ایمان کا نور دم اس لیے پایا جو نیکی کرنے سے خوش ہوا اور گناہ کرنے سے پچھتایا جیسا کہ حدیث صحیح کا مضمون اس بارہ مین
آیا ہے ۔ شیخ ابو بکر وراق رح نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اس آیت سے اپنے بندون کی طمع غیرون سے قطع کردی پھر اس کے بعد جو کوئی اپنی حاجت غیر سے سمجھے وہ اسکی
جہالت وغفلت کا سبب ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اقسام آیات الٰہی مین نظر کرنے سے بندہ اس کے حکم پر مطمئن ہوتا ہے شیخ سہل رح نے کہا کہ
سب سے زیادہ خاص خزانے اللہ تعالیٰ کے زمین مین بندون کے دل ہین ایسے بندے جو اس کی معرفت سے مومن ہین وہی اسکی محل نظر ہین تو جو کوئی اس
خزانہ کو ہمیشہ اسکی یاد سے اور نگہداشت سے آباد رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکے دل کو ہمیشہ اپنی طرف راجع اور ماسوا سے منہ موڑے رکھتا ہے شیخ استاد رح نے
کہا کہ خزائن الٰہی سبحانہ فی الحقیقت اس کے مقدورات ہین اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی چیز پر جو موہوم الحدوث ہے قادر ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسکے خزائن زمین کے
قلوب عارفین ہین اور اس خزانہ مین ہر قسم کے جواہر ہین چنانچہ حقائق عقلی ایک قسم کے جواہر ہین جو بعض اقوام کے قلوب مین رکھے ہین اور لطائف علمی ایک
قسم کے جواہر ہین اور بدائع عرفانی ایک قسم کے جواہر ہین اسی طرح اقسام کے جواہرات ہین اور اسرار عارفین اس کے حبیب کے خزائن ہین پس نفوس اس کی
توفیق کے خزائن ہین اور قلوب اسکی تحقیق کے خزائن ہین اور ہر زبان اسکے ذکر کا خزانہ ہے اور کہا گیا کہ اس سے فقراء کے دلون کو راحت دی یعنی اطمینان جو اغنیا
کی طرف سے انکو برداشت کرنی پڑتی اس خطاب سے جو انکو دیتے ہین اور اغنیاء کو راحت دی کہ فقراء انسے کچھ طلب کرین پس کسی فقیر کو روا نہین ہے کہ اپنا دل اپنے
رب کی طرف سے پھیر کر کسی مخلوق کی طرف لاوے اور کسی اور کی طرف محتاجی ظاہر کرے اور غنی کو روا نہین کہ اپنا کچھ احسان کسی پر رکھے کیونکہ تمام
مالک اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب قدرت اسی کو ہے کسی کو کچھ نفع پہونچانے کی قدرت نہین سوا اسکے وہی سب پر قادر ہے ۔ قولہ وارسلنا الریاح لواقح فانزلنا
من السماء ماء الآیہ ۔ اشارہ ثابت ہے کہ مانند زمین ظاہری کے جسکو مینہ کا پانی پہونچکر گل بوٹے اگتے ہین قلوب کی زمین کو بھی پانی پہونچا ہے اور اس سے بھی

اقسام اشجار پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث میں قلوب کی تمثیل زمین کے مختلف قطعات رنگ وشورہ وشیریں مختلف پیداوار والے قطعات سے ثابت ہے پس
عارفین کے دلوں میں درخت معرفت کا بیج ہوتا ہے پھر کشف جمال سے ہوائے خوشگوار لطف چلتی ہے اور انوار جمال سے انکو سیراب کرکے اس میں سے ثمرہ محبت
وشوق وعشق پیدا کرتی ہے قال المترجم فی الحدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا یعنی تمہارے رب کی طرف سے تمہارے ایام زندگی میں
نفحات ہیں ان کے واسطے پیش ہوتے رہو۔ اور فی الحدیث تفعل بالابدان کما تفعل بالاشجار یعنی ہوائے ربیع جیسا درختوں کے ساتھ کرتی ہے بدنوں کے ساتھ
بھی کرتی ہے غرض کہ اس میں اسرار لطیفہ ہیں فافہم پس بحر کرم سے ابر باران عنایت ازلیہ برساکر اس سے ثمرات حکمت پیدا کرکے روح کو غذا دیتا ہے ہر شاخ سے
حکمت وعلم غیب واسرار خاصہ وحقائق پیدا ہوتے ہیں کہ پھول وشگوفہ وکلیاں انوار تجلیات صفات سے ہیں۔ اہل ارادت کو فراق ودوری سے چھڑا کر موافقت
کے شربت سے مفرح فرماتا ہے اور ہر دم انکو جوش مزید باقی ہے ؎ کہ ایم کہ بر آب قادر نیند + کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہوائے لطف
ازلی جب عارف کے قلب پر چلتی ہے تو اسکو ہوا جس نفس ورعونت طبیعت وبیہودہ خواہش سے چھڑا دیتی ہے اور اس میں تقوی کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں از انجملہ
اللہ تعالیٰ پر اعتصام واعتماد کرنا اور اس کے سوا سب سے منقطع ہونا اور واضح ہو کہ اسی ہوا کا اثر یہ ہے کہ کافروں کے دلوں میں سے فجور وعکس نیکی کا پیدا ہوتا ہے
جیسا کہ آثار میں وارد ہے کہ نیکوں کے دل ہمیشہ جوش کرکے نیکی اگلتے ہیں اور فاجروں کے دلوں سے فجور جوش مارتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ جیسے ابر بہار کے
سے درختوں کی رگیں کشادہ ہوکر پانی چوستی ہیں یوں ہی نسیم صبا جب چلتی ہے تو کرم کے ساتھ بعضے دلوں کے کان کھل جاتے ہیں اور وہ وعظ ونصیحت قبول
کرکے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہوائے عنایت سے طاعات پر ثبات ہوتا ہے اور ہوائے کرم سے قربت الہیت کو
پہچانتا ہے اور نسیم توکل سے آدمی کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہوتا ہے اور ہر ایک ہوا سے بدن کو کچھ اثر اور دل کو کچھ اثر ہوتا ہے پس کیفیت دو ہے جس کو نیک اثر
حاصل ہوا اور بد وہ ہے جو نیکی سے محروم رہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ جیسے ہوا سے پانی وخمیر کثیر کی ابتدا ہوتی ہے اسی طرح بندہ کے دل میں سے
اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے امیدوں کے جھونکے پہنچتے ہیں تو پہچان ہے کہ اسکو ارادت میں ثبات وحصول مراد ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہوائے انبساط
سے وحشت نہیں رہتی اور ہوائے قرب سے ہمیشہ انس میں مستغرق رہتے ہیں اور آخر میں جو فرمایا کہ ما انتم لہ بخازنین تو سمجھنا چاہیے کہ یہ سب عنایت کرم بندوں
کے اکتساب پر نہیں ہے بلکہ محض فضل واحسان ہے اور جب یہ فضل ولطف عارفین کے دلوں پر پیدا ہوتا ہے تو اسوقت ان کو حیات حاصل ہوتی ہے
کما قال بقولہ۔ وانا لنحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جنکو زندہ فرماتا ہے انکو فراق کی موت سے ایمانی حیات دیتا ہے یعنے
کفر وانقطاع سے جو مردہ ہوگیا اسکو معرفت ایمانی ومشاہدہ سے زندہ فرماتا ہے اور جب زندگی پیدا ہوئی تو موت کے جملہ اسباب واعضا مردہ ہو جاتے
ہیں اور حیات کے جملہ اسباب پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ابتدائے درجہ پر خلاف شریعت شہوات سے جسمانی اعضا مردہ تھے وہ خوف وعظمت سے زندہ ہوکر تمام
شہوات سے باز رہتے ہیں حتی کہ جب مرتبہ کمال کو پہنچا تو روح اس لائق ہوتی ہے کہ تاب تجلیات کو برداشت کرے مگر بطریق مشاہدہ نہ دیدار عیانی
پس نفس فانیہ جو بقائے حقانیہ زندہ ہے مشاہدہ سے زندہ ہوتی ہے اور اسرار عارفین رح جمال ازلی وتوحید حقیقی سے زندہ ہوتے ہیں پس موت وحیات
ایک ہی صورت میں متحقق ہے اور بعد موت کے بقا میں شان حضرت عزت تبارک وتعالیٰ ہے پس یہ نکتہ لطیف ہے اور ابتدائی موت وحیات خود ظاہر
ہے اور جو زندہ ہوا وہ مشاہدہ جمال قدم واستفادہ ربوبیت سے زندہ ہوا اور جسکو موت ہوئی اس کو محجوب ومنقطع کرکے مردہ کردیا اور وہی پاک سبحانہ تعالیٰ
اس کے احکام ربوبیت وعبودیت کا علیم ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ زندگی جسکو ہے وہ وصال ہے اور موت اسکو جو دور کیا گیا۔ بعض مشائخ نے کہا
کہ بعض کو طاعات سے زندہ کیا اور بعض کو معاصی سے مردہ کیا اور سب چیزیں اسکی ہیں سوائے اس کے۔ شیخ وراق رح نے کہا کہ قلوب کی زندگی [illegible]
ایمان ہے اور نفوس کی موت یہ ہے کہ شہوات کی پیروی کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیہ اور اسکے
سوائے بہت آیات واحادیث اسکے واسطے ثبت وتحقیق ہیں کہ واقعی موت وزندگی یہی کفر وایمان ہے اور کبھی کفر کو باتباع شہوات سے اور ایمان کو طاعات
سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی مراد شیخ رح کی ہے اور یہ صحیح ہے کہ بعضے لوگ ایمان لاکر معاصی کے سبب سے قریب مردہ کے ہوجاتے ہیں جیسا کہ انکا کلام [illegible]

ہو کیونکہ وہ ایمان کا نقص ہے بلکہ بعید نہیں کہ بسا اوقات صرف اسلام کا نام رہ جاوے ونعوذ باللہ من ذلک۔ شیخ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ بندوں میں سے زندہ وہ ہے کہ حق سے اس کی حیات ہو اور بندوں میں سے مردہ وہ ہے کہ قیوم حقیقی سے اس کی حرکات ہوں بعض نے کہا کہ دلوں کو مشاہدہ سے اور نفوس کو حجاب سے زندہ و مردہ کیا جاتا ہے۔ شیخ جریری رح نے کہا کہ کتنے لوگ زندہ کہ ان کی زندگی درحقیقت ان کی موت ہے اور کتنے لوگ مردہ کہ ان کی موت درحقیقت ان کی حیات ہے۔ سہل رح نے کہا کہ بندگان مومنین کی زندگی معرفت و توجہ بہ رب تبارک و تعالیٰ ہے اور موت کافروں کی مخالفت و روگردانی ہے اور کبھی فرمایا کہ جنکے حق میں سعادت مقدر ہے وہ طاعت و متابعت سے زندہ ہیں اور جن کے حق میں شقاوت مقدر ہے وہ شہوت پرستی و نافرمانی سے مردہ ہیں۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ تن پروری شہوت پرستی وانکار آخرت ہے۔ جسم کمال روح ہے پس نفس اگر مجاہدہ سے مردہ ہو تو قلب زندہ ہوگا اور غافل اپنی غفلت میں مردہ ہے اور بیدار یاد میں مشغول زندہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ جن کو لطف سے ہدایت دی زندہ ہیں اور جنکو دور کیا وہ مردہ ہیں۔ بالجملہ ان قدرتوں سے نظام عالم و مخلوقات و موت و حیات تم سب کے پیدا فرمائے اور اسکے علم میں سب حاضر موجود ہیں اور بیشک تم لوگ ایک بڑے گروہ مخلوقات کے بعد پیدا ہوئے ہو فقال عز و جل

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ

اور بے شک ہم نے جان لیا ہے تم میں سے اگلوں کو — اور بیشک ہم نے جانا تمہارے پچھلوں کو — اور بیشک تیرا رب وہی محشور کرے گا

إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ

وہ تو بڑا حکمت والا — دانا ہے — اور ضرور ہم نے پیدا کیا — آدمی کو — کھنکھناتی مٹی سے — جو گلکل بودار سے تھی — اور جنکو پہلے اس سے

خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ۝

پیدا کر دیا تھا — سموم کی آگ سے

پہلے بیان فرمایا کہ ہم نے اس طرح آسمان و زمین پیدا کیے اور تمہاری جسمانی معیشت زمین سے دی اور ایک مدت مقررہ کے بعد تم کو پھر خاک میں ملا دیا جیسے تمہاری روزانہ غذا خاک میں ملائی جاتی ہے اور آگاہ فرمایا کہ ہم ہی وارث ہیں تم سب فانی ہو پھر ان آیات سے عبرت دلائی کہ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے پہلے لوگ کہیں ان کا وجود نہیں ہے اور جیسے ہم ان کو جانتے ہیں ویسے ہی پچھلوں کو جانتے ہیں فقال عز و جل وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ اور بیشک ہمارے علم میں ہیں وہ لوگ جو تم میں سے پہلے ہوئے یعنی آگے ہو گئے ہیں۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنے مستقدمین وہ ہیں جو نسل آدم علیہ السلام سے مر چکے ہیں اول یعنے تم زمانہ والے اپنے وقت سے پہلے خیال کریں۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ اور یہ متاخرین جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں وے ہیں جو زندہ ہیں یا قیامت تک ہوں ایسی ہی تفسیر عکرمہ و مجاہد و ضحاک و قتادہ و محمد بن کعب و شعبی وغیرہم سے مروی ہے اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ محمد بن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے باسناد خود ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عون بن عبد اللہ نے محمد بن کعب سے اسی آیت کے معنے میں مذاکرہ کیا اور کہا کہ یہ نماز کی صفوں کے بارہ میں ہے کہ کون صف رغبت سے آگے ہوتی ہے اور کون صف دیر کر کے پیچھے پڑ جاتی ہے تو محمد بن کعب نے کہا کہ یہ نہیں ہے بلکہ مستقدمین جو مر چکے یا قتل ہوئے اور متاخرین جو آئندہ قیامت تک ہونگے۔ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ اور تیرا رب ضرور ان کو وقت قیامت کے قبروں سے اور جہاں ہوں اٹھا کر حشر میں جمع فرماویگا وہ تو بڑا حکمت والا دانا ہے پس عون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تم کو توفیق و جزائے خیر عطا فرما دے یہی معنے ہیں بالجملہ آیت میں استدلال بتلایا کہ جب اس کا خالق ہونا قطعی دلیل سے اور اس کی عظیم قدرتیں تمہاری عقول سے بلند ہیں تو پھر کس قدر جہل و گمراہی ہے کہ تم کو اس میں شک ہے کہ دوبارہ خاک سے کیونکر پیدا ہونگے حالانکہ تم اور تمہاری غذا ایسی عظیم الشان قدرت سے اس نے پیدا کی تو دوبارہ وہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء سابقین و صالحین برابر اس کی متواتر خبر دیتے رہے۔ واضح ہو کہ موجودہ لوگوں میں از راہ موت و حیات کے اگلا پچھلا ہونا اسی طرح ہے

کہ ہنوز زندگی میں اگلون سے جو مر چکے ہین پیچھے ہوئے ہین اور قریب ہے کہ اُن کے ساتھ لاحق ہونگے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبرون کی بابت
مین مردون کو فرماتے کہ تم ہم سے آگے گئے اور ہم بھی انشاء اللہ تعالے تم سے لاحق ہونے والے ہین ولیکن سبقت و پچھڑنا فقط موت کی راہ سے تو بیان
ہو گیا ہے اسی قدر پر انحصار نہین ہے کیونکہ اللہ تعالے سب طرح نیکی و بدی مین آگے ہونے والون و پچھڑنے والون کو جانتا ہے حتی کہ اگر ایک بیباک
آدمی کسی فسق و فجور مین بے دھڑک آگے ہوا اور دوسرا اگرچہ اس کے ساتھ ہو لیکن جھجکا ہوا اور ڈرا ہوا تو دونون کا علم اللہ تعالے کو ہے کہ اگلا او قریب
کفر کے یا کافر ہے اور دوسرا گنہگار ہے جبکہ وہ گناہ سے ڈرتا ہوا ہے اگرچہ غفلت سے ساتھ ہے لہذا سلف صالحین اس آیت سے اپنے حق مین احکام
نکالتے تھے جیسے طاعت مین مقدم و موخر ہونا اور صف جہاد مین آخرت پر وثوق و خوشی سے مقدم و موخر ہونا یا شہید ہو کر سبقت کرنا اور زندہ رہ کر پچھڑنا
اور جیسے شرعی درجہ سے پیچھے پڑنا مثلاً اول صف اعلےٰ واقدم ہے اور پچھلی ادنےٰ ہے چنانچہ احادیث مین وارد ہے کہ مردون کی صف بہتر وہ ہے جو اول ہو
اور بری وہ ہے جو سب صفون سے پیچھے ہو اور عورتون کی بری صف وہ ہے جو سب سے آگے یعنے مردون سے قریب ہو اور اچھی وہ ہے جو سب سے پیچھے ہو
کما فی الصحاح پھر اگر مردون کی صفوف مین سے کوئی شخص اس غرض سے پچھلی صف مین ہو جاوے کہ اگلون کو تکلیف نہ ہو یا سب لوگ برابر حاضر ہوئے
تو خواہ مخواہ صفین آگے پیچھے ہونگی تو اس صورت مین انشاء اللہ تعالے ثواب مین برابر ہین بلکہ اگلون کو آرام دینے کی نیت سے مزید ثواب ہے ولیکن اگر
کوئی شخص اس غرض سے پیچھے صف مین آیا کہ کسی عورت نامحرم پر نظر ڈالے تو اللہ تعالے اسکو جانتا ہے یعنے اس کو اپنی نیت کا بدلا ملیگا چنانچہ حدیث
مین یہ واقعہ مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت بہت خوبصورت عورتون مین سے کہ مین نے ایسی نہین دیکھی ہو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی پس مردون مین سے بعضے تو اگلی صف مین چلے جاتے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعضے لوگ آگے سے
پیچھے چلے آتے تاکہ رکوع و سجدہ مین اُس کو دیکھین پھر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی یعنے جب یہ آیت اُتری تو اس کا حکم معلوم ہوا کہ یہ معصیت
ہے اور ایسی تقدیم والون کو ثواب ہوا اور پچھڑنے والون کو گناہ ہے پس توبہ کرنا لازم ہوا۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ و
ابن حبان والحاکم وصححہ ولیکن عبد الرزاق وابن المنذر نے ابو الجوزاء کا قول روایت کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ ٹھیک معلوم
ہوتا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس حدیث مین سخت نکارت ہے یعنے بالکل پہچانی نہین جاتی ہے اور سخت ضعف ہے بالجملہ
اگر یہ قصہ ثابت ہو تو مراد وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دی کہ آیت سے اس کا حکم ثابت ہے اور دنیا مین لوگون کے واسطے اس طرح اللہ تعالے
کی درگاہ مین خوف و حضوری رکھنا ہر کام مین لازم ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مستقدمین جو طاعت الٰہی مین پیش قدم ہین
اور مستاخرین جو معصیت مین پڑے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مستقدمین حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جہان تک انسان کی اولاد
مر چکی ہے اور مستاخرین جو ہنوز پیدا نہین ہوئے ہین قیامت تک۔ غرضکہ اللہ تعالے کے علم و قدرت سے کوئی مخلوق مخفی نہین اور وہ انکو ضرور محشور
فرمائیگا اور انکے لائق ٹھکانا انکو دیگا اور ثابت ہو گیا ہے کہ آخرت کے دو ٹھکانے ہین جنت یا دوزخ اور ہر ایک مخلوق انسانی و جنی کے واسطے ان مین
سے ایک ٹھکانا ضروری ہے پھر آدمی ضرور جانتا ہے کہ اکثر اوقات عقل سے اسکو ایک بات بہتر و خوب معلوم ہوتی ہے ولیکن خواہش و خیالات سے
وہ دوسری بات پر عمل کر کے خوار ہوتا ہے پس اللہ تعالے نے اصل حقیقت انسانی و پھر آدمی اور جن کی اقسام مین سے شیطانی باہمی عداوت و اس کے
آثار کا جنکو آدمی بالیقین مشاہدہ کرتا ہے مفصل بیان فرما دیا فقال جل شانہ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ۔ اور بیشک ہم نے پیدا کر دیا انسان کو
یعنے حضرت آدم علیہ السلام کو جو انسانی قسم کے اصل ہین۔ مِنْ صَلْصَالٍ۔ کھنکھناتی مٹی سے جو کہ۔ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ کیچڑ بدبودار تھی۔
واضح ہو کہ حماء وہ مٹی جس مین پانی ڈالا گیا ہو اور وہ دیر تک پڑی رہ کر سیاہ بدبودار ہو گئی ہو یا بدبودار ہو اور مسنون سے مراد متغیر ہونا۔ ابو عبیدہ
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جسکا پانی جذب ہو گیا ہو اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مسنون وہ ہے جو صورت بنا لیا گیا ہو۔ بہرحال اول جسم
حضرت آدم علیہ السلام تراب یعنے خاک متفرق ریزہ تھی پھر ترکیب جانے کے بعد طین ہو گئی پھر دیر کے بعد طین لازب یعنے چپکتی ہوئی لسدار ہو گئی تھی

مانا مسنون ہوئی اور اکثر کے نزدیک یہی طین لازب ہے پھر خشک ہو کر صلصال ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آیات میں جسم انسانی کے ان اطوار میں سے
ہر طور کے لازمی خواص وحالات کے مناسب ہر مقام پر کہیں تراب اور کہیں طین وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہے اور اکثر مفسرین واہل لغت نے کہا کہ
آگ میں پکائے جانے کے بعد برتن کو فخار کہتے ہیں اور بعض آیات میں صلصال کا لفظ فخار بھی آیا تو ظاہر اس جسم میں ترکیب آتشی سے فخار فرمایا ہے
اور چونکہ وہ عجیب حکمت تھی لہٰذا کالفخار کہا کیونکہ آدمی اپنی عاجزی سے آگ میں پکایا ہے اس کو آتشی ترکیب نہیں دیکھتا ہے اور ابن عباس رضی
نے کہا کہ انسانی جسم پر تین حالت ہیں طین لازب وصلصال وحماٍ مسنون اور سورہ بقرہ میں گزرا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین
کے انواع واقسام کی مشت خاک سے جسم انسانی بنایا پس زمین شور وشیریں ورنگ وعمدہ کے رنگ واقسام پانی کے آثار اخلاق حضرت
آدم علیہ السلام کی مختلف اولاد میں ظاہر ہوئے۔ دقیق نظر وکامل العقل علماء نے لطیف اشارہ کیا کہ نطفہ انسانی ایک جوہر اصل ہو کر اسی سے
رگ وپٹھے وقویٰ واعضا وہڈیاں ظہور کرتی ہیں حتیٰ کہ اگر کسی بچہ میں کوئی کمی ہو تو کسی تدبیر خارجی ودوا سے وہ عضو یا قوت پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے
بالجملہ جسم انسانی میں چاروں عنصر خاک وباد وآب وآتش موجود ہیں لیکن اسکو خاکی فقط اسلئے کہتے ہیں کہ اسپر غالب واصل یہی جزو ہے جیسے جنوں پر
جزو آتشی غالب ہو وقال تعالیٰ۔ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ اور جان کو ہم نے پیدا کیا پہلے آدم سے نار سموم سے
اور دوسری نصوص واحادیث میں مارج من النار سے پیدائش ظاہر ہے اور دونوں یعنے متقارب ومتلازم ہیں پس جان کون ہے اور نار سموم
کیا ہے اور اسکے متعلق حقائق جاننا چاہیے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک جان بتشدید نون جنوں کا باپ ہے اور آنکھوں سے پوشیدہ ہونے کی وجہ
جن جیسے مستور اس کا نام ہوا اور یہ قسم خلقت کی اپنے آپ کو اوروں کی نظر سے پوشیدہ رکھتی ہے اور جیسے پانی بسبب لطافت کے جیسا مقام وظرف ہو
مثلث مربع مسدس ٹیڑھا سیدھا اسی شکل پر ہو جاتا ہے اس سے زیادہ ہوا پھر اس سے بڑھ کر آگ یعنے جسکو سوزش سے پہچانا جاتا ہے ورنہ لکڑی
وغیرہ انگارا تو وہ جسم خاکی ہے جس میں آگ اثر کرتی ہے مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ پانی وہوا وآگ میں حواس وتمیز نہیں ہے کہ خود کوئی فعل کرے بخلاف
جنوں کے جو اپنے آپ کو بدلکر دوسری شکل میں ہو سکتے ہیں اور بعض مفسرین ابن حسن بصری وقتادہ وغیرہ ہیں کہتے ہیں کہ جان وہ شیاطین کا باپ
یعنی ابلیس ہے دونوں قول میں فرق یہ ہے کہ جنوں میں تو مسلمان وکافر ہیں اور وے کھاتے وپیتے ومرتے وزندہ رہتے وپیدا ہوتے ہیں جیسے آدمیوں کا
حال ہے اور شیاطین میں کوئی مسلمان نہیں اور نہ وے مرتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ نہ مرنا ابلیس کے حق میں خصوص تو قطعی ہے ولیکن یہ اس کا
خاصہ خلقی نہیں ورنہ وہ اپنی زندگی تا قیامت کی درخواست نہ کرتا اور شاید کہ اس کی اولاد کا بھی حال یہی ہو گیا ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے
کہ در واقع ہم جن واحد ہے اور کان من الجن یعنے ابلیس جنوں میں سے تھا اس کی تائید کرتا ہے اور جیسے شیطان کو دائمی زندگی وغیرہ بعضی خاص
باتیں عطا ہوئی ہیں ممکن ہے کہ اس کی ذریات کو بھی اس کے ساتھ شریک کر دیا جس سے عام جن خالی ہوں اور کچھ تردد نہیں کہ جو رنگ وہیئات مثلاً
حبشیوں کو دی گئی اس سے دیگر اصناف انسانی خالی ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ جن میں سے جو مسخ کر دیے گئے
یعنے ابلیس وغیرہ وہ جان ہیں جیسے بعضی اگلی قوموں انسانی مسخ کی گئی ہیں اور بعض نے کہا کہ خلقت میں جنوں کی پیدائش تو مارج من نار یعنے زبانہ آتش
سے ہے اور جان کی پیدائش نار سموم سے ہے اور ملائکہ کی پیدائش نور سے ہے اور میں کہتا ہوں کہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ظاہراً جنوں کی پیدائش
فقط آگ سے نہیں ہے بلکہ آگ کا جزو انپر غالب ہے یعنے جیسے آدمی پر خاک کے غلبہ سے مادہ ظاہر اور آنکھوں سے نظر آتا ہے اور آدمی تو آگ کو
نہیں دیکھتا تو جن بھی نظر نہیں آتے مگر اس جہت میں کہ جو شکل بدلکر اپنا دوسرا جزو خاکی وغیرہ ظاہر اور آتشی پوشیدہ کریں تو شکل خاکی ہو جانا
نظر آسکتی ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا تو جنوں کی غذا اور ڈرانا وستانا یا پٹخنا اور انمیں سے مسلمانوں کا عاجزی کے لباس خاکی میں بشکل آدمی نماز پڑھنا
ظاہر ہوتا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملنا اور ایمان لانا انکے جو حالات انکے احادیث وآثار وروایات معتبرہ میں ثابت ہوئے ہیں سب کی توجیہ بلا تکلف
ظاہر ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کے ساتھ ملائکہ پیدا کئے ہیں اور قطعی ثابت ہو چکا کہ انکے سے کوئی خلقت مقابلہ نہیں کر سکتی

پس انتظام عالم جس خالق قادر قیوم کے قبضہ قدرت میں ہے اس سے ہر ایک مخلوق اسکے قہر میں مقہور اور اپنے حال میں مجبور ہے جیسے کسی ملک کے
شیروں کو یہ قدرت نہیں ہے کہ لاکھوں جنگل سے نکلکر جمع ہو کر تمام آدمیوں کو ہلاک کر ڈالیں اور جسقدر قطعی دلائل قدرت اوپر کی آیات میں ظاہر و
مدلل مذکور ہوئے ہیں کسی کو مجال کلام نہیں دیتے ہیں۔ اور نار سموم وہ ہوا سخت گرم جسکو لوں یا لوہ وغیرہ کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ جو مار ڈالتی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سموم جو چلتی ہے یعنے لوں کی ہوا یہ اس سموم کا جس سے جان پیدا ہوئے ہیں ستر جزو کا
ایک جزو ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ آگ کی لپٹ سے جان پیدا ہوئے ہیں خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابو صالح نے کہا کہ سموم وہ
آگ ہے کہ اس میں دھواں نہیں ہے اس سے صواعق پیدا ہوتے ہیں اور آسمان و سحاب کے درمیان صاعقے ہیں۔ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کوئی امر پیدا
فرماتا ہے تو حجاب پھاڑ کر آواز سے گرتی ہیں معالم سے کبھی یہ خلاصہ ماخوذ ہے۔ اس مقام پر علوم بہت کثیر ہیں اور جو شخص تھوڑی سے سرسری
خیال و نظر کرے وہ فہم سے محروم ہے اور جس نے دلائل و آیات و عقلیات پر نگاہ کی وہ تقدیر کے اشارات سے عجائبات پر حاوی ہوگا واللہ تعالیٰ
ہو الموفق ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم الآیہ واضح ہو کہ مختلف اوقات میں انوار کے دلوں پر وارداتِ غیبی کا ظہور ہوتا ہے
مثلاً زمانہ طفولیت میں ابراہیم و یوسف و عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام پر اور کمال شباب میں موسیٰ و داؤد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مثلاً ازل میں
خطاب و کشف حجاب جب کا اتصال تا ظہور رہا یا بعد حجاب کے ایقان و ایمان سے انکشاف ہوا اور جیسے وہ عارف جنکو جذبات نے مقدم کر لیا تو
وہ عارف جو سلوک سے مقام پر پہونچے اور جیسے دوسری اقسام تو یہ ایک راہ سے مقدم اور وہ ایک کمال سے موخر ہیں از انجملہ مقدم بولایت
و متاخر بطاعت ہیں یا مقدم بصفت جذبہ از جانب قدس و متاخر بطلب ارادت بتوفیق از جانب اصل ہیں یا مقدم جو محبت و شوق سے طالب
رضوان و متاخر بخیال حظوظ لذات نعیم جنان ہیں یا مقدم عالی ہمت و متاخر صاحبان معصیت ہیں اور واضح ہو کہ اشارات سے یہ کہ مستقدمین
انھیں کو ہے جو ارادت صادقہ رکھتے ہیں کہ جب طاعت کو بلائے گئے تو صفائی قلب و نورانیت سے فوراً حاضر ہوئے اور متاخر وہ ہیں کہ شدت حق
و شوق سے زیر بار ہو کر از خود رفتہ ہیں جیسے بہلول و سعدون و مجنون دلوزی و شبلی و حصری و ہشام بن عبدان الشیرازی و علی بن سہل بن بنیا وی
و مانند ان کے جو جذبات حق میں مستغرق تھے۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعضے قلوب کی ہمت بلند ہوتی ہے دنیا و ما فیہا بلکہ تمام
عالم ماسوائے حق تعالیٰ سے نفرت ہو یا او لیسے سب سے نظر دور رکھتے ہیں کسی سے دامن آلودہ نہیں ہوتے بعضے ایسے ہیں کہ ان کی نظر ایک دم کو بھی کونین
و حدثان سے جدا نہیں ہوتی ہے اور برابر کسی کون و فساد سے لوث رکھتے ہیں شیخ نہرجوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ علم الٰہی دونوں قسم کو محیط ہے
جو رغبت کے ساتھ اس کی طاعت کی طرف راغب ہیں اور جو پریشانی و کسل کے ساتھ اسکے حکم کو اٹھاتے ہیں۔ شیخ استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ اہل معرفت اپنی ہمتوں سے پیش قدم ہیں اور اہل عبادت اپنی رغبت سے اور اہل توبہ اپنی ندامت سے آگے ہیں اور ان کے مقابل اقوام پستی میں
درجہ بدرجہ ہیں پس مقابل عبادت کے اہل معصیت ہیں اور مقابل اہل معرفت کے کافر ہیں جو خسائس پر ہمت مقصور کیے ہوئے اپنی رضامندی و ہمت سے
خوار ہیں اور بعضوں نے کہا کہ مستقدمین ایسے بندے ہیں جو عزم کے ساتھ شرعی احکام میں اولے و احسن اختیار کرتے ہیں اور متاخرین وہ ہیں جو رخصت
و اباحت میں گرفتار ہیں۔ قال المترجم یہ تفسیر گویا دوسری آیت سے ماخوذ ہے یعنے قولہ تعالیٰ اولئک یسارعون فی الخیرات و ہم لہا سابقون
یعنے یہ کہ ایسے کامل یقین و عزم با جزم والے وہی نیکیوں میں جلدی کرنے اور اس میں سبقت لیجانے والے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کی
لطافت باجمال و تفصیل دونوں طرح پوشیدہ نہیں ہے بلکہ لائق ہے کہ ظاہری تفسیر میں بھی اس آیت سے استدلال کیا جاوے اور وہ احسن التفاسیر
ہوگی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم قولہ ولقد خلقنا الانسان الآیہ۔ واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل میں اپنے کمالات شان لطف و قہر سے موصوف تھا
اور دونوں کی تاثیرات تجلی لعین قدم جانب عدم ظہور میں آئیں پس تجلی لطف کے انوار سے عدم سے خاک و پانی کو پیدا فرما کر جسم انسانی کے لیے
اصل کر دیا اور تجلی قہر کے آثار سے آگ پیدا کر کے اس کو مواد جن و جان کے واسطے اصل کیا پھر خاک و پانی سے آدم کو پیدا کیا اور ان کی تمام

معیشت بھی انھین دونون سے انواع عجیبہ کے پیرایہ مین ظاہر فرمائین اور یہ تجلی نور لطفی ہے اور جن وابلیس کو آگ سے پیدا کیا اور وہ تاثیر تجلی قہری ہے اسی جہت سے ان دونون مین مخالفت ذاتی واقع ہوئی جیسے آگ و پانی مین بہت محسوس ہے ولیکن سبقت لطف و رحمت کی غضب پر ہونے سے تقدم خاک و پانی کو ہوا پھر آگ کو غضب سے بنایا اسی واسطے جو فریق آدمی بھی ابلیس کے ساتھ مین اپنے محل یعنے آگ کے عذاب کے سوا سے ٹھکانا نہین پا سکتے ہین اور بندون کا تقدم ہو کر پھر اُن کے عذاب کی چیز یعنے آگ کا تاخر اُن کے بعد ہوا اور سبقت رحمت کی غضب پر منصوص ہے تو اُن کے ظہورات مین بھی یہی ترتیب ظاہر ہے لہذا تقدم خاک و آب کا آگ پر صاف معلوم ہو گیا اور وجہ عداوت بھی اور یہ کہ ظہور حضرت آدم علیہ السلام مع اولاد و صالحین و دیگر ذریات کے ظہور رحمت ہین اور یہ کہ ظہور ابلیس مع ذریات انہی کے ظہور قہری ہے۔ واضح ہو کہ جب حق تعالےٰ عز و جل نے خلق انسان چاہی تو سپید موتی پیدا کر کے اسپر جمیع صفات ذات سے تجلی فرمائی کہ دولت کبریا عز جل شانہ سے وہ آب زلال نورانی جلالی و جمالی ہو گیا اور رجامع برکات تجلی ذات و صفات کے ساتھ متلاطم ہوا اور پانی پر اپنے نفس کا جھین لایا اور یہی جھین طین ہے جس سے حق تعالےٰ عز و جل حکیم قادر علیم جل شانہ نے زمین پیدا کی اور یہ پانی گرد زمین کے پھر کر اس کے اندر بھی ساری ہوا پھر اس سے جسم آدم پیدا فرمایا یہی مٹی لزج اس پانی کے اثر سے تھی اور پانی آثار تجلی سے جو عظمت کی تھی متغذب ہوا کہ خلقت آدم از صلصال حما مسنون ہوئی پس جب خلقت آدم کو چاہا تو انکے پانی مٹی پر تجلی قدم و بقار سے خمیر فرمایا اور انھین دونون تجلیات قدرت سے کنایہ ہاتھون سے فرمایا لقولہ خلقت بیدی یعنے قدم و بقار پس چالیس صبح یا کہ ہر صبح ان مین سے کشف ہزار صفت تھی کہ چالیس ہزار صفت کے کشف سے تخمیر رہی اور طینت آدم و صورت کو ساقط انوار تجلی صفات فرمایا۔ اقول یہان سے تکمیلی حالات کا لیہ مین چالیس سن نبوت یا عمر از اسلام چالیس علاوہ وغیرہ سے استیناس ہے کہ بعد شہادت آثار و انوار توفیق سے تحقیق ہو سکتی ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر جب صورت کی تکمیل ہو گئی تو درمیان عرش و کرسی کے اُس کو آخرت کے اسی ہزار برس ڈالدیا اور انواع کمالات سے تجلیات بے پایان اس کو تربیت فرمایا۔ یہان تک نظر اس جسم حضرت آدمؑ پر ہے اور روح آدمؑ کو خلق و صورت آدم و تمام عالم سے پہلے آخرت کے دو لاکھ سال قبل سے پیدا فرمایا تھا اور یہ بیان حدیث سے ماخوذ ہے اور خلقت روح آدم کی تاثیر تجلی ذات سے تھی اور تجلی جمیع صفات سے اس کی بھی تکمیل فرمائی اور اسکو تجلہ غیب الغیب اور اُس کے غیب مین مخفی فرمایا اور نظر ملائکہ سے بھی پوشیدہ رکھا پھر طینت آدم کو لباس غیرت سے ملبوس کیا مگر ملائکہ نے عدم معرفت سے اس کو حقیر دیکھا اور اس صورت کی جلالت قدر سے واقف نہ ہوئے ولیکن بمقتضائے جبلت نورانیت اس کے ساتھ کوئی لوث کینہ و حسد وغیرہ ذمائم کی گنجائش اُن مین نہ تھی بخلاف ابلیس کے کہ اُس نے اندر سے مین سے اسپر تکبر و تفاخر کیا پھر جب خالق عز و جل نے ظہور صنعت عجیبہ کو چاہا تو بحکم نفخت فیہ من روحی پردۂ غیب سے اُس کو اس جسم مین نفخ فرمایا اور یہ نفخہ پاک منزہ ہے ایسی سانس سے جو حادث کے خیال مین آوے بس بقدرت و ارادت آلٰہیہ یہ صورت جامع اوصاف ادب سے کھڑی ہوئی اور ملک بقا کے تخت عزت پر متمکن ہوئی اور درمیان جن و ملائکہ کے عدل و قوام و مجمع انعام سے پسند و مختار فرمائی گئی اور اس کو لیاقت قرب و وصال و کشف جمال و جلال و علم و کمال سب عطا ہوئی پس ملائکہ پر بھی اس کا فضل روشن ہو گیا کیونکہ ملائکہ کا وجود بامر واحد ہوا اور خلقت آدم باین تجلیات ذات و صفات ہوا مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ ملائکہ نے استدعا کی کہ ہم سب بندے تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہین اور طاعت کے سوا ہمارا کام نہین ہے تو آخرت ہمارے لیے کر دیا جاوے اور آدمیون کے لیے ملک زمین و دنیا کیجاوے تو حکم ہوا کہ آدم کے ساتھ جسکو مین نے اپنی دست قدرت سے بنایا مین نہین برابر کرونگا اس کو جسکی پیدائش مین نے امر کن سے فرمائی ہے اصل حدیث مشکوٰۃ مین ہے شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہے کہ بڑا فرق ہے درمیان ملائکہ و آدم کے اور بعض نے کہا کہ دونون مین سے ایک کا ایجاد حکم کن سے اور دوسرے کا اظہار بدست قدرت از صلصال حما مسنون ہے تو دونون کی قیمتون کا اندازہ کرنا چاہیے شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ آدمیون کی نسبت خاکی بیان کر دی کہ کبھی انکو نبی غرور نہ ہو بلکہ اصلاح تربیت پر مشکور ہون اور قربت کے لوسے معمور ہون مترجم کہتا ہے کہ اکثر کتب تفسیر مین اس مقام پر لکھا گیا کہ سیاق آیات

سے مقصود اظہار فضیلت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور مین کہتا ہون کہ آدمی کو ان آیات سے اپنی خلقت مین اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت دیکھنے کو تعلیم ہے کہ وہ اپنے روزانہ تجربہ سے بھی اپنے جسم کو خاکی ترکیب سے پاتا ہے اور ہر ملک کی خاک اور وہان کا پانی اسی کے جسم سے موافقت کرتا ہے جو وہان کے مردہ ہین اور ہر ایک قطعہ کی مختلف پیداوار سے مختلف آدمیون کو اُس کی خاک و پانی کی موافقت سے نفع ہوتا ہے اور یہ تمام پیداوار درحقیقت اسی خاک کے طرح طرح کے ظہورات ہین اور آخر جسم مین اپنی غذاے لطیف وکثیف کے سبب خاک ہے اور باقی کمال روحی ہے جو اس جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور بعد جسم کے پھر کوئی کمال روح کو ملنا ممکن نہین ہے چنانچہ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ بعد موت کے علم وغیرہ نہین ہوتا اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف کیا اور کہا کہ ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ [illegible] سے استدلال کیا کہ یہ ظہور اُن کے واسطے علم مزید ہے اور حق یہ ہے کہ شیخ علاء الدولہ رضی اللہ عنہ کا قول صواب ہے اگر مقصود یہ ہے کہ روح کو نفع ہوتا ہے کیونکہ اگر بعد موت کے بندہ کو حصول الیقین و علم کافی ہوتا تو ہر کافر جو نزع کے وقت حق بات سے آگاہ ہو جاتا ہے قبر مین نکیرین کو جواب صحیح دیتا اور صریح حدیث مین ہے کہ اسی حالت پر حشر ہوگا جس پر مرا ہے اور اگر مقصود یہ ہے کہ ظہور حق و باطل وہان عیان ہوگا تو اس مین کچھ شک نہین ہے مگر کافر کو مثلاً اس سے کچھ حصول نہین ہے۔ اور اصل آدمی اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور اسکو صاف ہویدا ہے کہ عیان [illegible] ہر کہ شیطان و اسکی دشمنی کے کیا معنے ہین حتیٰ کہ دنیا مین آدمی کا دشمن کوئی آدمی اسقدر نہین ہو سکتا جسقدر شیطان اس کا دشمن ہے پھر ملائکہ ذاتی [illegible] کی قدرت سے جو واقعہ ظہور مین آیا وہ نقل عداوت ہے اور ملائکہ کی دوستی ظاہر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ

اور جب کہا تیرے رب نے ملائکہ سے کہ مین پیدا کرنے والا ہون ایک بشر کو صلصال سے جو حمأ مسنون سے ہے پھر جب مین اسکو پورا کر کے

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ

اس مین پھونکون اپنی بنائی روح کو تو تم گر پڑنا اسکے لیے سجدہ کرتے سو سجدہ کیا ملائکہ نے کل کے کل سب نے سواے ابلیس کے

أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ لَمْ أَكُن

جسنے نہ مانا اس حکم کو کہ ہووے ساجدون کے ساتھ فرمایا کہ او ابلیس تجھے کیا تھا کہ تو نہ ہووے سجدہ کرنے والون کے ساتھ عرض کیا کہ مین تو ایسا

لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝

نہین ہون کہ سجدہ کرون ایسے بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے صلصال سے جو حمأ مسنون سے ہے

و۔ اور نصیحت حقیقی و تذکرہ جامع علوم دنیاوی و اخروی بیان کر دے اے محمد کہ۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ۔ جب کہا تیرے پروردگار نے یعنی جس نے آدم و تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اس نے کہا۔ لِلْمَلَائِكَةِ۔ فرشتون سے کہ۔ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا۔ مین پیدا کرنے والا ہون ایک بشر۔ مِّن صَلْصَالٍ۔ کھنکھناتی مٹی سے۔ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ۔ جو سیاہ گہگل سے ہوگی۔ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ۔ پھر جب مین اسکو پورا کرون یعنے جس قدرت و حکمت سے اُس کو بنانا چاہا ہے جب اعتدال حکمت کے ساتھ اُس کو پورا کرون۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ اور پھونکون اُس مین اپنی روح سے۔ فَقَعُوا۔ تو گر پڑو۔ لَهُ سَاجِدِينَ۔ اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے۔ شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفخ روح ایک تمثیل ہے یعنے وہان پھونکنا نہی اور نہ کوئی ایسی چیز جس مین پھونکا جاوے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جسم قابل حیات مین حیات پیدا کرنے کو اس مثال سے بیان فرمایا یعنے جب اس پتلے کی استعداد پوری ہو جاوے اور مین اس مین روح کو جو میرے حکم سے ایک چیز ہے اس مین فائز کرون تو تم اس کے لیے سجدہ مین گر پڑنا۔ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ من روحی مین اپنی طرف نسبت کرنا آدم کی بزرگی و تکریم کے لیے ہے اور دوسری آیت مین روح کی حقیقت اسی قدر بتلائی کہ الروح من امر ربی روح میرے رب کے امر سے ہے یعنے امر الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

اور روح منہ یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے روح تھا یعنے اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین سے ایک چیز روح ہے کہ عام آدمی اتنا علم نہین رکھتے جو اس سے آگاہ ہوں پھر ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اہل الحق کہتے ہین کہ آدم سے ظہور شان الٰہی سبحانہ تعالےٰ کا تھا پس ملائکہ نے اسکو سجدہ کیا۔ بعضے علما نے کہا کہ آدم بطور قبلہ کے تھے اور ملائکہ نے اُن کی طرف کو اللہ تعالےٰ کو سجدہ کیا۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ سجدہ بطریق تحیت سلام کے جھکنا تھا اور سر ٹیک کر نہ تھا اور بعضوں نے کہا کہ نہین سر ٹیک کر تھا اور اس مین شک نہین کہ یہ سجدہ عبادت نہ تھا۔ اور واضح ہو کہ حدیث مین آیا ہے کہ آدم کو حکم ہوا کہ اس گروہ ملائکہ کو سلام کرے انھون نے جواب مین وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو تعلیم ہوئی کہ یہی تیری اولاد کی باہمی تحیت ہے کما فی السنن۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہان اس قسم کی گفتگو ایک قیاسی بات ہے کیونکہ ملائکہ کی اصلی حالت کو قیاس کرکے سر وناک تجویز کرلے تب کہا جاوے کہ انکا سجدہ بھی سر ٹیک کر ہوتا ہے پس بہتر یہ ہے کہ اسقدر رجحان لیا جاوے کہ جو سجدہ اللہ تعالےٰ کے واسطے مخصوص ہے وہ نہ تھا باقی کچھ تردد نہین کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ اس کو سجدہ کرو۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا ملائکہ نے کل نے سب کے سب نے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ظاہراً یہودیون کی روایت سے ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے یہان بعض سلف سے نقل کیا کہ اول ملائکہ نے انکار کیا تو اُن کو اللہ تعالےٰ نے خاک کر دیا پھر دوسرے پیدا کیے انھون نے فوراً سجدہ کیا۔ اہل اسلام کے نزدیک بنص قرآنی ملائکہ نورانی مین جو حکم ہوتا ہے بلا درنگ بجا لاتے ہین پس یہ روایت یہودیون کی نادانی ہے بلکہ جن ملائکہ کو حکم تھا انھون نے فوراً بغیر تاخیر کے سجدہ کیا۔ اسی وجہ سے جس عبادت کا حکم ہو اسکو فوراً ادا کرنا بہتر ہے جیسے حدیث مین ہے کہ کسی نے پوچھا کہ کون عبادت افضل ہے فرمایا کہ نماز کو اول وقت مین ادا کرنا۔ واضح ہو کہ عشاء کی تاخیر تہائی رات تک دوسری وجہ سے مستحب ہے اور تمام کلام فقہ مین ہے مبرد نے کہا کہ کلھم سے معلوم ہوا کہ کوئی نہین چھوٹا اور اجمعون سے سب نے یکبارگی سجدہ کیا بعض نے کہا کہ اجمعون تاکید کے بعد تاکید ہے۔ زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسی کو ترجیح دی نیشاپوری رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کیونکہ اجمعون باوجود معرفہ کے حال ہوتا تو اجمعین منصوب ہوتا اور یہی کرخی نے اختیار کیا بعض مفسرین نے لکھا کہ سب سے اول اسرافیل نے سجدہ کیا تو اُس کو کرامت عطا ہوئی۔ مگر ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یکبارگی سجدہ واقع ہوا غرضکہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا کوئی باقی نہین رہا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوا ے ابلیس کے۔ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ اس نے انکار کیا اس بات سے کہ ہوجاوے سجدہ کرنے والون کے ساتھ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے اس بشر کو سجدہ کرنے کا حکم جبکہ دیا تھا اس حکم بجا لانے مین اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کا سجدہ ہوا پس سجدہ کرنے والون کے لیے بھی فضیلت و درجات تھی جنھون نے مانا اور ابلیس نے یہ ثواب نہ لیا کہ سجدہ کرنے والون کے ساتھ ہوجاوے۔ اسی مین ایک اشارہ ہے کہ وہ ملائکہ مین سے نہ تھا بلکہ اُن کے ساتھ عبادت کرتا تھا اور دوسری آیت مین بھی تصریح ہے کہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ یعنے وہ ابلیس تھا جنون مین سے سو اپنے پروردگار کا حکم بجا لانے سے باہر ہوا۔ ابو السعود رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہان استثناء درست ہونا دو طرح سے ہے ایک یہ کہ ابلیس جنون مین سے تھا لیکن وہ تنہا ہزارون ملائکہ کے بیچ مین تھا تو انھین مین شمار ہوکر مستثنیٰ کیا گیا اور دوسرے یہ کہ ملائکہ کی ایک قسم جن کہلاتی ہے جن کی اولاد بھی ہوتی ہو وہ اس قسم مین سے ہو مترجم کہتا ہے اگر یہ ثابت ہو تو شاید اس قسم کے ملائکہ بالکل فرمانبردار نہ ہون گے اور قرآن پاک مین جو ملائکہ کے بارہ مین آیا کہ لا یعصون اللہ ما امرھم وہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی نافرمانی نہین کرتے۔ تو یہ نورانی ملائکہ کی شان ہوگی ولیکن اعتقاد یہی ہے کہ ملائکہ خلقت نورانی ہے جو نافرمانی کرنے کا مادہ نہین رکھتے جیسے اُن کو کھانا وغیرہ نہین ہوتی ہے اسی واسطے شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ ودیگر محققین نے کہا کہ یہان حرف الا بمعنے لکن ہے اور یہ فصیح زبان عرب مین معروف ہے تو معنے یہ ہین کہ ملائکہ تو سب نے سجدہ کیا ولیکن ابلیس جسکو ملائکہ کے شمول مین سجدہ کا حکم ہوا تھا اس نے از راہ تکبر و اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور آدم پر حسد کرنے کے سجدہ نہ کیا۔ درحقیقت اس نے آدم پر حسد نہ کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم کو نہ دیکھا کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم سب سے بزرگ ہے تو اس حکم کی تابعداری اس پر فرض تھی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ۔ فرمایا کہ اے ابلیس۔ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ تجھے کیا ہوا کہ تو نہ ہو سجدہ کرنے والون کے ساتھ۔ یعنے ملائکہ کے ساتھ باوجودیکہ تجھے ملائکہ کی فرمانبرداری و تقرب جناب

باری وبزرگی معلوم ہو چکی ہے۔ قَالَ لَمْ أَكُنْ - بولا کہ مجھے نہیں چاہیے یا میرے لائق نہیں ہے کہ لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ
حَمَإٍ مَّسْنُونٍ - میں سجدہ کروں ایک بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے کھنکھناتی مٹی سے جو خشک گارے سے ہو گئی ہے یعنی یہ مادہ تو بہت ردی ہے اور
میرا مادہ آتش جوہر شریف ہے اور نیز بشر ایک جسم کثیف ہے جس کا بشرہ بچشم ظاہر نظر آتا ہے اور وہ ایک جسم لطیف ہر شکل بن جانے کے قابل ہے کما قال
الکرخی اور خلاصہ یہ ہے کہ اپنے کو بمقابلہ آدم کے برتر قرار دیکر اُس کے لیے اپنا سجدہ کرنا کسی لائق نہ جانا چنانچہ دوسری جگہ مصرح ہے کہ انا خیر منہ خلقتنی
من نار وخلقتہ من طین میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو گارہ مٹی سے بنایا۔ یہ قیاس اُس نے اپنی رائے سے بنایا اور حقیقت
حال سے ناواقفی کا کچھ خوف نہ کیا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف اس کا خیال نہ ہوا کہ اگر فرض کر لیا جاوے کہ جسم بشری سے جسم ابلیس
اچھا ہی تو سجدہ کرنا اس پر نہ تھا بلکہ حکم الٰہی تعالیٰ کی تعظیم تھی وہ بسر وچشم بجا لانا فرض تھا۔ اسی سے علماء نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ اگر سور کو حلال و
اور اُس کی بزرگداشت سمجھنے کا حکم نازل ہو تو بھی میں اس کو پلید وخوار جانوں تو کافر ہو جائے گا خوف ہے کیونکہ یہ احکام تو اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری ہے یہی معنے بندگی و عبودیت کے ہیں پس اگر شراب حرام کر دی تو بسر وچشم اس کو حرام جانتے ہیں اور اگر کہہ دے کہ بکرا و دنبہ کا
گوشت حلال کیا تو بسم اللہ حلال ہے۔ علماء نے کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ تو نے مجھے و اس کو پیدا کیا اور مجھے فخر ہے ورنہ ظاہر زیادہ مواخذہ میں پڑتا
مترجم کہتا ہے کہ ہمارے علماء نے کہا کہ دنیا میں گمراہ فرقہ جس بات کو صریح اپنے اوپر لازم کرے یا وہ بات صریح لازم ظاہر ہو جائے تا آنکہ وہ کفر ہو تو کافر
ہوگا ورنہ اگر کسی گمراہ فرقہ کے اعتقادات سے کوئی بات کفر کی بدلیل لازم آتی ہو تو اس سے تکفیر نہ ہو گی جیسے مثلاً بعض شیعہ فرقے اپنے صحابہ کی راہ سے منکر ہیں
حالانکہ اس صحابی کا طریقہ عین تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھی تو شریعت وطریقہ نبوی سے انکار ہوا پس کفر ہوا لیکن شیعی نے طریقہ رسول صلعم سے
انکار کا التزام نہیں کیا اس وجہ سے تکفیر نہ ہو گی بخلاف اسکے اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت سے منکر ہو تو کافر ہے کیونکہ وہ لازم ظاہر صریح
ہے اور خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے نکلا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا انکار حکم الٰہی تھا کہ دیکھا واقع ہوا پس کفر ہو گیا اور فقط سجدہ نہ کرنا
گناہ تھا۔ اسی طرح نماز ترک کرنا گناہ ہے لیکن اگر دل میں حکم الٰہی کی طرف کوئی بات کفر کی ہو تو باطن میں کافر ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ
واذ قال ربک للملائکۃ انی خالق الآیہ۔ پہلے سے ان کو یہ خبر اس فائدہ سے دیدی کہ ملکوت اصغر انپر ظاہر کیا جاوے گا تا کہ اس سے ملکوت اکبر
مشاہدہ کریں تا کہ اس میں عجائب صنعت و قدرت و آیات جمال و جلال دیکھیں کیونکہ آدم ایک آئینہ حق تھے جس میں آیات الٰہی کا مشاہدہ تھا
پس امتحان اور اُن کے نفوس کا اضمحلال تھا پس آیات مشاہدہ دیکھ کر اُس کے لیے خضوع میں آویں ؎ پرتو روے تو در خاکم دید آفتاب ہمی بود
چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز۔ قولہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی الآیہ۔ یہ اظہار و اعلام ہے کہ شرافت آدم تو اسی وجہ سے تھی کہ ان کا تسویہ
فرمایا اور نفخ روح فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ نے آدم سے اپنا شرف چاہا تھا تو حکم ہوا کہ جسکو میں نے دست قدرت سے بنایا اُسکو انکے
برابر نہ کرو تم کا جن کو کُن سے پیدا کر دیا چنانچہ کچھ پہلے یہ حدیث میں لکھ چکا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ شرف آدم بشان الٰہی و ظہور صفات تھا اور تسویہ
وہ جامع انوار تجلیات ہوتا تھا جس سے تمام مخلوقات کے لیے قبلہ الٰہی ہو گئے پس معائنہ قدرت وعجائب لطف کے وقت ان کو سجدہ کا
حکم دیا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ جب خصوصیت آدم کی ظاہر کر دی کہ وہ مخلوق بدست قدرت کاملہ ہے
برخلاف سائر مخلوقات کے اور اس میں نفخ روح کی ایک شان خاص ہے تو وہاں کسی دوسری مخلوق کو مجادلہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ہر ایک
کو چاہیے کہ شان الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور اسکو سجدہ کرے۔ شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آدم میں روح پھونکی
گئی تو روح کی معرفت یوں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ خود علیم خبیر ہے اور اس کا علم حضرت تبارک و تعالیٰ کو ہے پس جبکہ ملائکہ کو اس کی صورت
ظاہری جسم کی حجاب ہوئی اور جمال روحی نہ دیکھ سکے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں عجائب صنعت عزت و جلال و شان جمیع صفات سے رکھی
تھیں باوجودیکہ اس کو صغیر کر دیا تھا اگرچہ تسویہ اس کا اپنی شان پر ہے انھوں نے نہ دیکھا اور مشاہدہ میں جبروت و ملکوت اس میں حاصل نہوا انہ

آئینہ ناسوت میں حقائق لاہوت نظر نہ آیا تو انھون نے پہلے عرض کیا کہ اتجعل فیہا من یفسد فیہا یعنی زمین مین تو ایسے کو خلیفہ کو فرما دے گا جو اسین فساد مچا دے ولیکن ملائکہ نے یہ عرض بطریق اعتراض نہین کی تھی بلکہ نیاز مندیت سے عرض کی تو حق عز وجل کو انپر رحم آیا اور حجاب غیرت کو چہرہ آدم سے اٹھا دیا تاکہ ملائکہ کو اس کا مرتبہ ظاہر ہو پس انھون نے آدم مین انوار اسرار و صفات کے دیکھے اور روشنی سبحات ذات کی اس کے چہرہ سے پائی اور نور علی نور اس مین دیکھا اور ربوبیت کی شان کا اسپر لباس نظر آیا پس اُن کی عقلین گم ہوگئین بسبب صولت جلال کے اور جمال سے انکے قلوب مائل ہوگئے تو انھون نے اسرار سے واقفیت ہوکر کمال محبت و شدت شوق سے اس کے لیے سجدہ کیا۔ قولہ فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون۔ جو نور حق انکو آدم سے نظر آیا درحقیقت ملائکہ نے اسی نور حق کے لیے سجدہ کیا تھا نہ آدم کے واسطے بلکہ اس نور ازلی و ابدی کے لیے بلکہ حضرت ازلی و ابدی کے لیے جو بد باطن مجادل و غلط کار و ناہنجار لوگون کے اشارہ و وہم و قیاس و غیرہ اوہام سے پاک منزہ ہے اس مقام کو سمجھنے والا سمجھتا ہے اور جو کوئی ملائکہ کو قیاس مین نہین لاسکتا ہے وہ اس سے زیادہ بلند پروازی کہان کرسکتا ہے پھر جو کچھ ملائکہ نے دیکھا اسکو ابلیس نے نہ پایا کیونکہ وہ درحقیقت عالم قہر مین سے تھا پس عالم جمال سے وہ قطعی محجوب کردیا گیا تھا لہذا فرمایا قولہ الا ابلیس ابی ان یکون مع الساجدین۔ اور اگر ابلیس اس کو اس شان حقیقی سے دیکھتا تو اسکے واسطے ہزار بار سجدہ کرتا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ البتہ ابلیس ملائکہ نے آدم کی شکل و ہیئات دیکھی اور جو روح کی اضافت اپنی جانب حضرت رب تبارک و تعالیٰ نے فرمائی ہے اس کو نہین دیکھا اور جو خصائص فرمائے تھے کہ مین نے اس کو پیدا کیا اور قبضہ قدرت سے مین نے اسکو مستوی کیا اور یہ کہ اس کو اسمار کی تعلیم دی تھی اور غیب پر اسکو مطلع کیا تھا یہ کچھ ان مین ظاہر اثر نہ لیے پایا تھا کہ انھون نے سوال کیا پس جب حق سبحانہ تعالیٰ نے ان خصائص کو ظاہر کر دیا تو اس کے لیے سجدہ مین گر پڑے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ روح آدم مین اور دیگر اشیا مین فرق یہ ہے کہ خصوصی آدم مین تسویہ خلقت ہے یعنی قولہ فاذا سویتہ الخ اور تخصیص اضافت ہے یعنی ونفخت فیہ من روحی پس اس کو قرب الٰہی و معرفت حاصل ہے اور اس کو اپنے علم سے سرفرازی دی اور ہر چیز اس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اور یہاں اشارہ و عبارت سب عاجز ہین اور یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو ذات تھری نہین دی بلکہ صورت فخری عطا فرمائی ہے اس کا تعلق بصفت الٰہی ہے اور تعقل باشارہ حق ہے مترجم کہتا ہو کہ اس مقام پر فقط آدم کی خصوصیت محل غور ہے کہ شاید اُن کی ذریات مین سے جو کافر ہین ان مین قلوب نہین ہین پس انکا تعلق علم الٰہی جل شانہ مین ہے کہ آدم سے کیا نسبت رکھتے ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی بائین جانب کی سیاہ روحون کو جو پیدا نہین ہوئی ہین دیکھکر روتے ہین اور دائین جانب سپید ہین کو دیکھکر ہنستے ہین شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے ملائکہ کی آنکھین کھول دین انھون نے خصائص آدم کو دیکھ لیا اور ابلیس کی آنکھ اندھی رہی اسی واسطے ملائکہ نے عذر کیا اور اُن کے برخلاف ابلیس نے جھگڑا کیا۔ وقال انا خیر منہ الآیہ۔ شیخ ابو الحسین رح نے کہا کہ ملائکہ نے روح اور اس اختصاص کو جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا معائنہ کرکے حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین آدم کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار و تکبر کیا اور وہ تو فرمانبرداری و عبادت کی حالت مین بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بدتر تھا کیونکہ اُس نے کبھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہین کی بلکہ اپنے نفس و ہواے نفسانی کے عبادت ہی مین مستغرق تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ نادان آدمی بظاہر اس کلام مین جھگڑا کرے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ منزلت کیونکر عطا فرمائی تھی کہ ملائکہ کے درمیان رہا کرے بلکہ ان کا معلم ہوا اور جو لوگ کہ علم رکھتے ہین وے اس کلام کو تحقیق و صحیح جانتے ہین اور اسی کی نظیر بلعم باعورا تھا جسکو اسم اعظم عطا ہوا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص ازلی کافر ہو اسکو قلب نہین ملتا بلکہ افہام و تفہیم ہوا کرتی ہے قلب خالی ہوتا ہے اور جو شخص واصل ہوجاوے پھر جاہل ہونا اس کا تصور مین نہین آسکتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی اپنے آپ کو مومن یا واصل سمجھے گو واقعی نہ ہوا اور جب واقعی معرفت نہ ہوئی تو عبادت اسی چیز کی ہوگی جسکو وہ حاصل رکھتا ہے اور اس کا حاصل فقط نفس و ہواے خیالی کی تصویر ہے پس بالضرور اُس نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عبادت نہ کی بلکہ یہ زیادہ بدتر ہوا کہ اس نے غیر کی عبادت کی اور زیادہ بدتر ہوا کہ غیر کو اس نے حق ابنا یا اور منجملہ فوائد کے اس مقام پر چند فوائد ضروری ہین ازانجملہ یہ کہ ہر حال مین بندہ کو چاہیے کہ رب تبارک و تعالیٰ

از بسم الرحمٰن سے راہ مستقیم و وصول مطلوب حقیقی کی ہدایت چاہیے اور کثرت قولہ اہدنا الصراط المستقیم اور اس کے بعد صراط الذین انعمت علیہم الآیہ کی
عظمت ظاہر ہوگئی۔ اگرچہ جو شخص حقیقی وصول کو پہنچا اس کے لیے بھی یہ دعا فرض ہے کیونکہ منزلت بے انتہا ہے اور یہ ہنوز اس کی ابتدا میں ہو۔ از انجملہ
یہ کہ کرامت پر مغرور نہ ہو بلکہ عبودیت کی راہ و اخلاص پر ثابت قدم ہونا البتہ فضل عظیم ہے اور ظاہری خرق عادت دلیل کرامت جب ہی ہے کہ وہ بندہ راہ
حق پر مستقیم ہو۔ از انجملہ عالم جو مسند تعلیم پر متمکن ہو اس کو اپنے نفس پر خوف کرنا چاہیے کہ کہیں شیطان کے مانند استدراج میں نہ ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ
تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر سے قوت دیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں لوگوں کو نفع ایسے شخص سے دیتا ہے جس کے واسطے خود کچھ
حصہ نہیں ہے۔ از انجملہ عبودیت فقط امر حق سبحانہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اس نظر سے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے حتیٰ کہ تمام طاعات جو اس نظر سے نہ ہوں اگرچہ
فقط اسی کا سجدہ ہو خالص نہیں اور جو اس کے حکم کی بندگی ہو اگرچہ غیر کو سجدہ کا حکم دیوے وہ اسی کی بندگی اور اسی کا سجدہ ہے اور سابق میں حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی دعا کی تفسیر میں تحت قولہ فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی الآیہ اشارات بیان ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ مقدس مخلوقات کی فرمانبرداری
و نافرمانی سب سے پاک ہے کیونکہ مخلوق جب اپنی ذات سے حادث ہے تو اس کے اعمال و افعال کیسے ہی صالح ہوں حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کے
پیدا کیے ہوئے ہیں ان کو ذات قدیم مستغنی اعلیٰ از قیاس و گمان و وہم تک کیا مناسبت و لگاؤ ہے اور جب سمجھدار نے یہ مقام سمجھ لیا اس کو یہاں آدم کو
سجدہ کرنے میں کچھ بھی خلجان نہیں ہے از انجملہ مذموم سخت یہ ہے کہ آدمی ضعیف بے بنیاد تکبر کرے یا احکام الٰہی میں چاہے کہ ہر ایک بات کی کنہ حقیقت
دریافت کرنے کے بعد مانے اور جو بات اس کی عقل میں نہ آوے اس سے بداعتقاد ہو یہ سب بدتر جہالات میں اور ان کی برائی و مذمت بالکل بدیہی ہے
اس لیے کہ اس محسوس مخلوق میں جس پر آدمی کو بزرگی دی گئی ہے ہزاروں چیزیں موجود ہیں کہ ان کی کنہ حقیقت سے آدمی کی عقل بالکل بے بہرہ ہے
بلکہ اس کے جسم میں خود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ اپنی ذات سے یقینی وقوف نہیں رکھتا ہے تو پھر تمام جہالت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر کنہ حقیقت سے
آگاہی کا دعوے کرے یہاں اور بھی علوم ضروری ہیں کہ ان کو غور سے سمجھ لینا چاہیے واللہ تعالیٰ ہو الولی الہادی۔ پھر شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے
لکھا کہ جب ابلیس نے اپنی جہالت و بدبختی سے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مقدر مشیت اس پر جاری فرمایا اور اس پر حجت قائم فرمائی بقولہ
قال یا ابلیس مالک الا تکون مع الساجدین۔ اس کے اشارات میں سے ہے کہ جو شخص دعوے کرے وہ جاہل بدکردار ہے کیونکہ ابلیس کو دعوے
معرفت و عبودیت و کمال علمی تھا باوجود اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے خصائص و ظہور صنائع حق سبحانہ تعالیٰ اس کو معلوم نہ ہوئے اور سب
دعوے میں وہ جاہل ثابت ہوا کیونکہ معرفت کے دعوے پر لازم تھا کہ عبودیت معبود سبحانہ تعالیٰ کا ظہور بوصف ربوبیت مشاہدہ کرے کہ جیسا
مظاہر میں ظاہر ظہور خالق عزوجل ہے اور یہی معنے قولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض الآیہ اور تاویل بوجہ نافہمی عوام کے ہے اور دعوے علم
میں کاذب اس لیے کہ امر الٰہی سے ورے امر کے اسرار ظہور و لباس قدرت مشاہدہ علمی لازم تھا مع ان اسرار کے جو اس خاک میں فضل و کمال کے مخفی
و مستتر فرمائے تھے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی ایسے علم کا دعوے کرے کہ اسرار الٰہی اس کے احکام و مخلوقات کے اس پر تحقیقی واضح ہوئے یا اسکے
ارکان میں ہیں تو وہ مثل ابلیس کے برگشتہ ہوگا اور یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے علم دیدیتا ہے اور دعوی عبودیت میں اسکا کاذب
ہونا تو صاف ظاہر ہے کہ حکم کی فرمانبرداری میں اس نے کس قدر جہالت سے اپنی خواری کمائی تھی اور اپنی فضیلت کے دعوے میں کمال جہل سے
نص صریح کے مقابلہ میں قیاس کیا پھر اس سے زیادہ بدتر اس کے جواب میں یہ امر ہے کہ حضرت بارگاہ کبریا عزوجل میں اس نے اپنی خودی و تکبر کو
بیان کیا کما قال تعالیٰ لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال الآیہ۔ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس ملعون نے غلط دعوے کیا تھا کہ وہ خلوص کے
ساتھ بندگی کرتا ہے اور قدیم عزوجل کو حادث سے پاک منزہ و وحدانیت کے ساتھ جانتا ہے وہ جاہل جانتا تھا کہ عبودیت خالصہ یہی ہے کہ رکوع
و سجدہ کی صورت پیدا ہو جاوے اور یہ نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا جس طریقہ سے اس نے حکم فرمایا ہو یہی عبودیت ہے اور اگر
وہ جنیو ڈالنے کا حکم فرماوے تو اس کا حکم بطوع و رغبت بجا لاوے اور ہزار زنار کمر میں باندھے اور پروانہ وار اسی کے حکم کے گرد پھرے جو اس کا حکم ہو۔

اور اپنی مراد و خوشی سے بالکل سروکار نہ رکھنا عشق کی شان ہے اور حبیب محبوب کے حکم میں چون و چرا ہے تو وہ خود پسند گمراہ ہے کاش اُس نے آدم میں مشاہدہ ملائکہ پایا ہوتا۔ کیونکہ آدم مثل کعبہ کے قبلہ ظاہر تھے اور سجدہ نہیں واقع ہوتا مگر اشارہ ربوبیت میں کیونکہ سجدہ کے لائق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز نہیں ہے اور مقام امر مقام امتحان ہے اور ابلیس ملعون نے زعم کیا کہ میں توحید میں زیادہ مستحکم ہوں کہ میں نے غیر کو سجدہ نہ کیا حالانکہ وہاں غیر نہ تھا کیونکہ نظر عین الجمع میں وہ وہی تھا اور اگر اُس کی نگاہ صحیح ہوتی تو وسائط پر نہ پڑتی کیونکہ عین الجمع میں دلیل و مدلول درحقیقت واحد ہیں اگرچہ بلحاظ رسوم کے ایک نہیں ہیں یعنے کل و مخلوق و حادث تو کبھی قدیم نہیں ہو سکتا لیکن نظر تو عین توحید پر ہے پھر یہ چیزیں جو محض عبارت ہیں کیونکر آئیں سوائے اس کے کہ توحید نہیں تھی اور وہ ملعون اپنی جہالت سے اپنے کو مقام توحید کا عارف سمجھا اور درحقیقت عین الجمع سے جاہل تھا اور یہ بھی اُس کی غلطی تھی کہ معرفت توحید تو یہی ہے کہ قدیم کو حادث سے الگ و فرد جدا وحدہ لا شریک یقین کرے مگر اس شان سے الگ کرنا کہ وحدت وغیرہ ان میں سے کسی چیز کو اُس پاک جل شانہ سے لگاؤ نہ ہو اُسی مقام میں بعضے عارفین قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر مثلاً زید کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مخلوق دیکھ کر کہے کہ یہ وہ نہیں ہے تو اس بات میں کچھ شک نہیں کہ زید حادث مخلوق ہے مگر اس شخص نے حق تعالیٰ کے ساتھ اشارہ سے امتیاز و تصریح کی اور وہاں اشارہ کو بھی گنجائش نہیں ہے پس اُس نے شرک کیا اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابلیس ملعون کی نظر تو آدم پر تھی اور ایک نظر اپنی ذات پر تھی تو دو نظریں اس پر حجاب تھیں اور اگر عارف ہوتا تو غیر کی نظر ہی نہ ہوتی اور اسپر وہ دعوے کرتا تھا اور یہ دعوے عین نظر اپنا دیکھنا جو بالکل حجاب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دعوے برعکس تھا کہ وہ معرفت کے کسی درجہ تک بھی نہیں پہونچا تھا اور یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ بھی محل تحقیق میں ہوتا تو کسی حادث کی خدمت کے لیے اُس کو حکم نہ ہوتا وہ تو بہت ہی بڑی نہ تھا بلکہ وہ ارادت کے ابتدائی درجہ میں بھی نہ تھا کیونکہ اگر ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں کی خاک اپنی آنکھوں میں سرمہ کرلیتا اور اُس کو فرح یاقوت و قند سے زیادہ بلکہ بے قیاس نعمت سے زیادہ لذیذ پاکر کھا لیتا کیونکہ مرید اپنے مقتدی کی محبت میں والہ و شیدا رہتا ہے و لیکن اس کو کیا نفع ہوتا کہ وہ مرید نہیں تھا بلکہ مرید تھا یعنے سرکش متکبر گمراہ تھا کیونکہ اپنی رائے پر نازاں و اپنی عبادت و معرفت میں اپنے نفس کو اچھا دیکھنے والا تھا پس اُس نے اپنے مقتدی سے انکار کیا اور نظر حق سے مطرود و مردود و ابدی ہو گیا اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں ہر گمراہی اور اس کے غضب سے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اپنے نیک بندوں کی برکت سے مجھ گنہگار کو بھی شیخ رح کی دعا میں داخل کر کے ہر گمراہی سے پناہ عطا فرماوے اور حقیقی مرضی ایمان پر سرانجام بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین شیخ رح نے لکھا کہ شیطان کی یہ جہالت تھی کہ اندھا ہو کر اُس نے تکبر و تغرر و ریا و ضلالت سے تمام قدرت و قبولیت الٰہی جل شانہ کو نہ پہچانا اور مکان قرب سے دور اور وادی طرد و لعن میں سرگردان ابدی ہو گیا وقد حکم اللہ تعالیٰ جل جلالہ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ

فرمایا اب تو نکل یہاں سے کہ تو دھتکارا ہوا ہے اور تجھ پر لعنت ہے تا روز قیامت بولا کہ اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ

يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

وہ قبروں سے اٹھائے جاویں گے فرمایا کہ تو مہلت دیے ہوئے لوگوں میں سے ہے وقت معلوم یعنے قیامت کے دن تک بولا کہ اے میرے رب قسم ہے مجھے تیرے ہی گمراہ کردینے کی مجھکو کہ ضرور میں

فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ

زینت دونگا انکے لیے زمین میں اور ضرور میں گمراہ کردونگا انکو سب کو سوائے تیرے بندوں کے انمیں سے جنکو تو نے خلاص کردیا ہے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھ پر ٹھیک سیدھی بیشک

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا

جو میرے بندے ہیں نہیں تجھکو انپر کچھ قابو ولیکن انپر جو تیری فرمانبرداری کریں بہکے ہوئے اور البتہ جہنم اُن کی وعدہ گاہ ہے سب کے سب کے لیے جہنم کے

سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝

سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے لیے ان میں کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے

قَالَ۔ یعنے جب ابلیس نے فرمان الٰہی کے مقابلہ مین اپنی رائے سے نافرمانی کو ٹھیک سمجھا اور تکبر کا جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ فَاخْرُجْ مِنْهَا
پس تو نکل یہان سے بعض نے کہا یعنے جنت سے اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اور بعض نے کہا جماعت ملائکہ سے۔ اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رحمہ کا یہ ہے کہ
جنت سے نکل کیونکہ قلنا اہبطوا بعضکم لبعض عدو مین آسمان سے اخراج متعین ہے کیونکہ آسمان بحکم قولہ وحفظناہا من کل شیطان رجیم محفوظ ہے پس شاید کہ اول
مین شیطان کو جنت سے نکالا پھر شیطان کو آدم و ذریات کے ساتھ آسمان سے زمین کو اتارا اور بہتر یہ ہے کہ ان مقامات مین جو بات منصوص ہے اسی قدر
پر اقتصار کیا جاوے اور وہ عام آدمیون کی سمجھ کے لائق ہے اور اس سے زیادہ اس وجہ سے دشوار ہو جاتی ہے کہ عقل تو جسم کی خواہشون مین مکدر و
آلودہ ہو رہی ہے اور روح صاف ظاہر نہین ہے اور اس ملک کا قیاس یہان ہو نہین سکتا اور چونکہ بعضے لوگ ناواقفی سے زمین کی چیزون پر قیاس
کرتے ہین تو بھٹک جاتے ہین۔ رجیم کے معنے قاموس مین ہین کہ لعنت و شتم و مطرود کرنا و مہجور کرنا پس قولہ۔ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ کیونکہ تو رجیم یعنے مرجوم ہے
اس مین یہ سب معنے متحقق ہین کیونکہ رجم پتھرون سے مارنا شیطان کے حق مین شہاب ہین اور پھٹکارا ہوا ان سے نکالی جانے سے اور مہجور ہی اس کے حق
مین ظاہر ہے اور لعنت اس کلام سے کہ۔ وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اور یوم الدین یوم جزاء ہے یعنے روز قیامت جس مین ہر کردار
کا بدلہ اس کے کمانے والے کو ملیگا اور حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس کے تکبر و نافرمانی و بے ادبی پر مرجوم و ملعون کردیا اور ایسے ملعون کو یہان رہنے کا
شرف نہین ہوسکتا تو حکم دیا کہ یہان سے خارج ہو۔ واضح ہو کہ مقام حج نمونہ قرب ہے اور رمی الجمار مقام منی مین شیطان کے مرجوم یعنے سنگسار
ہونے پر دلیل ہے اور بندہ مومن بنام پاک اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اللہ اکبر و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم شیطان کو رجم کرتا ہے
اور خالی لاحول سے بھی شیطان کا دور ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور واضح ہو کہ جملہ عبادات مین شرط یہ ہے کہ خلوص دل و عاجزی کے ساتھ اپنے
رب عزیز حکیم سے چاہے کہ اسی کے حول و قوت سے شیطان مجھ سے دور ہو۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو
ملعون کردیا تو ملائکہ کی صورت سے اس کی صورت بگڑ گئی اور وہ ایسی آواز سے رویا جیسے عورتین منہ ڈھانپ کر رونے والیان روتی ہین پس دنیا مین جو
رونا ایسا پایا جاوے قیامت تک وہ اسی کے رونے مین سے ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ امام غزالی وغیرہ محققین علماء نے تحقیق کردی کہ شیطان پر اللہ
تعالیٰ کی لعنت قیامت تک متحقق ہے ولیکن ہم لوگون پر لازم نہین کہ اسپر لعنت کرین بلکہ یہ فعل اچھا نہین ہے اور جب شیطان پر لعنت کرنا اچھا
نہین حالانکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت معلوم ہے تو کسی دوسرے پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے کیونکہ اگر وہ لعنت کے قابل نہوا یا انجام مین وہ ایمان پر مرنے
والا ہے تو واقعی ملعون نہوا تو وہ لعنت خود لعنت کرنے والے پر لوٹنے سے یہ تباہ ہوجائیگا اور حدیث مین گناہ سے بچنے کی تاکید کے لیے آپ نے عام طور پر
یا دون کسی شخص کو خاص کرنے کے البتہ کہا ہے جیسے لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ یعنے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے
کہ انھون نے اپنے انبیاء کی قبرون کو مسجد بنا لیا۔ کیونکہ جو کوئی یہودی یا نصرانی مریگا وہ قطعی جہنمی ہوگا۔ اور واضح ہو کہ یہ لعنت جو آیت مین ہے اپنی رحمت
سے بالکل دور کر دینا ہے اور کبھی عرب لوگ لعنت اس کے سوائے دوسرے معنے مین بولتے ہین جیسے میرے پاس سے دور ہو تو یہ بھی اچھا نہین مگر وہ اس حکم
مین داخل نہین ہے پھر جاننا چاہیے کہ آیت مین لعنت کی انتہا روز قیامت مذکور ہے تو بعض علماء نے کہا کہ اس سے یہ لازم نہین کہ اس کے بعد نہو اور بعض نے
کہا کہ روز قیامت تک تو لعنت اس کے واسطے بطور اعمال بد کے ہوگی اور بعد اس کے سزا سے لعنت یعنے سخت عذاب مین گرفتار ہوگا بعض نے کہا کہ جب
شیطان کے لیے یہ حکم ہوا کہ تا قیامت تجھ پر لعنت ہے تو شاید اس نے سمجھا کہ وہ قیامت تک زندہ چھوڑا جائیگا پس اس نے درخواست کی چنانچہ آیت
مین ہے کہ۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ بولا کہ اے میرے رب تو مجھے مہلت دے یعنے موت نہ دے۔ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ اس دن تک کہ آدم و اس کی
ذریات اٹھائے جاوینگے۔ گویا اس نے اپنے لیے دائمی زندگی مانگی اس لیے کہ دوسری بار جو مر چکے جانے پر اٹھائے جاوینگے پھر اس کے بعد موت نہین ہے
مگر [illegible] ہین ہے کہ اس نے اس درخواست مین دو باتین چاہین ایک یہ کہ اس کو اغوا کرنے کے واسطے وقت وسیع ملے اور دوسرے یہ کہ بعثت کے وقت
تک نجات ملے کیونکہ بعد وقت بعثت کے موت نہین ہے کہ اول درخواست منظور فرمائی گئی اور دوسری منظور نہین ہوئی چنانچہ فرمایا۔ قَالَ فَاِنَّكَ

مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۔ یعنے تجھے مہلت ہے تا روز وقت معلوم بعض علما رنے کہا کہ وقت معلوم سے مراد قریب بعث کا وقت ہے کہ اس وقت شیطان مرجاوے گا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ پہلا نفخہ ہے جب اول صور پھونکا جاویگا کہ اس مین ابلیس بھی مرجاویگا اور دونون نفخہ صور مین چالیس سال کا فرق ہوگا۔ دوسرے نفخہ پر پھر سب زندہ اٹھائے جاوینگے بعض علما رنے کہا کہ اس نے یہ نہین چاہا کہ اسکو موت نہو بلکہ چاہا کہ اس کے عذاب مین قیامت تک تاخیر دیجاوے۔ اور وقت معلوم سے بعض نے کہا کہ یعنے قیامت ہے۔ بہرحال وقت معلوم اس لیے کہا کہ اس کا علم صرف اللہ تعالے ہی کو ہے کوئی اور نہین جانتا۔ البتہ اس کے علامات احادیث صحیحہ مین مذکور ہین اور اس زمانہ مین سب علامات سوائے چند کے پائے جاتے ہین اور بڑی علامت کہ دنیا ظلم وجور سے بھر جاوے گی اس نظر سے کہ بڑا ظلم اللہ تعالے سے کفر و شرک ہے اسوقت صریح موجود ہے اور انشاء اللہ تعالے علامات دیگر جو صریح معجزات ہین جیسے مسلمانون کا کافرون مین ملجانا اور تمام روے زمین پر نصرانیون کا غلبہ و کثرت ہونا وغیرہ دوسرے مقام پر مفصل بیان کرینگے۔ پھر واضح ہو کہ شیطان کی درخواست قبول ہونا اسکے لیے کرامت نہین ہے بلکہ درحقیقت اس کے واسطے شدت عذاب و ذخیرہ بداعمالی ہے اور حکمت و مشیت الٰہی سبحانہ تعالے کے موافق ہے اور واضح ہو کہ کافر کی دعا رقبول ہونے مین علما رنے کہا کہ بقولہ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال نہین دعا رکافرون کی مگر بٹکتا مین یعنی قبول نہین ہوتی۔ اور حق یہ ہے کہ اس کلام کے معنے تو یہ ہین کہ کافر جس جانب پکارتا چلاتا ہے وہ گمراہی ہے اور جو دعا رکرتا ہے وہ گمراہی مین ہے کیونکہ جب اس نے راہ مستقیم و اعتقاد صحیح نہین پایا تو جو چاہیگا وہ گمراہی مین ہوگا پس کافر کی دعار قبول ہوتی ہے لیکن اگر اس نے دنیا کی آسائش و فراغت چاہی تو زیادہ گمراہی کے واسطے اور اگر دوسرا جنم اچھا مانگا تو وہ اور بھی گمراہی ہے بہرحال وہ سوائے گمراہی کے کچھ نہین مانگیگا اگر یہ ممکن ہے کہ دنیاوی دولت اُس کو دیجاوے اور جیسے شیطان کو زندگی دراز دیدی گئی جب مطلق ہوا تو اُس نے دوسرا حسد آدم سے ظاہر کیا۔ قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ بولا اے رب قسم مجھے تیری مجھے اغوا کرنے کی یعنی مین قسم کہاتا ہون تیرے اس فعل کی کہ تونے مجھے غوی و گمراہ کردیا۔ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ ۔ البتہ مین زینت دونگا اولاد آدم کے لیے زمین مین یعنے آدم خود تو برگزیدہ پیغمبر ہے مگر جو اسکی اولاد مین سے ہونگی کہ جبتک دنیاوی زندگی مین رہینگے اُن کی نظرون مین گمراہی کو مزین کرونگا چنانچہ دیکھو کہ دنیا مین ایک قسم کے لوگ ہین کہ رنڈیون کا ناچ دیکھنا و دیگر افاحش ان کی نظرون مین بہت اچھے معلوم ہوتے ہین اور دوسری قسم والے جو شیطان کے تزئین سے بچ گئے ہین اس کو نہایت ناگوار و بیہودہ فحش سمجھتے ہین اور شیطان کا داؤن سب پر ہے سوائے ان کے جنکو وہ اللہ تعالے کی بندگی مین مستقیم جانتا ہے چنانچہ آیت مین ہے۔ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ اور ضرور ان سب کو اغوا کرونگا۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ سوائے تیرے بندون کے ان مین سے جنکو تو نے اخلاص کے ساتھ جدا کردیا ہے یعنے وے لوگ اپنے ہر کام مین سوائے تیرے کسی شرک کو اور ریا کو اور نفس کے خطرات وغیرہ کو دخل نہین دیتے ہین۔ اس نے جان لیا کہ ایسے مخلص بندون مین اس کا وسوسہ کچھ کام نہ کریگا۔ آثار مین آیا ہے کہ جب زمانہ بابرکت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھا تو گروہ شیاطین پریشان ہوکر اس کے پاس واپس جاتے اور کہتے کہ عجب بندے ہین کہ ہرچند ہم کوشش کرتے ہین ہم کو کچھ نہین ملتا ہے اور ہر ایک وسوسہ مین بجائے اس کے کہ انسے ہم کچھ پاوین وے اپنے رب رحیم سے بہت خیر حاصل کرلیتے ہین وہ کہتا ہے کہ صبر کرو کہ آیندہ تمہارے قبضہ مین اُن کی مہار ہوگی پھر جب حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالے کا زمانہ ہوا تو پھر گروہ ابلیس نے شکایت کی کہ عجب بندے ہین کہ مشکل سے ہم انسے کچھ پاتے ہین پھر فورا وے توبہ و استغفار سے اپنا پورا کرلیتے ہین اُس نے کہا کہ عنقریب ایسے ہون گے کہ تم اُنسے راضی ہوگے۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے قلب کی حفاظت اور اللہ تعالے شانہ کی یاد مین کچھ دیر اپنی عمر کا حصہ صرف کرے اور دیکھے کہ کسقدر خطرات و بداعمالیان و وساوس سے شیطان آتا ہے تو اس کو معلوم ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین جو اللہ تعالے نے فرمایا انہ بہم رؤف رحیم بیشک رب تبارک و تعالے انپر نہایت مہربان و رحمت سے بخشنے والا ہے۔ یہ کسقدر عظیم نعمت و رحمت تھی۔ یہان دو مقام ہین اول یہ کہ شیطان نے ذریات آدم کا زمین مین ہونا کہان سے جانا اور جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اول سے فرما دیا تھا پس حضرت آدم علیہ السلام مع اولاد کا زمین مین خلیفہ ہونا معلوم تھا۔ اور فی الارض سے معلوم ہوا کہ جبتک زندگی دنیاوی ہے اُسی قدر حصہ مین اثر شیطانی کا ظہور

ہوتا ہے خواہ اس طرح کہ لوگون کی نظر مین گناہون کو اچھا مزین کرے اور گناہون مین پڑنے کا سبب ہو جاوے یا ان کو دنیا کے آراستہ کرنے مین اور اسکی
خواہش مین اور ایسے امور مین جس سے دنیا حاصل کرنے مین پڑجاوین مشغول کر کے نیک کامون سے باز رکھے۔ تو ہم اس نے استثنا کہان سے معلوم کیا تو
مانند حضرت آدم علیہ السلام کے دیگر انبیا مع اصحاب کے نمونہ تھے اور اُس نے زمین مین اُن کا مسکن و مدفن ہونا قیامت تک معلوم کر لیا تھا اور واضح ہو
کہ جو اُس نے گمراہ کرنے وغیرہ کا دعوے کیا یہ اُس کے مقدور ہونے کی علامات سے ہے ورنہ فاعل مختار در حقیقت اللہ تعالے ہے جیسا کہ آیات اس مین صریح
ہین اور معالم وغیرہ مین آل عمران کے قولہ زین للناس حب الشہوات الآیہ کے تحت مین تزئین از جانب شیطان بطریق سبب ظاہری اور تزئین از جانب
باری تعالے بطریق خلق مذکور ہے اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر در منثور مین یہان ایک حدیث ذکر کی کہ مین راہ مستقیم کا ہادی راہ نمائندہ
ہون اور واصل کر دینے کے اختیار مین سے مجھے کچھ نہین ہے اور شیطان گمراہی کی طرف بلانے و برانگیختہ کرنے والا ہے ولیکن گمراہ کر دینے کے اختیار مین سے
اس کو کچھ بھی نہین ہے۔ واضح ہو کہ جن بیوقوف لوگون نے شیطان کے وجود سے فقط اس وجہ سے انکار کیا کہ وہ آنکھون سے محسوس نہین ہوتا ہے تو بالکل
بے عقل ہین حتے کہ بہت سی قوتین زید کے جسم مین موجود ہین جو ہم کو محسوس نہین ہوتی ہین مگر ہم عقل سے جانتے ہین کہ زید مین انکا وجود ضرور ہے پھر اس
مقام کی آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کے واسطے بعد اللہ تعالے پر یقین لانے کے ضرور ہے کہ ہر دم کے شیطانی وساوس و خطرات سے اللہ تعالے کی جانب
خلوص رکھکر بچا جاوے اور جو لوگ آدمیون مین سے شیطان کے اغوا مین شیطانی ہو گئے ہین ان سے اور زیادہ بچنا چاہیے کیونکہ بسبب مجانس ہونے کے اُن کی
بات پر کان دھرنا اور عقلی قوت سے نیک و بد کی تمیز نہین کرتا بلکہ ہر شخص کا کام بھی نہین ہے کہ وہ تمیز کر سکے اور زیادہ ہی قرار پائی ہے چنانچہ اللہ تعالے کے
کلام سے واضح ہوتا ہے۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھ پر سیدھی بعض علما رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا کا
مرجع مخلص بندون پر قابو نہ ہونا یعنے اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے یہ بات اپنے حفاظت مین لے لی کہ ان کا حق عز و جل پر شیطان کو کچھ قابو نہ ہوگا
اور واضح ہو کہ اللہ تعالے خود ہی جانتا ہے کہ اس کے بندے کون ہین یعنے جن بندون کو اُس نے خالص کر لیا ہے اگرچہ یہ معلوم ہے کہ جو ایمان و اسلام پر
ہین وے عام طور پر اس کے بندے ہین حتے کہ ایسا خاتمہ بخیر ہو جاوے پس بعض ایسے ہین آدمی کافر ہوتا ہے اور آخر مین ایمان پر مرتا ہے اور ابتدا مین فاسق گنہگار
بدکردار ہوتا ہے اور آخر مین پاک توبہ کر کے ایمان پر مرتا ہے یا ایمان پر ہوتا ہے اگرچہ اُس کے کام گناہ کے بھی ہون جبکہ اس کے دل مین خالص یقین ہو تو یہ
سب اللہ تعالے کے بندے ہین اور باقی سب شیطان کے گروہ مین شامل ہو گئے ہین اور حضرت آدم علیہ السلام عالم آخرت مین اپنی بائین طرف سیاہ
روحون کو جو پیدا ہونے والی ہین دیکھکر روتے ہین جیسا کہ حدیث مین ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ کافر لوگون کی روحین ہین جو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام
سے دائمی جدا ہونے والے ہین اور ہمیشہ شیطان کے ساتھ ہون گے۔ اور بعض علما نے ہذا کا مرجع مشار الیہ سابق کلام قرار دیا چنانچہ کسائی رحمہ اللہ تعالے
سے روایت کیا جاتا ہے کہ یہ امر بطور تہدید و دھمکی کے ہے یعنے ہر نیکی و بدی کی جزا و سزا مین ضرور دونگا اور بعض نے کہا بعضون کا تیری گمراہی مین جانا
اور کچھ بندون کا اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین رہنا اور تیرا سب کو سوا مخلصین کے بہکانا اس سب کا مرجع اللہ تعالے کی طرف ہے یہی قول مجاہد و
قتادہ و حسن بصری کا ہے ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ شیطان نے دعوے کیا تھا کہ تیری مستقیم راہ پر
مین بیٹھکر لوگون کو ہر طرف سے بہکاؤنگا یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اُس کو رد فرمایا کہ جو راہ مین نے بندون کے واسطے مقرر کر دی ہے وہ خالص
ہے جو اس پر مستقیم رہا وہ تیرے خطرے سے بے خوف کر دیا گیا۔ اول یعنے شیطان کو رد کر دیا کہ تو راہ مستقیم پر نہین بیٹھ سکتا ہے اسی واسطے حدیث مین راہ مستقیم کے
دائین بائین بکثرت راہین شیطان کی بیان فرمائین کہ جیسے شہوات دنیا سب بے تعداد ہین ایسی ہی ہر شہوت کی جانب بلانے والے شیطان بے تعداد
ہین۔ اور یہین سے کہا گیا کہ مرد نیک و بد کے واسطے عمدہ پہچان راہ مستقیم ہے حتی کہ جو کوئی راہ مستقیم پر قائم ہو وہ نیک ہے ورنہ بد ہے اور ان اس کے شنیع ہے۔ اور
یہ بھی جان رکھو کہ جو لوگ راہ مستقیم پر ہین اکثر انہین مین شیطان جھگڑے و لڑائیان ڈالتا ہے اُن کو ہوشیار ہونا چاہیے ورنہ جو لوگ گمراہ ہو کر اُس کے پیرو ہوئے
اُن مین باہم اس راہ پر اتفاق و صلح ہے اُن مین ایسے جھگڑے ڈالنے کی شیطان کو خواہش نہین ہے بلکہ خلاف مقصود ہے اللہ تعالے اپنے فضل سے ہم سب کو

راہ راست مستقیم رکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا کہ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ بیشک میرے بندے اُن پر تجھ کو کچھ قابو نہیں ہے
اپنے بندے کہنے سے اُن کی شرافت فرمائی اگرچہ مومن و کافر سب اسی کے بندے ہیں اور نظیر اُس کی قولہ نفخت فیہ من روحی۔ اپنی روح سے یعنے اپنی
پیدا کی ہوئی حالانکہ سب چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور مراد یہاں بندگان مخلصین ہیں۔ اہل بلاغت نے کہا کہ علیہم یعنے اُن کے دلوں پر۔ پس اُس سے
یہ لازم نہیں کہ ان بندوں کے اجسام سے گناہ نہ ہو مگر اُن کے دل کافر نہونگے مثلاً اس گناہ کو حلال سمجھیں و بے دھڑک کریں بلکہ توبہ کرینگے۔ علماء
نے کہا کہ کچھ قابو نہ ہونا اس معنی کر ہے کہ ایسے قابو میں سے کچھ نہ ہوگا جس سے وے کافر و دائمی جہنمی ہوں یعنے توبہ نہ کریں یا شرک وغیرہ ایسا عمل کریں جس سے
ہلاک ہو جاویں پس گنہگار مومنین جنکا یقین اللہ تعالیٰ و رسول پر قطعی ہے وے بندگان الٰہی میں شامل ہیں اور وے بھی مخلصین ہیں۔ یہ ہیں کیونکہ اگرچہ
بعضے گنہگار کچھ دنوں عذاب میں پڑیں لیکن ہمیشہ ابدالآباد تک عذاب میں ہلاک کر دیے جانے والوں سے اُن کو خلاصی ہے پس یقین و ایمان بے زوال
نعمت ہے کہ مومنوں پر شیطان کا کچھ قابو نہیں کہ اُن کو ابدی جہنمی کر دے۔ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ۔ لیکن تیرا قابو اُس پر ہے جس نے تیری
پیروی کی ایسے لوگوں میں سے جو گمراہ ہیں۔ علماء نے کہا کہ غاوین جو ابلیس کے پیرو ہیں وہ مشرک لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں تصریح کر دی
بقولہ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون یعنی شیطان کا قابو فقط انھیں پر ہے جو اُس سے دوستی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا شریک
لاتے ہیں۔ شیخ ابوالسعود رح نے کہا کہ اس کلام میں ایک تو مخلصین بندوں کی بزرگی ظاہر فرمائی ہے اور یہ کہ شیطان کے دام اغوا سے وہ چھوٹے
ہوئے ہیں اور دوم یہ کہ غاوی مشرکوں پر جو شیطان کا قابو ہے وہ کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ شیطان کو اُنپر حقیقی قدرت ہے بلکہ اس وجہ سے قدرت ہوئی
کہ انھوں نے کمبختی سے شیطان کی پیروی اختیار کی۔ واضح ہو کہ آخرت میں انحصار دو مقام پر ہے ایک جہنم اور دوسرے جنت جیسے جنت ملک کرامت
و عزت ہے اس کے مقابلہ میں جہنم غارخواری و مصیبت ہے پس مخلوقات بھی انھیں دونوں مقام کے واسطے تقسیم ہیں پس نیکوکار مومنین اور نیز ایسے مومن
گنہگار جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یا شفاعت شافع اکرم صلعم و دیگر صالحین سے بخشدیا وے جنت میں چلے جاوینگے اور بعضے ایسے گنہگار مومن جن کے
واسطے جہنم کی سزا متعین ہوئی تو خوب جان لینا چاہیے کہ اُن کا اصلی ٹھکانا جہنم نہیں ہے بلکہ جنت ہے چنانچہ چند روزہ سزا کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل
سے اُن کو نکالکر اُن کو ان کے ٹھکانے پہونچا دے گا۔ اب رہے شیاطین اور سوائے مومنین کے باقی آدمی مشرکین وغیرہ تو ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے چنانچہ
حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ۔ اور بیشک جہنم ان کا ٹھکانا ہے سب کا۔ یعنی شیطان و اُس کے متبعین غاوین سب کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیہ یعنی ہم نے پیدا کیا ہے جہنم کے لیے بہت بڑے حصہ کو جن و انسان
سے آخر آیت تک۔ اور پہلے گذر چکی وہاں ان لوگوں کے حالات و شناخت مذکور ہیں۔ اور اسقدر یہاں بیان کر دینا مناسب ہے کہ اکثر اہل جہنم آخرت نا
شناس ہوتے ہیں اور سوائے دنیاوی موجودہ عیش و خواہشات کے اس کی سمجھ نہیں رکھتے کہ آخر انجام کیا ہے اور وے زمین کو جس نے اسی خراب
اونچا خیالی بنایا اسی نے ایک پھول نہایت خوش رنگ سا دل پیدا کیا تو اس فناگاہ دنیا کی آرائش خلاف فطرت کا نتیجہ آخر کیا ہے بغرضکہ یہ لوگ
گونگے بہرے اندھے ہوتے ہیں۔ اور بعضے پتھروں و درختوں کو پوجتے ہیں جب ان کے معبود آگ سلگانے اور جلانے کے لائق ہیں اور ان کے عابد تو
معبودوں سے بدرجہا بدتر ہوئے پس یہ بالضرور جہنم کے لائق ہیں پس ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ۔ جہنم کے سات دروازے
ہیں۔ اور واضح ہو کہ سات ہونے کی حکمت اصلی بہت دقیق اور علم الٰہی میں ہے اگرچہ فوائد ظاہر ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے سات کیے گئے اور
منجملہ بعض حکمت کے یہ ہے کہ اقسام و انواع جن سے جہنمی دائمی ہونے کے واسطے طبائع مجبول ہوئے ہیں سات اقسام ہیں۔ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ
مَّقْسُومٌ۔ ہر باب کے لیے ان لوگوں میں سے ایک حصہ بانٹا ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ ابواب سے مراد یہاں طبقات ہیں یعنے تلے اوپر کی تہ چنانچہ ابن
جریج رح نے کہا کہ دوزخ کے سات درکات ہیں پہلے طبقہ کا نام جہنم ہے یعنے جو کل کا نام ہے وہی اول طبقہ کا نام ہے دوسرا طبقہ لظی تیسرا طبقہ
حطمہ چوتھا سعیر پھر سقر پھر جحیم پھر ہاویہ ہے۔ بعض نے کہا کہ کفر و شرک و گناہوں کے مراتب مختلف ہیں اسی جہت سے جہنم میں اُن کے منازل مختلف ہوئے۔

سراج میں خطیب نے لکھا کہ سات دروازہ ہونا اس جہت سے کہ اُس کے لوگ سات فرقہ ہونگے۔ اقول یہ تو آیت میں صریح منصوص ہے پھر لکھا کہ
بعضوں نے سات اعضاء کی تعداد پر سات دروازے بیان کیے ہر ایک عضو کے گناہ کے واسطے ایک دروازہ اور وہ آنکھ وکان وزبان و پیٹ و فرج
و ہاتھ و پانوں ہیں اور چونکہ نیت دل جب نیک ہو تو انھیں اعضاء سے ثواب ہوتا ہے لہذا جنت کے آٹھ دروازہ مقرر ہوئے۔ اقول ایسی توجیہ مشکل ہے اس
سے کہ کافر اپنے تمام اعضاء کے ساتھ بدکار ہے وہ تمام دروازہ پر کہاں تک مقسوم ہوگا اور حق یہ ہے کہ اُس کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر دروازہ
سے اللہ تعالیٰ بچاوے اور آخرت کا قیاس دنیا پر نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اتقوا السبع الموبقات۔ ڈرو ایسے سات گناہوں سے کہ ہر ایک
ہلاک کرنے والا ہے اور شاید کہ جو کوئی اُن میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہو وہ اپنے دروازہ سے جاوے۔ اعوذ باللہ منہا۔ حضرت علی رض سے مروی ہے کہ
سات طبقات میں سے اول بھر دوم پھر سوم اسی طرح سب بھر دیے جاوینگے۔ ابن عمر رض سے اس آیت میں مرفوعاً روایت ہے کہ سات ابواب میں سے
ایک ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے میری اُمت پر تلوار کھینچی رواہ البخاری فی التاریخ والترمذی وقال غریب۔ انس رض سے مرفوعاً روایت ہے کہ
ہر باب کے جس جزو میں سے ایک جزو ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور ایک جزو وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ میں شک کیا اور
ایک جزو جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے غفلت کی اخرجہ الخطیب فی تاریخہ وابن مردویہ۔ امام ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ہر ٹکڑا ایک دروازہ سے موافق
اپنے اعمال کے داخل ہوگا اور اپنے اعمال کے موافق درکوں میں قرار پکڑے گا۔ اقول اس سے اشارہ ہے کہ جہنم میں طبقات ہونا اس امر کے منافی نہیں ہے
کہ اس میں ابواب ہوں اس لیے کہ ہر باب سے اس کے طبقہ میں جاوینگے پھر ابن جریر کی روایات سے لکھا کہ حضرت علی رض نے خطبہ پڑھتے میں فرمایا
کہ ابواب جہنم یوں ہیں یعنی طبق پر طبق ہیں اور ایسا ہی عکرمہ کا قول ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے نام درکات کے بیان کیے جیسے اوپر ابن جریج کی
روایت گزری ولیکن نسخہ ابن کثیر میں بجائے ابن جریج کے ابن جریر لکھا ہے اور یوں ہی اعمش سے مروی ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ ابواب کے اجزاء
واللہ ان کے اعمال کے منازل ہیں۔ قصہ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن المبارک کی روایت سے یزید بن قسیط سے روایت کی کہ اگلے انبیاء
کی مساجد اُن کے گانوں سے باہر ہوتی تھیں جب کوئی نبی چاہتا کہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے حکم حاصل کرے تو اپنی باہر والی مسجد میں جاتا اور جو بات
جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ نماز پڑھتا۔ اتفاق سے ایک پیغمبر گئے تو نماز میں اُن کے اور قبلہ کے درمیان ابلیس آکر بیٹھ گیا پس پیغمبر نے اعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم پڑھا پھر دوبارہ ہوا غرضکہ تین بار ایسا ہی ہوا پھر ابلیس نے کہا کہ مجھے بتلا دے کہ تو مجھ سے کس چیز سے بچ جاتا ہے پس پیغمبر نے فرمایا کہ
نہیں بلکہ تو بتلا کہ آدمی پر تو کب غالب ہو جاتا ہے باہم تردید کلام ہوئی آخر پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تیرا قابو نہیں ہے بولا کہ یہ تو
میں نے تیری پیدائش سے پہلے سنا ہے پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے میں اس سے تیری چوک سے پناہ مانگتا ہوں جب کبھی تیرا وسوسہ فلاں شروع
مجھے ظاہر ہوتا ہے۔ بولا کہ تو نے سچ کہا اسی سے نجات ہوتی ہے اور کہنے لگا کہ آدمی پر جب غصہ چڑھتا ہے تو میں اُس پر غالب ہو جاتا ہوں اور جب اُس پر
خواہش اور شہوت غلبہ کرتی ہے تو میں اس پر غالب ہو جاتا ہوں اعوذ باللہ من غلبۃ الشیطان۔ ف فی العرائس قولہ قال فاخرج منہا فانک رجیم سنگ
قہر سے سنگسار کیا گیا امکان لطف میں اور واپس کیا گیا اپنے معدن میں یعنی قہر میں کیونکہ لطف اس میں عاریت تھا۔ اور لعنت اس کے لیے تا یوم الدین قرار
دی ولیکن وہ ازل میں بھی ملعون تھا اور واضح ہو کہ طاعت و معصیت کی انتہا یوم الدین ہے لہذا جو غلبہ اُس کو مشرکوں و کافروں پر ظہور میں آیا ہے وہ اُس
روز تک منقطع ہو جائیگا ولیکن اُس کا ازلی مقہور ہونا جو قدیم ارادہ الٰہیہ تھا اس کے ساتھ باقی رہیگا کیونکہ اس میں انقطاع نہیں ہے اور گنہگاروں کی
باگ اس کے قبضہ میں دینا اس طور پر ہے کہ اگر مشیت الٰہی متعلق ہو تو اُس کے ساتھ جو راہ چاہے اختیار کرے کیونکہ جیسے شیطان باوجود آتشی ہونے کے
متکبر و منکر ہوا یہ شخص غاوی باوجود خاکی ہونے کے مشرک ہوا اور یہ اُس کے حق میں زیادت قہر اور دوری ہے۔ کاش اگر ابلیس مردان خدا میں سے ہوتا
تو وادی قہر میں بھی اُس کا طالب ہوتا تو دیکھتا کہ عجائب ربوبیت سے اُس کو معادن قہر سے کیا کچھ نظر آتا ہے جیسے میدان لطف سے مردان خدا
پاتے ہیں ولیکن میں یہ کیونکر کہتا ہوں اس لیے کہ وہ تو لڑکوں و لڑکیوں و عورتوں و ہیجڑوں کے پیچھے پیچھے پڑی ناکارہ دسیسہ بازی کرتا پھرتا ہے جس سے اسکا

ظاہر ہے۔ شیخ واسطی رحہ نے کہا کہ کبھی وہ بعض عبادات کو بھی مزین کر کے دکھلاتا ہے ولیکن اس پر لعنت ہر طرح مستحق ہے کہ یہاں بھی فریب سے
خالی نہیں ہوتا ہے۔ قولہ قال رب فانظرنی الی آخرہ اس کی کمال جہالت تھی کہ اس نے جانا کہ قدر معلوم یعنی مقدرات بھی سبقت لیجائے گا پس اس کو موت نہ ہوگی
لیکن اللہ تعالی نے اس کو رد کر دیا بقولہ الی یوم الوقت المعلوم یعنی نفخہ اولی پر تو بھی مر جائے گا جیسے سب مریں گے۔ اس نے چاہا تھا کہ اولاد آدم سے بعد موت کے
بھی فریب کرے پھر اس نے جناب باری تعالی میں جرأت کی کہا قال تعالی قال رب بما اغویتنی لازینن لھم فی الارض الآیہ۔ یہ دعوی تکبر ہے یعنی عالم قہر میں
اپنی قدرت کا دعوی کیا یعنی قسم ہے کہ جیسے تو نے مجھے اپنے لباس قہر میں پلیدی سے فرمایا ہے میں بھی اولاد آدم کو اغوا کروں گا۔ چونکہ قدرت الٰہی سبحانہ تعالی
ظاہر ہے تو قدرت الٰہیہ نے یہ دونوں اپنے اختیار رکھے جو قدرت چاہتی تا کہ اولاد آدم کی ہلاکت میں اس کو اپنی مراد پوری حاصل ہو پھر چونکہ رحمت الٰہیہ اس کے
غضب پر سابق ہے تو اس نے ایک دوائی رکھی کہ واسطے دفع بیماریاں رکھی ہیں اور ایک بیماری کے لیے ایک ہی دوا رکھی ہے اور ریاست کے ذروں گنہگاروں
کو جن بیماریوں میں اس کی ایک ندامت و استغفار ہے کہ جب اس نے پشیمان ہو کر عزم بالجزم کر لیا کہ اب نہ کرونگا بخش دیتا ہے تو یہ سراسر رحمت ہے اور
غضب الٰہی پر رحمت کو غلبہ ہے لہذا الٰہی نتیجہ قہر کہ لباس میں ملبوس ہو اسے دور جاتا کہ غضب کو غلبہ مشیت حق سبحانہ تعالی نے نہیں دیا ہے پس
اللہ تعالی کے بندگان خاص ایسے ہوں گے جن کو اس نے رحمت و لطف کے واسطے اور ولایت و کرامت کے لیے سرفراز فرمایا ہے وہ بھی توحید میں غرق اور
شرک سے الگ ہوا کرتے ہیں چنانچہ آدم علیہ السلام ہمیشہ اس نے استثنا کیا اور کہا قولہ الا عبادک منہم المخلصین۔ اور یہ بھی اس نے دیکھا کہ ایسے
خاص بندے قہر قدیم سے باہر ہو کر لطف ابد کے میدان میں رکھے گئے ہیں چنانچہ خود اللہ تعالی نے فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اس سے
ظاہر ہے کہ ایسے بندے ملبوس با انوار قدس اور صحن نشین مجالس انس میں ان کو اللہ تعالی نے اپنی رحمت و لطف کے واسطے مخصوص کر دیا ہے۔ ولقد قال
تعالی ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الآیہ۔ اور حدیث میں بھی آیا کہ اللہ تعالی نے خلق کو تاریکی میں پیدا فرمایا پھر ان پر اپنی طرف سے نور پاشی فرمائی سو جس کو اس
نور سے ملا وہ ہدایت پر ہے اور جس کو نہیں ملا وہ تاریکی ضلالت و قہر میں ہے۔ اور حق تعالی نے فرمایا۔ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات
الی النور باذن ربھم۔ یعنی یہ کتاب ہم نے تجھ پر اتاری کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے باہر لاوے نور کی جانب ان کے رب کی قدرت و اجازت سے پس
ظاہر ہے کہ اہل اصطفا میں سے اس بلند مرتبہ والے ہیں کہ خود برگزیدہ وا اپنے سایہ عاطفت سے دوسروں کو انوار رحمت و قبولیت میں لانے والے ہیں وے
ملبوس با انوار صفات و مشرف با انوار ذات ہیں ان کے تن و جسم تمام عبودیت میں مستغرق ہیں اور ان کی جان و دل کمال شوق و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں
اور احادیث صحیحہ میں ہے آنحضرت صلعم سے کسی کو اس کے اعمال داخل جنت نہ کریں گے اور نہ مجھے مگر آنکہ اللہ تعالی مجھکو اپنی رحمت میں داخل کرے پس اللہ تعالی نے
خاص بندوں کو اپنی رحمت میں کر لیا ہے۔ ان کی ارواح خاص ہوائی ہو میں اور ان کے اسرار سر الغیب میں دامن حفظ و عصمت میں حی القیوم کی
غیب الغیب میں محفوظ و معصوم ہیں وہ ابلیس ملعون کون چیز ہے کہ ان پر قابو پاوے جبکہ ابلیس کے پیدا کرنے والے و مقہور کرنے والے قاہر عز و جل نے ان کو رحمت سے
سرفراز فرمایا ہے۔ ابلیس کو صریح ان سے مایوس کر کے صاف فرما دیا کہ میرے اسرار حکمت و قدرت سے تجھ کو اسی قدر دیا گیا کہ تو ایسے لوگوں پر مسلط ہو
جو تیری طرح غاوی گمراہ جاہل مقہور ہیں۔ اے غافل ذرا گوش ہوش سے سن لے کہ اللہ تعالی نے اپنے مخلص بندوں کی یہ تعریف بتلائی کہ وے اپنے
نور اخلاص سے ابلیس کے اغوا سے معصوم ہوں گے اور یہی نور توحید ہے اور یہ نور توحید تبھی ملتا ہے کہ وحدہ لا شریک سے پاوے پس جب یہ کشف
پایا تو جب ملعون ابلیس اپنا وسواس لاتا ہے تو اخص الخواص کا قابو نہیں پاتا اور خاص الخاص کے پاس سے خوار پھرتا ہے اور خاص بندے و عام
مومنین کے دلوں میں جب کفر و شرک و ریا کے وسواس لاتا ہے تو نور توحید کی طرف ان کی دائمی توبہ و استغفار اور اپنے رب کی طرف توجہ ہے نور توحید
سے نار ابلیس بجھکر خوار ہو جاتی ہے اور وہی نور غالب و باقی رہ جاتا ہے اور غلبہ ابلیس ان سے منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ بوجہ کرامت و رعایت ازلی
کے خطرات قبول کرنے سے محفوظ ہیں اور ہلاک خطرہ کوئی ان میں نہیں رہ سکتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت یحیی بن معاذ رازی سے سوال کیا کہ اللہ تعالی
نے کس چیز سے اپنے مخلص بندوں کو اکرام فرمایا ہے جواب دیا کہ وے غیب پر ایمان لائے ہیں اور مشاہدہ پاتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ابرار میں بند

اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے بدیہی دلائل قدرت اور صدق رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور جو کچھ سرور عالم فخر آدم رسول حبیب اکرم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی سے اور احادیث سے تعلیم فرمایا اس پر دلی جزم و یقین کرتا ہے جب اس راہ پر آگیا تو ہر قدم پر انوار ہیں کیونکہ
وہ تاریکی سے نور کی راہ پر آگیا تھا پس سب مشاہدہ و معائنہ ہو جاتا ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ ذوالنون مصری رح نے فرمایا کہ تمام لوگ مردہ
ہیں سوائے علماء کے اور علماء بھی سب سوتے ہیں سوائے ان عالموں کے جو عمل کرتے ہیں اور عمل کرنے والے بھی سب مغرور و فریب کھائے ہیں سوائے
اُن کے جو اخلاص سے عمل کرتے ہیں اور جو اخلاص پر عمل رکھتے ہیں وے بڑے خطرہ میں ہیں۔ شیخ نصرآبادی رح نے کہا کہ جو اخلاص پر آتا ہے وہ
بڑے خطرہ میں ہے کیونکہ اخلاص اُس کا دروازہ ہے اور جو مخلص ہو گیا وہ خطرہ کی حد سے گذر گیا اور پھر وہ اخلاص سے بھی خطرہ کرتا ہے کیونکہ اخلاص
کبھی خطرہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ذوالنون رح کا پہلا فقرہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام سے ماخوذ ہے کہ فرمایا۔ الناس موتی و اہل
العلم احیاء یعنی لوگ سب مردے ہیں اور علم والے زندہ ہیں۔ پھر آنحضرت رض کا قول بھی کلام الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے ماخوذ ہے ولیکن عوام کو یہ بات فقط
مثال معلوم ہوتی ہے اور ادراک نہیں کر سکتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہی بات واقعی ہے اور ظاہر میں جانتا وہ ہے جو سوتا نہ ہو حالانکہ اہل العلم اسکے برعکس
جانتے ہیں اور یہ بھی مفہوم مشکل ہے پھر علم وہ قسم معرفت ہے جو علوم دینی ظاہری کے بعد حاصل ہوتی ہے اور وہ بغیر تفسیر و حدیث و فقہ کے ممکن نہیں ہے
اور جس نے فقط فقہ پر غلو کیا اور باقیوں سے ترک کیا حالانکہ فقہ سے اُس کی مراد یہی معروف مسائل بیع و شراء و طلاق و نکاح و وکالت و حیض و نفاس ہیں
تو اس نے غلطی کی وہ خود نا سمجھ ہے بلکہ لابدی و فرض واجب ہے کہ ساتھ ہی قرآن و حدیث سے واقفیت حاصل کرے اگرچہ ظاہری اعمال جوارح کے
مسائل میں ائمہ فقہ پر اعتماد کر لے اور انھیں اعمال کی احادیث میں جھگڑے میں نہ پڑے کیونکہ اصلی مقصود تو یقین و اخلاص حاصل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے
بندگان مخلصین میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شمار کر لیا جاوے فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ بعض نے مخلصین کے بیان میں کہا کہ ایسے بندے ہیں جنکو قرب
میں بلا کلفت و مشقت داخل کر لیا اور بشری اوصاف سے ان کو فانی کر کے اوصاف حق سے آراستہ کیا یعنی وہ مرتبہ جو قرب النوافل کا حدیث صحیح میں آیا ہے
کہ چلنا و پھرنا و جملہ افعال و اخلاق و عادات میں قدرت و قوت از جانب حق تعالیٰ اس طرح ہوتی ہے کہ خود بندہ میں اپنی ارادت نہیں رہتی ہے یہی معنے
ان کے فانی ہونے کے ہیں پس وے ظاہری صورت و ڈھانچہ سے مخلوق کے ساتھ ہیں اور ارواح و اسرار سے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری میں ہیں اُن پر
خلق کا کچھ اثر نہیں اور جس حال میں خلق کے ساتھ ہیں اُن کو خود خبر ہے بلکہ مستغرق و متنعم عیش باقی میں ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہیں اُن کا کچھ
بھی نہیں سوائے حق تعالیٰ کے اور نہ اُن کا کسی طرف مرجع ہے سوائے اس کے بلکہ وہ موجود حق ہے وہ حق قدیم ہے اور وے عدم میں وے فانی
ہیں اور وہی باقی ہے قال تعالیٰ کل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون۔ قال ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ حضرت جعفر صادق رض سے
روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ تمام مخلوقات باعتبار اس کے کہ اُسی نے اُن کو پیدا کیا ہے سب عباد الرحمٰن و بندگان خدا ہیں اور عبادی میں خاص بندے
پیدائش و معرفت دونوں طرح ہیں یعنی اپنی طرف تخصیص کی تو ظاہر میں کسی نادان کو شبہہ ہوتا کہ شاید مخلصین کے سوائے باقی لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے
کسی دوسرے کے بندے ہیں تو آپ نے اس کے معنے بیان کر دیئے کہ تمام مخلوق کوئی ہو سب کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے بندوں میں سے
دو قسم فرمائی ہیں ایک کو اپنی محبت دی اور اپنی معرفت سے اُن کو منور کیا تو انھیں کو اپنا خاص بندہ کیا اور آیت میں عبادی سے ایسے ہی بندے
مراد ہیں اور باقیوں کو پیدا کر کے روئے زمین کی رونق و آبادی و طرح طرح کے مذاہب و اقسام اقسام کے خیالات ان میں دیئے سوائے اپنی معرفت
و محبت کے پس ایسی مخلوقات الٰہی کی مخلوقات ہیں مگر اُس کی بندگی کے لیے نہیں ہیں تو ایسی مخلوقات میں سے جو لوگ زمین کو آدمیوں سے آباد کرنا چاہیں اور
زمین کی آبادی و تجارات و زراعت و تن پروری کے سامان اور عیش کے وسائل بہم پہونچاتے میں اپنے جنس سے فائق ہوں اکثر وہی اس دنیا میں سردار
کر دیئے جاویں گے تاکہ روئے زمین آباد رہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین
پر جو لوگ ہیں سب ایمان لاتے یعنی اُن کی پیدائش و خصلت و ان میں مادے و قوتیں و دنیا اپنی حکمت پر رکھی ہیں۔ اور فرمایا اذا تولی سعی فی الارض لیفسد

فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد یعنی ایک قسم کے آدمی کی مذمت مین کہا کہ جب تیرے پاس سے لوٹ کر روانہ ہوا تو بستی مین پھرا تاکہ اسمین خرابی پھیلاوے اور برباد کرے کھیتی اور جانداروں کی نسل کاٹے اور اللہ تعالے تو فساد کو پسند نہین رکھتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسی خصلت رکھتا ہو وہ بادشاہی کے قابل نہین ہے اور جب کوئی ظالم بادشاہ ہوا تو وہ اپنی بدبختی کی سزا کمانے کو اور اگر اسوقت کے لوگ بھی بدکردار ہوئے تو اُن کی سزا دینے کو ہوا ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ مخلص وہ بندہ ہے جو خلاص پا گیا ہو اپنی ذات پر نظر کرنے سے اور اپنے افعال کی خوبی دیکھنے سے بلکہ ہر حال مین اللہ تعالے کے ساتھ اس کا معاملہ ٹھیک ہو پس نہ آگے بڑھے مگر اسی کے حکم و رضامندی کے لیے اور نہ پیچھے ہٹے مگر اسی واسطے شیخ جعفر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین اپنے مخلص بندون پر احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ اُن کی نیکی و اخلاص اسی کے فضل سے ہے کہ اُسنے شیطان کو اُنپر قابو نہین دیا اور مخلصین کے کئی درجے ہین ایک یہ کہ افعال مین اخلاص ہو دوم قلب مین اخلاص ہو سوم اس کے ظاہر و باطن دونون مین اخلاص ہو اور چہارم اعلی مرتبہ اخلاص کا یہ ہے کہ روح اپنے لائق کدورات سے پاک اور خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو جاوے تو اس حالت مین اُس کو اللہ تعالے کے ساتھ مرتبہ استقامت اور اُس کے قرب تک رسائی ہوتی ہے یعنی جیسے انبیاء کو قرب نبوت ہے روحانی مخلص بندون کو بھی اپنے پیغمبر برحق کی اتباع مین حاصل ہوتی ہے۔ شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ جس بندے کو اللہ تعالے حقائق توحید کا مشاہدہ نصیب فرماتا ہے اور وہ تمام عالم کو قبضہ تقدیر مین پاتا ہے یعنی جس طرح حکم الٰہی ازلی ہو چکا ہے تمام عالم مین تدبیر کرنے والون کی تدبیر ہے بلکہ خود تدبیر بھی اُن سے اسی طور پر جاری ہوتی اور وہی نتیجہ دیتی ہے جو حق تعالے نے چاہا اور مقدر فرمایا ہے بلکہ خود کچھ نہین ہے الا افعال حق سبحانہ تعالے کہ وہ ہر شے پر قاہر اور شاہد و محیط ہے تب ایسے بندے پر سواے حق کے کسی غیر کا تصرف ہونا کچھ معنی نہین رکھتا ہے اور کہان سے غیر کا گذر ہوگا کیونکہ یہ اعتقاد یقین حق ہے اسی معنے مین حسین بن منصور کے اشعار کا مضمون ہے۔ ~ کفر میرا کبھی تیری یاکی ہے + عقل کی میری ہوسناکی ہے + آدمی کون کدھر ہے ابلیس + کون قادر میری بیباکی ہے پھر حق سبحانہ تعالے نے جن بندون کو اخلاص کے درجات عالیہ اور حفظا از قہر و از شر ابلیس کے ساتھ ممتاز فرمایا انکے عالی درجات آخرت و وصول بمقامات علیہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے شانہ

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ

جو ہم پرہیزگار ہین باغون مین اور ندیون مین جاؤ اسمین سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکال ڈالی ہمنے جو ان کے جیون مین تھی خفگی

اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ

بھائی ہوگئے تختون پر سامنے نہ پہونچیگی انکو وہان کچھ تکلیف اور نہ اُنکو وہان سے کوئی نکالے خبر سنادے میرے بندون کو

اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۝

کہ مین ہون اصل بخشنے والا مہربان اور یہ کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے

اللہ تعالے جلشانہ نے اول آگاہ فرمادیا کہ بندگان حق تعالے شیطان کے تسلط سے محفوظ و مکرم باکرام الٰہی سبحانہ ہین اور اُن کا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالے کا بندہ قرار دین اور یہ جب ہوگا کہ اللہ تعالے اپنے رب کو پہچانین اور جب پہچانینگے کہ یہ یقین کرین کہ وہی خالق وہی مالک وہی رازق وہی علیم وہی حکیم ہے وہی اللہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک ہے اسی نے اپنے بندہ خاص محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے لیے اپنا رسول فرمایا پس جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وآل واصحابہ اجمعین نے ہم کو معرفت سکھلائی وہی معرفت الٰہی ہے وہی اعتقاد دل سے یقین کرے اور وہی راہ اختیار کرے اور یہ تو ایسی بات ہے کہ اُس سے انکار بالکل بیجا ہے اللہ تعالے نے دنیا کی زندگی بسر کرنے کی لذات و تدبیرات کسی سے منع نہین فرمایا بلکہ پاکیزہ عقلی حدود البتہ مقرر کردیے ہین تو کسی شخص کو ایسے رب غفور رحیم کی بے انتہا نعمتون سے مایوس نہ ہونا چاہیے اور جب وہ کچھ نہ تھا تو اُس کو دنیاوی لذات سے بھی آگاہی نہ تھی باوجودیکہ پیٹ مین پورا بچہ بالکل دایہ کی گود مین اچھا بڑا ہو گیا تھا اسی طرح اب آخرت سے انکار کرنا اُس کی نادانی ہے پس آخرت کے مقابلہ مین جو طفل شکم یا بچہ شیر خوار ہے اُس کو لازم ہے کہ شیطان سے جس نے صریح عداوت کی اُس کو بالکل چھوڑدے اور شرم کرے کہ وہ رب تبارک و تعالے کے سواے دوسرے

سایہ میں آنا چاہیے کہ ہرگز نہ پاوے گا بلکہ رب عز وجل کو رب جانے کہ شرک و کفر سے متقی ہو اور رب تبارک و تعالےٰ نے متقیوں کے لیے دنیا کی کلفت کے سوائے آخرت کے عیش وہ بیان فرمائے ہیں کہ جو خیال و قیاس سے باہر ہیں لیکن سمجھدار آدمی بیان سے مقصود سمجھ لیتا ہے اگرچہ مزہ و کیفیت نہ جانے اسیطرح دنیا کی چیزیں جو اسی جہان کی ہیں اُن کے نظائر سمجھکر آخرت نادیدہ پر یقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ۔ البتہ بیشک سچ ہے کہ جن لوگون نے تقویٰ کیا وہ ہین۔ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ باغون و نہرون مین اُن کا ٹھکانا ایسے پاکیزہ مقامات ہین۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ۔ اُن سے کہا جائے گا کہ داخل ہو ان مین ہر طرح کی سلامتی کے ساتھ بالکل بےخوف پس اُن کو وہان اللہ تعالےٰ کا سلام ملائکہ کی تحیت پہونچے گی اور ہمیشہ سالم رہینگے اور ہر آزار سے بےخوف اور زوال و فناء سے بےخوف ہون گے۔ جاننا چاہیے کہ متقین سے کون مراد ہین پس اعلیٰ درجہ تو متقین کا وہ ہے جو قولہ تعالےٰ لیس البران تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب تا قولہ تعالےٰ اولئک ہم المتقون مین مذکور ہے اور اس مین ہر قسم کے نیک اعمال ہین ولیکن جبکہ یہ اعلیٰ درجہ تقویٰ کا ہے تو ان کے واسطے اعلیٰ درجہ جنت کا ہوگا اور یہان کلام جنت کے اول درجہ سے ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ یہان متقی وہ ہے جسنے شرک سے تقویٰ کیا کیونکہ جہنم کی ابتداء شرک سے ہے پھر جو مشرک کہ دنیا مین لوگون پر ظلم کرے اور حرامخوری و چوری و زنا کاری وغیرہ کرے اس کے واسطے انتہائی درجہ جہنم کا ہے اسی طرح جو شرک سے بچا وہ ابتدائی جنت مین ہے پھر جب صالح اعمال کیے تو اعلیٰ درجات مین اور یہی تفسیر یہان جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہان ایک عالمانہ نکتہ معلوم کرنا چاہیے کہ متقی کا وصف صادق ہونے کے لیے شرک سے پرہیز ضروری ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ شرک جہنم مین رہا اور جنت مین داخل ہونے کے لیے شرک سے پرہیز شرط ہے مگر اس کے ساتھ متقی ہونے کے لیے یہ بھی ضرور نہین کہ تمام انواع تقویٰ کا جامع ہو بلکہ ایک فرد سے تقویٰ رکھنے سے متقی ہو جائے گا جیسے ظالم ہونیکے لیے یہ ضرور نہین کہ دنیا مین جسقدر اقسام و افراد ظلم کے ہین سب ہی کرے بلکہ ایک قسم کا ظلم کرے وہ بھی ظالم ہے اور قاتل نے اگر ایک مرتبہ بھی کسی کو قتل کیا وہ قاتل ہو گیا اسی مقام سے کہا گیا کہ مصلی و صائم اور جن چیزون کا حکم کیا گیا ہے وہ حکم ایک مرتبہ ادا کرنے سے پورا ہوتا ہے پھر اگر ہر بار جدید حکم ہوتا ہو جیسے جب نماز ظہر کا یا عصر کا پانچون وقت کا وقت آتا ہے تب ہی حکم متوجہ ہوتا ہے حافظوا علی الصلوات۔ مگر حج مین یہ بات نہین ہے۔ بالجملہ یہان متقی وہ ہے جس نے شرک سے تا موت پرہیز کیا۔ جنات و عیون۔ ظاہراً ان سب کے لیے ہین پس اعلیٰ متقی اعلیٰ درجہ مین اور ادنیٰ متقی ادنیٰ درجہ مین اور شاید کہ ہر ایک کے لیے کئی جنت ہون مانند قولہ تعالےٰ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ہر واحد کو جنت و نہر ضرور ہوگی۔ امام رازی رح نے کہا یہ جو کہا کہ عیون جمع ہے شاید کہ قولہ تعالےٰ فیہا انہار من ماء غیر آسن الآیہ کے انہار ہون یا نہرین تمام منبع و نہرون کو شامل ہون۔ یہ حکم کہ ادخلوہا بسلام۔ اس کے یہ معنے ہین کہ متقین داخل ہون گے جنات و عیون مین درحالیکہ اُن سے کہا جائیگا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بواسطہ ملائکہ کے یا اللہ تعالےٰ رحمت سے خود کلام فرماوے کہ ان مین بسلام داخل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ پہلی جنت مین داخل ہو کر جب ایک سے دوسری مین جانا چاہینگے تو حکم ہوگا کہ ان داخل ہو بسلام۔ شاید یہ تکلف اس وجہ سے کیا کہ جب وے جنات و عیون مین ہون گے تو پھر اُن سے داخل ہونے کو کیونکر کہا جائیگا ضحاک رح سے مروی ہے کہ آمنین ہونگے موت سے کبھی نہین مرینگے نہ بوڑھے ہون گے نہ بیمار اور نہ ننگے بھوکے یعنے جمیع آفات و مکروہات سے سلامتی کا مقام ہے واضح ہو کہ روایت مین آیا ہے کہ اہل ایمان جو دنیا از راہ ایمان کے باہم بھائی تھے ولیکن جیسے بھائی کو کبھی بھائی سے ملال ہو جاتا ہے اس طرح سے میل جوان کے دلون مین آپس مین ہو گئے تھے جب جنت کا حکم دیئے جائینگے تو جنت کے دروازہ پران سے یہ مظالم وقصاص کر لیے جاوینگے پھر اُن کو جنت مین داخل ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اور بعض آثار مین ہے کہ اہل جنت پہلے دروازہ جنت پر ایک نہر مین نہائے جاوینگے پس ان کے دلون سے حقد و میل وغیرہ سب جاتا رہیگا اور یہی اثر قوی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ۔ اور نکال کر باہر کر دینگے ہم جو کچھ ان کے دلون مین ہو غل سے یعنی لغت مین کینہ و عداوت اور ناگواری و بغض و حسد وغیرہ ولیکن یہان عداوت و کینہ ادنیٰ درجہ مین شاید ہو اور یہ امر تو متیقن ہے واسطے لازم ہے کہ وہ ایمان کی وجہ سے مومن کو دوست جانے اور اس کے ساتھ کینہ نہ رکھے ورنہ کافر ہوگا پس ظاہر البشری غلبہ یا دنیاوی منفعت سے اس کے ساتھ کینہ ہو۔ مگر اعلےٰ درجہ اور ادنیٰ طبقہ والون مین تو فقط ناگواری داخل ہو سکتا ہے جیسے آدمی کو اپنے فرزند یا باپ سے باوجودیکہ ان سے محبت صادقہ رکھتا ہے کبھی کبھی ہوتا یا رہتا ہے پس بقدر اللہ تعالےٰ ان کے دلون میں جیسا رکھیگا

بلکہ پاک صاف کر کے داخل کرے گا۔ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۔ درحالیکہ وے بندے بھائی بھائی ہوں گے جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے
تخت کی صفت میں آیا ہے کہ جیسے صنعا میں سے شام تک مکلل بیاقوت وجواہر ہوں گے۔ حق یہ ہے کہ جو کچھ انسان قیاس کرے اس کی حاجت ہے اور اللہ تعالیٰ
نے اس عالم آخرت پر عام اطلاع نہیں دی اور خاص اطلاع والے ان عوام کو سمجھا نہیں سکتے مگر وہ کچھ شان کبریائی ہے کہ آدمی کے دل پر کبھی خطور نہیں کر سکتی ہے
مجاہد رح نے کہا کہ آمنے سامنے کہ ایک دوسرے کی قفا نہیں دیکھیگا۔ ابن عباس رض سے زیادہ مروی ہے کہ تختوں پر ملاقات کریں جب پھر ینگے تو تخت
خود گھوم جاوینگے اور یہ متقابل رہینگے اور یہ نہایت درجہ کا اُنس واکرام ہے۔ زید بن ابی اوفیٰ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ہم لوگوں پر نکل آئے اور یہ آیت
پڑھی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے باہم محبت کرنے والے جنت میں ایک دوسرے پر نظر فرما دینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم والبغوی فی تفسیرہما والطبرانی فی معجمہ
قال الامام ابن کثیر رح فی تفسیرہ سعید بن منصور رح نے اپنی تفسیر میں کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ابن فضالہ نے لقمان سے اُس نے ابو امامہ رض سے کہ جنت میں کوئی
مومن داخل نہوگا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سینہ سے غل کو نکال ڈالے یہانتک کہ اُس کے سینہ میں سے درندہ حملہ کرنے والے کی مثل نکالیگا۔ شیخ نے کہا
کہ یہ روایت موافق ہے اُس کے جو صحیح میں ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دوزخ سے مومنین خلاص پا کر جنت و دوزخ کے
درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس بعض کا بدلا بعض سے ان مظلمہ کا لیا جائیگا جو اُن میں دنیا میں پڑ گئے تھے یہانتک کہ جب پاک ہو جاوینگے تو اُن کو
جنت میں داخل ہونے کا حکم دیدیا جائیگا۔ اور لکھا کہ ثوری رح نے باواسطہ ابو صالح تابعی سے روایت کی کہ اخوانا علی سرر الآیہ دس صحابہ رض ابوبکر و عمر و عثمان
و علی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمن و ابو عبیدہ و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید اور گیارھویں عبداللہ بن مسعود رض ہیں یعنی یہ اصحاب اول مصداق اس آیت کے ہیں اور
لکھا کہ سفیان بن عیینہ نے باسناد خود حضرت علی رض سے روایت کی کہ واللہ یہ آیت ہمارے اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے ونزعنا مافی صدورہم الآیہ۔ اور لکھا
کہ ابن جریر رح نے کہا حدثنا الحسن حدثنا یزید بن ہارون اخبرنا ہشام عن محمد ہو ابن سیرین قال استاذن الاشتر علی علی رضی اللہ عنہ آخرہ یہ اسناد جید ہے اور معنے یہ ہیں
کہ محمد بن سیرین رح نے کہا کہ اشتر یعنی مالک اشتر نخعی نے اجازت چاہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاضر ہونے کی اور اسوقت آپ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ رض کا
ایک بیٹا بیٹھا تھا پس آپ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ کھڑا رہے پھر بعد اُس کے اجازت دی تو مالک نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے گمان ہے کہ آپ نے مجھے اسی شخص کی
وجہ سے روک رکھا آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر اُس نے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس عثمان کا کوئی لڑکا ہوتا تو بھی آپ مجھے روکتے فرمایا کہ ہاں اور میں اُمید رکھتا ہوں
کہ میں اور عثمان ان بندوں میں ہونگا جنکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونزعنا مافی صدورہم من غل اخوانا الآیہ۔ پھر ابن جریر رح نے باسناد صحیح ابو حبیبہ مولای
طلحہ سے روایت کی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ محاربہ جمل سے فارغ ہو چکے تو طلحہ کے بیٹے عمران حضرت علی رض کے پاس آئے پس آپ نے عمران کو مرحبا کہکر بٹھایا
اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تیرے باپ کو ان بندوں میں سے کردے جنکے واسطے فرمایا ونزعنا مافی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین
پھر ابن جریر رح نے بسند اعلیٰ صحیح اسی روایت کو یہاں تک سے زائد روایت کیا یعنی ابو حبیبہ نے کہا کہ جب علی کرم اللہ وجہہ نے مرحبا کہکر عمران سے یہ فرمایا تو
دو شخص جو ایک طرف بچھونے پر بیٹھے تھے بولے کہ کل تو آپ سے اِن سے مقاتلہ ہوا اور وے لڑائی میں مارے گئے اور اب تم سب کو بھائی بھائی کر کے اللہ تعالیٰ
تختوں پر بٹھلاویگا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ قوم بڑی دور کی زمین پر پڑی ہیں کس خواری میں ہیں
اے اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہیں ہوں گے تو اور کون لوگ ہوں گے۔ وکیع نے اسناد جید کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
فرمائی ہے اور اس روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے زیادہ ہے پس آنحضرت رض نے
اس قدر سخت شدید آواز سے اُس کو ڈانٹا کہ مجھے خوف ہوا کہ چھت نہ دہل جاوے اور فرمایا کہ اے اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہ ہوں تو اور کون ہونگے
سعید بن مسروق نے بن ابی طلحہ کی اسناد سے روایت کی اور اس میں ہے کہ حارث اعور نے کھڑے ہو کر ایسا کلمہ کہا تو آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے اٹھکر ایک
لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اُس کے سر پر مارا اور فرمایا کہ تو بتا اور کون لوگ میں او کانے اگر ہم لوگ نہیں ہیں۔ سفیان ثوری رح نے ابن صحیح روایت کی
شیخ ابراہیم رح سے کہ ابن جرموز جس نے حضرت زبیر بن العوام رض کو شہید کیا تھا اُس نے آکر اجازت چاہی تو آنحضرت رض نے اُس کو بہت دیر تک اپنے

[illegible]

پاس حاضر ہونے کی اجازت نہ دی پھر اس کو اجازت دی تو اُس نے آکر کہا کہ جو لوگ امتحان کے وقت کام آتے ہیں نہیں پر آپ جفا کرتے ہیں تو آپ نے
فرمایا کہ تیرے منہ میں خاک اور مجھے تو امید ہے کہ میں اور طلحہؓ و زبیرؓ اُن بندوں میں ہوں جنکے واسطے اللہ تعالے نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل
اخوانا الآیہ۔ ایسا ہی ثوری رح نے امام محمد باقرؓ کی روایت سے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اسی مقام پر وہ واقع
ہوا جو صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جس نے زبیرؓ کو شہید کیا جب وہ آنحضرتؓ کے پاس آیا اور اُس نے بیان کیا تو آپ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا
ہے کہ ہر پیغمبر کے لیے حواری ہیں اور میرا حواری زبیرؓ بن العوام ہے اور اُس کا قتل کرنے والا دوزخی ہے یہ سنکر وہ شخص بہت غصہ ہوا اور بیہودہ بکنے لگا کہ پھر تو
آپ اس اُمت کے لیے بلا رہو کہ جو تمہاری مدد نہ کرے وہ برباد اور مدد کرے وہ برباد اور اسی غصہ میں اُس نے خنجر نکالا اپنے پیٹ میں مار لیا اور مر گیا پس آپ نے
تکبیر کہی اور فرمایا کہ رسول صلعم نے سچ فرمایا تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ کثیر رح نے کہا کہ میں امام ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام باقر فرزند امام زین العابدین علیہم السلام
(خلوت میں ... نام کثیر النوا مشہور ہیں ۱۲)
کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ تمہارا دوست میرا دوست تم سے سالم میرا سالم اور تمہارا دشمن میرا دشمن اور تم سے لڑنے والا مجھ سے لڑنے والا ہے میں تم سے اللہ تعالے
کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تم صاف بتلا دو کہ بھلا تم تبرا کرتے ہو ابوبکر و عمر رضہ سے پس فرمایا کہ اے کثیر میں اللہ تعالے سے پناہ مانگتا ہوں اُن کی تبرا سے
اگر میں ایسا ہوں تو میں گمراہ ہوا اور میں ہرگز ہدایت پانے والوں سے نہیں ہوں گا اے کثیر تو ان دونوں سے محبت رکھ اگر اس میں تجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ
میری اس گردن پر ہے پھر یہی آیت پڑھی ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ اور کہا کہ ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم اجمعین یعنے اللہ تعالے ان سب سے
راضی ہوا مترجم کہتا ہے کہ امام الفقہا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے
پوچھا کہ کہاں کا ہے میں نے عرض کیا کہ کوفہ کا ہوں فرمایا کہ جا اور میرے پاس مت بیٹھ میں نے عاجزی کی اور بیٹھ گیا پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کا قول
درباره ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا ہے اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ میں آپ کا دوست ہوں فرمایا کہ ارے وہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور
اللہ تعالے و رسول اُن سے راضی ہیں اور میں اگر اُن سے بدگمانی کروں تو میں گمراہ ہوا نہ ہدایت پر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اہل عراق تو آپ کی نسبت اُن سے
تبرا کا گمان کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف سے بیزاری کی روایتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بالکل کذاب جھوٹے ہیں تو میں نے کہا کہ آپ اُن کو کچھ نہیں فرماتے
کہ اے شخص وہ لوگ میرا کہنا نہ مانینگے تو نہیں دیکھتا کہ میں نے تجھ سے کہا کہ میرے پاس نہ بیٹھ اور تو نے نہ مانا۔ لذا فی مخازن المعروف وغیرہ۔ لا یمسہم فیھا
نصب۔ نہ چھو جائیگا اُن کو جنت میں نصب یعنی مشقت و اذیت و جو چیز ناگوار ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم
دیا کہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دوں جنت میں ایک ایسے مکان کی جس میں نہ صخب ہو نہ نصب۔ یعنی کوئی ناگوار کلام یا فعل یا چیز وہاں نہو گی یعنے شور
وغیرہ میں ہے کہ جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ سے یہ امور ہوتے ہیں اور اللہ تعالے نے اُس کی نعمت کو لذت محض و عیش خالص کر دیا ہے امام غزالی
رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ عالم اس دنیا کے برعکس ہے کہ وہاں ظہور عالم روحانی کا ہے اور جسم اُس کے تابع ہے مترجم کہتا ہے کہ ہو نہ
اُس کے واسطے کلام الٰہی ان الدار الآخرۃ لہی الحیوان ہے یعنی دار آخرت وہ زندہ ہے پس اس میں ظہور روحانی ہے اسی واسطے جنت کو یہاں کی آنکھ سے
دیکھنے پر قیاس نہیں ہو سکتا اگرچہ جس قدر یہاں قیاس میں آتا ہے وہ تو اس میں ضرور ہوگا اسی واسطے جنت کو جس انتہا کے خوبی پر قیاس کرو اس سے کہیں بہتر ہے
لیکن اُس کی نعمتوں کا بیان ہوا ہے۔ وما ھم منھا بمخرجین۔ اور وے اس میں سے کبھی نکالے نہ جاوینگے۔ یہ تصریح ہے کہ جنت دار الخلود و دوام
ہمیشگی ہے اور دیگر آیات و احادیث شاہد ہیں کہ نعمتوں کا تزاید و ترقی ہوگی اور قدرت الٰہی بے انتہا ہے شیخ حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت سے
جو ظاہر ہے وہ حدیث میں مصرح آیا ہے کہ کہا جائیگا کہ اے اہل الجنۃ تمہارے لیے یہ ہے کہ تندرست رہو کبھی مریض نہ ہو اور یہ کہ زندہ رہو کبھی نہ مرو۔ اور یہ کہ عالم شباب
میں رہو کبھی بوڑھے نہو اور یہ کہ ہمیشہ اسی میں مقیم رہو کبھی یہاں سے کوچ کر کے باہر نہ کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالے نے کہیں دوسری آیت میں تصریح فرمائی لا یبغون عنھا حولا
یعنے اہل جنت کبھی جنت سے تحویل و تبدیل نہ چاہینگے۔ اس سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ جیسے عالم اجسام میں آدمی ایک ہی جگہ سے اکتا کر سفر چاہتا ہے وہاں
ایسا نہیں ہے کہ دنیا میں بادشاہ تو کبھی فقیری کی کیفیت دیکھنے کو تبدیل چاہتا ہے مگر وہاں کوئی بھی اُس سے تحویل نہ چاہینگے بلکہ حق تعالے نے [illegible]

وکرامت حاصل ہونے کی راہ کا ایک لازمی جزو ارشاد فرمایا یعنی قولہ تعالیٰ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ
یعنی خبر دیدے اے محمد میرے بندوں کو کہ میں بڑا غفور رحیم ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی وہی بڑا دکھ دینے والا عذاب ہے یعنی جیسے قدرت الٰہی
محیط ہے ویسے ہی اُس کی جنت جو ظہور رحمت کا محل ہے وہ بڑی مغفرت و رحمت ہے ویسے ہی اُس کی جہنم جو محل ظہور غضب ہے بڑے دکھ کا عذاب ہے پس جب
عذاب اسی کا عذاب ہے تو خوف اسی کا چاہیے اور امید بھی اسی سے چاہیے باقی عالم جو کچھ سوا اس کے ہے سب اُسی کی مخلوق ہے اور سب اُسی کی رحمت
وغضب کے درمیان میں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی وفات کے وقت تشریف لیگئے پوچھا کیا
حال ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا امیدوار ہوں فرمایا کہ یہ دونوں جسکے دل میں جمع ہوں ضرور اللہ
تعالیٰ اُس کو بخشدیتا ہے۔ واضح ہو کہ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ آپ نے اس شخص کو امید زیادہ کردی اور علما رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حالت حیات میں
چاہیے کہ بندہ پر خوف غالب رہے اور وقت موت کے چاہیے کہ امید غالب ہو جاوے اور خوف کم ہو جاوے۔ اور دوسری حدیث میں صریح حکم فرمایا ہے
کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اسکا گمان اپنے پروردگار سے بہت نیک ہو یعنی بھروسا کرے اپنے رب عزوجل پر کہ وہ غفور رحیم ہے مجھ ناچیز کے گناہ بخشدیگا
اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرماویگا۔ اور دوسری حدیث قدسی میں آیا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی۔ یعنے میرا بندہ جو
گمان یعنے یقین میرے ساتھ رکھتا ہے میں اپنے بندہ کے یقین پر اس کے ساتھ ہوں مترجم کہتا ہے کہ آدمی اپنے رب سے بدگمان نہ ہو پس اللہ تعالیٰ کو
کوئی حاجت اپنے بندے کو عذاب دینے کی نہیں ہے مگر کافر لیے جب شیطان کا دامن پکڑا اور اللہ تعالیٰ سے خواہ انکار کیا یا ایسے طور پر اقرار یا ایسے فعل کیے
کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے انکار ہیں یا اللہ تعالیٰ کی شان سے انکار ہیں تو جس کا دامن پکڑا اُس کے ساتھ پہونچ جائیگا اور شیطان کا مقام جہنم ہے
پس کبھی ناامید نہ ہو۔ شیخ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس آیت کے سبب نزول میں مصعب بن ثابت سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنے یاروں کے ایک جماعت پر گذرے وہ لوگ ہنستے تھے تو فرمایا کہ یاد کرو جنت کو اور یاد کرو دوزخ کو پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم یہ حدیث
(وقد رواہ ابن المنذر)
مرسل ہے اور ابن جریر کی روایت میں ہے کہ ان اصحاب سے فرمایا کہ کیا میں نے تم کو نہیں دیکھا کہ تم ہنستے تھے پھر واپس ہو گئے اور حجر اسود تک نہ پہونچے
تھے کہ الٹے پاؤں لوٹ آئے اور فرمایا کہ جبرئیل نے آکر مجھے پیغام پہونچایا کہ رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم میرے بندوں کو مجھ سے ناامید کرتے ہو پھر یہ
آیت ذکر کی یعنی پڑھی۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو حدیث پہونچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے عفو کا اندازہ
بندے کے علم میں آوے تو وہ کبھی حرام سے بھی پرہیز نہ کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندازہ اس کے علم میں آوے تو خوف سے اُس کی جان نکل جاوے۔
مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب رحمت کو
پیدا کیا تو سو حصے فرمائیں ان میں سے ننانوے اپنے یہاں رکھیں اور تمام مخلوقات میں ایک رحمت بھیجی پس اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ سب رحمت جو
اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو وہ کبھی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن کو معلوم ہو جاوے وہ تمام عذاب جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو وہ دوزخ سے مامون نہ ہو
مترجم کہتا ہے کہ دوسری روایت صحیحین ومسند امام احمد وغیرہ میں تصریح ہے کہ رحمت کے سو حصے سے ایک حصہ جو دنیا میں ظاہر فرمایا اسی رحمت کا
اثر ہے جو ماں اپنے بچہ پر اور تمام جانور چرند پرند اپنی اولاد پر کرتے ہیں اور باہم لوگ شفقت کرتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ مومنوں پر پورے سو حصے
رحمت نازل فرماویگا۔ واضح ہو کہ اس آیت میں تمام بندوں کو نہایت ترحم وشفقت کے خطاب سے فرمایا کہ نبئ عبادی یعنے میرے بندوں کو خبردار
کر دے پس جو شخص کافر کہ اس خطاب سے سرفرازی نہ لیوے اُس پر ہزار افسوس ہے اور یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ اس کرامت کے مصداق وہی
بندے ہیں جو ایمان سے مشرف ہوئے اور واضح ہو کہ عربی زبان سے جو شخص واقف ہو وہ جانے کہ اس آیت میں کمال لطف ہے اول انی انا الغفور الرحیم
میں ایک حرف ان تحقیق و تاکید ہے دوسرے انا سے تاکید بلیغ تیسرے الغفور معرفہ باللام چوتھے الرحیم کے ساتھ پانچویں جملہ اسمیہ کہ دوام واستمرار
کے ساتھ تاکید ہے اور دوم ان عذابی هو العذاب الالیم میں بھی سب تاکیدات ہیں سوا ان دو باتوں کے ایک یہ کہ اس میں عذاب کو اپنی طرف

نسبت نہین فرمایا یعنی انا اس مین نہین ہے دوسرے یہ نہین فرمایا کہ انی انا المعذب بالعذاب الالیم پس اپنے آپ کو عذاب کرنے والا نہین فرمایا بلکہ خبر دیدی کہ میرا عذاب ایسا سخت ہے اس سے ظاہر ہوا کہ رحمت کا پلہ بہت بھاری ہے اور جو عذاب اللہ تعالے کے بندون پر ہے وہ مقصود نہین ہوا اسی کہا گیا کہ دوزخ کافرون کے لیے اصلی ٹھکانا ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے دوزخ کی نسبت فرمایا کہ اعدت للکافرین وہ خاصکر کافرون کے لیے مہیا فرمائی گئی ہے حالانکہ بعضے گنہگار مومن بھی اس مین جاوینگے تو اُن کے واسطے خاص نہین ہے بلکہ اُن کا خاص ٹھکانا جنت ہے ایک لطیفہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ میرے بندون کو خبردار کردے تو گواہی کردے کہ اللہ تعالے نے مغفرت ورحمت اپنے فضل پر لازم کر دی ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ خاص بندے اس راہ امید وبیم کے وہی میرے بندے ہین جو رسول کے مطیع ہین اور اس کی بشارت پر یقین کرتے ہین اور واضح ہو کہ جو شخص ذرا غور سے نظر کرے وہ جانتا ہے کہ اسی مین دعوے وقطعی دلیل دونون موجود ہین کیونکہ کمال اعلی شان الٰہی ہے پس جب سب سے اعلیٰ وہی اللہ تعالے ہو تو قدرت ورزق دینے وپیدا کرنے وعلم رحمت وغیرہ سب مین بے انتہا کمال جسکا ہوا وہی ایک اللہ تعالے ہے تو اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرا تو سب باطل کفر وشرک کے عقیدے ومذہب مٹ گئے اور فقط دین توحید سچا وصحیح رہا جسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا پس وہی اللہ تعالے کے سچے رسول ہین الٰہی رب ارحم الراحمین مجھے سچے ایمان ومغفرت پر وفات دیجیو آمین والحمد للہ رب العالمین ف واضح ہو کہ اوپر بیان ہوا تھا کہ تقوے کے مراتب بہت ہین ادنے درجہ یہان مراد ہے اور اعلے درجہ تک درمیان مین مراتب ہین پھر ان مراتب تقوے کے لیے ہر درجہ مین خاص آثار ہین چنانچہ ایک ادنے درجہ کا ایمان والا ایک عالم باعمل کے مقابلہ مین اپنے آپ کو برابر نہین کر سکتا ہے اور ہر ایک عمل صالح یہان ثواب جنت کا عمل ہے لہذا عرائس مین لکھا کہ قولہ ان المتقین فی جنات وعیون الآیہ متقی وہ ہین جنھون نے اپنی چشم اسرار کو دونون جہان وکون ومکان سے اٹھا کر بند کر لیا اور حضرت الرحمن جلشانہ پر مقصور کیا یعنی ہر چیز جو عالم مین ہے سب سے مشاہدہ صنعت وظہور قدرت حق سبحانہ تعالے اُن کو نظر آتا ہے اور وے جنات مشاہدہ ذات وصفات مین ہین چشمہاے محبت ومعرفت سے سیراب ہین اُن کو بشارت پہونچتی ہے کہ یہان تم کو خوف فراق نہین ہے اور نہ ابلیس کے مانند طعون ہونے کا خوف ہے یہ شاہراہ مستقیم وصال ہے مترجم کہتا ہے کہ سواے وحی انبیاء علیہم السلام کے مومنون کو بھی بشارت ملتی ہے لقولہ تعالے ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ یعنے جو ایمان لائے پھر نیک اعتقاد ونیک اعمال پر مستقیم ہوگئے تو انپر ملائکہ اُترتے ہین کہ تم خوف نہ کرو اور غمگین مت ہو آخر آیت تک شیخ رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ بعض بزرگون کا قول ہے کہ جو کوئی شرک سے بچا وہ جنت کے باغون ونہرون مین ہے اور جس نے اعلے درجہ کا تقوی پایا اُس کو حضرت باری تعالے کے قرب منزلت اعلی کا مقام حاصل ہے جیسے قولہ تعالے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جس نے ثواب کے واسطے تقوی کیا اُس کو وہ ثواب دیا جاویگا جس کی اُمید کرتا تھا اور عذاب سے بے خوف کر دیا جاویگا اور جس نے نیک اعمال کو اس نیت سے نہین کیا بلکہ خالص اللہ تعالے کے واسطے کیا تو حق تعالے عزوجل ہی اُس کا عوض ہے مترجم کہتا ہے کہ جس کا عوض حق تعالے جلشانہ ہے اسی کے لیے سب کچھ ہے اور واضح ہو کہ جو کچھ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے یہ بالکل حدیث شریف کا مضمون ہے کہ قیامت مین اہل جنت کے تین گروہ ہونگے ایک جنھون نے جنت کی خواہش مین اعمال کیے دوم جنھون نے جہنم کے خوف سے اعمال کیے سوم جنھون نے رضامندی الٰہی عزوجل کے واسطے اعمال خالص کیے اور ثواب کی اسی طرح تقسیم مذکور ہے جسطرح مجمل شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہوئی اور یہ حدیث سابق مین کسی بار مین گذر چکی ہو فتدبر شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ متقی وہ ہے جس کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے تقوے دیا یعنے شرک وبد اعمال سے بچالیا اور وہ نہین ہے جو بناوٹ سے متقی بنا ہے نہین بلکہ اپنے بنائے کبھی بن نہین سکتا جب تک اللہ تعالے اس کو اپنے فضل سے نہ بچاوے اور جنات کے درجات مین بعضے اونچے اور بعضے نیچے ہین اور ہر درجہ کی نعمت متفاوت ہے اسی طرح ہر متقی کے لیے یہان درجات مین بعضے کو خدمت وطاعت مین حلاوت پاتے ہین اور بعضے بسط وراحت مین بعضے لوگ امید ورغبت مین اور بعضے اُنس وقربت مین غرضکہ ہر ایک کے لیے ایک مشرب خاص ہے جیسا کہ آج یہان ہے ویسا ہی کل وہان ہوگا اور قولہ ادخلوہا مین شیخ استاد رحمہ نے نکتہ بیان کیا کہ اس مین یہ نہین فرمایا کہ اُن سے کون کہیگا کہ جنات مین داخل ہو تو اس کی یہ وجہ ہے کہ بعضون

ملائکہ کھینچکر داخل ہو۔ اور بعضوں سے حق تعالے فرماوے گا اور کہتے ہین کہ شاید ملائکہ کے کہنے سے وے لوگ داخل نہ ہون کیونکہ محبوب کے ہاتھ سے شرف کا مشتاق غیر کے خلعت پر کیا خوش ہو اگرچہ تمام دنیا کی بادشاہت بخشا ہے۔ قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل الآیہ۔ اس آیت مین بیان ہے کہ صدیقین ومتقین کے دلون مین میل نہین رہنے پاتا کیونکہ وے جمال الرحمن کے واسطے مخصوص ہین اور بحکم قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث اُن کو اللہ تعالے اپنی مشیت وحکمت کے موافق لوٹ پوٹ فرماتا ہے۔ واضح ہو کہ ارواح اصل مین دریاے وحدت مین غرق اور قدم مین تسبیح کرتی تھین وہان دنیا کے غبار اور شیطانی ہوا جس کو دخل نہ تھا ولیکن جب حق تعالے نے اُن کا امتحان چاہا تو اجسام کو پیدا کرکے اُن مین شہوات کے بڑے بڑے جنگل اور ہزارون قسم کے غار پیدا کر دیے اور قلوب کو مکانات ارواح بنایا اور ارواح کو مکانات عقول کیا اور عقول کو مکانات اسرار کیا اور اسرار کو مقامات لطائف معرفت وحکمت کر دیا اور یہی مواضع تجلی جمالی وجلالی ہین پھر سب کو مواضع فطرت اجسام مین رکھا پس جب یہ لشکر ان اجسام مین آیا اور متواتر اس پر تجلی حق ہوئی تو سینونکا کو ان کی وراثت سے جو بمقتضاے بشریت ہین صفائی ہوئی اور شیطانی دروازے انپر بند ہو گئے پس بیماری وبدخلقی وہان نہ رہی اور وسواس کو دخل نہ رہا جب وے بوصف تقوے متصف ہوکر متقی ہو گئے تو انکے واسطے نصرت کر دی کہ اُن کے سینون سے غل کو خارج کر دیا قبل اس کے کہ وہ جنات مین داخل ہون پہلے خود اُن کے دلون سے غل وغش کو دور کر دیا پھر اپنے کرم سے اُن کو جنات مشاہدہ مین داخل فرمایا اور قرب منزلت مین جگہ دی کہ باہم ایک دوسرے کو نظر محبت سے دیکھتے ہین ہر ایک دوسرے کے چہرہ سے آثار ظہور الوہیت کو مشاہدہ کرتا ہے اور اگر یہ میل ان کے دلون مین معاذ اللہ رہتا تو کیسا برا حال ہوتا کہ اُن کے دلون مین ایسی بری چیز موجود ہوتی معاذ اللہ حاشا ہم اللہ تعالے سے سمجھے ہرگز یہ گمان ان کی نسبت روا نہین ہو سکتا اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اُن کی ارواح کو اُن کے اجسام مین ڈالنے سے پہلے اپنی قدرت سے ان غلول کے واسطے اُن کے دلون مین جگہ نہین رکھی تھی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو مقام واسطے محبت الٰہی وانس وتسبیح وتقدیس حق کے ممتاز ہو وہ مغشوش بغل طبیعت ہو حالانکہ یہ اوصاف اہل ہوا سے ہے اُن لوگون کی شان نہین ہے جو اللہ تعالے کے واسطے باہم الفت ومحبت رکھتے ہین تو نہین دیکھتا کہ اُن کی تخصیص آخرت کے لیے فرمائی ہے ہان قدرت الٰہی سے یہ بعید نہین کہ بعض اولیا کے دلون مین کچھ غل واسطے امتحان کے رکھے تاکہ ولی اس کے دفع مین اور اپنے اسرار کے پاک کرنے مین اور حق تعالے سے پناہ مانگنے مین مشغول ہو اور اس مین اسکے واسطے درجات رفیعہ ہون کہ اس نے نفس سے محاربہ اور شیطان سے مدافعہ کیا اور یہ اُس کے حق مین نقص نہین بلکہ کمال ہے تو نہین دیکھتا قول اسد اللہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا کہ آپ نے اس آیت مین فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ مین اور عثمان اور طلحہ وزبیر انھین بندون مین سے ہون۔ شیخ ابو جعفر (محمد باقر) علیہ السلام نے کہا کہ کیسے غل ان دلون مین باقی رہیگا جن کو اللہ تعالے کے ساتھ باہم الفت ہو گئی اور اسی کی محبت پر دونون نے اتفاق کیا اور اسی کی مودت پر باہم دوست ہو گئے اور اسی کے ذکر سے باہم مانوس ہو گئے کوئی شبہہ نہین کہ یہ دل بالکل صاف ہو گئے ہواے نفس سے وطبیعت کی تاریکیون سے بلکہ نور توفیق سے اُن کو سرمہ دیا گیا تو باہم ایک دوسرے کو بھائی بھائی دیکھتے ہین۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے حضرت خلیل علیہ السلام کو بناے کعبہ کا حکم دیا اور کہا کہ اس کو پاک رکھے اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ قلب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک کیا اور بذات خود اپنے بندون متقین کے دلون کی تطہیر فرمائی جیسا کہ اس آیت مین مذکور ہے اور یہ انبیا علیہم السلام پر ان کو مقدم نہین کیا بلکہ ان ضعیفون کی تطہیر دوسرون سے مشکل تھی پس خود ہی تطہیر فرمائی اور اللہ تعالے کبھی ضعیف کے حال پر ایسا رحم فرماتا ہے کہ قوی اس سے تعجب مین آتا ہے اور شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے صدور کا کلمہ اس آیت مین فرمایا اور قلوب نہین فرمایا کیونکہ قلوب اُسی کے قبضہ قدرت مین ہین جس طرح چاہتا ہے منقلب فرماتا ہے قولہ لا یمسہم فیہا نصب وما ہم عنہا بمخرجین۔ ان کو انوار تجلی ومشاہدہ جمالی مین جگہ دیکر سلطان کبریا سے محروس کر دیا کیونکہ اگر سطوت قدم کا ظہور انپر کبھی ہو تو تمام لذت بلکہ تمام جنتون سمیت اُن کو فنا کر دے کیونکہ حادث اگر قدیم سے سطوت عظمت کے ساتھ مقترن ہو تو ایک لحظہ مین زائل وفانی ہو جاوے اسی وجہ سے جب قیامت کے روز ظہور جلال ہو گا تو سب فنا ہو کر پھر ملکا پیدا ہون گے پس اگر ان بندون کو نور لقا سے لباس نہ ہوتا تو فنا ہو جاتے اور یہ بھی ہے کہ اگر فضل ورحمت کا ظہور تمام ان پر نہ ہوتا تو وے سطوات جلال وعظمت کے سطوات مین فنا ہو جاتے اور ہیبت سے زائل ہو جاتے یہ تیر جسم کہتا ہے کہ بھی وغیرہ کی [illegible] بینا ہے

کہ ابین القوم وبین ان ینظروا الیٰ ربہم الا رداء الکبریاء علیٰ وجہہ فی جنۃ عدن۔ حدیث صحیح ہے اور معنے یہ ہین کہ کوئی چیز حائل نہ ہوگی درمیان قوم کے یعنے اہل جنت کے
اور درمیان دیدار اپنے رب تبارک وتعالےٰ کے مگر چادر کبریائی انکے رب پر جنت عدن مین۔ یعنے جنت عدن مقام اعلیٰ ہے اور وہان کے جنتی بندون کو دیدار
رب تبارک وتعالےٰ سے کوئی چیز مانع نہین بجز اسکے کہ ردائے کبریائی بیہقی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس کے یہ معنے ہین کہ رداے کبریاے الٰہی سے یہ لوگ اُس کو
نہین دیکھ سکینگے اور جسوقت دیدار نصیب ہوگا اُس وقت یہ پردہ اٹھادیا جائیگا پس یہ پردہ اس قوم پر حائل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ نہین ہین کہ قوم
پر ہیبت وعظمت کبریائی کا ظہور ہوگا ورنہ سب فنا ہوجاوین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دیدار کے واسطے بغیر ظہور کمال رحمت سے ہوگا اور ہیبت وعظمت سے نہ ہوگا
قولہ وما ہم عنہا بمخرجین۔ معنے یہ ہین کہ وہان مقام امتحان وتربیت نہین ہے اور جہان امتحان تھا یعنے دنیا مین تو وہان اس بندے نے حالت غضب الٰہی مین رضا
وتسلیم رکھی اب سراسر رحمت ہے۔ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کون تکلیف اُس کو نہین ہے جو کارگاہ امتحان مین اللہ تعالےٰ سے غافل ہو یعنے تربیت
سے محروم ہے اور کون راحت اُس کو ہے جو بیدار ہوشیار ہے کہ قدم سے حدوث کے اقتران مین فقط تعب وہلاک ہے یعنے جو ہالک ہوا وہ باقی ہے اور بقاء
صفت قدیم عزوجل ہے اُس کو فنا نہین ہے پھر حق تعالےٰ عزوجل نے محل امتحان کی طرف بندون کو ارشاد کیا کہ مقامات ودرجات حاصل کرین اس مین
مریدون کو ترغیب اور سالکون کو خوف عتاب سے ترہیب ہے بقولہ تعالےٰ نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی الآیہ۔ جب عارف مواضع خطر مین پہونچتا ہے
وہی اپنے فضل سے اُس کی مغفرت فرماتا ہے وہی ان کی تضییع اوقات پر ندامت کا تدارک فرماتا ہے وہی اُن کے اسرار کو انواع ذکر صفاتی سے معمور فرماتا ہے
اور یہ رحمت مزید ہے کہ انواع کشف ومشاہدات سے مسرور اور عذاب فراق وحجاب سے دور کردیتا ہے۔ واضح ہو کہ ان اسرار کی خبر شاید کہ قولہ لا یمسہم فیہا
نصب مین ہو کیونکہ ان کے واسطے خاص رحمت یہ تھی کہ طبائع بشری سے نکالکر ان کو لباس رحمت وبقاء پہنایا کہ بلازوال باقی ہوے اور اگر یون ہی چھوڑے
جاتے تو غضب کبریائی مین سوختہ ہوجاتے پس ان کو حجاب وفراق سے دور کرکے رحمت مین مستغرق کرنے کا ذکر کردیا کہ یہی غفران حقیقی ہے۔ دو وصف بیان
فرمائے اور صفت مغفرت ورحمت صفات حقیقیہ قدیمہ مین سے ہین اور رہا عذاب تو یہ صفت فعلی ہے اور جب صفت کو فعل سے مقرون کیا جاوے تو فعل
اس صفت مین زائل ہوجاتا ہے جبھی تو مقام امید کو مقام خوف پر غلبہ ہے کیونکہ امید شاخ اُنس وربط ہے اور وہ بندہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گی کیونکہ اسی صفت
حقیقیہ کا یہ اثر ہے اور خوف کبھی زائل ہوجاتا ہے آیا تو نہین دیکھتا کہ قرب رب العالمین مین خوف زائل ہوگا بدلیل قولہ تعالےٰ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
اسی سبب سے کہ عذاب زائل ہوگا اور صفت مین فعل گم ہوگا۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مراد یہان یہ ہے کہ بندون کو خوف وامید مین رکھا جاوے
تاکہ راہ ایمان پر مستقیم رہین کیونکہ جس پر امید غالب ہو وہ بیکار ہوجاتا ہے اور جس پر خوف غالب ہو وہ مایوس ہوجاتا ہے شیخ جنید رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس
آیت مین کہا کہ ان بندون کے واسطے آگاہی پہلے سے دیدی جب دنیا مین موجود ہین کہ آخرت مین مجتمع کیے جاوینگے اسی واسطے تو ان کو شکوہ نہ ہوگا اور بلاء وامتحان
مین کمزور نہ ہونگے بلکہ اُس کو خوشی سے اٹھا رہین گے پس وے ہر حال مین خوشی کے ساتھ بسر کرتے ہین اس وجہ سے کہ ان کا علم اپنے رب کے ساتھ وسیع ہوگیا اور
اللہ تعالےٰ کے وعدون پر ان کو سکون ہے تو اس کی طرف سے احکام برداشت کرتے ہین اور جو بات غیرون پر پوشیدہ ہے اُن کو ظاہر ہے اور جو اللہ تعالےٰ کے
واسطے انپر ہے اور جو اُن کے لیے اللہ تعالےٰ نے مقرر کیا ہے سب جانتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حق بندون پر یہ ہے
کہ اُس کے ساتھ شرک نہ کرین اور اللہ تعالےٰ نے بندون کے لیے اپنے فضل سے لازم کیا کہ جو ایسا نہ کرین تو ان کو عذاب نہ فرماوے۔ واضح ہو کہ مترجم نے
اس حدیث کی تفسیر مین تامل کیا ولیکن تنبیہ یہ ہے کہ جہان تک بندے سے ہوسکے شرک کو پہچانے پھر اُس کو ترک کرنے کی فکر کرے اور اکابر اولیاء اللہ تو یہ بھی شرک
جانتے ہین کہ زید نے مجھے ناحق مارا اور عمرو نے میرا روزینہ مجھے نہین دیا اور فلان شخص کے پاس جاتے تو نوکری ملجاتی تو لے بہت سے ہوگیا پھر جو باتین خفی شرک
ہین اُن کا ترک کرنا تو ایمان کے واسطے ضرور ہے فافہم واللہ تعالےٰ ہو الغفور الرحیم۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک شان کو فضل
وعدل سے وصف فرمایا اور جس بندے کو اُس کا فضل پہونچا وہ تو ہر بلا سے نجات پاگیا اور جس پر اُس نے اپنا عدل رکھا وہ ہلاک ہوا دیکھو ابلیس نے غرور کیا
کہ اُس کی اس قدر طویل عبادت اُس کی نجات وتقرب کے واسطے کافی ہے جب عدل مین لایا گیا تو مطرود اور ملعون کرکے نکالا گیا اور ہمیشہ کے لیے اسکو

جو ازکردیا اور دیکھو اپنا فضل اُس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابل ساحرون کو پہونچایا جو عمر بھر بُرے کامون مین گرفتار رہے اور فرعون کی عزت کی قسم کھاتے تھے پس دم بھر مین ان کو ساحت فتنہ سے اپنے فضل سے نکال لیا اور اعلےٰ منزلت اہل سعادت پر پہونچادیا ان کے گناہ اور کفر سب جاتے رہے۔
ان قصّون کو عبرت سے دیکھو لہذا اللہ تعالےٰ جلشانہٗ نے اگلون کے واقعات بیان کیے بقولہٖ تعالےٰ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ؕ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا

اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہانون کا جب چلے آئے اسکے گھر مین اور بولے سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر آتا ہے بولے

لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۝

ڈر مت ہم تجکو خوشی سناتے ہین ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے ہو مجکو جب پہونچ چکا مجکو بوڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو

قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهٖ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝

بولے ہم نے تجکو خوشی سنائی تحقیق سو مت ہو تو ناامیدون مین بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہین

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝ إِلَّا آلَ لُوطٍ ؕ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ

بولا کہ پھر کیا مہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجو بولے ہم بھیجے آئے ہین ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے ہم ان کو بچا لینگے

أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنَا ۙ إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالَ

سب کو مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھہرا لیا وہ ہے رہ جانے والون مین پھر جب پہونچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا

إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ قَالُوا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ وَأَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا

تم لوگ ہو کچھ اوپری بولے نہین پر ہم لائے ہین تجھ پاس جس مین وہ جھگڑتے تھے اور ہم لائے ہین تجھ پاس مقرر بات اور ہم

لَصٰدِقُونَ ۝ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا

سچ کہتے ہین سو لے نکل اپنے گھر والون کو رات رہے سے اور آپ چل اُن کے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم مین کوئی اور چلے جاؤ

حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۝ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ ۝ وَجَاءَ أَهْلُ

جہان تم کو حکم ہے اور چکا دیا ہم نے اُسکو وہ کام کہ اُنکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے اور آئے شہر کے

الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوَلَمْ

لوگ خوشیان کرتے بولا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہین سو مجکو رسوا مت کرو اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ بولے ہمنے تجکو

نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ

منع نہین کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہین میری بیٹیان اگر تم کو کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی مین

يَعْمَهُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

مدہوش ہین پھر پکڑا انکو چنگھاڑ نے سورج نکلتے پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے انپر پتھر

مِنْ سِجِّيلٍ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً

کھنگر کے بیشک اس مین پتے ہین دھیان کرنے والون کو اور وہ بستی ہے سیدھی راہ پر البتہ اس مین نشانی ہے

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

یقین کرنے والون کو

ان صحیح واقعات میں جو بیان فرمائے ہیں عجائب عبرت و علوم ہیں غور سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل باطنی اس دنیا میں کس طرح اپنے بندوں متقیوں کا
شامل رہتا ہے اور کبھی انپر خوف بھی آتا ہے اور انجام اس کا فضل و بشارت ہے اور جو لوگ محض نڈر و بیخوف ہوتے ہیں اُن کا انجام عذاب و خواری
ہے اور کسطرح اہل تقویٰ کو امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے اور آخرت انھیں کے لیے ہوتی ہے اور اہل تقوے کو فراست نور آلٰہی و عقل و دانائی ہوتی ہے اور
اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے اور جب اس کا عذاب آتا ہے تو پھر عذاب سخت ہے اُس سے چھٹکارا بہت دشوار ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
کے بھتیجے لوط علیہ السلام دونوں ایک وقت میں پیغمبر تھے مگر ابراہیمؑ مقدم تھے انپر ایمان لا کر لوطؑ پیغمبر باعث کیے گئے، فافہم یا بہتر جب ہم اس مقام کی تفسیر کو
مفصل واقعات سے جو دیگر آیات میں مذکور ہیں مزید کر کے بیان کرتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستور تھا کہ مسافر وغیرہ
کی مہمانی بہت خوشی سے کیا کرتے ایک روز اتفاق سے بارہ خوبصورت شریف لڑکے اُن کے یہاں آئے جنکو انھوں نے مہمان سمجھکر خوشی سے لیا ہی اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ اور آگاہ کر دے اُن کو یعنے سب بندوں کو مہمانان ابراہیم سے۔ چونکہ ضیف دراصل مصدر ہے لہذا جمع کرنا
ضرور نہ تھا ورنہ مروی ہے کہ بارہ یا دس یا تین تھے جن میں جبرئیل بھی بصورت اطفال خوبصورت تھے پس فرمایا۔ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ط
یعنے آگاہ کر دے وہ ماجرا جب وے داخل ہوئے ابراہیم پاس تو انھوں نے سلام کیا جیسے سنت طریقہ ہے اگرچہ اسی زبان میں سلام کیا ہو پس ابراہیم نے
انکو سلام کا جواب دیا چنانچہ سورہ ہود میں آیا ہے پھر اُنپر غور نہ کیا اور دوڑ میں لگائی کہ جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لائے اور مہمانوں کے
آگے رکھا اور ان کی بی بی سارہ یا مع ہاجرہ کے خدمت کو کھڑی ہوگئیں۔ مگر انھوں نے اُس میں ہاتھ نہیں ڈالا تب غور سے دیکھکر فراست سے کچھ پہچانا۔
قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ کہا کہ ہم لوگ تم سے ڈرے ہوئے ہیں۔ ظاہر فراست سے ان میں مشاہدہ کیا کہ عذاب کرنا بھی اُن سے ٹپکتا ہے اگرچہ خوشی
بھی ملی ہوئی ہے اور وجل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہوتی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے خالص مومنوں کو جو اللہ تعالیٰ سے اشد محبت کرتے ہیں وجل سے
قولہ اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم میں موصوف فرمایا ہے پس ایسا خوف از جانب حق تعالیٰ ہوتا ہے اور ظاہر میں اُن سے کہہ دیا کہ ہم کو تم سے خوف ہے
قَالُوا لَا تَوْجَلْ بولے کہ کچھ خوف مت کرو یعنے ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہیں ہماری غذا یہ نہیں ہے اسی سبب سے ہم نے نہیں کھایا تھا۔ إِنَّا
نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے علم والے کی یہ بشارت اسحٰقؑ کی تھی۔ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ
تُبَشِّرُونَ۔ بولا کہ کیا اب تم بشارت دیتے ہو مجھے اس حال پر کہ مجھے بڑھاپا پہونچ گیا ہے سو کس چیز کے ساتھ بشارت دیتے ہو۔ اور دوسرے مقام
پر یہ بھی کہا کہ میری جورو بانجھ ہے اور شاید یہ ہو کہ یہ غلام علیم حضرت اسمٰعیل ہوں پھر سارہ رضہ خدمت کرنے کو کھڑی تھیں وہ نہیں تو انکو بشارت
دی اسحٰق کی ولیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بشارت حضرت سارہ رضہ کو دینے آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ میں تو بوڑھی ہوں اور میرا یہ شوہر بھی بہت بڈھا ہوا اور ابراہیمؑ
نے بھی ایسا ہی کہا اسپر انھوں نے اُن کی زندگی میں وہ بات اسقدر بیان کی جو سورہ ہود میں مذکور ہے کہ سارہ رضہ کو بشارت دی اسحٰق کی پھر اسحاق کے
بعد یعقوب کی یعنے بیٹے کا بیٹا بھی دیکھو گی، اور سارہ رضہ کو کہا کہ کیا تم تعجب کرتی ہو اے اہل بیت نبوت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر
رحمت و برکت ہے۔ ابراہیمؑ و اُن کی بی بی کا تعجب بوجہ قدرت کے نہ تھا بلکہ بطریق عادت تھا لہذا جب۔ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا
تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ۔ ملائکہ کہنے لگے کہ ہم نے تجھکو سچی بشارت پہونچائی ہے تو نا اُمید ہونے والوں میں سے مت ہو یعنے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو
بغیر ماں و باپ کے پیدا کرتا ہے تجھکو تعجب و مایوسی نہ ہو۔ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ قدرت و رحمت
سے مایوسی نہیں ہے اور کون شخص اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوگا سوائے گمراہوں کے یعنے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی مایوس ہیں جو اس سے منکر
ہیں اور کفر و شرک کرتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے یہاں تک ابراہیمؑ کی دلجمعی ہوئی بلکہ ان کو بہت خوشی کہ ایسی بڑی
خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہونچی اب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ تو ظاہر تھا کہ ابراہیمؑ کی مہمانی میں نہیں بلکہ ان کو بشارت دینے آئے
تھے اب انھوں نے مطمئن ہو کر ان سے پوچھنا شروع کیا۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ۔ پوچھا کہ پھر تمہارا بڑا کام کیا ہے اسے

اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ انہوں نے فراست سے ان میں دیکھا تھا کہ عذاب و رحمت ملی ہوئی رکھتے ہیں۔ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۔
بولے کہ ہم لوگ بھیجے گئے ہیں قوم بدکار کی طرف۔ جب یہ معلوم کیا تو جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا فلما ذهب عن ابراهيم الروع وجاءته البشرى يجادلنا في قوم لوط
کہ جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اس کو بشارت پہونچی تو اس نے شروع کیا ہم سے جھگڑا کرنا در بارہ قوم لوط کے۔ روایت ہے کہ کہا کیا تم ایسے گاؤں کو
ہلاک کروگے جس میں اتنے مسلمان ہوں کہا کہ نہیں تو پھر اگر اس میں اتنے ہوں بولے کہ نہیں آخر کہا کہ اگر ایک گھر ہو تو بولے کہ نہیں تب کہا کہ پھر اس میں تو لوط
ہے بولے کہ ہم جانتے ہیں جو اس میں ہے اور اے ابراہیم اس میں زیادہ حجت بیکار ہے تیرے رب کا حکم آچکا اور اس مجرم قوم کو ضرور عذاب پہونچے گا
تو کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم لوط کو ہلاک کرو انہوں نے کہا۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا
لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ سوائے آل لوط کے کہ مجرم نہیں ہیں اور ہم ان سب کو نجات دینے والے ٹھہرائے گئے ہیں سوائے اس کی بی بی کے کہ ہم نے مقدر کر دیا
ہے کہ وہ گاؤں میں رکھ رہا گاؤں والوں کے ساتھ میں ہلاک ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت میں فرمایا کہ ملائکہ نے اس ملک کو تمام تلاش کیا کہ وہاں کون
مومن ہیں سو کوئی نہ ملا سوائے ایک گھر مسلمانوں کے یعنی باوجود اس قدر وعظ و نصیحت و دو بہت سے پیغمبروں کے صرف حضرت لوط یعنی پیغمبر کا گھر مسلمان تھا
باقی سب بدکار فاجر تھے۔ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ۔ پھر جب ملائکہ ابراہیم کے پاس سے روانہ ہو کر لوط کے پاس پہونچے۔ پس نہایت
خوبصورت اطفال کی شکل میں تھے۔ ان کو دیکھ کر دل تنگی سے سلام و جواب ہوا اور حضرت لوط ڈرے کہ یہ لوگ میرے مہمان بنتے ہیں اور یہ قوم لڑکوں وغیرہ
سے اغلام کرنے میں مشہور ہے اور نہایت سخت حریص ہیں اور مجھ میں قدرت ظاہری نہیں کہ ان کو دفع کروں خواہ مخواہ فضیحت ہونا پڑا اور یہ بھی نہیں معلوم
کہ ایسے خوبصورت شکل و جمال کے اس شان سے کس قبیلہ و قوم کی ہیں۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ کہا کہ تم ایک جماعت انجان ہو میں تم کو پہچانتا
نہیں ہوں یا شاید یہ مراد ہو کہ تم سے مجھے خوف ہے کہ کہ وہ ناگوار بات تمہاری طرف سے پہونچی اور یہ بھی بنور آلہی تفرس تھا۔ اور قصہ میں ہے کہ لوط علیہ السلام
نے ان سے معذرت کی کہ یہ قوم سخت بدکار و عجیب نا ہنجار ہے تم شاید یہاں سے واقف نہ تھے نادانی میں بغیر جانے یہاں چلے آئے ہو۔ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ
بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ۔ بولے بلکہ ہم لائے ہیں تیرے پاس حق وہ چیز جس میں وے شک کرتے تھے۔ یہاں درمیان میں قوم کا
آنا و شورش اٹھانا وغیرہ بیان میں موخر کر دیا اور ملائکہ نے پیچھے اپنے آپ کو لوط کی تشفی کے لیے ظاہر کر دیا کہ ہمارا آنا کسی برائی کے ساتھ تیرے حق میں نہیں
ہے یا کہا کہ ہم آدمی نہیں ہیں بلکہ بھیجے ہوئے رسول ہیں کہ تیرے پاس حکم حق لائے ہیں۔ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ اور لائے ہیں ہم تیرے پاس حق کو۔ یعنے
یقینی عذاب اس قوم بدکار کا لائے ہیں جس میں کچھ شک نہیں ہے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ اور ہم اس خبر دینے میں بالکل سچے ہیں۔ ظاہرا درمیان میں قوم
کے شورش کا جو حال آگے آتا ہے وہ سب واقع ہو لیتے تک ملائکہ نے ظاہر نہیں کیا تا کہ اس قوم بدکار کی بےحیائی اور بھی زیادہ اس پر وبال ہو اور لوط
جیسے انبیاء نرم و رحیم ہوتے ہیں ان کی بیہودگیوں اور حرکتوں سے نہایت دل تنگ ہو جاویں اور خود ان کو ثواب عظیم ملجاوے اور قوم کی طرف سے
نالاں ہو جاویں آگے جیسا کہ آتا ہے اس کے بعد ملائکہ نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم عذاب لائے اور ہم بالکل سچ کہتے ہیں ہماری ظاہری صورت پر مت جاؤ
یہ سب سچ ہے۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ۔ سو تم روانہ ہو جاؤ تھوڑی رات گئے۔ قرطبی رح نے کہا کہ لوط و ان کی دونوں بیٹیاں نکلیں اور
ملائکہ کے کہنے کے موافق کر۔ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ۔ اور تو پیچھے ہو جانا اپنے لوگوں کے ان کو ہانکتے چلنا کہ لوگ تیرے کہنے کے موافق چلیں۔ وَلَا يَلْتَفِتْ
مِنْكُمْ اَحَدٌ۔ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔ ظاہرا اسی واسطے ان کو خود پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔ یا عدم التفات سے مراد یہ کہ ایسے جلد روانہ
ہونا کہ کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھنا۔ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ۔ اور چلے جانا جدھر تم کو حکم دیدیا گیا۔ کہا گیا کہ ملک شام کی طرف حکم تھا۔ بعض نے
کہا کہ مصر کا۔ کہا گیا کہ اسی قوم لوط کے بعض گاؤں اطراف کا۔ کہا گیا کہ حضرت خلیل اللہ کے پاس چلے جانے کا۔ قرطبی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے لوط
کے واسطے زمین کو لپیٹ دیا کہ ایسے جلدی سے وسے قوم ظالم کے شہروں سے باہر ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہونچ گئے۔ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ
ذٰلِكَ الْاَمْرَ۔ اور وحی کر دیا ہم نے لوط کو یہ حکم کہ۔ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ آخر تک یہ قوم بدکار قطع کر دیجائے گی ضرور مُّصْبِحِيْنَ جب یہ لوگ

دل اندھا ہو جاتا ہے۔ اور یعمہون از عمہ ہے اور یہ دل کی بینائی زائل ہونے کو کہتے ہیں اور عمی ظاہری اندھا پن ہے پس عمہ زیادہ سخت ہے کہ فرمایا کہ لا تعمی الابصار
ولکن تعمی القلوب یعنی آنکھیں ظاہری اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ شیخ الامام ابن کثیر وایک جماعت مفسرین نے اپنی
تفاسیر میں بیان کیا آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم وجملہ مخلوقات سے افضلیت پر تنصیص فرمائی ہے چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ اہل تفسیر یعنی صحابہ وتابعین وسلف وخلف نے اور علماء امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ اللہ تعالے جلشانہ نے مدت حیات محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کی قسم کھائی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ بہت بڑا مرتبہ و کمال بزرگی و کمال رفعت ہے۔ اور ابو الجوزاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ نہیں پیدا کیا
اللہ تعالے نے کسی جان کو جو اپنے نزدیک زیادہ بزرگ ہو بہ نسبت محمد صلعم کے اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالے نے کسی کی زندگی کی قسم کھائی سوائے محمد صلعم
کے لقولہ لعمرک الآیۃ۔ روایت کیا ابن جریر نے علی بن ابی الطلحہ سے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی لعمرک یعنی تیری حیات کی۔ انہم لفی سکرتہم یعمہون قال یترددون
تیری زندگانی دنیاوی کی قسم ہے محمد
ہیں اندھا پنے پھرتے ہیں ۱۲
شیخ ابو بکر بن العربی نے لکھا کہ مفسرین نے بالاجماع کہا ہے کہ اللہ تعالے نے اس کلام میں محمد صلعم کی حیات کی قسم اپنے حبیب صلعم کی کمال بزرگی ظاہر فرمانے
کے لیے یاد فرمائی ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ لعمرک الآیہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ قسم تیری حیات کی اے محمد تیری عمر کی اور دنیا میں تیری بقاء رہنے کی
اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے یہ روایت مرفوع اسناد کی کہ اللہ تعالے نے کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی سوائے حیات محمد صلعم کے فی قولہ لعمرک الآیہ
شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے اسی طرح درمنثور میں ذکر کیا ہے۔ شیخ ابن العربی نے کہا کہ کون چیز اللہ تعالے کو مانع ہے کہ وہ حیات لوط کی قسم
کھاوے اور جس قدر چاہے اپنے فضل سے ان کی تشریف بڑھاوے اور جو کچھ فضل اللہ تعالے نے لوط کو عطا فرمایا وہ سے اس کا کئی گنا محمد صلعم کو عطا فرمایا ہے کیونکہ
محمد صلعم کا مرتبہ اللہ تعالے کے نزدیک لوط سے بہت بڑھا ہوا ہے تو نہیں دیکھتا کہ اس نے ابراہیم کو خلت سے یعنی خلیل بنا کر اور موسیٰ کو کلام سے شرف عطا فرمایا
اور محمد صلعم کو حبیب کر کے تشریف فرمایا پس جب اللہ تعالے نے حیات لوط کی قسم کھائی ہے تو حیات محمد صلعم کی قسم اس سے زیادہ ارفع ہے۔ قرطبی رح نے کہا کہ یہ
قول بہت حسن ہے یعنی معتبر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان بعض مفسرین کو جو خدشہ ہو کہ قصہ لوط میں حیات محمد صلعم کی قسم جملہ معترضہ ہے پس شاید یہ قسم حیات لوط کی ہو تو
ابن العربی رح نے کہا کہ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حیات محمد صلعم کی قسم بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ ارفع ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ تو کچھ نہیں ہے بلکہ قصہ لوط علیہ السلام
خود ان کی قوم کا ایسا عجیب ہوا کہ اللہ تعالے نے تعجب دلانے کو محمد صلعم اپنے حبیب کو مخاطب کر کے قوم لوط کی شدت عمہ کو بیان کر دیا اور یہیں سے تجھے معلوم
ہوا کہ جو بعض مفسرین نے کہا کہ اگر قسم لعمرک میں خطاب آنحضرت صلعم کو ہو تو انہم کی ضمیر نا مناسب راجع ہو جانب قریش ہے یہ وہم کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ
بیان ہو چکا کہ شدت ناہنجاری وگمراہی قوم لوط پر متنبہ کر دیا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالے نے والتین والزیتون اور والعصر اور واللیل والضحیٰ اور والشمس وغیرہ
اقسام کی قسم یاد فرمائی ہے اس میں کچھ شرف نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ جس قسم کی قسم کھائی ہے وہ چیز اپنی نوع میں اشرف ہے پس آنحضرت
صلعم اس نوع انبیاء ورسل کے میں اشرف ہیں علاوہ بریں یہ وہم خلاف اجماع مفسرین واہل بلاغت ہے و مخالف قول ترجمان القرآن ابن عباس حبر الامۃ
رضی اللہ عنہ و حدیث ابن مردویہ ہے اور جس شخص نے یہ وہم کیا کہ سوائے اللہ تعالے کے دوسرے کی قسم مکروہ ہے لہذا ہر قسم میں مضاف محذوف ہے
مثلاً والشمس یعنی وخالق الشمس یعنی قسم ہے پیدا کرنے والے آفتاب کی یہ وہم نہایت دور از کار اور بالکل واہی ہے اس واسطے کہ بندوں کو روا نہیں ہے کہ وہ
شریعت الٰہی کے خلاف کریں اور اللہ تعالے پر کوئی شریعت وبندگی و تابعداری نہیں ہے وہ پاک معبود جل شانہ ہے جو وہ چاہے کرے اس کی درگاہ کبریائی
کسی واہی مخلوق کے اعتراض کے لائق نہیں ہے۔ بالجملہ قسم یاد فرمائی حضرت کبریا عزو جل نے اپنے حبیب محمد صلعم کی حیات کی کہ قوم لوط جو اسطرح
مست بادہ شہوت تھا اور اس قدر اللہ تعالے سے بے خوف و اس قدر اس کے پیغمبر لوط کو تنگ دل کرنے والی تھی اندھی ہو رہی تھی کہ انکو اپنی حد درجہ کی بدکاری
نہیں سوجھتی تھی۔ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ پس ناگاہ ان کو پکڑ لیا ایک سخت آواز نے سورج نکلتے۔ علماء نے کہا ہے کہ فجر کے وقت لوط کا گھر
گھیر کر اندر گھستے تھے اور بلا کہ الٰہی شدید القویٰ ذومرہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا کہ حضرت جبرئیل ع نے بفرمان قہر سلطان العزۃ جلشانہ کے سخت آواز سے
انکے پردہائے گوش پھاڑ دیے فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا پس کر دیا ہم نے اس قریہ کے اونچے کو نیچا۔ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ اور برسا دیے

اسپر پتھر سجیل سے یعنی جہنم کے گرم پتھر جن صفت پر دنیا کے واسطے حکمت الٰہیہ مقتضی ہو برسا دیے کہ سب بالکل تباہ ہو گئے۔ لوط کی جورو بھی انھیں میں تھی وہ
لوط کے ساتھ نہیں گئی یا اس کو لے نہیں گئے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ساتھ گئی تھی ولیکن اُس نے آواز سخت ہیبت ناک کے وقت دیکھا فریاد کی کہ ہائے
میری قوم پس ایک پتھر اُس کو بھی پہونچا اور وہ بھی انھیں میں شامل ہو گئی۔ واضح ہو کہ بعضے جہال کا خیال ہے کہ وہاں آتشی پہاڑ تھا یا زمین کے اندر گرد
و کوئلہ کی کان تھی وہ باہم مل کر گڑ گڑے آگ پیدا ہو گئی اور تمام قریہ پر آگئی اور تہ و بالا ہو گیا اور یہ جہالت بھی قوم لوط کی ناہنجاری کے کچھ نہیں ہے اس لیے کہ
بدلیل قطعی جب آخری قدرت اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہے تو اس جاہل کو بیہودہ ناحق ہے کہ ایسے اسباب پیدا ہوئے اور حق تعالیٰ کے افعال اس دنیا میں
عجائب قدرت و اسباب کے ہیں اور سرگراہ کے لیے اس کی گمراہی موجود ہے اور بیہودہ اوہام بلا دلیل بلکہ مخالف قطعی دلیل قدرت الٰہی تعالیٰ کے اس کی
گمراہی کی قوی دلیل ہیں نعوذ باللہ من ذلک۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ ایسے واقعات میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فراست
رکھتے ہیں، یا جو اہل ذکر ہیں کہ واقعہ میں غور کر کے اس سے صحیح استدلال و فہم حاصل کرتے ہیں۔ قتادہ رح نے کہا کہ اہل عبرت کے لیے بعض نے کہا اہل تامل کے
لیے کہ یا ظاہر رسم و علامت و نگاہ باطن کی طرف غور سے معرفت حاصل کرتے ہیں مجاہد رح نے کہا کہ اہل فراست کے واسطے آیات ہیں۔ ابو سعید خدری رض
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کیونکہ
وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے پھر پڑھی آپ نے یہی آیت۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن السنی وابو نعیم وابن مردویہ
والخطیب۔ بعض نے کہا کہ فراست دو قسم ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ صالح بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے تو لوگوں کے احوال کو صحیح دریافت کرتے
ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس نے یہ الہام کی تعریف بیان کی اور وہ بھی ناقص پھر کہا کہ دوسری قسم یہ کہ تجربہ وغیرہ سے لوگوں کے احوال جاننا ہے اور
اسی میں لوگوں کی نحو و پر الفی تصانیف ہیں انتہی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اس نے اوہام و یکتائی کی اقسام میں سے ایک قسم بیان کی۔ اور حدیث میں
مومن کی قید ہے اور صاف تصریح ہے کہ وہ اپنے اختیار و قدرت سے نہیں بلکہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور مومن جب کامل ہوا تو قرب النوافل کا درجہ اس کو
ہوتا ہے اور قرب النوافل کی حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اور بیان فراست کی مثال ایک واقعہ ہے بیان کرکے چھوڑتا ہوں۔ واضح ہو کہ زمانہ
خلافت حضرت عثمان رضہ میں ایک شخص نے راستہ میں ایک عورت اجنبیہ پر نظر بد کر ڈالی پھر حضرت عثمان رض کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے
مجلس کے عام لوگوں کو عام خطاب کر کے فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ تم میں کا آدمی میرے پاس آتا ہے اس حال سے کہ اُس کی آنکھوں نے زنا کیا ہے اگر ایسا ہی ہوا تو
میں حد ماروں گا یہ روایت سنن وغیرہ میں موجود ہے اس شخص نے دوسرے موقع پر بعد توبہ تنہا حاضر ہو کر پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی آتی ہے فرمایا کہ نہیں لیکن فراست ہے یعنی جو فراست مومن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہے۔ ایسے ہی ان آیات
میں جو شخص بنور توفیق الٰہی سبحانہ تعالیٰ نظر کرتا ہے اُس کو عجائب شان قدرت حضرت ذوالجلال والاکرام نظر آتی ہے۔ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ۔ اور وہ
گانو البتہ راستہ پر ثابت ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنی راستہ نشانہ دار پر ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا راستہ واضح پر ہیں۔ فی التفسیر الشیخ
الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی قریہ سدوم جس کو انقلاب صوری و معنوی و سنگباری پہونچا حتیٰ کہ بحیرہ گندہ خبیثہ ہو گیا وہ راستہ واضح پر ہے۔ آج تک اُدھر
سے راستہ جاری ہے مانند قولہ تعالیٰ وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل یعنی تم انھیں گذرتے ہو صبح کو اور راتوں میں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس
واقعہ میں نشانی ہے مومنوں کے لیے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ و انبیاء و مرسلین پر ایمان لائے وہ اسکے جو آثار دیکھتے ہیں اُن سے عبرت اٹھاتے ہیں اور پہچانتے
ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ قادر قوی عزیز کا انتقام تھا اس قوم بدکار سے اور جو لوگ کہ ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ و اُس کی قدرت کے محیط ہونے کو نہیں پہچانتے
وہ اس کو حوادث عالم پر محمول کرتے ہیں اور ستارہ کی گردش یا زمین کے اندر گرد و کوئلہ کی کان کی باہم رگڑ کر مشتعل ہونے وغیرہ پر محمول کرتے ہیں یا غرض کہ اٹکل سے
ایک سبب مستقل زعم کر لیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ مؤثر فی الحقیقۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر واضح ہو کہ مومنین عام کے لیے اس میں ایک عبرت فرمائی اور متوسمین کے
لیے آیات فرمائیں تو اہل توسم خاص ہیں اور ابن جریر نے اپنی اسناد سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو لوگوں کو

مقدورات غیب پر بلا علامت کے اور بدون علت و سبب کے بلکہ یہ فراست متعلق ہوتی ہے بانکشاف اُس چیز کے جو غیب سے ظاہر ہو جو غیب سر مقدور
و خفیات ضمائر و مکنونات سرائر پس یہ روح ناطق مجلی و سامع آواز غیب و مشاہد حق مجلی ہوتی ہے پس نور حق سے بعد موصوفی بصفات حق کے حکمت حق کے
واسطے دیکھتی ہے پس جو بنظر حق دیکھے اور بسماع حق سُنے اور بکلام حق متکلم ہو اسپر مخفی کچھ نہ ہوگا مگر جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ حادث کو تحمل قدم کسی
حال میں نہیں ہے۔ اقول اسی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام پر یوسف کا چاہ کنعان میں ہونا پوشیدہ رہا اور مصر سے بو پیراہن سونگھتے ہیں آئی
شیخ نے کہا کہ جاننا چاہیے کہ فراست کے دس مرتبے ہیں از انجملہ بعض فراست بچشم ظاہر حاصل ہوتی ہے اس طرح کہ منقلبات آیات و افعال کو عالم صورت میں
دیکھتا ہے اور یہ تصرف حق بمقام آیات ہے تاکہ جو خلق کی نظر سے پوشیدہ فرمایا ہے وہ اُس کو ظاہر ہو اور یہ تصرف فراست ظاہر پر مقرون بعلم عقل و قلب و
روح و نفس و سر و سر السر ہے اقول یعنی ان چیزوں کی معرفت حاصل ہو تو ظاہر میں جو افعال و تغیرات واقع ہوتے ہیں اور انپر پردۂ امتحان و حجاب ہوتا
ہے جس سے مخلوق اُس کو منوط باسباب وغیرہ دیکھتی ہے اہل حق اُس کے مکنون سر ہی سے واقف ہوتا ہے۔ دوم بسمع ظاہر کہ عارفوں کے کان سنتے
ہیں عالم کی حرکات کو اور جو لوگ کہ بزبان خلق بولتے ہیں اور یہ گوش ظاہر ہے اور یہ فراست متعلق باسماع ظاہرہ ہے اور وہ بھی فراست ہے جو گوش باطن
و قوائے باطنیہ سُنتے ہیں۔ قسم سوم فراست ہے وہ ہے جو متفرس کی صورت میں اشکال تصرف حق سے ظاہر ہوتے ہیں مثلاً آدمی کی زبان سے کوئی بات
نکالی جاتی کہ مختلف نہ باتوں سے اس کے بدن کے تمام بال براہ تصرف حق بولتے ہیں پس وہ اپنے نفس سے دیکھتا و سنتا ہے ظاہر میں دلائل ان امور کے
جو غیب سے واقع ہونگے اور یہ قسم بھی متعلق بہ بینائی و سماعت و حرکت فطرت جبا طن و ایصال اثر بظاہر ہے چہارم قسم وہ ہے جو اس باطن حاصل
ہوتی ہے جہاں کہ اس کی لطافت سے غائب چیزوں کے دلائل علامات بدلالت واضحہ لائح ہوتے ہیں پنجم قسم وہ کہ نفس امارہ کی طرف سے حاصل
ہوتے ہیں اس طرح کہ اس میں تمنا و جنبش ظاہر ہوتی ہے اور یہ ایک سر عجیب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ باب الغیب کا افتتاح چاہتا ہے تو آئندہ امور کی
آثار کو نفس امارہ میں ڈالدیتا ہے خواہ محبوب ہو کہ وہ تمنا کرنے لگتا ہے اور خواہ مکروہ کہ اُس کو گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہے مگر یہ کوئی پہچانتا نہیں مگر
وہی جو ربانی یعنی بندۂ حق ہو کہ اعمال شرع ظاہر پر اور حلم و علم و رضا و تسلیم وغیرہ اعمال باطنہ پر مستقیم اور اپنی خواہشات کا مغلوب نہ ہو۔ ششم قسم وہ
ہے جو قلب کو حاصل ہوتی ہے خواہ اس طرح کہ الہام سے اُس نے سُن لیا اور خواہ بطریق فعل کہ اس میں جو واقع ہوگا اس کی ٹھنڈک ظاہر ہونے لگی
اور یا بطور کشف کے کہ دیکھکر جان لیتا ہے ہفتم قسم وہ ہے کہ عقل کو حاصل ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہے کہ ذکی عقلی کا بوجھ اس پر طاری ہوتا ہے پس
وجود وحی و الہام سے اُس کو جان لیتا ہے جو حق عز و جل کا تصرف عنقریب واقع ہونے والا ہے اور یہ بھی اس کو از راہ سمع و بصر حاصل ہوتا ہے۔ قسم
ہشتم وہ ہے کہ روح کو فراست حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے اندر تصرف حق تعالیٰ کو دیکھتی ہے اور جو غیب سے ظاہر کیا جاوے اُس کو خاص نظر سے
دیکھتی اور حق تعالیٰ سے سنتی ہے خواہ بطریق واسطہ یا بلا واسطہ۔ نہم وہ قسم ہے کہ بچشم سر باطن و سماع سر باطن ہوتی ہے کہ سر باطن تصرف صفت کو دیکھتا
ہے اور حالت کو نور صفت میں ہونے کی علامت معائنہ کرتا ہے۔ دہم وہ ہے کہ سر السر میں اس کا حصول ہوتا ہے اور وہ ظہور قدرتہا ئے غیبیہ کا باشکال
ربانیہ روحانیہ ہے پس دیکھتا ہے تصرف ذات صفات میں اور سنتا ہے صفات کو بوصف حیثیت و خطاب از ذات بلا واسطہ اور اسی عارف پر شف کی
انتہا ہے اور فراست حقیقیہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلق کو ڈرایا ہے اس کلام سے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی ڈرو مومن کی
فراست سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے وہی فراست ہے اور جب ایسی فراست سے خوف واجب ہوا جو بنور حق دیکھتا ہے تو کیونکر ایسے شخص
کی فراست سے خوف نہ ہوگا جو حق دیکھتا ہے نہ بغیر حق۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سر ائر مثالہ ہیں اور اپنے حظوظ کے ساتھ ہیں اپنی اوقات سے
پنہیر ہوسکتے ہیں ان کا صادق اپنی جنبش میں اس پر زیادہ ظاہر ہے بنسبت اس کے صادق کے اپنے تعبد میں اور سر ائر سے ہمیشہ بطریق قہر ظاہر ہوتی ہے
ایسی چیز کہ تجھے اس پر واقف کردے بطریق غیب پس متفرس اُنپر مطلع ہو کر ان کی اوقات میں فراست سے واقف ہو جاتا ہے۔ قال المترجم اس
کلام کے معنے ہمانتک مجھے ظاہر ہوتے ہیں یہ ہیں کہ سرائر اپنے قبضۂ اختیار و قدرت میں نہیں ہیں بلکہ متصف بصفات آلہیہ ہوکر اپنے حظوظ میں مشغول اور

اپنے ذاتی اوقات سے پھیرے ہوئے ہیں اور اُن کی حرکت چونکہ بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہے تو اُن کی تعبدی حرکت سے اس میں زیادہ صادق ہے کیونکہ شاید
تعبدی حرکت میں خود اسرار کا حظ ہو بخلاف اس حرکت کے پھر ان اسرار سے غیر اختیاری طریقہ سے یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار سے ہمیشہ ایسی
بات ظاہر ہوتی ہے کہ کبھی بطریق اظہار از حاجت و بخواہش تجھ کو وقوف ہوتا ہے کہ متفرس بلحاظ اُن کی اوقات کے اُن پر مطلع ہو کر معلوم کر لیتا ہے پھر
شیخ واسطی کا تتمہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان فی ذلک لآیات للمتوسمین واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ متوسمین وے ہیں جو نفوس سے
تفرس حاصل کرتے ہیں بعض نے کہا کہ مراد متفرس بناسے ہیں جن کو فراست عطا ہوتی ہے اور وے تین قسم کے ہیں فراست بنظر و بسماعت و بعقل اور ان سے
بڑھ کر بحال کشف و مشاہدہ ہے بشرطیکہ جس کو یہ دونوں عطا ہوئے ہوں اُس کی فراست غائب و حاضر دونوں میں صحیح ہوتی ہے۔ قال المترجم
مخلوقات الٰہی دو قسم کی ہیں اول وہ جو ظہور میں محسوس موجود ہیں یا غیر محسوس موجود ہیں اور دوم جو پردہ غیب میں ہیں پھر ظہور کے غیر محسوس کی کبھی فراست بعقل
کلی ہے اور محسوس کی فراست بعقل جزئی ہو سکتی ہے اور اسی قسم کو لوگوں نے عوام کی سمجھ کے موافق بیان کیا ہے اور بعضے رسمی علوم کے پابند بھی اسی کو فراست
سمجھتے ہیں اور واضح ہو کہ اس میں بھی دو مادے واقع ہوئے ہیں ایک یہ کہ عقل جزئی کو پہچانتا ہو اور دوم یہ کہ نہیں اور عالم معرفت سے یہ مراد ہے کہ اکثر یہ
ہے اس زمانہ میں عوام لوگ عقل جزئی اس کو سمجھتے ہیں جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے تتبع کرنے سے ایک کیفیت بطور مزاج کے انکشافی پیدا ہو جاتی ہے اور
یہ در حقیقت حواس میں ان کو عقل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور بعضے حکما سے اسلامیہ اشراقیہ مانند شیخ شہاب الدین مقتول کے بنا بر قول بعضے اکابر کے جن کا
بیان تلمیحات وغیرہ میں ہے تصریح کرتے تھے کہ اُس نے نادانی سے فلاسفہ کی اتباع میں غلو کیا اور وہ عالم عقل جزئی کو پہنچا اور وہیں توقف کر گیا
اور ہنوز عالم عقل کلی دور ہے تو عالم روحانی کا ذکر کیا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بعبادہ ہو العلیم الخبیر بعض نے کہا کہ متوسم وہ ہے جو اسرار کا متفرس ہو پس اگر
تجھے چاہیے کہ فی الحقیقۃ بواطن سے واقف ہو تو اُن کی گردش اختلاق اور موافقت کو معائنہ کر کے معلوم کرلے۔ شیخ محمد بن الخفیف رحمہ اللہ تعالےٰ نے
کہا کہ فراست کی تین قسم ہیں اول دریافت کر لینا ایسی بات کا جو آفات سے محفوظ اور نفوس میں پوشیدہ قائم ہے اور وہ احوال عوام خلق سے بالکل مخفی ہیں
اور یہ قسم مخصوص با انبیا و رسل ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں کہا تھا کہ اس عورت کا حکم ظاہر ہے اگر اللہ تعالےٰ کا حکم نہ ہوتا
مترجم کہتا ہے کہ شاید نقل میں سہو ہوا ہے واللہ اعلم کیونکہ یہ امر شریک بن سحما کے طفل کے حق میں فرمایا تھا کہ اُس کی ایسی صورت ہو تو اُسی کا ہے اور
ایسا ہی ہوا تو فرمایا کہ لعان کا حکم الٰہی ہو چکا ورنہ میں اُس کو سزا دیتا کما فی الصحاح واللہ تعالےٰ اعلم۔ دوم تجلی اُن احکام خفیہ کی جو نفوس میں اللہ تعالےٰ نے
ودیعت رکھے ہیں جن کو وہ جانتا ہے اور یہ کشف بعضے خاصان حق کو صدیقین و اولیا میں سے کبھی بعد انبیا کے ہو سکتا ہے جیسے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرما دیا تھا کہ یہ دونوں تیرا بھائی و بہن ہیں مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اقصہ بہ زنانے نظری جس کو حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا وہ تیسری قسم میں سے ہو۔ قسم سوم اطلاع قلوب وقت کشف کے اگرچہ بعید ہو اور یہ مقرون بالہام الٰہی تعالےٰ ہے جیسے
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یا ساریۃ الجبل الجبل فرمایا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ باسناد صحیح اس طرح مرقوم و مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ اپنے زمانہ خلافت میں جمعہ کے روز منبر پر مدینہ میں خطبہ پڑھتے تھے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں حاضر تھی کہ ناگاہ آپ نے بلند آواز سے
یہ کہنا شروع کیا کہ اے ساریہ پہاڑ کو دیکھ یعنے پہاڑ سے ڈرایا۔ پھر خطبہ بدستور پڑھنے لگے اور یہ ساریہ ایک شخص کا نام ہے جو نہاوند میں
آپ کی طرف سے ایک لشکر کے سردار تھے جو وہاں کفار پر جہاد کرتا تھا اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ کافروں نے پہاڑ پر کمین کی تھی جس سے غفلت ہونے میں
تمام لشکر ہلاک ہوا جاتا تھا پس آپ کی یہ آواز وہاں ساریہ رضی اللہ عنہ کو اور تمام لشکر کو یکساں پہنچی اور وے لوگ دشمن سے بچ گئے پھر اُن کو یہ معلوم
نہ ہوا کہ آواز دینے والا کون تھا یہاں تک کہ بعد فتح کے جب غنیمت کا حصہ بیت المال لے کر ایلچی آیا تو اُس نے یہاں قصہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ
حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام خلیفۃ الرسول صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی آواز تھی فافہم۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالےٰ سے فراست کو دریافت کیا گیا
تو فرمایا کہ فراست آیات ربانیہ ہیں یعنے پروردگار عزوجل کی طرف سے علامات بزرگی ہیں عارفوں کی پیشانی و چہروں پر پس اُن کی زبانیں موافق ان

آیات کے کلام کرتی ہیں اور وہ سچی پڑتی ہیں حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب پوچھا گیا تو کہا کہ فراست نظر حق ہے کہ بندہ اسی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ حقیقت حال سے جو خبر دیتا ہے وہی ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے قوم حضرت لوط علیہ السلام کا حال بیان کر دیا کہ بستی تہ و بالا کر دی اور جو اس قوم کے کسی مقام خارجی میں تھے وہ پتھروں کی مار سے مرے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا مختصر حال بیان فرمایا جن کا نام اصحاب ایکہ تھا ان درختوں کی وجہ سے ایکہ کہلاتا تھا اور باوجود فراخی کے یہ لوگ مال کے واسطے فاجر و فاسق کافر تھے ناپ تول میں ڈنڈی مارتے اور دیہاتیوں سے خرید میں اُن کو دھوکا دیتے اور موقع پاتے تو راستہ میں لوٹ مار کر لیتے غرضکہ نہایت دنی و کمینہ بدترین احمق تھے ہرچند حضرت شعیب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کسی طرح نہ مانے ایسے ہی اصحاب حجر کی بدکاریاں و دنیاوی ثروت کے لیئے تھیں وہ بھی ہلاک ہوئے قال اللہ تعالیٰ

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ

اور تحقیق تھے ایکہ والے بے شبہ — ظلم کرنے والے لوگ — سو ہم نے ان سے بدلا لیا — اور دونوں شہر کھلے راستہ پر ہیں — اور ضرور جھٹلایا تھا

أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَآتَيْنٰهُمْ آيٰتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ

حجر والوں نے رسولوں کو — اور ہم نے انکو دی تھیں اپنی نشانیاں سو رہے ان نشانیوں سے منھ موڑتے — اور تھے کہ تراشتے تھے — پہاڑوں سے اپنے

بُيُوتًا آمِنِينَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا

امن سے رہنے کا گھر — سو انکو پکڑا آواز سخت نے انکو صبح کے وقت — سو کچھ فائدہ نہ دیا انکو — جو کچھ وے کماتے تھے — اور ہم نے نہیں پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ

آسمانوں — و زمین کو — اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے مگر حق کے ساتھ — اور قیامت تو ضرور آنیوالی ہے — سو اچھی طرح — انسے — تجاوز کر — بیشک تیرا رب

هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

وہی پیدا کرنے والا دانا ہے — اور ہم نے تجھے عطا فرائی — سبع — از — مثانی — اور قرآن — بزرگ — مت دراز کر اپنی آنکھیں

إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ إِنِّي أَنَا

اس چیز کی طرف جو ہمنے انکو متاع دی ہے انمیں سے ازواج کو — اور مت ان پر غم کھائیو — اور پست رکھیو — اپنا بازو — مومنوں کے لیے — اور کہہ کہ میں ہی ہوں

النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ

کھلا ڈر سنانے والا ہوں — مثل عذاب کے جو اتارا ہمنے — اہل کتاب پر — جنھوں نے کر ڈالا کتاب کو — ٹکڑے ٹکڑے — سو قسم ہے تیرے رب کی ہم ان سے ضرور پوچھینگے

أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنٰكَ

ان سب سے — جو وے کرتے تھے — سو تو ظاہر کر دے جو کہ تجھے حکم ہوا — اور منھ موڑ لے — مشرکوں سے — ہم نے کفایت کر دی تجھکو

الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ

ٹھٹھا کرنے والوں سے — جو بناتے ہیں — اللہ کے ساتھ — دوسرا خدا — سو نزدیک ہے جان لینگے — اور ہم بیشک جانتے ہیں کہ تیرا

صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ ع

سینہ بھنچتا ہے اس سے جو وے کہتے ہیں — سو تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے ساتھ — اور رہ سجدہ کرنے والوں میں سے — اور عبادت کر اپنے رب کی یہانتک کہ آوے تجھے یقین یعنی موت۔

وَإِنْ كَانَ اور بیشک تھے اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایکہ والے لَظٰلِمِينَ ظالم لوگ۔ یہ قوم شعیب علیہ السلام تھی ضحاک و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ ایکہ درخت گنجان کو کہتے ہیں (یعنی ایسا گنجان کہ درختان قوم اپنے استعمال کے تھے) اور ظلم ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے شرک کرتے اور رہزنی کرتے اور ناپ تول میں کمی کرتے۔ کذا فی تفسیر الشیخ اور شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرکے اس ظلم کو قابل عذاب دنیاوی کر لیا اور اُن کا قصہ سابق میں گذر چکا ہے اور ابن مردویہ

ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ دو قوم تھے دونوں کی طرف شعیب علیہ السلام
بھیجے گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب الایکہ قوم شعیب علیہ السلام ہے ملخص۔ علے ہذا شاید کہ دونوں قومیں شرک وبدکاری
میں قریب قریب ہوں۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے اُن سے انتقام لیا یعنے دنیا سے ان پر عذاب استیصال طاری کردیا اور یہ اس طرح ہوا
کہ سات روز تک اُنپر سخت حرارت طاری ہوئی یہانتک کہ اُن کے دم گھٹ گئے مگر کچھ مائل بایمان نہوئے آٹھویں روز ایک ٹکڑا ابر کا انکی طرف
بھیجا گیا تو میدان میں نکلکر اُس کے سایہ میں جمع ہوئے کہ اُن پر پانی برسادے پس اُس سے آگ برسی کہ سب جلکر خاک ہوگئے۔ وَاِنَّهُمَا۔ اور یہ دونوں
قوم یعنے قوم لوط جو اوپر مذکور ہوئی اور قوم ایکہ اور شاید کہ شعیب کے دونوں گروہ مراد ہوں۔ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ البتہ راہ ظاہر پر کشادہ پڑی ہیں۔ یعنے اہل عرب براہ مدینہ
شام کو جاتے میں ان قوموں کی بستیوں کی طرف ہوکر گذرتے ہیں اور ابتک انکے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ قوم ایکہ بعد قوم لوط علیہ السلام کے ان سے قریب زمانہ ومکان کی راہ سے
تھے چنانچہ قولہ وما قوم لوط منکم ببعید۔ مدین والوں کو شعیب علیہ السلام نے سمجھایا و عبرت دلائی تھی۔ راستہ کو اسواسطے امام کہتے ہیں کہ مسافر کی توجہ سے مقصود تک پہنچتا ہے امام مبین
راہ ظاہر جیسا کہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک وغیرہم سے مروی ہے پھر قوم ثمود کے واقعہ پر اللہ تعالے نے بیان ختم فرمایا بقولہ وَلَقَدْ كَذَّبَ۔ اور بیشک جھٹلایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ
حجر والوں نے۔ ثمود کے دیس کا نام حجر ہے۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ وہ پہاڑوں کے درمیانی وادی کے رہنے والے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ
تعالے نے کہا کہ حجاز و شام کے درمیان ہے تبوک کو جاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام سے گذرے تھے اور اُن کے کچھ آثار
ابتک قائم ہیں غرضکہ یہ قوم عرب کی تھی اور انہیں کی نسبت فرمایا کہ جھٹلایا حجر والوں نے۔ الْمُرْسَلِيْنَ۔ رسولوں کو یعنے صالح علیہ السلام
اپنے خاص رسول کو جھٹلانے میں سب رسولوں کا جھٹلانا لازم آیا جب صالح علیہ السلام نے اُن کو معجزات دکھلائے اور سمجھایا تو انہوں نے انکار کیا
مگر اس طور پر کہ اس پہاڑ سے ابھی ایک اونٹنی ایسی ایسی نکلے پس صالح علیہ السلام نے اُن کو روکا کہ ہٹ مت کرو اللہ تعالے تو اسپر قادر ہے کیونکہ پھر
ایمان نہ لائے تو عذاب سے ہلاک کیے جاؤگے نہ مانا اور اس پر اصرار کیا تو صالح علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالے نے یہ معجزہ دیا کہ یکایک پہاڑ کو
جنبش ہوئی جیسے حاملہ اونٹنی پس اس میں سے شق ہوکر ایک اونٹنی نکلی اور اس اونٹنی سے اسی وقت ایک بچہ ہوا اور وہ بچہ بھی بڑا ہوکر ان کے برابر ہوگیا
اسقدر دیکھ لیا مگر پانچ یا زیادہ سرداروں میں سے فقط ایک سردار مسلمان ہوا باقی جاہلوں نے جادو وغیرہ پر محمول کرکے انکار کیا۔ شاید کہ ایک کی وجہ
سے عذاب بالفعل موقوف ہوگیا یہی فرمایا۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا۔ اور ہم نے دیں قوم ثمود کو اپنی نشانیاں۔ حتے کہ اس اونٹنی کی یہ کیفیت تھی کہ ایسا
اسقدر دودھ تھا کہ تمام قوم اپنے برتن اس کے دودھ سے بھرلیتی اور وہ کم نہ ہوتا تھا۔ فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ مگر یہ قوم ان آیات سے منہ موڑ رہی
تھی کچھ عبرت نہیں حاصل کرتی اور نہ اللہ تعالے پر ایمان لاتی تھی۔ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ۔ اور تھے کہ تراشتے تھے۔ مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑوں سے بُيُوْتًا
اٰمِنِيْنَ۔ اپنے رہنے کے گھر در حالیکہ مامون ہوتے یا در حالیکہ وہ گرنے سے بیخوف ہوتے یا چوروں کی نقب یا چھت گرنے وغیرہ سے نڈر ہوتے
بعض نے کہا کہ عذاب سے نڈر ہونے کے لیے بناتے اپنی طاقت و قوت و مکان کی مضبوطی پر بھروسا کرتے اور بعض نے کہا کہ پہاڑوں کو کاٹ کر
گھر بنالیتے کہ عمارت کی ضرورت نہو۔ شیخ امام ابن کثیرؒ نے ضمیر بیخوفوں سے حال قرار دیا اور معنے بتلائے کہ نڈر ہوکر پہاڑوں کو کاٹتے و گھر
بناتے یعنے بدون خوف کے اور بدون ضرورت کے ایسا کرتے تھے اور یہ اترانا و بیہودہ عبث دنیا داری تھا چنانچہ وادی الحجر میں اُن کے مساکن
دیکھنے سے ظاہر ہوا جہان حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے گذرے تھے اور وہاں پہنچنے پر آپ نے سر نیچا فرمایا اور سواری کو
تیز کردیا اور اپنے اصحاب کو منع فرمایا کہ مت جاؤ ایسی قوم کی آبادی میں جو عذاب الٰہی سے ہلاک کی گئی ہیں مگر اس طرح کہ تم روتے ہوئے جاؤ اور اگر
رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بناؤ اور قوم کی حالت یاد کرکے رونے والے بنو اس خوف سے کہ ایسا نہو جو اُن کو پہنچا وہ تم کو پہونچے۔ اقول بعض اصحاب نے
وہاں جانے میں جلدی کی تھی اور بعضوں نے قوم ثمود کے کنوئیں سے ہانڈیاں چڑھائی تھیں پس آپ نے حکم دیکر ہانڈیاں لوٹا دیں اور آٹا گوندھا
جانوروں کو کھلوادیا اور کوچ کا حکم دیا پھر آگے جاکر مومنوں کا جہان کنواں تھا اُس پر اُترے اور ناقہ کی آمد و رفت کا ناکہ دکھلایا تمام

الحدیث فی الصحاح۔ ظاہر یہ ہے کہ نڈر و بیخوف ہونے کو بتاتے جبکہ پیغمبر علیہ السلام نے اُن کو ڈرایا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ پس اُن کو پکڑا سخت
آواز نے مُصْبِحِيْنَ یعنی جب وے صبح کے وقت میں تھے اور سابق میں رجفہ مذکور ہوا ہے ظاہر آگے پیچھے ہونے دونوں واقع ہوئے اور بات
یہ ہوئی کہ اونٹنی پیدا ہونے پر جب باقی ایمان نہ لائے تو حضرت صالح نے افسوس کیا اور تاکید کی کہ اچھا اس اونٹنی کو کچھ ایذا نہ دینا شاید تم عذاب
سے بچو چنانچہ عرصہ تک وہ اونٹنی جاڑوں میں وادی کے اوپر رُخ میں دھوپ میں چرتی تو اُس کی درازی جسم و خوفناک ہیئات کلان سے اُنکے
جانور بھاگ کر وادی کے اندر رُخ میں ہو جاتے اور سردی کھاتے پھر گرمیوں میں وہ اندر رُخ میں آجاتی تو اُنکے جانور بھاگ کر وادی کے اونچے رُخ
میں جاتے اور پانی بطور چشمہ کے وسیع تالاب میں جمع ہوتا تیسرے روز اونٹنی مع بچہ کے سب پانی پی جاتی تو دوسرے روز کا باقی قوم کو ملتا آخر نڈر ہو گئے
اور اپنے لوگوں میں سے شقی بدتر کو آمادہ کیا کہ اونٹنی کو قتل کر دے۔ حدیث میں ہے کہ یہ اشقی شخص ایسا تھا کہ لوگ اُس کی عزت کرتے اور اُس کے کہنے پر
چلتے اور کسی کا صدمہ (قدار ۱۲) اُس کو نہیں پہونچ سکتا تھا جیسے قریش میں عبد بن زمعہ یا فرمایا جیسے ولید ہے پس اُس شقی نے اونٹنی کی راہ میں موقع پاکر اُس کی پاؤں
ٹانگوں پر تلوار ماری کہ وہ آسانی سے زمین پر گری اور لوگوں نے جمع ہو کر دیکھا کہ عذاب تو نہیں آیا پس دلیر ہو گئے اور صالح علیہ السلام سُن کر فوراً گئے اور دیکھ کر
روئے اور قوم سے کہا کہ تین روز تم کو مہلت ہے پھر تیسرے روز ہلاک کئے جاؤ گے اور تمہارے منہ سرخ و زرد و سیاہ ہوتے جاوینگے جب دوسرے روز
سے یہ شروع ہوا تو گھبرا کر صالح سے دعا چاہی اُنہوں نے کہا کہ قبول نہ ہو گی مگر اس طرح کہ تم اُس کے بچہ کو لا کر اُس کی خدمت کرو مگر جس وقت اونٹنی ماری
گئی بچہ اُسی وقت بھاگ کر پہاڑ پر چلا گیا اور مروی ہے کہ وہ شخص جس نے ایسا کیا تھا وہ اُس کی تلاش میں پھرا مگر ثابت ہوا کہ جس وقت ماری گئی تو
بچہ پہاڑ پر چلا گیا اور وہاں وہ تین آواز سے اپنی ماں کو پکارا پھر پہاڑ شق ہوا اور وہ اس میں سما گیا جب نہ ملا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز
تک عیش کر لو چوتھے روز عذاب ہے پس اپنے چہروں کا بگڑنا دیکھ کر یقین کر لیا اور شام سے کفن پہنکر بیٹھے اور واویلا کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور
عذاب نہ آیا تو کچھ مطمئن ہوئے اور سمجھے کہ صالح علیہ السلام کی طرف سے نہیں بلکہ اونٹنی کے گوشت کی تاثیر ہے یہ سمجھے فی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا
ہوتا کہ یکایک زلزلہ سخت آیا کہ سب گھبرا کر گھٹنوں کے بل جم گئے اور ساتھ ہی ایک سخت دل پھاڑنے والی آواز نے سب کو ہلاک کر دیا اور یہ
عین قدرت الٰہی ہے کہ صالح علیہ السلام مع مومنین کے اس صدمہ سے محفوظ رہے اور کافروں کا کنواں و بستی علیحدہ تھی اور مومنوں کا کنواں اور
بستی علیحدہ تھی جیسا کہ حدیث صحاح میں غزوہ تبوک جاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا اور تابعین نے پہچان
نے متواتر اس کو دیکھا ہے۔ واضح ہو کہ جب اپنی ہٹ سے کافروں نے اونٹنی مانگی اور دیے جانے پر ایمان نہ لائے تو بعض کے ایمان سے عذاب رفع
ہوا تھا مگر یہ شرط کر دی تھی کہ ناقہ کو کوئی نہ ستانا اور اُس کا پانی نہ روکنا ان لوگوں نے باوجود اس راحت و منفعت کے جو اونٹنی سے پہونچتی تھی
کہ سب درندے بھاگ گئے تھے اور دودھ وغیرہ کثرت سے ملتا تھا ان کافروں نے تھوڑی سی تکلیف بھی گوارا نہ کی اور چند روز کے بعد بالکل بیخوف ہو کر
اس کو قتل کرایا اور قاتل کو اللہ تعالیٰ نے اشقی یعنی سب سے زیادہ بدبخت فرمایا ہے حالانکہ وہ اونٹنی ایک عجیب معجزہ تھا جس کا باقی رکھنا عین فرض تھا
لیکن لوگوں نے دنیاوی مال متاع و شہوات پر مغرور ہو کر اُس کو قتل کیا۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ سو کچھ بھی دفع نہ کیا اُن سے اُس
چیز نے جسکو کماتے تھے یعنی قوت و مال و پہاڑوں کے مکان اور سب سامان دنیاداری کے افعال جن پر مغرور تھے کوئی کام نہ آیا اور ان کے کمائی
خداؤں نے اُن پر سے عذاب کچھ دفع نہ کیا بلکہ جب گرفتار ہوئے تو افسوس ہے کہ برابر دائمی عذاب میں پڑ گئے اور اسوقت اُن کی آنکھ کھلی جب دوبارہ
دنیا میں نہیں ہو سکتے اور نہ کچھ تدارک کر سکتے ہیں۔ اور واجب ہے کہ آدمی ان کی عبرتناک حالت کو دیکھکر خوف الٰہی سے تھرا دے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ
خطاواری میں ہے اور ہم لوگ تو سراسر خطاوار ہیں اور کون شخص ہے کہ حضرت رب العزت جل شانہٗ کی معرفت اُس کے لائق اور اس کی عبادت اُس کی
شان کے لائق کر سکتا ہے اسی واسطے حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک جاتے ہوئے حجر میں قریب مکانات ثمود کے اُترے پس لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی لیا جن سے ثمود پیا کرتے تھے اسی پانی

سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں چڑھائیں رجب آپ پیچھے سے وہاں پہونچے تو یہ دیکھکر اُن کو حکم دیا کہ ہانڈیاں بہادو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو حالانکہ لشکر
مین بہت تنگی وشکستگی تھی پھر وہان سے کوچ کرکے اُس کنوین پر پڑاؤ کیا جس سے ناقہ پانی پیتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا کہ ثمود کے مکانات
مین مت جاؤ جو قوم عذاب کی گئی ہے کہ مجھے خوف ہے کہ ایسا نہو کہ تم کو ویسا ہی پہونچے جو اُن کو پہونچا سو تم اُن کے وہان مت جاؤ مترجم
کہتا ہے کہ یہ کمال شفقت تھی اور اس مین بعض اسرار ہین فافہم اور صحیح بخاری مین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے حجر والون کے حق مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ تم اس قوم کے وہان مت جاؤ مگر اس صورت سے کہ روتے ہوئے ہو اور اگر ایسے نہو تو اُنکے
وہان مت جاؤ ایسا نہو کہ تم کو وہی پہونچے جو اُن کو پہونچا ہے مترجم کہتا ہے کہ سورہ ہود مین یہ قصہ مفصل احادیث سے گذرا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم موافق عادت شریف کے لشکر کے پیچھے چلتے اور لڑائی کے وقت آگے ہوتے تھے پس جب تک آپ پہونچین کچھ لشکر پہلے پہونچگیا
اور بعضے لوگ متفرق ہو کر کام مین مشغول ہو گئے اور بعضے لوگ قوم ثمود کے کھنڈرون مین دیکھنے گئے تھے جب آپ پہونچے تو اُن سب کو بلوایا اور یہی
ارشاد فرمایا فتدبر وتفکر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے عقول سلیمہ والے بندون کو ارشاد فرمایا کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ اور نہین پیدا کیا ہم نے آسمانون اور زمین کو اور جو کچھ ان دونون کے بیچ مین ہے مگر حق کے ساتھ یعنی یہ سب مخلوقات باطل نہین
ہے بلکہ انتہا سے حکمت پر ہے اور سب کے نتائج وفوائد ہین۔ اسی حکمت کا اقتضا تھا کہ ایسی قوم جیسے سدوم والے یا ایکہ والے یا حجر والے تھے ایک قسم
عذاب سے ہلاک کیے جاوین کہ اُن کے افعال دیکھا دیکھی تمام زمین پر نہ پھیلین بلکہ ان کا فساد دفع ہو جاوے اور اُن کی عبرتناک حالت سے
دوسرون کی اصلاح ہو اور یقین ہو کہ جزا و سزا واقع وثابت ہے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ ۔ اور ضرور قیامت آنے والی ہے پس اگر دنیا
مین کسی پہ عذاب شروع نہوا تو ضرور قیامت مین اُس کو سزا ملے گی اور یہ بالکل باطل خیال ہے کہ ہم خاک ہو جاوینگے یا دوسرا جنم ہوگا بلکہ جسنے
پیدا کیا وہ اُن کو جس طرح چاہے رکھے اور جس طرح جتنے بار چاہے پیدا کرے تو جب اُس نے مقرر کردیا کہ قیامت میعاد مقرر ہے تو باقی خیالات
خام ہین پس وہ کافرون سے انتقام بعذاب فرماویگا اور نیکوکارون پر رحمت وفضل واحسان فرماویگا۔ واضح ہو کہ جو شخص مرا اُسکی قیامت
آگئی کیونکہ اُس پر آثار عذاب یا ثواب مترتب ہو جاتے ہین اور بعد موت کے اس کے لیے کوئی موقع ایمان کا نہین رہا اور دنیا کی چند روزہ زندگی
غنیمت ہے جبکہ اللہ تعالےٰ ایمان وتوفیق خیر عطا فرماوے اور نیکوکار چند روز تک ہر حال سے نیک طور پر زندگی بسر کرلیتے ہین۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو آپ کی قوم قریش وغیرہ کی طرف سے ایذا پہونچی تو اللہ تعالےٰ نے تسلی دی کہ۔ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ سو تو اُن سے درگذر کر اور
نیک طریقہ سے اُن سے اعراض کر یعنے اُن پر عذاب کی خواہش مین جلدی مت کر اور ایسا ہو کہ جیسے با وقار حلیم درگذر فرماتا ہے مجاہد رحمہ اللہ
تعالےٰ نے کہا یہ حکم اُس وقت تک کے لیے تھا کہ جہاد کا حکم نہین دیا تھا۔ اور ایسا ہی عکرمہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے اور دیگر علما نے کہا کہ اس
آیت مین تو نیک خلق کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحکم قول تعالےٰ انک لعلی خلق عظیم۔ کمال درجہ خلق نیک پر تھے اور جہاد
تو ایک طاعت عظیم ہے وہ خلق نیک سے منافی نہین ہے بلکہ مراد یہ کہ ہر نیک وبد کے ساتھ اپنا برتاؤ موافق رضا سے حق تعالےٰ کے ہو اور ہر ایک
جس حال پر اپنا پہنچے اُس مین اُس کے واسطے بھلائی چاہے اور باقی حال کو اللہ تعالےٰ کی مشیت پر چھوڑے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ
تیرا رب وہی اچھا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اس مقام پر کمال معرفت یہ ہے کہ حق تعالےٰ خالق ہے اور خالق اپنی مخلوق کے پیدا کرنے
مین ہر طرح قادر ہے اور اُس کی قدرت ہر ذرہ ماہیت وحقیقت سے اور جس لائق وہ ہے اور جو اُس سے ہوگا سب جانتا ہے تو اُس نے اپنی قدرت واختیار
سے باوجود علم قدیم کے ہر ایک کو پیدا کیا ہے اور چونکہ اُس کی بے انتہا وسیع سلطنت مین تمام زمین بلکہ جو کچھ نظر آتا ہے ذرہ سے بھی کم ہے کیونکہ کسی
عدد کو بے انتہا کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہین ہے تو اس ذرہ سے بدتر زمین مین آدمی کا وجود تو ذرہ کا کئی کروڑوان حصہ بلکہ کم ہے پھر یہ ادنیٰ ہوا اُسکی
یہ طاقت نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بے انتہا حکمت بالغہ کا بھید دریافت کرلے کہ یہ کیا شان ہے پس سراسر جہالت اُس کی جو حق کو نہ مانے اور اپنی

دخیال مین سرگردان ہوکر آخر خوار وندامت سے شرمسار ولاچار ہوا اور البتہ عادت الٰہی سبحانہ بلحاظ اکثریت کے جاری ہے کہ جو لوگ آخرت کو
اختیار کرین اُن کو وہ بیچوفی وخودمختاری دنیا مین نہو جو آخرت سے منکرون اور دنیا کے لینے والون کو ہو فلہذا دنیا والون سے تجاوز واعراض کرنا اور
اُنپر رحم کرنا ضروری ہے ولیکن اس قدر دیکھنا ضرور ہے کہ یہ امر خیر ہے اور یہ بات بدتر ہے اور ہر بشر قبضۂ تقدیر مین اپنا اپنے حال پر ہے پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نعمت کی طرف توجہ دلائی جو اُن کو عطا فرمائی اور اُن کے طفیل مین ہم سب مسلمانون کو عطا فرمائی الٰہی یہ نعمت ہم پر
کامل کردیجیو کہ ہم ایمان پر وفات پاوین اور وہ یہ ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۔ اور البتہ ہم نے تجھے
دی سبع از مثانی اور قرآن عظیم۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ مت دوڑانا اپنی آنکھین اس چیز کی
طرف جو ہم نے لوگون کو اُس مین سے تمتع دیا ہے اقسام مال سے جوڑی جوڑی خلاصہ یہ کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے آپ کے
اُمتی بندون کو جو ایمان کے نور سے سرفراز ہوگئے ہین توجہ دلائی کہ ہم نے سبع مثانی و قرآن عظیم سی نعمت تجھے دیدی اب تو ہرگز دنیاوی اموال جو
چندروزہ متاع اُن کو دی ہے اس طرف توجہ مت کرنا یعنے ہر ایک کو دیکھ کہ کافرون کو جو کچھ دیا وہ محض اسیچ پوچ ہے اور جو تجھ کو دیا ہے وہ بے انتہا
نعمت ہے۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ سبعا من المثانی والقرآن العظیم مین دو قول ہم کو پہونچے ہین اول یہ
کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور مجاہد وسعید بن جبیر وضحاک وغیرہم تابعین رحمہم اللہ نے کہا
کہ سبع طوال مراد ہین یعنے سبع مثانی سبع طوال ہین اور باقی قرآن عظیم یا سب قرآن عظیم مین سے سبع مثانی سبع طوال ہین اور مراد سبع طوال سے
سورہ بقرہ وآل عمران وسورہ نساء ومائدہ وانعام واعراف ویونس ہین اور ابن عباس وسعید بن جبیر نے سورۂ یونس کو صریح بیان کردیا ہے
اور شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان سورتون مین فرائض وحدود اور قصص واحکام مکرر بیان فرمائے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ ان مین امثال
واخبار وعبرت کو مکرر فرمایا ہے اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مثانی وہ دو صدی سورتین ہین البقرہ وآل
عمران ونساء ومائدہ وانعام واعراف اور ایک سورہ انفال وبراءۃ ملاکر ہین۔ [ابن عیینہ ۱۲] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے سب مجموعہ کسی اور پیغمبر کو نہین دی گئین اور حضرت موسے علیہ السلام کو صرف دو ان مین سے دی گئین یہ روایت سعید بن جبیر رحمہ اللہ
تعالیٰ نے نقل کی ہے اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام کو چھ ان مین سے عطا ہوئین تھین جب انھون نے الواح کو ڈالدیا
تو چار اٹھالی گئین اور دو باقی رہین۔ قال المترجم بعضے راویون سے وہم ہوا کہ انھون نے دو اٹھائی اور چار باقی روایت کین اور مقصود
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ ہم نے تجھے ساتون مثانی دیدین یعنے
اور کسی کو جملہ ہفت نہین دین اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سبع مثانی یہ سبع طوال ہین اور کہا جاتا ہے کہ یہی قرآن عظیم ہین۔ مترجم
کہتا ہے کہ حاصل معنے یہ ہوئے کہ عظیم قرآن جو سبع طوال ہین ہم نے سب تجھے عطا فرمائین اور مترجم کا گمان ہے کہ یہی قول ارجح واصح ہے اگرچہ
ایک جماعت علماء شافعیہ نے قول دوم کو ترجیح دی ہے چنانچہ شیخ امام نے بھی نقل کیا کہ قول دوم یہ ہے کہ سبع مثانی وہ سورۂ فاتحہ ہے اور
وہ سات آیات ہین اور یہ قول بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عمر وابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ساتوین آیت
بسم اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اس سے مخصوص فرمایا ہے اور یہی ابراہیم نخعی وعبد اللہ بن عمیر وابن ابی ملیکہ وشہر بن حوشب وحسن بصری
ومجاہد کا قول ہے اور قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ سبع مثانی وہ فاتحہ کتاب ہے اور وہ سات آیات ہر رکعت فرض
مین مکرر اور ہر نفل مین مکرر کیجاتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ بلا شبہہ اس بارہ مین احادیث کثیرہ ہین کہ سورۂ الحمد مین سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک
آیت ہے اسی واسطے ایک جماعت علمائے حنفیہ مین سے اس طرف گئی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے اگرچہ وہ ایک آیت تنہا اتری تھی اور
مقصود اس سے فصل درمیان سورتون کے تھا مگر وہ بالاتفاق ایک آیت قرآن سے ہے تو اس مین منافاۃ نہین کہ وہ سورۃ الفاتحہ سے جزو کردی

گئی اور احادیث اس بارہ مین بھی صریح ہین کہ سورۃ الفاتحہ کی قرأت فرائض و نوافل کی ہر رکعت مین ضرور ہے اگرچہ معروف متون فقہ مین فرض قراۃ فقط اول دو رکعت مین یا بطریق اختیار اول دو رکعت یا آخر دو رکعت مین مذکور ہے اور باقی مین نہین اور فاتحہ تمام کی قراۃ واجب کہتے ہین سورہ بھی فقط دو رکعت مین ولیکن مقتضا سے دلیل یہی ہے کہ قراۃ فاتحہ ہر رکعت مین واجب ہے خواہ حقیقۃ یا تقدیراً اور جس نے ترک کیا اُس کی نماز بدیانت (جب امام کے پیچھے ہو یا رکوع مین شامل ہوا ہو) واجب الاعادہ ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب. بالجملہ قول دوم یہ تھا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے پھر شیخ نے کہا کہ اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا اور حجت ان احادیث سے لایا جو سورۃ الفاتحہ کے فضائل مین ہم نے اول مین نقل کر دی ہین اور بخاری رحمہ اللہ تعالے نے اس مقام پر دو حدیثین لکھی ہین اول ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گزرے در حالیکہ مین نماز مین تھا پس آپ نے بلایا تو مین نہ آیا یہانتک کہ نماز پڑھ لی پھر آیا تو فرمایا کہ تجھے کون چیز مانع ہوئی میرے پاس آنے مین تو مین نے عرض کیا کہ مین نماز پڑھتا تھا فرمایا کہ اللہ تعالے نے نہین فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم. پھر فرمایا کہ مین تجھے نہ بتلاؤن ایک سب سے بڑی سورۃ قرآن مین قبل اس کے کہ مسجد سے نکلون پس مین نے عرض کیا کہ جی ہان ضرور فرمائیے) پھر آپ باہر جانے لگے تو مین نے یاد دلایا پس فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے جو مین دیا گیا ہون. دوم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام القرآن وہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے پس تنصیص ہے کہ سورۃ الفاتحہ یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے ولیکن اگر یہی وصف سبع طوال وغیرہ کا بھی ہو تو کچھ منافی نہین ہے کما قال تعالے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی جیسے کہ قولہ تعالے لمسجد اسس علی التقوی الآیہ کا شان نزول مسجد قبا رہا ہے ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف کیطرف اشارہ کیا انتہی کلامہ مترجماً اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جزم و تنصیص محل تامل ہے اس واسطے کہ جب اکابر صحابہ مثل حضرت علی و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دونون قول مروی ہین تو انمین سے قول ثانی کو حقیقت اور اول کو مجاز قرار دینا بدلیل فضائل سورۃ الفاتحہ کے بعید ہو کیونکہ حقیقت مین سبع طوال اُس کی مصداق ہین اور سورہ فاتحہ پر اطلاق بطریق فضیلت ہے اور یہ کیون نہین کہا جاتا کہ آیت مین مراد سبع طوال ہین اور بوجہ اشتراک فضیلت کے فاتحہ کو اس سے موسوم فرمایا اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالے عز و جل نے قرآن پاک کی تفاصیل کو سورہ فاتحہ مین مجمل فرمایا اور سورہ فاتحہ کو آیہ بسم اللہ مین جیسا کہ حسن بصری وغیرہ سے تفسیر سورہ فاتحہ مین مذکور ہوا پس جیسے قولہ تعالے ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ہن ام الکتاب مین ام الکتاب سے سورۂ فاتحہ مخصوص نہین ہے بلکہ محکمات آیات جسقدر ہین سوائے متشابہات کے سب ام الکتاب ہین ولیکن سورۃ الفاتحہ کے فضائل سے ثابت ہوا کہ وہ ان ام الکتاب آیات کی جو تفصیلاً آئی ہین اجمالاً جامع ہے پس اس سورہ کو ام الکتاب کہا گیا پس فرق باجمال و تفصیل ہے اسی طرح سبع مثانی و قرآن عظیم بھی سبع طوال ہین جیسا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنے تفصیلاً سبع مثانی یہ سبع طوال ہین اور انھین کا اجمال یہ سورۃ الفاتحہ ہے پس خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ مین تخصیص کرنا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے بعید ہے اور حق یہ ہے کہ سبع مثانی و قرآن عظیم بطریق تفصیل تو وہ قول اول یعنی سبع طوال ہین اور بطریق اجمال سورۂ فاتحہ ہے اور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ مثانی سے مراد کل قرآن ہے بدلیل قولہ کتابا مثانی تقشعر الآیہ اور یہی قول ضحاک و طاؤس و ابو مالک کا ہے پس ان اکابر رضی اللہ عنہم کے قول مین تخالف و تسامح مجاز نہین ہے کیونکہ اگر تخصیص مراد سبع مثانی سے فاتحہ لیتے ہو تو بطریق صدق الوصف کے سبع طوال کو انھون نے سبع مثانی کہا اور یہ مجاز ہو گا پس ارشح یہ ہوا کہ دونون قول اُن کے متفق و صحیح ہین اور فرق باجمال و تفصیل ہے اور جو احادیث دربارۂ فضیلت سورۃ الفاتحہ کے وارد ہین اور جن مین یہ وہم ہوتا ہے کہ یہی سبع مثانی ہے تو اس سے یہ معنے لینا کہ سبع طوال مراد نہین بلکہ بطریق صدق الوصف داخل ہین بعید ہے اور حق یہ ہے کہ مجمل و مفصل مین سے جسکی نسبت کہو کہ یہ وہی ہے صحیح ہے فافہم و الحمد للہ رب العالمین. اور یہ جو بعض نے حجت کی کہ یہ سورہ مکی ہے اور سبع طوال اکثر مدنی ہین تو ہم نزد دیدینا بصیغہ ماضی نہ ہوا پس مراد فاتحہ ہے تو جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ بھی مدنیہ ہے بقول مجاہد باوجودیکہ انھون نے سبع طوال سے تفسیر کی ہے علاوہ برین ترتیب علم الٰہی مین مقدم تھی فافہم. پھر قولہ لا تمدن عینیک. اس مین ابن عباس رض نے کہا کہ آدمی کو منع کیا گیا ہے کہ دوسرے کے مال کی طرف نظر ڈالے

کلام میں مقدر جملہ ہے اے انزلنا الیک کما انزلنا الخ یعنے ہم نے تجھ پر کتاب اُتاری جیسے اگلون پر اُتاری تھی جنھون نے اُس کے ٹکڑے کر دیے یا
بعض باتون پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کیا۔ زمخشری کے نزدیک سابق آیتناک سے متعلق ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ
اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ لوگون سے کہدے کہ مین تم کو صاف ڈرسناتا ہون عذاب الیم سے کہ اگر میری تکذیب کی
تو تم پر ضرور عذاب ہوگا جیسے تم سے اگلی اُمتون پر ہوا جنھون نے اپنے اپنے پیغمبرون کو جھٹلایا اور اللہ تعالے کے احکام پر ایمان نہ لائے پس اللہ تعالے
نے انپر عذاب و انتقام اُتارا۔ المقتسمین وہ لوگ جنھون نے قسم کھائی باہم کہ انبیاء کی مخالفت کرین اور اُن کی تکذیب کرین اور اُن کو اذیت دین جیسے
قوم صالح کے حال سے آگاہ فرمایا کہ تقاسموا باللہ لنبیتنہ واہلہ الآیہ یعنے باہم تاکہ قسم کھائی کہ راتون جا کر صالح و اُس کے لوگون کو قتل کر دین۔ اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ باہم قسم کھائی مانند قولہ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت اور قولہ اولم تکونوا اقسمتم من قبل الآیہ یعنے
نہایت سخت قسم کھائی کہ اللہ تعالے نہین اُٹھائیگا جو مر گیا اور جیسے کہا کہ کیا نہین تم قسم کھاتے تھے پہلے کہ تم کو زوال نہین ہے غرضکہ گویا کسی
چیز کا انکار نہ کرتے تھے مگر آنکہ اس پر قسم کھاتے تھے تو مقتسمین ان کا نام ہوا۔ انتہے۔ اور معالم وغیرہ مین قریش وغیرہ کے مقتسمین کو لکھا کہ جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور دعوت کی تو موسم حج مین کفار قریش نے باہم جمع ہو کر قسم کھائی کہ ہم سب ایک بات پر متفق ہوجاوین کہ تمام
دور دور کے عرب کے آنے والے ہم کو مختلف نہ پاوین پس ولید بن المغیرہ نے سولہ آدمیون کو بھیجا جو راستون و پہاڑون پر مکہ کے کر دیے گئے جو عرب
آتے اُن سے کہتے کہ تم اُس شخص کی بات پر جو ہم مین پیدا ہوا ہے دھوکا نہ کھانا کہ وہ مجنون ہے حالانکہ خود کبھی شاعر و کبھی ساحر و کبھی کاہن کہتے تو ہر
حالت پر سب نے متفق ہو کر مجنون کہا تاکہ عرب اُن کو مختلف نہ پاوین اور آپس مین کہا کہ شاعر و ساحر وغیرہ درحقیقت وہ نہین ہے تو عرب ہم کو
جھوٹا سمجھین گے۔ واضح ہو کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب ہین جنھون نے اپنی کتابون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پریشان کر دیا
اور اس مین تحریف کر دی۔ مترجم کہتا ہے کہ ہان انھون نے اقتسام اُس کی تحریف و اخفاء امر پر کر لیا تھا یا یہ عضین کی تفسیر کو شامل ہے
شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ صحیحین مین ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
مثل اور جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالے نے بھیجا ہے اُس کی مثل ایسی ہے جیسے ایک مرد اپنی قوم پاس آیا اور کہا کہ اے قوم مین نے اپنی دونو
آنکھون سے لشکر کو دیکھا ہے اور مین ننگا ڈرسنانے والا ہون اے قوم خلاصی ڈھونڈھو خلاصی ڈھونڈھو پس اُس کی قوم مین سے ایک گروہ
نے اُس کا کہنا مانا پس رات سے اندھیاری مین اُٹھ کر کوچ کر گئے اور وہاں کے وقت مین سامان کر کے نجات پا گئے اور دوسرے ٹکڑے نے اُس کو
جھوٹا جانا اور اپنے مکانون مین رہے صبح ہوتے اُن کو لشکر نے گھیر لیا اور سب کو قتل و غارت کر دیا پس یہ مثال اُس کی جس نے میری اطاعت کی
اور جو مین لایا ہون اُس کی پیروی کی اور مثل اُس کی جس نے مجھے جھٹلایا اور جو حق بات لایا ہون اُس کو جھٹلایا ہے۔ الذین جعلوا القرآن
عضین۔ مقتسمین کی شناخت فرمائی کہ ایسے لوگ ہین جنھون نے قرآن کو عضین کر لیا یعنے اپنی بے ایمانی سے اپنے گمان پر ایسا کر لیا۔ واضح ہو
کہ عضین جمع عضۃ در اصل مین عضوۃ بحذف واو تھا اور عرب بولتے ہین کہ عضا الشاۃ یعنے عضو عضو و پارہ پارہ کر دیا بکری کو۔ بعض نے کہا
اصل مین عضہۃ تھا بحذف ہاء اور عرب بولتے ہین کہ عضہتہ یعنے اس پر بہتان باندھا اور نظیر اُس کی لفظ شفۃ کہ دراصل شفہۃ تھا اور لفظ ماء
کہ دراصل موہۃ تھا۔ بالجملہ عضین جمع ہے خواہ عضوۃ کی یا عضہۃ کی اور ہر تقدیر پر مانند سنین جمع سنۃ کے عضین بھی عقلاء کی جمع کے مانند جمع
کیا گیا ہے اور قرآن سے مراد یا تو یہی قرآن پاک ہے یا توریت و انجیل وغیرہ مراد ہین کہ وہ بھی قرآن یعنے قرات کی گئی اور اللہ تعالے کی طرف سے
اتاری گئی کتابین ہین۔ اسپر ایک معنے پر اُس کی تفسیر یہ ہے کہ عضین بمعنے اجزاء اور قرآن بمعنے یہی قرآن تو مقتسمین سے مراد قریش کے کفار جنھون نے
قرآن پاک کو اجزاء کر دیا کہ بعض پر اقرار اور بعض پر انکار یا بمعنے بہتان کہ بعض کو شعر و بعض سحر و بعض کہانت و بعض اساطیر الاولین وغیرہ کہا
کسائی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عضہ کذب و بہتان ہے یا یعنے عضاۃ جو ایک درخت خاردار زہر آمیز ہوتا ہے اور مجروح کرتا ہے یعنے قرآن

مانند اُس کے سمجھا کہ بتوں کی مذمت سے کافروں کو ایذا دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ عضہ بزبان قریش جادو ہے اور عورت ساحرہ کو عاضہہ کہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ انہ علیہ السلام لعن العاضہۃ والمستعضہۃ یعنے جادو کرنے والی عورت اور جادو کرانے والی دونوں پر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ واضح ہو کہ معانی باہم قریب یا مشترک ہیں کیونکہ خواہ بہتان سے اجزا ہوں یا جادو کی نسبت کرنے سے یا دیگر اسباب سے بہرحال یہ لازم ہے کہ سالم نہ رکھا تو اسلام سے خارج ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ موجودہ لوگوں کو عذاب سے خوف دیا کہ جیسا عذاب اگلوں پر نازل فرمایا تھا جنھوں نے یہ حرکت کی کہ قرآن پاک کو اجزا ء و کذب و بہتان وغیرہ کے ساتھ پارہ پارہ کیا پس مراد اگلے لوگ اور قرآن سے مراد اگلی کتابیں ہیں۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ جعلوا القرآن عضین یعنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اُن کتابوں کو جو اُنپر اتاری گئی تھیں پس بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر و انکار کیا بخاری رحمہ اللہ تعالے نے سعید بن جبیر و ابو ظبیان سے ابن عباس سے روایت کی کہ وے اہل کتاب ہیں کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا۔ اور ایک روایت میں المقتسمین کہا ابن عباس نے کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا یہود و نصاریٰ ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و حسن و ضحاک و عکرمہ و سعید بن جبیر وغیرہم سے مروی ہے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ عضین کہا یعنے سحر اور عکرمہ نے کہا کہ عضہ زبان قریش میں سحر ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اُس کو اعضا اعضا کر دیا کہا کہ سحر ہے اور کہا کہ کہانت ہے اور کہا اساطیر الاولین ہے اور عطا نے کہا کہ ساحر و کاہن و مجنون کہا یعنی عضین کہا محمد بن اسحٰق نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ و سعید بن جبیر عن ابن عباس روایت کی کہ ولید بن المغیرہ کے پاس چند قریش مجتمع ہوئے اور وہ اُن میں صاحب شرافت تھا اور موسم حج آ گیا تو بولا کہ اے گروہ قریش یہ موسم آ گیا اور عرب کے گروہ ہمارے یہاں آنے والے ہیں اور تم میں اُس شخص کا حال سُن چکے ہیں پس تم اُس کے بارہ میں ایک رائے پر متفق ہو جاؤ اور اختلاف مت کرو کہ تم میں سے بعض کی بعض تکذیب کرینگے۔ بولے کہ ان شیخ ہے اور اے ابو عبد شمس تو ہی ہمارے لیے ایک رائے قائم کر دے بولا کہ نہیں تم کہو اور میں سنوں تو کہنے لگے کہ ہم کہا کرینگے کہ کاہن ہے بولا کہ وہ تو کاہن ہے نہیں۔ بولے کہ کہینگے مجنون ہے بولا کہ وہ مجنون تو ہے نہیں بولے کہ شاعر کہینگے بولا کہ وہ شاعر بھی نہیں ہے بولے ساحر بولا کہ یہ بھی نہیں ہے بولے کہ پھر تو بتلا کہ ہم کیا کہینگے بولا کہ واللہ اُس کے کلام میں ایسی حلاوت ہے کہ تم اس میں سے کچھ بھی کہو گے پہچان لیجائیگی کہ یہ جھوٹ بات کہتے ہو اور اقرب یہ ہے کہ تم اُس کو ساحر بتلاویں پس اسی پر قسم کھا کر علیحدہ ہو گئے پس اللہ تعالے نے اُن کے حق میں نازل فرمایا کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین۔ یعنے اصناف۔ فَوَرَبِّكَ پس قسم ہے تیرے رب کی۔ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ البتہ ہم سرزنش و غضب کے ساتھ سوال کرینگے ان کافروں مقتسمین سے سب کے سب سے یعنے قیامت کے روز۔ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اُس چیز سے جسکو وے کرتے تھے یعنے دنیا میں جو گمراہیاں وغیرہ و بہتان کیا تے تھے قیامت میں غضب الٰہی کا اُن پر سوال ہوگا اور حساب میں ماخوذ ہو کر سزا سخت کے مستوجب ہونگے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہی ولید بن المغیرہ و اُس کے ساتھی لوگ جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیہودہ کہا تھا چونکہ ان افعال و حرکات میں اُنھوں نے خود لا الٰہ الا اللہ سے انکار کیا اور لوگوں کو بھی اس سے مانع ہوئے کیونکہ اصل مقصود رسالت و قرآن یہی کلمہ توحید الٰہی تعالے ہے اسی واسطے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ سے سوال سب سے ہوگا بروایت عبد الرزاق و نیز مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے یہی تفسیر مروی ہے اور امام ترمذی و ابو یعلی الموصلی و ابن المنذر و ابن جریر و ابن ابی حاتم نے انس بن مالک سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فوربک لنسألنہم الآیہ میں فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ سے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ موقوفاً بھی ہے اور ترمذی وغیرہ نے مرفوع روایت کی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اُس کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر آنکہ اللہ تعالے اُس کے ساتھ تنہائی فرماویگا جیسے چودھویں رات کے چاند سے ہر ایک تنہا دیکھ لیتا ہے پس فرماویگا کہ اے ابن آدم تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکا دیا تھا۔ ابن آدم تو نے کیا عمل کیا جو جانا۔ اے ابن آدم تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ ابو العالیہ نے کہا کہ قیامت کے

آخر اسناد تک انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ان ٹھٹھا کرنے والوں میں سے بعض نے آپ کو غمز کیا پس
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان بدبختوں کو غمز کیا تو یہ ان کے جسموں میں ضرب نیزہ کے مانند اثر کر گیا چنانچہ وے سب مر گئے اور محمد بن اسحاق
نے اپنی اسناد کے ساتھ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پانچ شخص قریش میں سے صاحب شوکت تھے پھر ہر ایک سے ہر ایک کو بیان
کیا اور وہی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور اسود بن المطلب یہی ابو زمعہ ہے پس جب ان لوگوں نے شرک میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ٹھٹھا کرنے میں حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے صاف ظاہر کرنے اور مشرکوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا اور ان مستہزئین کو ہلاک کر دیا۔ پھر
محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرتے تھے کہ جبرئیل ع آئے پس کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلعم بھی کھڑے ہوئے
پس اسود بن عبد یغوث گزرا تو جبرئیل ع نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا پس اس کو استسقا ہو گیا اور وہ مر گیا اور ولید بن مغیرہ گزرا
اس کے پاؤں کے ٹخنے کے پاس زخم کے اثر کی طرف اشارہ کیا پس پھوٹ نکلا اور اسی میں مر گیا حالانکہ اس سے کئی سال پہلے اس کو یہ زخم اس طرح
پہونچا تھا کہ وہ خزاعہ میں سے ایک شخص کی طرف گزرا جو اپنے تیر کا پھل اس کے کانسی میں لگا رہا تھا تو اس کے ازار میں الجھ گیا اور اس مغرور نے
جھکنے کو عار سمجھا چنانچہ اسی طرح چلا گیا اسی سے خفیف سا زخم ہو گیا اور وہ کچھ نہ تھا اب وہ پھوٹ نکلا اور اسی میں مر گیا اور عاص بن وائل کے خمص
قدم کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ طائف کو جاتے گدھے سے گرا اور اس کے خمص قدم میں کانٹا گڑا جس سے وہ مر گیا اور حارث بن طلاطلہ کی
سر کی طرف اشارہ کیا وہ پیپ کی ریزش سے مر گیا۔ اور محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سب کا سردار ولید بن المغیرہ
تھا۔ اور یوں ہی سعید بن جبیر و عکرمہ نے بھی مانند قول عروہ رضی اللہ عنہ کے روایت کیا لیکن سعید بن جبیر نے حارث بن طلاطلہ کی جگہ حارث بن
غیطلہ کہا اور عکرمہ نے حارث بن قیس کہا ہے امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ الحقین دونوں نے صحیح کہا کیونکہ اس کی ماں کا نام غیطلہ تھا
اور باپ کا نام قیس تھا بغرضکہ مجاہد و مقسم و قتادہ و بہتوں نے پانچ ہی روایت کیے ہیں مگر شعبی نے سات بیان کیے و مشہور قول اول ہے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشفی و تسلی و اپنی طرف توجہ کی تاکید کی بقولہ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۔ اور
ہم ضرور جانتے ہیں کہ تیری شان یہ ہے کہ تنگ ہو جاتا ہے تیرا سینہ بوجہ ان کے قول کے۔ یعنے انکار کرنے و اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے اور سحر و
جنون و کہانت و کذب وغیرہ کہتے ہیں اس سے تو دلگیر ہوتا ہے۔ اہل تفاسیر نے کہا کہ یہ بمقتضاے بشریت و جبلت انسانی تھا۔ اور بعض کا خیال
ہے کہ یہ کمال شفقت تھی کہ ان لوگوں کی طرف متوجہ اور ان پر ترس کھاتے کہ عذاب سخت میں چلے جاتے ہیں اور ڈرتے کہ جس قدر اظہار کرو اسی قدر زیادہ
تکذیب کریں گے تو غضب الٰہی میں پڑیں گے لیکن مشیت الٰہی اپنی مخلوق کے حق میں جاری ہے اور وہی خوب جاننے والا ہے لہٰذا مستہزئین کو
ہلاک کر دینے سے ان کا قصہ طے کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان پر حریص تھے تسلی و تسکین فرمائی کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ پس تسبیح پڑھ
اپنے رب کی پاکی کے ساتھ یعنے اللہ تعالیٰ پاک اور بڑا علیم و حکیم ہے اس کے علم و حکمت کے موافق جو واقع ہوتا ہے خوب ہے پس جب اس طرف توجہ
ہوئی تو پھر ایک دلگیری رفع ہو گئی اور زیادہ تقرب فرمایا کہ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ۔ اور ساجدین میں سے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و نماز میں مشغول ہو
کہ وہ اپنی حکمت سے مخلوقات کا انتظام فرماتا ہے اس میں کسی کو دخل نہیں ہے اور نہ علم الٰہی سے کوئی واقف ہے پس مشرکوں و ان کی بیہودہ گوئی کو
خالق عز و جل کی طرف سونپ دے اور تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و نماز پر قائم و کامل ہوا اور برابر اسی پر ثابت رہ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ
الْيَقِينُ۔ اور عبادت کرتا رہ اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھ کو موت آ جاوے۔ یہاں سے صریح معلوم ہوا کہ عبادت پروردگار موت سے پہلے ساقط
نہیں ہوتی ہے اور بعضے جاہلوں نے زعم کیا کہ فقیر عارف سے ساقط ہو جاتی ہے یہ پوری جہالت ہے بلکہ جس قدر رتبہ زیادہ اسی قدر بندگی زیادہ
ہوتی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ زیادہ عبادت پر اس کو شعور نہ ہو لیکن کسی شخص بے عبادت پر کمال کا گمان فقط وہم و خطرناک ہے اور بے تفسیر یقین ہونا اس
سے صاف ظاہر ہے مقصود آیت یہ ہے کہ موت سے پہلے کسی وقت میں عبادت سے غافل نہ ہونا چاہیے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و نماز

ودوام عبادت سے دلوں کو تسکین ہوتی ہے وقد قال تعالے فی سورۃ مریم واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا۔ یعنے مجھے وصیت کردی ہے
یعنے مجھ پر عہد کر دیا ہے نماز وزکوۃ کا جب تک میں زندہ ہوں۔ سعید بن منصور وابن المنذر وتاریخ حاکم اور ابن مردویہ ودیلمی نے مرفوع روایت
کی کہ اللہ تعالے نے مجھے یہ وحی نہیں فرمائی کہ مال جمع کر اور تاجرین میں سے ہو بلکہ تسبیح کر اور ساجدین میں سے ہو۔ شیخ امام نے نماز کے بارہ
میں مسند احمد کی روایت نقل کی کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ حضرت خالق عز وجل نے فرمایا کہ اے ابن آدم اول روز میں چار رکعت سے عاجز
مت ہو میں آخر روز میں تجھے کفایت کروں گا۔ ورواہ ابوداؤد والنسائی۔ اقول اسی کو صلوۃ الضحی کہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم پر
جب کوئی کام سخت یا گراں ہوجاتا تو نماز پر قائم ہوجاتے کما فی الصحاح وغیرہ اور لکھا کہ یقین سے مراد موت ہے۔ بخاری رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ سالم یعنے ابن عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ یقین موت ہے اور یہی قول مجاہد وحسن وقتادہ وعبد الرحمن بن زید کا ہے۔ بدلیل قولہ تعالے وکنا
نکذب بیوم الدین حتی اتانا الیقین۔ یعنے کافران جہنم کہینگے کہ ہم لوگ دنیا میں قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی۔ اور صحیح میں
ام العلاء انصاریہ سے مروی ہے کہ جب عثمان بن مظعون نے انتقال کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے پاس آئے پس ام العلاء انصاریہ
نے کہا کہ تجھ پر اللہ تعالے کی رحمت ہے اے ابو السائب پس میری گواہی ہے تجھ پر کہ اللہ تعالے نے تجھ کو بزرگی دیدی۔ آنحضرت صلعم نے یہ سنکر فرمایا
کہ اری تجھے یہ کس نے بتلا دیا کہ اللہ تعالے نے اس کا (یعنے عثمان بن مظعون) اکرام کیا ہے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ پھر کون بزرگی
کیا جائیگا تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ فقد جاءہ الیقین یعنے عثمان بن مظعون کی موت آگئی اور میں اس کے لیے بہتری کی امید کرتا ہوں۔ مترجم
کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدفن میں عثمان کو دفن کر کے ان کے سرہانے پتھر رکھا اور فرمایا کہ میں نے تجھے لوگوں کا امام بنایا اور یہ
بڑی بزرگی ہوا اور پیچھے ایک خواب کے جو ان کے بارہ میں دیکھا گیا تھا اس کی تعبیر میں فرمایا کہ یہ اس کے اعمال صالحہ ہیں۔ غرضیکہ مقصود یہ تھا کہ
کوئی شخص اپنے قیاس سے بدون قطعی علم کے اللہ تعالے کے علم غیب میں جرأت نہ کرے اور امید کرنا صحیح ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ نے لکھا
کہ اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ عبادت مثل نماز وغیرہ کے آدمی پر واجب رہتی ہے جب تک اس کی عقل ثابت ہو پس اپنی حالت
کے موافق نماز پڑھے چنانچہ صحیح بخاری میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھ کھڑے
ہو کر پھر اگر یہ قدرت نہ ہو تو بیٹھکر پھر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے۔ اسی سے استدلال کیا گیا کہ بعض ملحدوں نے جو یقین کے معنے معرفت کے لیے ہیں کہ جب
بدرجہ معرفت پہونچے تو آدمی سے تکلیف شرعی ساقط ہو جاتی ہے تو یہ قول غلط اور کفر وضلال ہے اور کمال جہالت پر مبنی ہے کہ انبیاء
علیہم السلام سب سے زیادہ عارف واعلم تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ عبادت پر قائم تھے اور تا وقت موت نیک کاموں کی مواظبت
پر مستقیم تھے بلکہ مراد یہاں یقین سے فقط موت کے معنے ہیں کذا فی تفسیر الحافظ اور واحدی نے جماعت مفسرین سے موت کی تفسیر نقل کی اور توجیہ
یہ کی کہ موت یقینی واقع ہونے والی ہے اس میں کسی کو شک نہیں ہے اور ابوحیان نے کہا کہ موت کے ناموں میں سے ایک نام یقین ہے اور موت
آنے پر شک ہر طرح کا زائل ہو جاتا ہے اور عبادت کی انتہاء وقت موت تک بیان کرنے میں اعلام ہے کہ عبادت کسی وقت موت سے پہلے
ساقط نہ ہوگی یعنے جن شرائط کے ساتھ ادا کرنا چاہیے جب شرائط موجود ہوں تو ساقط نہ ہوگی ومن اللہ تعالے التوفیق۔ ف فی العرائس قولہ
فاصفح الصفح الجمیل۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ تقدیر ازل کو بصفت شہود وغیب دیکھے بوصف سر اور اسباب کو عمل میں لا دے اور ہر حال میں جو
سچ ہوا اور جو کچھ بواسطہ جاری ہو وہ امر الہی ومشیت پر راجع کرے۔ من از حق شناسم نہ از عمرو زید۔ ایسی صورت میں واسطہ ساقط ہونے پر
ملامت کسی پر نہ کرے گا اور ہر پابند تقدیر پر اس کو رحمت وشفقت ہوگی چنانچہ دلالت کرتا ہے اس پر قولہ ان ربک ہو الخلاق العلیم۔ اس سے اشارت
اور تسلی نکلی کہ قوم سے جو انکار وایذا واستہزاء تجھے پہونچے وہ قوم اپنے خالق مجید قاہر کی مخلوق ہے اور مقصود تربیت ہے کہ اولوالعزم کے مرتبہ پر
پہونچایا جاوے اور وہی خوب جانتا ہے جو اس نے مقدر کیا اور تجھے خلق عظیم عطا کیا۔ اور اس میں ایک اشارہ ہے کہ تیرا خلق عظیم نمونہ اوصاف پاک

حضرت خلاق علیم ہو وے کہ عفو و کرم سے اُمت والوں سے تجاوز ہو۔ عمرو بن دینار نے بواسطہ محمد بن الحنفیہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت کی کہ صفح جمیل یہ ہے کہ بلا عتاب کے رضامند ہو۔ بعض نے کہا کہ جس میں ملامت نہ ہو اور بعد کو کینہ نہ رہے ویسا ہی حال ہو جیسا پہلے تھا
اور یہ نعمت الٰہیہ و سرفرازی تامہ والوں کو ہوتا ہے کما قال تعالیٰ ولقد آتیناک سبعا من المثانی الآیہ ظاہر تفسیر تو گزر چکی اور اس میں اشارت ہے
کہ تجھ کو خلعت سبع مثانی عطا ہوئی ہے یعنے تیرا لباس صفات ہفتگانہ سے اس لیے ہوا کہ متصف بخلق الٰہیہ ہو کر ربانی و ملکوتی و جلالی و جمالی ہو اور
ایسی ہی قدسی و رحیم و عارف ذات صفات ہو۔ اور ایسا شخص آئینہ جمال ذات الوہیت ہوتا ہے پس ہو جاتا ہے عالم بعلمہ تعالیٰ و قادر بقدرتہ تعالیٰ
اور سمیع بسمع الٰہی و متکلم و بصیر بکلم و بصر قدیم ہوتا ہے پس علم الٰہی سے گذشتہ و آئندہ کا علم حاصل کرتا ہے اور خواطر کی شہوات و حرکات دیکھتا اور تمام
چیزوں کے انقلابات دیکھتا ہے اور دل کی خطور کرنے والی چیزوں میں سے لوگوں کے دلی اسرار پر واقف ہوتا ہے اور ہر کام کو بارادۂ الٰہی کرتا ہے
اور دلہاے مردگان سے ملکر اُس کے واسطے اُن کو مدد دیتا ہے اور عالم کے اجسام کو غذا دیتا ہے اور اجسام کو حیات سے اور جب کسی کا دل کسی طرف
مائل ہو وہ اس نسبت کی طرف متوجہ ہو کر پاس اسے آنکھ اُٹھا لے گا۔ اور کہا کہ اوصاف باری تعالیٰ مع مقابلات کے ہیں جیسے قدم و بقاء اور
جلال و جمال اور دیدار و صمدیت و ربوبیت یہی صفات اور یہ مع ان صفات سبعہ کے ملکر مثانی ہوگئیں پس مشاہدہ قدم و اُسکے اتصاف سے تمام
حادثات سے مجرد ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ بقا و اس کے اتصاف سے مقام بیداری میں متمکن ہوگا اور مشاہدہ جلال و اتصاف سے وہ ہیبت یعنے ہیبت
والا ہو جائے گا تمام آسمانوں و زمین میں۔ اور جمال کے مشاہدہ و اتصاف سے عاشق وجہہ قدم اور آئینہ حق ہر ایک عالم ہوگا۔ اور مشاہدہ دیدار و اتصاف
سے شوق و محبت ازل میں غرق ہوگا اور مخلوق کے دلوں کے لیے محبوب ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ صمدیت و اس کے اتصاف سے صمدانی ہوگا جس کا
کھانا پینا مشاہدہ ہے اور حدیث صحیح ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی اس کے واسطے اشارت صریح ہے اور اس کی صفات میں سے یہ ہوگا کہ جو کوئی اسکو
دیکھے اُس کی بھوک و پیاس کو تسکین ہو جائیگی مشاہدہ ربوبیت و اُس کے اتصاف سے حق عز وجل کے ملک و بندوں میں متصرف ہو جاتا ہے
تو نے حدیث صحیح میں نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی درخت نے کس طرح تعمیل کی کہ دور سے پاس چلا آیا اور جس حالت میں کہ
آپ قضاے حاجت کے واسطے بیٹھے تھے درختوں نے پردہ کر لیا۔ اور بطور معجزات کے قمر شق ہوا اور درختوں نے حاضر ہو کر گواہی دی اور یہی تھا کہ
ہر درخت و پتھر آپ کو سلام و سجدہ کرتے اور اونٹ و جانور بھی چنانچہ احادیث و آیات اس میں صریح ہیں مانند قولہ وسخرنا مع داؤد الجبال الآیہ
پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان صفات قدیمہ مثانیہ کے انوار سے مخصوص فرمایا تھا اور قرآن عظیم اس پر زیادہ کیا جس میں جمیع اسماء
و نعوت و صفات سے خبر دی ہے جو آپ کو نہیں پہونچی ہیں کیونکہ جمیع صفات تو غیر متناہیہ ہیں پس قرآن شریف نے معرفت ذات و صفات
سب کے علم و نور سے مشرف کیا اور عظمت قرآن پاک کی بعظمت متکلم عز وجل ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود اپنی عظمت سے کلام فرمایا براہ عظمت
ذات اور اُس کی عظمت سے یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کے نیچے علوم ازلیہ ابدیہ کا ایک سمندر ہے اور کلمات الٰہی کو کوئی چیز
مخلوقات میں سے نہیں احاطہ کر سکتی ہے اور واضح ہو کہ مثانی کی صفت یوں بھی مفہوم ہے کہ ہر صفت کے لیے صفات ثانی از عینیت الذات ہیں
پس صفت ثانی الذات اور ذات ثانی الصفات ہے مگر کچھ افتراق و اجتماع کی راہ سے نہیں ہے یعنے یہ امر قیاس بشری سے باہر ہے یہ نہیں ہے کہ
ذات و صفات دونوں علیحدہ دو ہیں اور باہم مجتمع ہیں بلکہ وہ واحد ہے ہر طرح سے اور وہ ہر تفرقہ و جمع سے پاک ہے بلکہ وحدت کو بھی وہاں دخل
نہیں ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ توحید یہ کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ اور رہا وہی ہے لیکن ضمیر و مرجع کسی امر کا وہاں اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ سب باتیں
حادث ہیں اور قدیم ذات ان سب کی خالق ہے وہ پاک ہے مخلوق کی صفات و قیاس و گمان و وہم سے پس حاصل یہ ہے کہ یہاں اپنے حبیب
صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل فرمایا کہ معانی ذات و صفات دیدیے اور معرفت دی بعد ازانکہ خود ہی عارف مخلوق ہے گویا عرفان علی حضرت حق تعالیٰ
سے ہے اس کا لباس اپنے بندہ رسول کریم کو پہنایا اسی واسطے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور مروی ہے کہ جس نے

مجھے پہچانا حق پہچانا۔ واضح ہو کہ قرآن عظیم تعلیم شان ربوبیت ہے جس سے حقائق کی معرفت دی اور علوم غیب سے سرفراز فرمایا و احکام عبودیت تعلیم کیے (مترجم) کہتا ہے کہ غیب سے یہاں وہ حقائق مراد ہیں جن پر لوگ آگاہ نہیں ہو سکتے ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ و افضل چاہا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا اور کلی علم غیب غیر متناہی ہے وہ سوائے حق عز و جل کے کوئی نہیں جانتا ہے اور جس قدر سے آگاہ کر دیا وہ جسکو آگاہ کیا اُس کی نسبت علم غیب نہیں رہا۔ شیخ نے لکھا کہ زیادہ دقیق اشارہ اس میں یہ ہے کہ سبع مثانی یہی صفات قائم ہیں اور تاثیر اُن کی از راہ اتصاف ہے کہ قلب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن کا اثر ظہور رہا گویا وہ مظہر کامل سبع صفات کے ہوئے کیونکہ وہ عالم قادر سمیع بصیر متکلم مرید حی القیوم ہے اور یہ صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان صفات قائمہ بالذات سے ہوا لید این جو ہر طرح کی علت و اس کی تاثیر سے پاک ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے تو نے نہیں دیکھا کہ حدیث قرب النوافل میں آیا ہے کہ جب بندہ کو محبوب کر لیا تو خود ہی اس کی سمع و بصر و لسان و دست ہوتا ہے اور معنے اُس کے یہی ہیں جو مذکور ہوئے اور اللہ تعالیٰ حلول و اتصال اور ہر طرح کے خیال و تشبیہ سے پاک ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اور درصورتیکہ ظاہر کلام سے یہ معنے ہوں کہ آدم کو اُس کی صورت پر پیدا کیا تو یہ تصویر پیدائش الٰہی بروجہ کامل ہے جس میں آثار صفات پاک کے ظاہر ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن عظیم کے ساتھ صفات عامہ و خاصہ کا اشارہ ہو یعنے صفات عامہ و خاصہ سے آگاہ فرمایا اور قرآن عظیم سے معانی صفات عامہ و خاصہ کے ظاہر فرمائے جس سے تو صفات کے دیدار سے محب مشتاق بدیدار صفات خاصہ ہوا جو متشابہ ہیں کیونکہ وہی معدن جمال و جلال ہیں اور تو بواسطہ صفات عامہ کے تمام حادثات سے خالص الوہیت کے لیے متفرد ہو گیا۔ اور ظاہر آیت سے سبع مثانی یعنے چودہ خصال عطا فرمائی مثل رحمت و شفقت و عفو و صفح و کرم و ظرافت و لطافت و حسن و جمال و ہیبت و حیاء و سخاوت و وفا و ولایت و نبوت و رسالت۔ اور اسی کے مانند علی بن موسےٰ الرضا نے بواسطہ اپنے والد ماجد کے جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کیا ہے اور اس میں مودت و شفقت و الفت و نعیم و سکینت مذکور ہے اور کہا کہ قرآن عظیم میں اسم اعظم ہے۔ پھر جب یہ نعمت عظیم دیدی تو تمام جہان اول و آخر اپنے حبیب کی نظر میں خوار کر دیا بدین معنے کہ پیروان طریقہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت صادق ہوں گے کہ اسی شان پر ہوں فقال عز و جل لا تمدن عینیک الیٰ ما متعنا بہ ازواجاً منہم۔ یعنے اے صاحب اوصاف مذکورہ جس میں یہ معانی عظیمہ و صفات ربانیہ ہوں تجھے لائق نہیں ہو سکتا کہ اصناف اہل دنیا کی طرف نظر کرے جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور فانیات میں مشتغل ہیں کیونکہ ہیچ سے متعلق خود ہیچ ہے ہے دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ + ہمت صحیح و بلند ایسی نابود چیز سے متعلق نہیں ہوتی اور یہ اشارہ ہے کہ فطرت نفسانی اپنی خلقت میں شہوات کے واسطے مجبول ہے چنانچہ ہر حال میں شہوات اس میں رہتی ہیں اگر ظاہر نہ ہوں تو مخفی ہوتی ہیں پس سلامت قلب و نعمت دائمی کے ساتھ سوائے حق عز و جل کے غیر کی طرف نظر نہیں ہوتی اور اس مقام میں اہل اخلاص کو خطر اور یہ محل امتحان ہے اور عارف تو ماسوائے حق تعالیٰ کے دوسرے وسایط سے مشاہدہ میں بھی خطرہ رکھتا ہے کیونکہ خالص مشاہدہ وہ ہے جو واسطہ سے خالی ہو پس خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام کے آخر کلام پر نظر صحیح ہے کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ اور اول کلام ان کا مقام عشق ہے اور آخر کلام افراد قدم از حدوث ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ آپ کا اول مقام وہ رکھا جو خلیل علیہ السلام کا آخر مقام تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع سے بھی چشم پوشی فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے وصف فرمایا کہ ما زاغ البصر و ما طغیٰ۔ اور حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل دنیا کے اموال دیکھتے تو آستین سے آنکھیں بند کر لیتے یعنے لوگوں کی تعلیم کے واسطے اور کہتے کہ میرے رب نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے پھر غیر کی طرف سے ہمت پھیر لینے میں مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالیٰ و لا تحزن علیہم۔ اور شاید کہ عالم تقدیر میں نزول مشیت الٰہیہ ہے پس کافروں پر حزن کرنا مشیت سے ناموافقت ہے کہ غیروں کی طرف نظر ہے پھر بندگان مخلصین کے واسطے خلق عظیم استعمال کرنے کا حکم فرمایا بقولہ و اخفض جناحک للمؤمنین۔ اور اس میں لطیف اشارہ ہے کہ یہ لوگ تیرے بازوے رحمت کے سایہ میں پرورش پاتے ہیں اور تیرا بازوے ہمت دونوں جہان

بلند ہو کر مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک پہونچا ہے کیونکہ یہ انجذاب ربوبیت قیومیہ میں تو اس وجہ سے بازو کو اہل عبودیت کے واسطے سایہ گا کرے کہ تیری
جناح رسالت تک بقوت بازو سے ربوبیت پر داز کریں اور یہ بلبل گلستان قدس تیرے گل کے عشق میں اپنے مقام تک واصل ہوں پس
تیری متابعت و ہمت سے مقامات شریفہ و ولایات رفیعہ پاویں اور باوجود اس کے تیرا کلام براہ کمال نہ ہو ولیکن یوں ہی ہو کہ جیسے تو مقام عبودیت
میں ہے ۔ وقل انی انا النذیر المبین یعنی از جانب ربوبیت کچھ نہیں ہوں بلکہ تمہارے مثل بشر ہوں مجھے وحی بھیجی جاتی ہے پس وحی کی راہ سے
میں تم کو عظیم جلال الٰہی و قہر کبریا ربی سے آگاہ کرتا ہوں اور میں تم کو اس کے فراق کے دردناک عذاب سے متنبہ کرتا ہوں میں شاہد ہوں اور
اس نے انوار عزت و جلال و جمال سے مجھے لباس دیا کہ مجھ سے تم کو معجزات باہرہ دکھلا دیے اور تم نے معائنہ کر لیا بعض مشائخ نے قولہ لاتمدن
عینیک میں کہا کہ غیرت قدم نے حبیب الٰہی کو نہ چاہا کہ سوا اسکے دو جہان میں سے کسی چیز کی طرف نظر اٹھاوے اور ایک دم غافل ہو
کیونکہ اس تمتع سے کچھ حاصل نہیں ہے اور چاہا کہ اس کے اوقات حیات مصروف بجمال عروج ہوں اور شیخ یوسف بن الحسین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے نذیر مبین کی خبر دینے کا حکم دیا کہ میں سفیر عظیم الشان و مبین نشان بے نشان بشانی بیان ہوں . قولہ فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون . ظاہر
تفسیر یہ ہے کہ لوگوں سے سوال ہو گا وہ تو ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ والذین آمنوا اشد حبا للہ پس اشد محبت کے دعوے میں قیس مجنون سے
کمی لائق سوال ہے پھر کبھی نہ ہو تو ادب باطن و ربوبی کے دونوں درجات جو قیاس سے باہر ہیں قابل سوال ہیں اور حق عزوجل کو کچھ حاجت نہیں
کہ اپنے اہل معرفت سے ان کے اعمال کا سوال کرے ولیکن ان کو آگاہ فرما دے گا مقامات خطرات سے اور ہمتوں کی کجی سے اور میلان طبیعت سے
اور نفس و شیطان کے بار بار مکروں سے تاکہ ان کی عظمت کے سامنے حیا و شرم سے پانی ہو کر دریائے خجالت میں غرق ہو جاویں اور یہ بھی
مراد ہے کہ مشقت و مجاہدہ میں جو رنج و کلفت انہوں نے اٹھائی اس کی مواسات فرمائی جاوے کہ محل امتحان سے کیونکر چھوٹ گئے . واسطی رح
نے کہا کہ انبیا و اولیا سے ذرہ برابر کا بھی سوال ہو گا کیونکہ ان کے مراتب بلند و قربت ارجمند ہے اور عوام سے اس کا سوال نہ ہو گا کیونکہ مصادر
اسرار سے یہ لوگ دور پڑے ہیں اور کہا کہ عوام اس چیز سے بھی غافل ہیں جس سے اہل الحق سے سوال ہو گا از انجملہ حرکات اطراف و خطرات قلب و
ہواجس اسرار میں مترجم کہتا ہے کہ اسی قبیل سے ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو واقع ہوا کہ قیدی ساقی سے کہا تھا کہ اذکرنی عند ربک
بادشاہ سے میرا حال بیان کرنا ۔ اتنی بات پر سات سال قید میں رکھے گئے حالانکہ قید ہونے کی درخواست خود کی تھی اور اس بات بھی یہ شبہ ہوا کہ
قید سے گھبرا کر رہائی کی درخواست کی فافہم . شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اہل حقائق سے سخت سوال یہ بھی ہو گا جو انہوں نے عوام کے
سامنے دعوی ظاہر کیے یا ایسے طور پر ظاہر ہوئے جس سے لباس فریب ہو . اور مجھے خبر پہونچی کہ بعض اہل اللہ نے اپنے بعض شاگرد و مرید سے فرمایا کہ خبردار
رہو ایسے دعووں سے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ان کا سوال فرماوے گا مرید بندہ خالص تھا اتنا کہا کہ یا شیخ اگر مجھے یقین ہو جاوے کہ رب العزۃ مجھ سے
قیامت میں کلام فرماوے گا اور ایسا مجھ سے سوال فرماوے گا تو مجھ سے عمر بھر اور کچھ نہ ہو سکتا سوا ایسے ہی دعووں کے اور کیا میں اس لائق ہوں
کہ حق عزوجل سے مخاطبہ میں شمار ہوں اور اس کی حضوری میں حاضر کیا جاؤں . یہ کہا اور گر کر جان بحق تسلیم ہوا . مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح
میں ہے کہ جو کوئی ایسی بات کا دعوی کرے جو اس میں نہیں ہے تو ایسے شخص کے مانند ہے جو فریب کا جوڑا پہنے ہو . قولہ ولقد نعلم انک الیٰ قولہ من الساجدین
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات فرمائی بعوض اس کے جو اعدا سے سنا . اور اشارت ہے کہ تو ہمارے ردا و مقام عزت
میں ہے جو کچھ جاہل لوگ جہالت سے بشان کبریائی کہتے ہیں اس کے اٹھانے سے تیرا سینہ تنگ ہوتا ہے یعنی کلمات جہال کے لائق ہماری شان
کبریائی نہیں ہیں پس تو ہماری تسبیح بیان کر بجائے انکے کیونکہ تو ہی اس لائق ہے سوا تیرے کفار جہال اس لائق نہیں بناتے ہیں اور ساجد ہو
کہ بوصف معلوم تجھے دیدار قریب نصیب ہو اور مشاہدہ جمال کے استغراق میں ضیق الصدر سے کھل جاوے . مترجم کہتا ہے کہ عادت کلام کا یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگدلی اپنے نفس کے واسطے نہ تھی اور حدیثوں میں بھی آپ کے شمائل کریمہ و اخلاق عظیمہ میں سے بیان ہوا ہے

کہ کبھی اپنے واسطے انتقام نہ چاہتے اور عفو کرتے اور کبیدہ نہ ہوتے ولیکن اللہ تعالے کی شان میں اگر گستاخی و بے ادبی دیکھتے تو غضب میں آجاتے تھے
اور تمام فضائل کا احاطہ محال ہے فافہم۔ خلاصہ یہ کہ جب نماز و سجدہ میں دیدار بیچون و چرا حضرت کبریا حاصل ہوگا تو یہ ضیق صدر جاتا رہے گا
واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تنگدلی اُن کافرون کے قول سے ہے کہ اللہ تعالے کی جناب میں شریک و مثل و ہمسر وغیرہ لیتے ہیں پاک ہے اللہ تعالے
سب ایسی نالائق باتون سے پس حکم دیا کہ تو ہماری پاکی بیان کر تیرا ضیق الصدر کھل جائے گا کہ تیری زبان پاک بلبل بوستان ازل اور اعلے
منزل قدس کا طائر فرخ ہے۔ بعض نے کہا کہ ضیق اُن کی طرف رجوع کرتے میں ہے تو ہماری تسبیح کی طرف رجوع کر کہ انفتاح مشاہدہ ہو۔ واسطی
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس میں ان علماء کے لیے بھی مواسات ہے جن کے ساتھ اہل الفسق و الجہل حسد کرکے اُن کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں اور
علماء کو حکم ہے کہ بمتابعت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی تسبیح میں مشغول ہون۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت میں
صدر فرمایا اور قلب نہیں فرمایا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محل شہود میں تھے اور سوائے لقاء الٰہی کے مومن کو راحت نہیں اور لقاء
الٰہی کے ساتھ پھر کچھ وحشت نہیں ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب کو خالص عبودیت کا جو پاک از کدورت مخلوقات ہے حکم دیا بقولہ
واعبد ربک حتے یاتیک الیقین یقین سے ہر تفسیر میں مراد موت ہے کہ تا موت عبادت پر قائم ہو اور اشارت بحقیقت وہ کمال کامل و مشاہدہ
صرف ہے کہ فنائے حدوث و بقائے حقیقی وہی ہے پس جب حقیقت دیدار و مشاہدہ ازل میں واصل ہوا اور بحر الابد میں استغراق ہوا تو ظاہری
رسوم کی حفاظت بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہے کما قال تقلبک فی الساجدین۔ اور مقام مشاہدہ میں عبادت کی طرف شغل ہونا ترک ادب ہے
اور ہم نے اس بیان سے یہ ارادہ نہیں کیا کہ اہل معرفت کی گردن سے عبودیت کا طوق نکل جاتا ہے بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ عارف نے جب
حق عز و جل کا مشاہدہ پایا تو اُس کی شان میں ایسے جذب میں ہو جاتا ہے کہ صرف حق اُس کا مطلوب ہے اور وہاں پر بھی عروس و محبوب ہے اور
شغل اُس کو کسی اور طرف نہیں ہوتا مگر حق عز و جل کی بقائے حقیقی سے اُس کو بقاء ہوتی ہے تو وہ طاعات میں بدرجہا تمام اقسام سے بڑھا ہوا ہوتا ہے
اور اس سے بڑھ کر درجہ عبادت کرنے والے کو نہیں ہو سکتا کہ اس حالت میں اس کو متابعت و طاعت سے مراد حق عز و جل کی لیاقت پوری ہوتی جس میں
سوائے خلوص کے کچھ دخل نہیں ہے اور یہ البتہ ممکن ہے بعض اہل جذب اس استغراق میں ظاہری رسوم کے ادا کرنے پر قدرت نہ دیئے جاویں حتے کہ طعام
و شرب وغیرہ پر بھی تو ایسی سُکر کی حالت میں جب تک یہ حالت ہے معذور ہیں اور بعد اس کے اس پر عبودیت کے اوقات کی حفاظت تا دم موت
لازم ہے اور یہ شعار ان بندگان خاص کا ہے جن کو تمکین عطا ہوئی ہے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اوقات میں غیر کا ملاحظہ نہ ہو یہاں تک
کہ یقین آجاوے کہ تمام رویت و جذبہ از حق عز و جل ہے۔ فارس رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ مرتبہ ہو جاتا ہے کہ یقین آجاتا ہے کہ حق عبادت
الٰہی عز و جل نہیں ادا کر سکتا۔ پھر بھی فارس رحمہ اللہ تعالے نے اشارہ کیا کہ جس نے معبود عز و جل کو دیکھا وہ عبادت سے ساقط ہوا اور جس نے
عبادت کو دیکھا وہ معبود سے ساقط ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد شیخ رحمہ اللہ تعالے کی یہ ہے کہ اگر کسی کی نظر اپنی عبادت کے افعال اور اُنکی
تحسین پر ہو تو یہ شخص خلوص سے ساقط و عُجب میں گرفتار ہے اور معبود عز و جل سے ساقط ہے اور اگر اپنی عبادت کو ہیچ و نابود سمجھے اور یہ بھی جانے
کہ عبادت بوجہ سے ناممکن ہے تو اُس نے شان معبود کی درگاہ میں اپنی عاجزی سے جگہ پائی اور خلاصہ یہ ہے کہ بندہ کو لازم ہے کہ جسطرح فرائض
و واجبات و سنن و مستحبات کا حکم ہے اُن میں پوری کوشش کرکے عبادت پر قیام کرے اور پھر یہ سمجھے کہ یہ سب میرے افعال ہیں اور میرے افعال
ہرگز اُس کی جناب میں لائق نہیں ہو سکتے پس تمنا اور استدعا اُس کی رضا و عبودیت کی اُسی سے رکھے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ یہانتک کہ یہ یقین ہو جاوے کہ کوئی حق تعالے جل شانہ کی عبودیت اُس کی شان کے لائق نہیں کر سکتا ہے نہ ابتدا میں اور نہ انتہا میں
پس لاچار عاجزی سے بتضرع و الحاح عفو و تقصیرات کرے۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے برگزیدہ و نیات و خاص
بندوں پر حکم دیا کہ اُن کو دنیا سے سوائے اس حال کے نہیں نکالے گا کہ طوق عبودیت اُن کی گردنوں میں ہو اور لباس خدمت اُن کے بدن پر ہو

اسی واسطے اپنے خلق کے سردار اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا حتے یاتیک الیقین شیخ حسین رحہ نے کہا کہ عبودیت تمام وکمال شریعت ہو
اور ربوبیت تمام وکمال حقیقت ہے شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ادب سے قائم ہو فرش عبودیت میں ہمہ تن خدمت ہو کر
یہانتک کہ تجھ کو اُٹھایا جاوے اور مسند قرب پر جگہ دیجاوے اور حجلۂ وصال سے شرافت عطا ہو اور کہا جاتا ہے کہ التزام شرائط عبودیت اُس
وقت تک لازم ہے کہ قید سے آزادی دیجاوے واللہ اعلم
یعنے موت آوے ۱۲

سورۃ النحل مائۃ وثمان وعشرون آیۃ

سورۃ النحل میں نحل یعنے شہد کی مکھی کے ساتھ شان الٰہی عز وجل بھی مذکور ہے اور اس میں ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ آیات ہیں۔ اور حسن وعطا ر وعکرمہ
وجابر کے قول میں یہ سورہ مکیہ ہے اور ابو الزبیر اور ابن عباس سے مروی ہے کہ سب مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کے آخر کی تین آیات کے کہ جب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس ہوئے ہیں تب وے نازل ہوئی ہیں یعنے قولہ ولا تشتروا بعہد اللہ ثمنا قلیلا الے قولہ تعلمون۔ اور
قتادہ نے کہا کہ مکیہ ہے سوائے پانچ آیات کے اور وے قولہ والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔ اور قولہ ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد
ما فتنوا۔ اور قولہ ان عاقبتم فعاقبوا سے آخر سورۃ تک۔ اور مقاتل رحمہ اللہ تعالے نے بھی قولہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الآیہ اور ضرب اللہ
مثلا قریۃ۔ اُن کو بھی استثناء میں بڑھایا ہے۔ اور بعض نے اس کو مدنیہ کہا اور یہ ضعیف ہے واللہ اعلم اور اس سورہ کو سورۃ النعم بھی اسوجہ سے
کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے نعمتوں کا شمار فرمایا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ تعالے کے نام سے جو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۝ یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ
آ پہنچا حکم اللہ کا سو تم لوگ اسکا جلدی مت کرو وہ پاک ہے اور برتر ہے ہر اُس چیز سے جسکو تم اسکا شریک بناتے ہو اُتارتا ہے اللہ تعالے فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے

اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۝
حکم سے جس شخص پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یہ کہ تم ڈر سنا دو اس بات کا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں سو تم اس سے ڈرو

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ آگیا حکم اللہ تعالے کا بعض نے کہا کہ حکم سے مراد مشرکوں پر جہاد کا اور اُن کے مقہور ہونے کا حکم آیا ولیکن یہ ضعیف ہے
کیونکہ فرمایا۔ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ تم اُس کی جلدی مت کرو یعنے اُس کے واقع ہونے میں جلدی مت کرو۔ اور ظاہر ہے کہ مشرکین جہاد کے لیے
جلدی نہیں کرتے تھے پس ارجح یہ ہے کہ امر اللہ سے مراد قیامت ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور شیخ امام رحمہ اللہ تعالے نے اسی کو ذکر کیا
کیونکہ مشرک لوگ قیامت سے منکر اور طعن سے کہتے کہ کہاں ہے آوے کما قال تعالے یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا والذین آمنوا مشفقون منہا
یعنے جلدی مانگتے ہیں قیامت کو وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لائے اور جو ایمان لائے ہیں وے اُس سے ڈرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اتٰی فعل ماضی
یعنے آگیا اور قیامت ابھی واقع نہیں ہوئی تو قیامت کیونکر مراد ہے اس کا جواب ایک یہ ہے کہ بلاغت میں بیان ہوا کہ جو چیز قطعی واقع ہونے
والی ہو اُس کو بصیغہ ماضی تعبیر کرنے سے جزم ویقین دیا جاتا ہے چونکہ قیامت لا محالہ واقع ہوگی اس کو بوجہ قریب ہونے اور قطعی ہونے کے ماضی سے
تعبیر کی جیسے حدیث میں لوگوں کو نصیحت میں کہا الموت بما فیہ یعنے آگئی موت مع اپنے سکرات وغیرہ کے یعنے آگئی جانو۔ اور جیسے قولہ تعالے اقتربت

الساعة وانشق القمر۔ پاس ہو گئی قیامت۔ قولہ اقترب للناس حسابہم۔ پاس ہو گیا لوگوں سے ان کا حساب۔ یعنے قیامت۔ اور دوسرا یہ ہے کہ امر اللہ حکم الٰہی ہے پس قیامت کا حکم الٰہی تو قرآن پاک میں آگیا یعنے بہت نزدیک ہے جیسے سارا دن گزر کر قریب غروب کے آفتاب ہوتا ہے اور قیامت اپنے قریب وقت میں واقع ہوگی اسی واسطے جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں اس حال میں کہ قیامت میرے ساتھ یوں ہے اپنی دونوں انگلیاں کلمہ کی اور بیچ والی ملائیں۔ یہ حدیث صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قیامت آنے سے اُس کے ابتدائی آثار واقع ہونا مراد ہے اور مترجم کو اس تکلف کی ضرورت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ آثار قیامت تو سب واقع نہیں ہوئے ہیں وہ تو بالکل وقوع تک قریب ہوتے رہینگے چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک تم پر مغرب سے ایک ٹکڑا ابر سیاہ کا ظاہر ہوگا بقدر ڈھال کے پھر وہ برابر آسمان کو بلند ہوتا جائیگا پھر اس میں سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ یا ایہا الناس یعنے اے لوگو پس لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سنا تو بعض کہینگے کہ ہاں ہم نے تو سُنا اور بعض اس میں شک کرینگے پھر دوبارہ آواز دیگا کہ اے لوگو پھر آپس میں متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سُنا پس بعض کہینگے کہ ہاں ہم نے سُنا پھر تیسری بار آواز دیگا کہ اے لوگو اتٰی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ یعنے آگیا امر الٰہی سو جلدی مت مانگو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ دو آدمی اپنے درمیان کپڑا پھیلائے ہونگے سو کبھی اُسکو تہ نہیں کرینگے اور آدمی اپنا حوض درست کریگا مگر اُس میں سے کچھ نہ پینے پاویگا اور آدمی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا ہوگا سو اسکو کبھی نہ پینے پاویگا اور فرمایا کہ لوگ مشغول ہو جاوینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اسقدر جلد قیامت قائم ہو جاویگی یا ایسے آثار ظاہر اور واقع ہونگے کہ کسی کو کسی کام کی مطلق فرصت نہ ملیگی اور معنے اول اظہر ہیں کیونکہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی بازار میں کپڑا خرید و فروخت کر رہے ہوں گے وہ اسی طرح اُن کے ہاتھوں میں رہ جائیگا کہ ہنوز کھینچے جانے سے پہلے مر جاوینگے۔ قال المترجم۔ قدرت حضرت خالق عز و جل ہر چیز پر نہایت واضح و بدیہی ظاہر و چشم دید ہے پس قیامت سے انکار بلکہ حق عز و جل سے انکار نہایت بعید ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ وہ بہت ہی پاک ہے اور نہایت اعلیٰ ہے ہر ایسی چیز سے جو اُس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ آدمی میں یہ بھی بڑا شرک ہے کہ اپنے آپ کو خالق و ہر کام کا کرنے والا سمجھتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آدمی کی مرادات و مقاصد پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس سے یہ مت سمجھو کہ آدمی مثل پتھر کے مجبور ہے یا آدمی اپنے کام کی تدبیر نہ کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جہالت چھوڑ دے کیونکہ وہ سخت جاہل ہے کہ لایعنی چیزوں کے پیچھے اسقدر غافل ہے کہ اُس کی سمجھ بوجھ جاتی رہی ہے اور اپنے خالق جل شانہ کو نہیں پہچانتا اور اپنے آغاز و انجام سے بالکل غافل ہے حالانکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں میں سے اپنے اختیار و قدرت سے اپنے علم قدیم میں جہان سب کو مخلوق فرمایا اُن میں رسول مقرر فرمائے اور اُنپر وحی نازل فرما کر عام مخلوق کو آگاہ کر دیا کما قال تعالیٰ۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ۔ نازل فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق ملائکہ کو روح کے یعنے وحی کے ساتھ جو کہ مخلوق کے واسطے حیات و زندگی ہے کیونکہ جسکو یہ روح حاصل نہیں وہ درحقیقت مردہ ہے۔ ملائکہ سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور تکریم کے واسطے بلفظ جمع ارشاد فرمایا۔ اور روح سے مراد وحی ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ روح ایک مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے اور روح کی صورت آدمیوں کی صورت کے مثل ہوتی ہے بقولہ تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ ظاہر ایمان مراد معنے اول ہیں پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے جبرئیل کو وحی کے ساتھ۔ مِنْ اَمْرِہٖ۔ اپنے حکم سے یا روح جو اس کے حکم سے مخلوق ہے یا نازل فرماتا ہے اپنے حکم سے۔ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ اس شخص پر جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یعنے قیامت قریب ہونے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی وحدانیت کا علم بذریعہ وحی الٰہی کے ہوا اور اللہ تعالیٰ اپنی وحی بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے جسپر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے چنانچہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بشارت انبیاء پہلے بھیج چکے۔ اَنْ اَنْذِرُوْا نازل کرنا اس حکم کے ساتھ کہ ڈر سناؤ مشرکون و کافرون کو۔ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا۔ یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر مین یعنے الوہیت فقط اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ فَاتَّقُوْنِ۔ سو تم مجھ سے ڈرو اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر دیا اُس کی نافرمانی کرو پس آیت مین اصل توحید اعتقادی بتلادی اور اعمال طاعت بھی بتلادیے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

اُسنے پیدا کیے آسمان اور زمین حق کے ساتھ وہ پاک ہے اس سے جو شرک کرتے ہین

پھر ان کو دلیل بھی بتلائی بقولہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ اُسی نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو حق کے ساتھ یعنے یہ مخلوقات کچھ نظربندی و باطل چیز نہیں ہے اور اس مین سے ایک بتی بھی کوئی شخص نہیں پیدا کر سکتا ہے۔ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ وہ پاک بزرگ ہے اس چیز سے جو شرک لاتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ جب ایک بتی نہیں پیدا کر سکتے ہو تو ضرور انکا کوئی خالق ہوا اور انتہا یہ ہوگی کہ آخر مین ایک خالق ان تمام مخلوقات سے باہر ہوگا جس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے اور وہ سب سے اعلیٰ ہوا اور کسی چیز کا محتاج نہ ہوا کیونکہ جو محتاج یا عاجز ہے اُس کے اوپر کوئی ہونا چاہیے تو سب سے اعلیٰ وہ ہوا جس مین کچھ احتیاج نہیں ہے اور جب کامل قوی قدرت والا ہے جو چاہے کرے تو وہی پھر سب کا خالق ہوا پس جو کچھ شرک لاتے ہین وہ اس جہالت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب بات کا علم یا ہر چیز پر قادر نہیں جانتے بلکہ بیوقوفی سے نادان و عاجز سمجھتے ہین حالانکہ وہی دانا اور سب قدرت والا ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ۔ امر الٰہی کے آنے مین اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور اس کا ارادہ بھی قدیم ہے اور علم بھی قدیم ہے اور ارادہ و علم تھا وجود عالم تھا پس سر ارادت نے وجود کو چاہا پس امر قدیم سے حق تعالیٰ نے وجود کو پیدا کر دیا پس امر الٰہی بغیر زمانہ و مکان کے واقع ہوا پس وجود ابدی ہوا بغیر سوال و بغیر انتظار و تعجیل کے پس امر اس کے ساتھ قائم اور مامور اُس کے ساتھ متعلق ہے اور جو ہونے والا ہے قلم پورا کر چکا پس اب سوال و جواب کے دونون ساقط ہین کیونکہ یہ دونون فی الحقیقت داخل امر ازلی اور ایسے شخص کے صفات ہین جو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے جاہل ہے اور اس کے امر سے واقف نہیں ہے اور اگر حادث مخلوقات کی خواہش پر امر الٰہی آتا ہوتا تو یہ وحدانیت الٰہی مین بڑا نقص ہوتا یہی وجہ ہے کہ اپنی ذات کی پاکی خود بیان فرمائی بقولہ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔ ایسے شخص اس کو سمجھ لے کہ امر الٰہی صفت قدیمہ قائمہ ابدیہ ہے اور حق تعالیٰ بتمام صفات قدیم ہے ظہور اس کا من حیث الغیب ہے اور ظہور اس کا از خود برات خود از ازل تا ابد ہے پس امر الٰہی آنے کے کیا معنے ہین در حالیکہ امر کا حکم دہندہ قدیم مین قدیم سے ہے ولیکن یہی کہ ظہور بارادہ و واسطے قدیم کے وجود حادث کا ہوا پس استعجال تو واسطے معنے غیر قائم کے ہے اور امر اس کا قبل وجود العالم کے قائم ہے۔ اس مین اشارہ معرفت یہ ہے کہ جو شخص امر رحمت الٰہی سے عارف صادق عاشق شائق ہے وہ ہمیشہ جلدی چاہتا ہے کہ مقامات و واردات آوین اور مشاہدات و کشوف ہون کیونکہ وہ لقائے الٰہی جل شانہ کے شوق مین اپنے کو فنا کرتا ہے گویا تعلق اس کا بالاختصاص ہے اور یہ خاصیت بلاسبب و بغیر علت آئی اور وہ پاک سبحانہ ازل مین اپنے ایسے بندون کی لقاء کا مشتاق تھا پس قبل وجود اولیاء کے اُن کو ولایت کے واسطے منسوب کر دیا تو استعجال کا کون موقع ہے بعض مشائخ نے کہا کہ کیا تم نے کوئی امر کبھی بدون اُس کے حکم کے دیکھا ہے اور کیا سوائے اس کے ایجاد کرنے اور معدوم کرنے کے تم نے کوئی چیز دیکھی پس فرحت کے واسطے جلدی مت کرو کیونکہ نصرت منوط ابد ہے۔ شیخ نصر آبادی رح نے کہا کہ حق تعالیٰ کے امور طرح طرح کے ہین ایک حکم تو ظاہری عبادات رسوم کا ہے دوم امر باطنی دائمی مراعات کا ہے سوم حکم قلب پر دائمی مراقبات کا ہے چہارم امر اسرار پر ہمیشہ مشاہدات کا ہے پنجم امر روح کو دائمی حضور خلوات کا ہے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اصحاب التوحید کی یہ شان ہوتی ہے کہ کسی امر کے لیے اپنے اختیار سے خواہش نہیں کرتے ہین اور یہ کہ اُن کے ارادات و خواہشین ساقط ہین یعنے اُن کی خواہش وہی حق عز و جل کی مشیت ہے پس جس طرح تقدیرات جاری ہین اُسی پر راضی ہین پس اُن کا خود کوئی اختیار نہیں ہے اور حق تعالیٰ کے امور حکمت بالغہ مین ہے کہ جو وہ چاہتا ہے

جس طرح چاہتا ہے اپنے اولیا کے دلون مین الہام فرماتا ہے اور صریح دلیل اسپر قولہ تعالے ان ہو الا وحی یوحی۔ ہے اور اسی معنے مین فرمایا۔ قولہ تنزل الملائکۃ بالروح من امرہ الآیہ۔ ولیکن مقامات وحی کے اقسام مین بعض وحی ذاتی ہے اور بعض وحی صفاتی اور بعض وحی فعلی اور اسی قسم سے لمۃ الملک ہے اقول یہ اشارہ ہے جو حدیث مین وارد ہوا کہ ہر آدمی کے ساتھ لمۃ الملک ولمۃ الشیطان ہے اور خلاصہ یہ کہ لمۃ الشیطان تو القاء شر و بدکاری و نافرمانی ہے اور لمۃ الملک الہام خیر وطاعت ہے اور یہ الہام از قبیل وحی فعلی ہے فافہم۔ اور جس طرح جو وحی ان مین سے آتی ہے وہ اہل دل کے مراتب قلبی کے اقسام پر ہے پس ایک وحی بمقام عبودیت ہے اور ایک وحی بطریق تمیز یعنے حق کو باطل سے شناخت کرنے مین ہے اور ایک یہ کہ مطرود ہونے کے خوف کے لیے ہے اور ایک حصول وصال کی بشارت کے واسطے ہے اور ایک یہ کہ اسرار کو عیوب نفس سے آگاہ کرنے کے لیے مع اُس کے علاج کے اور شیطان کے مکائد دفع کرنے کے اور ایک عقل کو فکر سے تربیت کرنے کے لیے اور ایک قلب کو ذکر سے آراستہ کرنے کے لیے اور ایک اسرار باطن کو نور فراست سے منور کرنے کے لیے ہے یا وہ خبر غیب یا اس چیز کی ہے جو مقدرات مین سے ہونے والی ہے اور ہنوز وہ دلون مین مخفی ہے یا وہ خبر کشف عالم ملکوت سے ہے یا خبر از اختصاص ربانیہ از تجلی انوار ذات وصفات ہے پس اہل القلوب کو ملائکہ ان اسرار جواہم سے بیان کیے ہین موافق استعداد اور درجات کے آگاہ کرتے ہین اقول لیکن وحی انبیاء علیہم السلام اعلی واوفق ہے باخصوص وحی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اقسام وحی جو احادیث سے ظاہر ہین وہ سب اقسام الیسے نہین ظاہر ہوتے کہ مخصوص ہون البتہ قرآن مجید مخصوص ہے۔ بدلیل قولہ علیہ السلام وحی اوحاہ اللہ الیہ فارجو ان اکون اناکثرہم تابعا یوم القیامۃ۔ یعنے مجھ پر جو وحی فرمائی اور معجزہ دیا وہ وحی خالص ہے جس مین مراتب تنزلیہ کا لگاؤ نہین ہے پس مجھے اُمید ہے کہ سب پیغمبرون سے میرے اتباع زیادہ ہون گے مترجم کہتا ہے کہ اس سے تجھے اشارہ ملکیا کہ اس حدیث صحیح کا مطلب یہی ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو وحی بھیجی گئی وہ مراتب تنزلات کے ساتھ تھی مثلا توریت مکتوب عطا ہوئی اور یہ نہین ہوا کہ وحی خالص ہو یعنے وہ کلام الٰہی صحیح بلاریب ہے ولیکن ظہور اُس کا بمراتب نزول ہے اور قرآن مجید خالص وحی ہے۔ شیخ نے لکھا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا نزل بہ الروح الامین علی قلبک۔ یعنے وحی قلبی ہوئی اور اس سے معلوم ہوگیا کہ نزول خالص وحی تھی کہ اللہ تعالے نے آپ پر وحی فرمائی فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ پھر وحی صفاتی کے بھی اقسام بمراتب صفات مین ارواح کو جسقدر سیر عالم صفات مین میسر ہوئی اُسی قدر حسب مراتب ہوتی ہے اور وحی ذاتی تو اسرار ہی کے ساتھ ہوا کرتی ہے اور وہان صفات کو تنزل اور افعال کو تغیر اور رسوم کو اضمحلال و وسائط کا سقوط ہو جاتا ہے وہان حدیث السر بالسر از برائے سر ہوتی ہے اور جو سر مین ہوتا ہے وہ سر باطن کے لیے ظاہر ہوتا ہے حدیث مین ہے ان فی امتی محدثین ومکلمین وان عمر منہم یعنے میری امت برگزیدہ مین ایسے بندے ہین کہ حدیث اُن مین آتی ہے اور کلام ظہور کرتا ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی انھین بندون مین سے ہے پس محدث تو وہ ہے جس سے ملائکہ باتین کرتے ہین اور مکلم وہ ہے جس سے اللہ تعالے کلام فرماتا ہے اور محدث سے بھی جائز ہے کہ اللہ تعالے حدیث فرمادے۔ اقول حدیث مین روایت محدث بدون تشدید دال ہے اور ظاہر الشیخ نے اُس کو تشدید لیا ہے اور تجھکو چاہیے کہ اللہ تعالے سے ہدایت کی التجا کرکے اسرار سے واقف ہو اور علما سے حدیث نے منصوص کے موافق یہ معنے بیان کیے کہ امر حق ان مین احداث پاتا ہے پس کلام اُن کا کلام حق ہے اور فعل وارادہ انکا فعل وارادہ حق ہے یعنے موافق ارادہ حق تعالے کے کرنے کو کہتے ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور اسی کا مؤید ہے کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ وافقت ربی فی ثلاث الحدیث یعنے مین نے اپنے رب سے تین باتون مین موافقت پائی از انجملہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم لوگ مقام ابراہیم کو مصلے بناتے پس نازل ہوا قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے الآیہ تا آخر حدیث۔ اور بعض دیگر احادیث سے پانچ باتین یا کم وبیش ظاہر ہوتی ہین اگرچہ اس روایت مین تین مذکور ہین اور یہ وہ باتین ہین جن کے واسطے قرآن پاک مین حکم نازل ہوا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ بالروح من امرہ یہان روح سے مراد وحی ہے اور اُس کو روح اس واسطے فرمایا کہ کلام الٰہی کا صادر از ذات پاک ہے اور وہ مکلمین ومحدثین کے دلون کی حیات ہے اور وہی مومنون کے دلون کے لیے حیات ہے لقولہ تعالے اذا دعاکم لما یحییکم پس اُن کو زندہ فرماتا ہے اپنے علم سے کہ جہالت کی موت سے رہا ہوکر

اولیاء کی خبر دینے سے وحی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور یہ وحی اُس کی توحید و عظمت و کبریائی کا وصف ہے جس سے اُن کے خیال واوہام زائل ہوجاتے ہیں چنانچہ فرمایا قولہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون پس مخلوقات کو وہ بدتر اُن کی حالت و اُس کا بد انجام سنادیا گیا کہ جو سوائے اللہ تعالیٰ کے دیگر وہمی و خیالی خطرات واوہام سے اُن کے خیالات نے بنا رکھے تھے اور اُن کو ڈر سنا دیا جاوے کہ حق جل شانہ کی عظمت و کبریائی سب کو محیط ہے وہ ہر ایک کے خطرات واوہام سے اگرچہ اسرار باطنی ہوں خوب آگاہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ جو عالم کہ مخلوق کو خوف و ڈر سنا دے اور اُن کو پرہیز کرنے کے لیے ناصح ہو وہ انبیاء علیہم السلام کی جگہ کھڑا ہوا تو کبھی اُس کے امر سے محنت و بلا آدے گی اور کبھی رحمت ہوگی پس ہر حالت میں صابر ہو اور حکم آلہی پر راضی رہے اور یہ ایسے عالم سے ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع لایا اور اوقات کی محافظت رکھتا ہو اور ضایع نہ کرے۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بندوں میں سے محدث وہ ہوتا ہے جس سے فرشتہ اس کی سر باطن میں کلام کرکے اُسکو خود بخود اُسکی وجود پر مطلع کرے اور اُس کی روح کے واسطے قدرت کی جانب گردن اُٹھا کر تاکنے کا راستہ کھولدے۔ شیخ السمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ روح کا منزل انبیاء علیہم السلام پر جو وحی ہے اور ارباب توحید میں سے محدثین کے اسرار پر ہے تو الہام و کرامت کے طریقہ پر اولیاء کے دلوں پر ملائکہ کا نزول مسدود نہیں ہے ولیکن اُن کو بطور وحی کے کلام کرنے کا حکم نہیں اور نہ کوئی ایسی وحی ہوتی ہے جس کا بطور رسالت پہونچانا مخلوق پر لازم کیا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ۔ یعنی جن بندوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر مضبوط جمے رہے تو اُنپر ملائکہ اترتے ہیں کہ ڈرو مت اور غمگین نہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول ملائکہ کا اولیاء آلہی پر جو خالص توحید پر ثابت قدم ہیں ہوا کرتا ہے مگر یہ وحی رسالت و نبوت نہیں ہے بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی سچی پیروی کی برکت بلا پیغمبر علیہ السلام کے واسطے بزرگی و منزلت کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اُس کی اُمت کی سچی پیروی کرنے والے پر نزول ملائکہ بشارت سے پیغمبر علیہ السلام کے صدق رسالت صاف ظاہر ہو فافہم

پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مخلوقات کی عجائب قدرت میں سے انسان وغیرہ کے دلائل دیے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ

بنایا آدمی ایک بوند سے پھر تبھی ہوگیا جھگڑتا بولتا اور چوپائے بنا دیے تم کو اُنمیں جڑاول ہے اور

مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ

کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو اور تم کو اُنسے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو اور اُٹھالے چلتے ہیں

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَ

بوجھ تمہارے اُن شہروں تک کہ تم نہ پہونچتے وہاں مگر جان توڑکر بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے اور گھوڑے بنائے اور

الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا

خچریں اور گدھے کہ اُنپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ پر پہونچتی ہے سیدھی راہ اور کوئی راہ

جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

کج بھی ہے اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنی جنس انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ۔ نطفہ حقیر خسیس سے یعنی ابتداء اُس کی ایسے نطفہ مرد و عورت سے کر کے اُس کو پوری خلقت کا اس عالم میں ظاہر کرکے بڑا کردیا فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس وہ نکلا بڑا جھگڑالو کھلا ہوا یعنی بجائے طاعت و شکرگذاری رب عزّ و جلّ کے اُس نے ایسی حرکات اختیار کیں جیسے مخاصم ہوتا ہے اور قدرت آلہی تعالیٰ کو بھول گیا۔ اگر یہ وہم ہو کہ انبیاء و اولیاء بھی انسان و مخلوق از نطفہ ہیں مگر خصیم مبین نہیں ہوتے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو فرمایا ہے اور ہر فرد کو

نہیں فرمایا پس اس جگہ میں کوئی ایسا ہو تو صحیح ہو گیا جیسے کہتے ہیں کہ عورت سے مرد اچھا ہوتا ہے تو یہ باعتبار نوع کے ہے ورنہ صریح معلوم ہے کہ
بعضے جاہل بیوقوف بے ایمان فاسق بدکار مرد سے عورت مومنہ پڑھی ہوئی نیک عقیدہ بہتر ہوتی ہے اور یہاں انسان کی خصومت میں سے یہ
ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ۔ یعنے انسان نے ہمارے واسطے
مثلیں کہیں اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا کہ کون زندہ کرے گا ہڈیاں درحالیکہ وہ گل گئی ہونگی تو کہدے ہڈیاں وہی زندہ کرے گا جس نے اُس کو
پہلی بار پیدا کیا تھا۔ حدیث امام احمد و ابن ماجہ میں بشر بن جحاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر تھوک دیا
اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمی تو مجھے کہاں عاجز کرسکتا ہے اور میں نے تو تجھے اتنی چیز کی مثل سے پیدا کیا جب تجھے ٹھیک استوار کیا تو اپنے
جوڑے کپڑے میں اکڑتا چلا کہ زمین تجھ سے کڑتی ہے تو نے جمع کیا اور روکا جب تیرے حلقوم پر دم پہونچا تو نے کہا کہ میں اب صدقہ کرتا ہوں اور اب وقت
صدقہ کرنے کا کہاں باقی ہے۔ ذکرہ الشیخ الامام۔ اور معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ آیت کا نزول درباره ابی ابن خلف کے ہے یعنے جو قریش کے مشرکوں میں
بڑا سرکش تھا اور اُحد کے معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخم خفیف اُٹھا کر واپسی میں بطن رابغ میں مر گیا اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا
کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اُس پر جس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو یا اُس پر جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو۔ کما فی الصحاح اور
کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا سبب نزول درباره اُبی مذکور ہونے میں تردد کیا کیونکہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و انعام بیان کرنے میں ہے
لیکن کی سرکشی و گمراہی میں نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ سبب نزول کے عام معنے یہاں مقصود نہیں یعنے آیت میں دلالت سے کافروں کی سرکشی
پر مقابلہ نکلتا ہے جیسے قریش میں یہ شخص مذکور تھا اور آیت اپنے عام معانی پر ہے شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثل آیت سورۂ یٰس یعنے
قولہ اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین میں البتہ اقوال نقل کیے اور یہاں میں کہا کہ عاصی بن وائل کے حق میں نازل ہوئی اخرجہ
ابن ابی حاتم عن مجاہد اور عکرمہ و سدی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اُبی بن خلف کے حق میں اور شیخ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ عبداللہ
بن ابی کے حق میں نازل ہوئی اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اُمیہ بن خلف کے حق میں نازل ہوئی انتہی مترجماً۔ اور میں کہتا ہوں کہ درحقیقت
بحسب معنے یہ سب اقوال صحیح ہیں اور تعیین میں ہر ایک نے باعتبار باطنی صفات خصومت کے بیان کی اور ضرور ہے کہ اس میں نظر فراست مانند سلف
صالحین کے ہونا چاہیے ورنہ آیت تو قیامت تک کی بیشمار ایسے خصومت والے لوگوں کو شامل ہے فافہم۔ پھر جانوروں کی پیدائش سے قدرت کی
دلیل اور آدمی پر پورا احسان بیان فرمایا بقولہ۔ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا چوپاؤں پر نظر کرو جنکو پیدا کیا۔ اور مراد انعام سے یا تو مطلق چوپایہ ہیں یا خاص
اونٹ و گائے و بکری جن میں بھینس و بھیڑ بھی داخل ہیں جیسے کہ عرب کی بولی ہے اور باقی چوپایہ خواہ حلال ہوں یا حرام ہوں اُن کے ساتھ بالتبع داخل
ہیں اور اُن سے بھی قدرت الٰہی اور آدمی کا نفع اُٹھانا بعض وجوہ سے معلوم ہے۔ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ تمہارے لیے ان جانوروں میں
دفا اور منافع ہیں۔ واضح ہو کہ بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ کلمہ لکم۔ اوپر سے متعلق ہے یعنے خلقہا لکم۔ معنے یہ ہوئے کہ انعام کو پیدا کیا تمہارے نفع کے لیے اور
واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لکم سے کلام شروع ہے یعنے انعام کی پیدائش میں عبرت دلائی پھر فرمایا کہ تمہارے حق میں اُن سے انتفاع طرح
طرح کا ہے یہی عمدہ و بہتر ہے پھر لکم ضمیر خطاب ہے حالانکہ اوپر انسان کا ذکر تھا پس بلاغت کی صنعت التفات ہے گویا خصیم مبین ہونے سے
منع کیا پھر جب راہ پر آیا تو مخاطب کرکے اُس پر انعام ظاہر کیے اور لکم سے جملہ انسان مراد ہیں۔ دفا ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے استدفا ہو یعنے سردی گرمی
سے بچاؤ کیا جاوے اور یہ ان جانوروں کے اُون اور پشم و بالوں وغیرہ سے ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کمل و دوشالہ
و چادریں وغیرہ ہیں اور منافع ان جانوروں کے دودھ وغیرہ سے انتفاع ہے بعض نے کہا کہ دفا دودھ و سواری و اُن کے بچے وغیرہ اور
نسل جو تنے و سینچنے کے کام ہیں اور صحاح جوہری سے یہ معنے بھی ظاہر ہیں لیکن عمدہ وہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیونکہ فرمایا۔
وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور تم اُن جانوروں [illegible] کھاتے ہو یعنے اُن کے گوشت و چربی وغیرہ کو من تبعیضیہ ہے کیونکہ ہر جز و جائز نہیں مانند

کھال و کھوری و ہڈی کے بلکہ بعض جائز ہیں اس لیے فرمایا کہ ان میں سے کھاتے ہو۔ یہاں کلمہ منہا مقدم ہونے سے عربی زبان میں یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ
انھیں میں سے کھاتے ہو یعنے حصر نکلتا ہے تو بعض اہل بلاغت نے کہا کہ یہ کھانے کے مقصود کے ساتھ متعلق ہے اور اشارہ ہے کہ ان جانوروں سے
تمہارا کھانا ہی اصلی مقصود ہے اور دیگر منافع اس کے تابع ہیں اور یہ غرض نہیں ہے کہ تمہاری غذا انھیں میں منحصر ہے اور بعض نے کہا آیت کے
فواصل کی رعایت سے مقدم ہے حصر کے لیے نہیں ہے اور بعض نے کہا گوشت کی غذا انھیں میں منحصر ہے اور دیگر گوشت مانند مرغی و بط و پرند
و چرند بمنزلہ ذائقہ خوش کرنے کے ہیں اور منفعت لباس وغیرہ کہ جو ان جانوروں سے حاصل ہوتی ہے بہ نسبت کھانے کے زیادہ کثیر النفع ہونے سے
مقدم کر کے پھر کھانے کی منفعت بیان فرمائی کیونکہ لباس و دودھ اور کھیتی وغیرہ کی منفعت ان جانوروں سے آسانی ہے اور غذا اور بھی ہو سکتی
ہے اور دیگر نفع یہ کہ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ اور تم کو ان جانوروں میں تجمل حاصل ہے حِينَ تُرِيحُونَ جس وقت ان کو چرائی سے
واپس لاتے ہو یعنے تر و تازہ زیادہ خوبصورت۔ وَحِينَ تَسْرَحُونَ اور جس وقت ان کو چراگاہ لے جاتے ہو اگرچہ اس وقت ان کے پیٹ خالی
ہوتے ہیں لیکن پھر ایک شخص کے لیے اپنے جانوروں سے تجمل ہے اور یہ ایسے لوگوں کے لیے جیسے عرب تھے اور جو لوگ زیادہ مال اور سیاست دنیا
میں گرفتار ہیں انپر احسان آگے بیان ہے۔ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ اور یہ جانور اٹھاتے ہیں تمہارے بوجھ یعنے اموال تجارت و زاد و راہ سفر یا
جانی بوجھ کو۔ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ایسے شہر کی طرف کہ نہ تھے تم وہاں پہونچنے والے اپنی جانوں پر مشقت
اٹھا کر یعنے ضروری سامان سفر و اسباب تجارت لاد کر وہاں بامشقت نہیں پہونچ سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلد کو
بعض نے کہا کہ بلاد شام و مصر ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ کوئی شہر ہو سب کو شامل ہے وقال تعالے ولکم فیہا منافع ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم
وعلیہا وعلی الفلک تحملون ویریکم آیاتہ فای آیات اللہ تنکرون۔ اور یہاں فرمایا۔ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ بیشک تمہارا رب بہت شفقت
والا مہربان ہے۔ اقول حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ جانور پر سوار ہو کر ایسے مقام کو جاوے جہاں کچھ مشقت سے پہونچ سکتا ہو۔ یعنے ہر
جگہ سوار جانا تکبر یا اترانے میں شمار ہے۔ والحدیث فی المشکوۃ۔ فتاوے میں ہے کہ جو کوئی اپنے جانور کو پیٹ بھر کھانا یا پانی نہ دیتا ہو حکم دیا جاوے
کہ اچھی طرح دے ورنہ فروخت کرے ورنہ امام اس کو سزا دیوے۔ اور جانور کو بے وجہ تکلیف دینا حرام ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ ہر جاندار کی
پرداخت کھانے پانی میں ثواب ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں گئے وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلایا
اور اس کی آنکھ سے پانی جاری ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کہاں ہے اس کا مالک یہ اونٹ مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ اس کو چارہ پانی پیٹ بھر نہیں دیا
جاتا اور کام مشقت لیا جاتا ہے تمام حدیث مشکوۃ وغیرہ میں صحیح سے منقول ہے۔ واضح ہو کہ پرندوں کے چھوٹے بچوں کا پکڑنا وغیرہ نا اور پھر ایسے کام
میں جسے جانوروں کو ایذا رہے بہتر یہ ہے کہ وہ ہیں اور پرندوں کے واسطے پرندوں کو حلال کرنا جائز ہے۔ فتاوے میں ہے کہ جانور کو تماشہ بنانا حرام ہے کیونکہ اس سے
معلوم ہوا کہ بٹیر لڑانا و لال پالنا یا لیکن پر جو جانور کہ بالطبع مانوس نہ ہوں ایذا ہے اور پنجرہ میں بند رکھنا حرام ہے۔ واضح ہو کہ اونٹ جو کام کیا کرتے ہیں ان کو
نہیں پہونچ سکتا سو اسکے بجائے بکری کہ بکری کو بھیڑیا لے جائیگا۔ بالجملہ ان جانوروں سے نفع اٹھانا و شفقت و حرمت کے ساتھ ادا کرے
جیسے اللہ تعالے نے آدمی پر اس کی مشقت کے لحاظ سے رحم فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ یعنے اور پیدا کیا
خیل کو یعنے ہر قسم کے گھوڑے اور بغال کو یعنے خچروں کو اور حمیر یعنے گدھوں کو۔ لِتَرْكَبُوهَا تاکہ تم ان جانوروں پر سوار ہو۔ وَزِينَةً اور
زینت کے لیے یعنے اس میں زینت تمہارے لیے حاصل ہے۔ یہاں چند امور جاننا چاہیے اول سواری دوم زینت سوم ان کے گوشت کا حکم
امر اول سواری سو خیل و بغال کی سواری میں کلام نہیں ہے اور حمیر یعنے گدھے کی سواری بھی علماء کے نزدیک جائز بلکہ مسنون ہے اور دلیل قولہ
تعالے وانظر الی حمارک الآیہ جو قصہ عزیر علیہ السلام میں واقع ہے اس پر دلیل ہے اور نیز بعض احادیث صحاح صریح دلیل ہیں اور شیخ ابن ہمام
رحمہ اللہ تعالے نے مبارق الازہار میں لکھا کہ ہندوستان کے بعض لوگوں نے جو اس کو ناگوار جانا ہے وہ خلاف سنت و طریقہ صالحین ہے۔ اقول:

جو آیت بھی صریح دلیل ہے کہ حمار واسطے سواری کے مخلوق فرمایا۔ اور قولہ ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یعنے آوازوں میں سے زیادہ ناگوار گدھوں کی آواز ہے۔ اور جیسے حدیث میں ثابت ہے کہ وہ شیطان کے دیکھنے سے رینکتا ہے اور اُس کا گوشت حرام ہے تو یہ امر کچھ اس کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اسپر سواری مکروہ ہے کیونکہ خچر کا گوشت بھی حرام اور اونٹ کی مبارک میں (اونٹ کے رہنے کی جگہ ۱۲) نماز مکروہ پایا کیونکہ وہاں شتر محل شیطان آیا ہے حالانکہ خچر و اونٹ کی سواری میں کچھ کراہیت نہیں ہے۔ واضح ہو کہ گھوڑے کے بارہ میں حدیث میں ہے کہ تین حال سے پالا جاتا ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے تو اُس کا دانہ چارہ و پرداخت وہر چیز ثواب ہی ثواب ہے دوم جس نے سواری کیلیے رکھا مگر جس مجاہد نے جہاد کے لیے مانگا دریغ نہ کیا یا خود جہاد کیا تو وہ بھی غنیمت ہے اور سوم جس نے فخر وریا وغیرہ کے واسطے رکھا تو وہ وبال ہے اور اصل حدیث صحاح میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ خیل کی پیشانی میں قیامت تک بھلائی باندھی گئی ہے کما فی الصحاح۔ مسئلہ گھوڑے کی سواری کا کھیل جبکہ اس میں بازی جوا وغیرہ کوئی ممنوع نہ ہو جائز ہے گھوڑے کو مضمر کرنا دم تسمہ بڑھانا جائز بلکہ مستحب ہے۔ دو سواروں سے تیسرے نے کہا کہ جو تم میں سے آگے نکل جاوے اُس کو اس قدر دونگا مباح ہے ولیکن نذر یوں سے تو درست نہیں ہو سکتا۔ امر دوم زینت اس سے مراد فخر وغیرہ کے لیے نمود نہیں ہے بلکہ جیسے جوپاؤں میں تجمل ہے اسی طرح کا تجمل ہے اسیواسطے یوں نہیں فرمایا لتفخروا بہا کیونکہ رکوب تو اُن کو جائز ہے اور نمود داری کرنا اُن کو نہیں جائز بلکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے دی اس سے بندہ کو خود جمال حاصل ہوا جیسے کنگھی کرنا و صاف کپڑے پہننا ستھرائی و تجمل ہے کہ آرائش و زیبائش دکھلانے کو مکروہ ہے۔ امر سوم اُن کے گوشت کا حکم حمیر کے بارہ میں حدیث صحاح میں مصرح ہے کہ بالکل حرام کر دیا اور آگے آتی ہے اور ائمہ علما کا ان دونوں خچر و گدھے پالتو کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں ہے صرف گھوڑے کے گوشت میں اختلاف ہے اور سینہ دونوں کا بھی ظاہر ہے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ قولہ والخیل والبغال الآیہ یہ دوسری قسم مخلوقات الٰہی میں سے ہے جن کا احسان بندوں پر رکھا کہ اُن کو سواری وزینت کے لیے پیدا کر دیا اور ان کے مقاصد میں سے سواری سب سے اعلے مقصود ہے اور جبکہ ان جانوروں کو فضیلت دی اور علیحدہ کر کے اُن کو ذکر فرمایا تو اسی سے ان علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا جو قائل ہوئے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت حرام ہے جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر فقہا جو اُن کے موافق ہوئے ہیں اقول صاحب فتح البیان نے نقل کیا کہ یہی قول امام مالک واُن کے اصحاب کا اور امام ابوحنیفہ رہ واُن کے اصحاب کا و امام اوزاعی وحضرت مجاہد وابو عبید وغیرہم کا ہے ولیکن مترجم کو اس نقل میں تامل ہے۔ پھر شیخ نے لکھا اور یہ فقہا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خیل کو بغال وحمیر کے ساتھ ملا دیا حالانکہ یہ دونوں حرام ہیں جیسا کہ سنت نبویہ میں ثابت ہے اور اسی طرف اکثر علما گئے ہیں اور امام ابن جریر نے کہا کہ حدثنی یعقوب ثنا ابن علیہ انبانا ہشام الدستوائی حدثنا یحیی بن ابی کثیر عن مولی نافع بن علقمہ عن ابن عباس انہ کان یکرہ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے خیل کے گوشت کو اور بغال وحمیر کے گوشت کو اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والانعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تاکلون پس یہ جانور تو کھانے کے لیے ہیں اور فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ پس یہ سواری کے لیے ہیں۔ سعید بن جبیر وغیرہ کے واسطہ سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی مروی ہے اور حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس قول کے واسطے استیناس ہے اس حدیث سے جو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند میں خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے گوشت خیل وبغال وحمیر سے۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور اس کی اسناد میں صالح بن یحیی بن المقدام راوی میں کلام ہے اور امام احمد نے اُس کو دوسری وجہ سے بھی روایت کیا اور اس میں آیا ہے کہ حرام ہے تم پر گوشت پالتو گدھے اور خیل وبغال کا اور ہر کچلے دانتوں والا درندہ اور ہر تیز پنجوں والا پرندہ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو گھوڑے کا گوشت حرام ہونے میں صریح نص ہوگی لیکن یہ حدیث مقابلہ نہیں کر سکتی اس کا جو صحیحین میں ثابت ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت سے اور اذن دیا گھوڑوں کے گوشت میں۔ اور امام احمد وابوداؤد نے دو اسنادوں سے جن میں ہر ایک بشرط امام مسلم ہے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے خیبر کے روز ذبح کیا خیل وبغال وحمیر کو پس ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا بغال وحمیر سے اور منع نہیں کیا

خیل سے۔ اور صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ذبح کیا ایک گھوڑا پس ہم نے اسکو
کھایا اور ہم مدینہ میں موجود تھے۔ شیخ نے لکھا کہ یہ احادیث زیادہ قوی و ثبت ہیں اور یہی جمہور علما و امام مالک و شافعی و احمد و اُن کے اصحاب و اکثر
سلف و خلف کا مذہب ہے واللہ اعلم انتہے کلامہ۔ اور صاحب فتح البیان نے شوکانی سے نقل کیا کہ اگر اس آیت سے ان جانوروں کے گوشت کی حرمت
نکلتی تو پھر خیبر کے روز پالو گدھوں کے گوشت حرام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے خیل کے گوشت
کی حرمت مروی ہے لیکن وجہ اس کی نجاست ہے یا کراہت تو صحیح یہ ہے کہ تحریم بوجہ کراہت کے ہے اور اسی وجہ سے بغل و حمار کے ساتھ مقترن کر دیا کہ
خیل کے گوشت سے وہی منفعت باقی رہی جو ان دونوں سے ہے اور اس طرح سے قول ابن عباس مع حدیث خالد رضی اللہ عنہ اور دیگر احادیث صحیحہ
پر دونوں پر عمل ہو گیا اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ اس قدر ضعیف نہیں ہے کہ ایسے مقام پر ساقط کیا جاوے خصوص جبکہ توفیق ممکن ہے اور احادیث
جابر و اسماء رضی اللہ عنہما سے ایک واقعہ فعلی کا حکم نکلتا ہے اور قولی تحلیل نہیں ہے پس ممکن ہے کہ گھوڑوں کا ذبح واقع ہو جانے کے بعد آپ نے بوجہ ضرورت
کے جبکہ بخیں نہ تھا ضائع نہ ہونے کے لیے خاص اجازت دی ہو کیونکہ دائمی اجازت پر دلیل نہیں ہے اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ دائمی تحریم پر نص ہے
اور یہ بھی اصول ہے کہ جس سے تحریم نکلے اُس کو مقدم کریں گے اس نص پر جس سے تحلیل نکلتی ہو حالانکہ یہاں تو دونوں میں توفیق [illegible] کیا یہ امکان
نہیں ہے کہ واقعہ خیبر کو جو واقعی خاص واقعہ تھا خاص فعل پر محمول کریں اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ کو عام رکھیں بنسبت اس کے کہ اس کو ترک کر دیں اور
یہ بات ثابت ہے کہ خیل کی نسل باقی رکھنے اور اس کی پرداخت کے لیے اہتمام کیا گیا۔ اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خیل پہلے وحشی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے لیے مذلل کر دیا اور [illegible] ایک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا گیا تھا اُس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے باوجودیکہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ گھوڑی پر گدھا
چھوڑا جاوے مگر اس وجہ سے کہ نسل منقطع نہ ہو اور امام احمد نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں گدھے کو
گھوڑی پر چھوڑا دوں کہ خچر پیدا ہو جس پر آپ سوار ہوں تو فرمایا کہ یہ تو ایسے لوگ کرتے ہیں جن میں دانائی نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ [illegible]
اور کم عقل لوگوں کی طرح جلدی سے اماموں کی خطا پر جزم نہ کرنا چاہیے پس یہ دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہ انھوں نے اسی آیت سے سمجھا کہ خیل کا
گوشت مکروہ ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ واسطے رکوب کے ہیں۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں
جانتے ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ مخلوقات کے اصلی فوائد کثیرہ جو اس نے پیدا کیے اور ہم نہیں جانتے ہیں یا خود مخلوقات بہت انواع پیدا کیں جو ہم کو معلوم نہیں
ہیں جیسے اقسام کیڑے و دریائی جانور یا جیسے پہاڑوں کے کھوؤں میں ہیں یا ایسے سمندر جہاں جانا ممکن نہیں یا دیگر ستاروں وغیرہ میں ہوں یا جنت
و دوزخ وغیرہ غرضکہ اقسام مخلوقات کو وہی خوب جانتا ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جو اللہ تعالیٰ نے
پیدا کی ازانجملہ ایک زمین ہے سپید موتی کی آخر حدیث تک اس کے سب اوصاف بیان کیے بعضوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روایت بنائی ہے۔
وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ اور اللہ تعالیٰ پر ہے سیدھی راہ ہے اور بعض راہوں میں سے کج ہے یعنی ان راہوں کا ذکر جن پر لوگ چلتے
ہیں سو بیان فرمایا کہ حق ان میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہونچے جیسے قولہ تعالیٰ ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یعنے طریق حق اللہ تعالیٰ پر ہے اور سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اسلام ہے اور ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ وعوفی
نے روایت کی کہ یعنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بیان ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت و گمراہی دونوں کو صاف بتلا دیا۔ قتادہ و ضحاک و مجاہد کا بھی یہی قول مروی
ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سیاق کی راہ سے یہی زیادہ قوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہاں راہیں ہیں جن پر لوگ چلتے ہیں مگر
اللہ تعالیٰ تک کوئی نہیں پہونچتی سوائے حق راہ کے اور وہ راہ توحید ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمائی اور سوائے اس کے سب مسدود ہیں
اور اُن پر جو اعمال ہیں سب مردود ہیں۔ اسی واسطے کہا کہ منہا جائر یعنے حق راہ سے متروی ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مختلف راہیں اور

متفرق راہیں ہیں جیسے یہودیت و نصرانیت وغیرہ یعنے جیسے مجوسیت و نیچریت و بت پرستی اور رہبانیت ان کے اور حدیث میں اس کی تشبیہ مذکور ہے کہ
آپ نے خط مستقیم کے دائیں بائیں خطوط کھینچے اور فرمایا کہ مستقیم راہ حق ہے اور دائیں بائیں کج راہوں پر اس طرف بلانے والے ہیں جو گیا گمراہ ہوا اور بلانے
والے خواہ گمراہ آدمی ہوں یا خواہشہائے نفسانی ہوں یا وساوس شیطانی ہوں سب کو شامل ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ
کی قدرت و مشیت و علم بے انتہا کے ساتھ واقع ہے بقولہ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ اور اگر وہ چاہتا تو ہدایت دیدیتا راہ حق کی تم کو
سب کو جیسے فرمایا ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا یعنے حکمت کاملہ الٰہیہ کو آدمی اپنی عقل ناقص سے کہاں دریافت کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ
خلاق علیم ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔ عوام کے واسطے زینت ظاہری ہے اور اہل معرفت ان جانوروں
کی سراح و رواح میں صفت الٰہیہ دیکھتے ہیں جو ان میں اثر جمع میں اس کے فعل سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ اس دیدار سے ان کی محبت و کمال شوق بلقاء
اللہ سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اور ارواح و قلوب و اسرار کو رغبت عالم ملکوت و ریاض جبروت پیدا ہوتی ہے اور یہ مطایا ہے ملکوت میں کہ
بار شوق کو حضرت جبروت تک لے جاتے ہیں اور اسرار حقائق کو میدان عبودیت میں لاتے ہیں اقول شاید لطیف اشارت ہے کہ اجسام کی ترکیب
عالم کو شامل ہے اور فقات پرورش گویا کہ گوسالہ پروری ہے الذین اتخذوا العجل سینالہم غضب من ربہم الآیہ۔ قال تعالیٰ وتحمل اثقالکم الی بلد الآیہ۔
جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ ابواب غیب کو اہل قلوب پر کشادہ فرماوے تو ان کے دلوں پر اہل انوار عنایت ارسال فرماتا ہے کہ بقوت فیض مشاہدہ
ان کو عالم غیب میں لے جا کر اسرار عجائب ملک و ملکوت پر مطلع کرتے ہیں اور وے اصحاب جذبہ و واردات ہیں کہ اسی مشاہدات تک پہنچ گئے
اگر اہل سلوک ہوتے تو بدون لزوم مراقبہ و مقامات کے نہیں پہنچ سکتے کہ ہمیشہ طاعات انہیں لازم ہیں۔ قولہ ان ربکم لرؤف رحیم مجذوب محض فیض سے
ملک مشاہدہ میں پہنچتا ہے پس بعض محمول بنور فعل ہیں اور بعض محمول بنور صفت اور بعض محمول بنور ذات ہیں پس اول کا مقام خوف و رجا اور
محل یقین ہے اور ملک شہود ہے اور قسم دوم کا مقام معرفت اور محل خلت و ملک نبوت ہے اور قسم سوم کا مقام توحید اور محل فنا اور ملک بقا
ہے۔ شیخ رویم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ محمول مسند رفاہ ہے اور حامل میدان مشقت میں سو جو محمول ہوا اس کو کفایت ہوئی اور جو چھوڑ دیا گیا اس پر
تنگی ہو گئی۔ اور اکثر ہوتا ہے کہ بعضے بندوں پر سیر میں کوئی تعب و مشقت نہیں پڑتی ہے۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفس ان مشقتوں کو
نہیں اٹھا سکتے ہیں لیکن دل اٹھا لیتے ہیں جب جانتے ہیں کہ کہاں جاتے ہیں اور کس کے حکم کی فرمانبرداری ہے کیا چاہتے ہیں۔ شیخ جنید رحمہ اللہ
تعالیٰ نے اسی آیت سے فرمایا کہ مقصود تک پہنچنے کے واسطے واجب ہے کہ ابتدا میں مشقت کی کوشش کرے جس کی برکت سے واصل بمراد ہو۔ قولہ
ویخلق ما لا تعلمون عقلوں و فہموں کو متحیر کر دیا کہ اس کے افعال و بدائع حکمت چونکہ ان کے ادراک سے قاصر ہیں اور ہر فعل کے لطائف و عجائب
قدرت دریافت کرنے میں عاجز و متحیر ہیں یعنے جب تک کسی مخلوق کی پوری کیفیت و حکمت ادراک نہیں کر سکتے تو لامحالہ یقین ہوگی کہ خالق عز و جل کو
محال ہوا احاطہ کر سکو اور بڑی بات یہ ہے کہ اس کے فعل کی حکمت سے عاجز ہو گئے اور اس کو قدرت ہے کہ ایک چیونٹی کی پیٹھ پر لاکھوں عرش و کرسی پیدا کرے
ہزار در ہزار عرش در ہما عالم میں اس کی خواہش میں عجیب پیدا کئے اور آدمی کا دل جو ہے دوسری طور پر ہیں اور ملائکہ کے دلوں میں تسبیح و تہلیل ہے اور اہل معرفت
و اہل محبت و اہل الحق کے دلوں میں حکمت و معرفت وغیرہ اور ان کے اسباب شوق و مناجات و طاعات وغیرہ عجائب اقسام و انواع سے پیدا
فرمائیں۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ عرش کے دائیں جانب نہر نور ہے جس کا طول و عرض مثل ہفت آسمان و زمین کے ہے
جبرئیل اس میں ہر سحر داخل ہو کر غسل کرتا ہے کہ نور جمال پر جمال و عظمت پر عظمت بڑھتا ہے اور جو قطرہ اس سے ٹپکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے جو
اس کے بازو سے ٹپکتے ہیں ستر ہزار فرشتہ پیدا کرتا ہے ان میں سے ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور میں اور خانہ کعبہ میں ستر ہزار داخل ہوتے ہیں کہ پھر
دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے ہیں اسی طرح قیام قیامت تک ہوتا رہے گا بعض مشائخ نے کہا کہ جب تلاوت الٰہیہ سے سمجھ کر وقوف دیا جاوے جو بیہری
لے ہے تو ظاہر ہے کہ ہر گز اس کا انکار نہ کرے کیونکہ اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے کوئی مخلوق اس سے واقف نہیں ہے جبکہ تو اپنی خلقت سے پوری طور پر

واقف نہین تو مخلوقات آلہی کا انکار تیری نادانی کی دلیل ہوگی۔ **قاسم** علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمھارے افعال مین سے تم پر ظاہر نہین
ہوتے مین تب جانتے ہو ورنہ واقف نہین ہو سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ سب مخلوق کا علیم ہے۔ **واسطی** رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم مین افعال ایسے پیدا کرتا ہے
کہ تم یہ نہین جانتے کہ وے تم کو نافع مین یا مضر مین قولہ وعلی اللہ قصد السبیل الآیہ۔ اللہ تعالیٰ پر ہے راہ مستقیم کہ ازل مین جسکو اپنی محبت وولایت وایمان
وایقان بمعرفت وربوبیت کے لیے پسند کر لیا ہے اُس کو پہنچوا دے یعنے ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہے کسی غیر کی طرف جو الٰہ نہین ہے
عرش سے تحت الثری تک کوئی اسکو نہین کر سکتا یعنے الوہیت کی صفات مین اسکا کوئی شریک نہین ہے حتے کہ بغیر اسکے ارادہ ومشیت کی کسی کو اسکی طرف
راہ نہین اور کسی کو اسکی معرفت سے بہرہ نہین اور کسی سبب وعلت وتدبیر سے اُس کا حصول نہین ہو سکتا ہے۔ قولہ ومنہا جائر یعنے راہون مین غضب کی
کج راہین مین جو راہ صواب سے مڑی ہوئی ہین سب وادی طغیان وجہنم کو جاتی ہین سر سے پر شیخ الضلال یعنے شیطان ہے اس کے اتباع کو ڈھا دیا ہے پس
جسکو راہ مستقیم سے مردود کیا اُسپر شیخ ملعون کو مسلط کر دیا یہ ملعون اُس کو شہوات کے جنگلون وظلمات کے بیابانون مین بھٹکاتا ہے اور ہدایت وضلالت
دونون کا تعلق اللہ تعالیٰ کے قہر ولطف کے ساتھ ہے اگر وہ چاہتا سب کو رحمت کی تحت مین لا دے تو ایسا ہی ہوجاتا جیسا وہ چاہے لیکن جس کو
چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے راہ دیتا ہے وقد قال تعالیٰ ولو شاء لہدٰکم اجمعین۔ اور **شیخ واسطی** رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر رہنمائی
قصد السبیل کی ہے اور سبیل مین سے بعض جائر ہے اور اللہ تعالیٰ سبب الجائر ہے اور سبیل القصد یہ ہے کہ رفتار با نور الیقین ہو اور سبیل الجائر وہ رفتار بطریق
توہم ودعاوی ہے یعنے بغیر برہان یقینی ووحی سے قطعی کے اپنے اوہام وظنون سے استدلال کرکے بالطور باطل دعوے کرے اسکو رواج دیکر اُسپر جم جاوے اور
سوائے اہل التوحید کے باقی ملتین ومذاہب سب اسی مین گرفتار ہین۔ پھر دوسری نعمتون کو شمار فرمایا بقولہ۔

هُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ يُنۢبِتُ لَكُم
وہی ہے جسنے اُتارا آسمان سے پانی تمھارا اس سے پینا ہے اور اس سے درخت ہین جن مین چراتے ہو اُگاتا ہے تمھارے واسطے
بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝
اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجورین اور انگور اور ہر قسم کے میوے اسمین نشانی ہے ان لوگون کو جو دھیان کرتے ہین
وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
اور کام مین لگائے تمھارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے کام مین لگے ہین اُسکے حکم سے اسمین نشانیان ہین
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝
ان لوگون کو جو بوجھ رکھتے ہین اور جو بکھیر اہے تمھارے واسطے زمین مین کئی رنگ کا اس مین نشانی ہے ان لوگون کو جو سوچتے ہین

هُوَ الَّذِيٓ وہی رب تمھارا ہے جس نے أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اتارا اونچی طرف سے پانی۔ مراد ابر ہے جو اوپر ہوتا ہے کما فی البیضاوی
وغیرہ اور بعض نے سما سے آسمان مراد لیا اور ابتدائے سورہ بقرہ مین مترجم نے دونون قول مین توفیق بیان کردی ہے یعنے اول معنے تو عام فہم ہین
اور دوسرے معنے اہل معرفت وعلماء کی فہم کے لائق ہین اور دونون صحیح ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پس صبح کی
دو فریق نے آیا۔ مومن وایک کافر پس جس نے کہا کہ فلان ستارے کی وجہ سے پانی برسا وہ اللہ تعالیٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور جس نے کہا
کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنی قدرت ورحمت سے برسایا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ لَّكُم مِّنْهُ تمھارے لیے اس پانی سے۔ شَرَابٌ پینے کی چیز
ہے کیونکہ شراب ہر ایسی چیز کا نام ہے جو پی جاوے جیسے طعام جو چیز کھائی جاوے اور یہ حرام چیز نشہ والی جسکو ہماری زبان مین شراب کہتے ہین اسکو
عربی مین خمر کہتے ہین ولیکن اگر کوئی شخص اردو زبان مین قسم کھاوے کہ اگر وہ شراب پیے تو اُس کی جورو کو طلاق ہے تو اس سے شراب نشہ والی یعنے خمر مراد
لیجاوے گی حتے کہ پانی پینے سے اُس کی جورو پر طلاق نہ ہوگی معلوم ہوا کہ ہماری عرف مین شراب کا لفظ مجاز ہے نہ حقیقت۔ ہوگیا۔ وَمِنْهُ شَجَرٌ اور

اسی پانی سے شجر ہیں یعنے ہر قسم کے درخت پیدا ہوتے ہیں کبھی عرب والے گھاس کو نجم کہتے ہیں جس کی ڈنڈی نہ ہو جیسے کلا ہوتی ہے اور شجر ڈنڈی دار کو کہتے ہیں اور
ظاہر بیان مراد عام ہے کہ سبزہ پیدا کیا فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ. اسی شجر میں تم چراتے ہو یعنے اپنے جانوروں کو اس سے چارہ دیتے ہو۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے
کہا کہ جو زمین سے اگے وہ شجر ہے۔ الحاصل آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے تم نے خود پیا اور اس سے سبزہ پیدا کیا جس سے اپنے چارپائے چراتے ہو
جنکے منافع اوپر فرمائے ہیں بعض مفسرین نے کہا کہ اس میں ایک خُلق عمدہ سکھلایا کہ آدمی اپنے مملوکہ جانور وغیرہ پر بھی زیادہ خیال رکھے چنانچہ پہلے یہاں
جانوروں کا چارہ پانی مقدم کیا پھر آگے آدمیوں کی ذاتی غذا بیان فرمائی۔ اقول حدیث میں ہے کہ تمہارے لیے ہر جگر تر والے جانور میں ثواب ہے اگر کہا
جاوے کہ حدیث میں تو آیا کہ آدمی پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال سے شروع کرے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں اہتمام رکھنے کا بیان ہے اور
خرچ کرنے کا طریقہ حدیث میں مذکور ہے۔ آدمی پر لازم ہے کہ جانور رکھے تو اس کے کھانے پانی کی اچھی خبرگیری کرے ورنہ جدا کر دے۔ پھر منافع منہ
فرمائے۔ یُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ پیدا فرماتا ہے تمہارے لیے اسی مینھ سے کھیتی یعنے اناج کیونکہ خوراک میں وہ اکثر و اصل ہے یعنے کثرت سے اسی پر
مدار ہے۔ اگر کہو کہ حدیث میں ہے کہ جس گھر والوں میں خرما نہ ہو وہ بھوکے ہیں کما فی الصحیحین تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس
خرما بھی نہوں وہ فاقہ سے ہونگے اُن کو سوال حلال ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ وہ گھر خوراک سے خالی نہ ہوا جہاں خرما موجود ہوں۔ اور
یہ معنے نہیں ہیں کہ اناج ہوا اور خرما نہ ہو تو فاقہ ہے فاحفظہ۔ وَالزَّيْتُوْنَ اور اگاتا ہے اس سے زیتون کو جس کے تیل کو زیت کہتے ہیں عرب اس کو روٹی کے
ساتھ کھاتے اور زیادہ برکت کی چیزوں میں سے ہے۔ وَالنَّخِيْلَ اور درختان خرما کو جن سے خرما پیدا ہوتے ہیں اور وہ غذا بھی ہے اور انگور کے ساتھ
لطف ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ خرما کو پانی کے ساتھ غذا مقرر کرنا چند روز میں سخت امراض پیدا کرتا ہے ولیکن اللہ تعالے نے مکہ معظمہ و حجاز میں اس کا ضرر
نہیں رکھا اور یہ اللہ تعالے کی قدرت بدعاے حضرت خلیل علیہ السلام وہاں کے لوگوں میں ظاہر ہے جن کو پھلوں سے رزق عطا ہوا ہے۔ وَالْاَعْنَابَ
اور انگوروں کو یعنے مختلف قسموں کے انگور پیدا کیے۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے جن کا شمار کرنا تم پر متعذر ہے بلکہ اللہ تعالے
کی قدرت و نعمت دیکھنے کو مذکور ہوئے ہیں غور کرو اور شکر احسان کرو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ. یعنے پانی نازل کرنے اور
اس طرح اگانے میں آیت عظیمہ ہے جو دلیل ہے اللہ تعالے کی کمال قدرت پر اور فقط اسی کی ربوبیت پر ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتی ہیں اور ادنے
درجہ یہ کہ آیات یعنی جو اللہ تعالے نے پیدا فرمائی اس کا مثل ناممکن ہے اور واضح ہو کہ اس سورہ میں آیت کا سات جگہ ذکر ہے پانچ جگہ مفرد اور دو جگہ
جمع ہے۔ کرمانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مفرد سے اشارہ بوحدانیت مدلول ہے کیونکہ آیت دلیل ہے یعنے اللہ تعالے اور جہاں جمع ہے وہ بمناسبت
مسخرات ہے۔ انتہٰی۔ اور فکر عام و خاص ہے اور عام یہ کہ دانہ زمین میں غائب کیا گیا اور تری سے پھول کر پھٹا اور کلا نکلا اور ہوا کی طرف بڑھا اور
زمین میں جڑیں پھیلیں اور اوپر شاخیں و پتے و رنگین و خوشے و پھل پھول قسم قسم کے خوشبو و مزہ و اقسام منافع و انواع آثار ظاہر ہوئے پس جب انسے
اس میں فکر کی اس پر اللہ تعالے کی کمال قدرت و الوہیت و وحدانیت میں شبہ بھی نہیں رہتا۔ اور خاص فکر میں نہایت اعلیٰ ہیں پھر بنا دی
مسخرات بیان فرمائے بقولہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور مسخر کر دیا تمہارے لیے رات کو اور دن کو۔ یعنے دونوں کو ایسے طور پر کر دیا کہ جسطرح
اُن کے حق میں نافع ہے اور اُن کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے ہمیشہ آتی رہتی ہیں اور اُن کے اوقات و آثار میں پرورش
پاتے ہیں۔ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج اور چاند کو۔ یہ دونوں بھی اسی طرح مسخر ہیں۔ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ۔ حفص رحمہ اللہ
تعالے کی قرأت عاصم رحمہ اللہ تعالے سے بالرفع ہے یعنے نجوم مسخرات ہیں اللہ تعالے کے حکم سے یعنے ایسی چال پر برابر چلتے ہیں کہ آدمی اُن سے اوقات
و فصول معلوم کرتے ہیں اور اس کلام سے فلاسفہ و منجمون کا قول مردود ہو گیا جو کہتے ہیں کہ سیارے وغیرہ ستارے اس عالم سفلی میں تصرف کرتے ہیں اور
زمین کی تاثیرات سے فصلوں کی پختگی وغیرہ آثار ہوتے ہیں پس اللہ تعالے نے آگاہ فرما دیا کہ یہ سب اللہ تعالے کی ارادت کے موافق ہے وہ مسخر ہیں

پس جہل اس مقام پر فقط یہ ہے کہ ان کے واسطے تاثیرات قرار دیں اور یہ ظاہر ہے کہ جسطرح اللہ تعالےٰ نے اُن کو مسخر کر دیا اسی طرح جاری ہیں پس اگر رفتار کا حساب رکھا جاوے تو وقت معلوم ہوتا رہیگا ولیکن اللہ تعالےٰ جب تک چاہے ہوگا اور جب اُس نے چاہا فرق ہوگا اور یہی معنے حدیث صحیح سے ماخوذ ہیں کہ نجومی کے قول پر ان کی تاثیرات اختیاری کا یقین کرنا کفر ہے اور یہیں سے معلوم ہوا کہ بعض مشائخ کا جو قول مروی ہے کہ نجومی اپنے حساب چاند پر روزہ رکھے اگرچہ چاند نظر نہ آیا ہو یہ قول بالکل ضعیف بلکہ باطل ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ رفتار اختیاری نہیں ہے تو فرق ہوجانا ظاہر ہے اور یہ تجربہ ہو گیا کہ بارہا جنتری میں چاند لکھا مگر اس دن نہ ہوا حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا اور دوم یہ کہ احکام کا مدار ہر عام و خاص کے لیے یکساں ہے تو جبھی حکم متعلق ہوگا جب سب دیکھیں تو نجومی کے حساب پر کوئی حکم متعلق نہ ہوگا فافہم۔ غرضکہ یہ سب سیارے و ستارے مسخر بامر الٰہی ہیں۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔ یعنے اہل عقل ان آیتوں میں عقل نورانی کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و اُلوہیت پر اور کوئی شریک نہ ہونے بلکہ شریک ممکن نہ ہونے پر دلائل پاتے ہیں تفسیر کبیر و ابو السعود و بیضاوی وغیرہ سے مفہوم ہے کہ یہاں قوم ذی عقل کے واسطے اس لیے آیات فرمائیں کہ آثار علوی میں قدرت پر دلالات کثیرہ ظاہرہ ہیں اور وہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ عقل اسوقت تربیت یافتہ ہوتی ہے کہ آثار سفلی سے ایمان لاکر فکر سے قلب منور و عقل پرورش پاوے اور بعضے گمراہ خالی حواس کو عقل تصور کر کے حیران و سرگردان ہوتے ہیں۔ بالجملہ عالم علوی کی آیات بعد عقل کے حاصل ہوں کہ پھر عالم سفلی کے آثار سے نور افعال و صفات الٰہی اہل معرفت کو زیادہ ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا فرمایا۔ وَمَا ذَرَاَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ اور مسخر کر دیا تمہارے لیے جو پیدا کیا زمین میں درحالیکہ ان کے رنگ مختلف ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ چوپایہ و درخت و پھل طرح طرح کے اللہ تعالےٰ کی نعمتیں تم پر ہیں اُن کا شکر ادا کرو۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ۔ اس سب میں آیت ہے ایسی قوم کے لیے جو بیدار ہیں جس نے تذکر کیا اُس نے عبرت پائی اور عبرت سے اصل مقصود پر راہ پائی اور غافل اپنی عمر کو غفلت میں ختم کر کے ایک روز مر جاتا ہے۔ بالجملہ ان کی ذاتی ضرورات کی نعمتیں و آسمانی و زمینی نعمتیں ذکر کر کے سمندر کے انعام ذکر فرمائے

وَهُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَی

اور وہی ہے جسنے کام لگایا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اُس سے گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھے تو

الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِیۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝ وَاَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ

کشتیاں پھاڑتی چلتی اسمیں اور اسواسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے اور شاید احسان مانو اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی

تَمِیۡدَ بِكُمۡ وَاَنۡهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ ۝ اَفَمَنۡ

جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ اور بنائیں نشانیاں اور تاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں بھلا جو

یَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ۝ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہیں کرتے اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی نہ پورا کر سکو بیشک اللہ

لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

بخشنے والا مہربان ہے

وَهُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ۔ رب وہی ہے جس نے مسخر کر دیا سمندر یعنے ایسی حالت پر کر دیا کہ لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِیًّا تاکہ تم اس سے کھاؤ گوشت طراوت الامر او مچھلی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مچھلی میں فوائد کثیرہ ہیں اور مچھلی کے واسطے گوشت یہاں صریح مذکور ہے پس اس سے ایک مسئلہ کا حکم نکالا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی اور یہی امام مالک و اُن کے اصحاب کا قول ہے و لیکن علماے حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک جھوٹا نہ ہوگا اس لیے کہ قسم کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہوتا ہے اور لوگوں میں گوشت وہی کہلاتا ہے جو چوپان

پیدا ہو تو اس معنے میں مچھلی میں گوشت نہیں ہے حتےکہ اگر اس قسم کھانے والے کی نیت میں یہ بھی گوشت ہو تو جھوٹا پڑ جائیگا۔ اس تقریر کے موافق اگر
قسم کھاوے کہ جو واقع میں گوشت ہو اُس کو نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے جھوٹا ہونا چاہیے کیونکہ آیت سے معلوم ہوا کہ واقع میں مچھلی میں تر و تازہ گوشت
ہے اگرچہ لوگوں کی بول چال میں اُس کو گوشت نہ کہتے ہوں۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ تنزیب نہ پہنونگا تو نین سکھ پہننے سے جھوٹا نہ ہوگا کیونکہ اس کو عرف میں
تن زیب نہیں کہتے لیکن اگر اس نے یہ معنے لیے کہ جس سے تن کی زیب و زینت ہو تو جھوٹا پڑ جائے گا۔ کذا سنح للمترجم۔ وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ اور تا کہ نکالو
سمندر سے حِلْيَةً۔ زیور یعنے موتی و مرجان۔ تَلْبَسُوْنَهَا جسکو تم پہنتے ہو۔ واضح ہو کہ سب سمندروں سے موتی نہیں نکلتے ہیں تو مراد یہاں شور سمندر ہے
اور امام بزار رحمہ اللہ تعالے نے عبد اللہ بن ابی عمرو سے موقوف روایت کی کہ غربی سمندر نے خواہش کی کہ آدمیوں کو غرق کرے جب قابو پاوے تو
اللہ تعالے نے آدمیوں کے لیے اپنی قدرت سے حفظ دیا اور صید و حلیہ سے اس کو محروم فرمایا اور شرقی سمندر نے خواہش کی کہ اُن کو مثل والدہ کے
پرورش کرے تو اسکو صید و حلیہ نصیب کیا گیا۔ بعضے لوگ اس کو حدیث بیان کرتے ہیں مگر صحیح نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ موتی نکالنا اور اُس کی
اُجرت وغیرہ کے مسائل فقہی جائز ہیں مگر اجارہ میں کوئی تعداد غوطوں کی نہ ہو اور واضح ہو کہ موتی حاصل ہونے سے پہلے خالی غوطہ پر ٹھیکہ و بیع باطل ہے
کیونکہ یہ قمار ہے۔ مسئلہ موتی زیور ہے تو جواب یہ کہ ظاہر آیت میں زیور ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پھر مردوں کو کیونکر روا ہوا کہ فرمایا تلبسونہا۔ جواب یہ کہ
یہاں مراد تم سے آدمی ہیں جن میں عورتیں شامل ہیں یا کہا جاوے کہ تمہاری عورتیں پہنتی ہیں۔ غرضکہ فتوے یہی ہے کہ موتی زیور ہیں اور مردوں پر انکا پہنا
حرام ہے۔ بعضے علما نے کہا کہ زیور کی حرمت عام نہیں ہے بلکہ ایسے زیور حرام ہیں جو عورتوں کے ہوں یا عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور فقہا نے
حنفیہ نے رد کر دیا کہ ہمارے یہاں بڑا زیور عورتوں کے واسطے موتی ہیں سو اگر وہ مردوں پر حلال ہو تو فرق کیا ہے۔ تم پہنتے ہو اس لفظ سے جواز نہیں
نکلتا جبکہ یہاں آدمیوں پر احسان بیان فرمانا منظور ہے اور عورتیں ان میں داخل ہیں یا یوں کہو کہ تمہارے لیے عورتیں پہنتی ہیں بہرحال مردوں پر جائز
نہیں ہے۔ مسئلہ موتی میں زکوٰۃ ہے تو ابن ابی شیبہ نے اپنی اسناد سے حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ اُنہوں نے اس آیت کو
پڑھکر فرمایا کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اقول ظاہر مذہب حنفیہ اس کے موافق ہے کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں اور جواہرات میں زکوٰۃ نہیں ہے اور انواع جواہر
میں سے کسی کے بارہ میں زکوٰۃ کا حکم وارد نہیں ہوا۔ بلکہ جواہر میں زکوٰۃ نہ ہونا معروف ہے اور زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے کیونکہ صحیح کی حدیث سے ثابت
ہوتا ہے کہ ایک عورت کو فرمایا کہ تو اپنے ان سونے کے کنگنوں کی زکوٰۃ دیتی ہے آخر اور اس حدیث میں ہے کہ اُس نے دونوں کو صدقہ کر دیا پس
اس سے ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ ہوتی ہے لہذا متاخرین مشائخ حنفیہ نے زکوٰۃ کا فتوے دیا و تمام کلام فقہ میں ہے۔ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ اور تو
دیکھتا ہے کشتیوں کو پھاڑنے والیاں اس میں یعنے قدرت الٰہیہ سے ہے کہ سمندر کو کشتیاں پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ سمندر میں چلی جاتی ہیں۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہوا سے موافق میں چلتی ہیں واضح ہو کہ اس میں لطیف اشارت ہے کہ بندوں کے افعال مخلوق
الٰہی ہیں۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ یعنے تاکہ تم سوار ہو اور تاکہ تجارت کرو اور فضل الٰہی سے نفع کماؤ۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم اللہ تعالے
عز و جل کی شکر گزاری کرو۔ و قولہ تعالے۔ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ۔ مشہور یہ ہے کہ زمین کو لرزہ تھا اسپر پہاڑ قائم ہوئے
اور معنے اس کے یہ ہیں کہ گوشت کی طرح پھڑکتی تھی اور یہ امر بسبب خوف الٰہی کے تھا چنانچہ ابن جریر رحمہ اللہ نے باسناد حسن حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے عرض کی کہ اے رب تو مجھ پر بنی آدم پیدا فرماوے گا کہ میرے اوپر
گناہ کریں اور بدکاریاں کریں اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالے نے اُس پر پہاڑ قائم کر دیے جو تم کو نظر آتے ہیں اور جو نہیں نظر آتے ہیں اور جنبش اس کی جیسے
گوشت پھڑکتا ہے ؎ اور عبد الرزاق نے بسند جید حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ جب زمین پیدا کی گئی تو موج مارتی تھی پس ملائکہ نے
کہا کہ یہ تو کسی کو اپنے اوپر نہ رہنے دیگی پھر ایک صبح کو دیکھا کہ اُس پر پہاڑ قائم ہیں پس ملائکہ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا ہوئے ہیں۔ سعید رحمہ اللہ
تعالے کی روایت میں حسن رحمہ اللہ تعالے نے مانند اس کے قیس بن عبادہ سے روایت کیا ہے اور رواسی کے معنے ثوابت ہیں یعنے ایسے پہاڑ جو جمے

ہوئے ہیں اور انھیں کو اوتاد یعنے میخیں فرمایا۔ اور ظاہر اپہاڑوں کی خلقت زمین کے ساتھ ایسے جوہر سے ہے جو سخت ہے کیونکہ زمین کو یہ اضطراب بسبب نرمی کے تھا جو پہاڑوں کی سختی سے زائل ہوا یہاں ایک نکتہ ہے کہ اہل معرفت و خاص بندوں میں سے بعضے اوتاد ہوتے ہیں کہ جیسے اپنی ذات میں مستقیم و ثابت قدم ہوتے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت و قضاء مقدر میں ثابت و راسخ ہوتے ہیں حتےٰ کہ اگر کوئی قوم ہلاک کیجاوے اور کوئی جہاز غرق کیا جاوے یا کسی شخص پر عذاب و سختی ہو اس کو بغیر اضطراب و جنبش کے دیکھتے ہیں اور پہاڑوں کی سختی اس سے ثابت ہے جو فرمایا ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً الآیہ۔ اور قرآن و احادیث میں بکثرت ثابت ہے کہ پہاڑ تسبیح کرتے ہیں جیسے قولہ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔ اور جیسے حدیث میں ہے کہ اُحد کا پہاڑ ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم اس کو۔ اور بعضے پہاڑ کی نسبت کہا کہ وہ ہم کو دشمن رکھتا ہے اور واضح ہو کہ بعضے جاہل اس کو بعید سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ جسم ہونے میں جیسے یہ لوگ ویسے پہاڑ اور باقی خصال میں مختلف ہیں تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ان میں تسبیح کی لیاقت نہیں ہے ہاں اسقدر ظاہر ہے کہ آدمیوں کی طرح منھ و زبان سے نہیں ہے فافہم۔ وَاَنْهٰرًا اور پیدا کر دیں زمین میں نہریں یعنے دریا جیسے نیل و فرات و سیحون و جیحون۔ اور اکثر دریا پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ وَّسُبُلًا اور پیدا کر دیں راہیں کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچو۔ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ یعنی تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور اپنے رب عزوجل کی توحید اور دار آخرت کی راہ پاؤ۔ وَعَلٰمٰتٍ ط۔ اور پیدا کر دیے اس میں نشانات چنانچہ ان نشانوں سے خشکی و تری کے راستوں میں سیدھے اور ٹیڑھے کی شناخت کرتے ہو۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ اور نجم یعنے ستارہ سے وے راہ پر آجاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دن میں پہاڑ و دریا وغیرہ علامات ہیں اور رات میں ستارے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین فائدوں کے لیے پیدا کیا یعنے ہم کو یہ فائدے بتلا دیے ہیں ایک یہ کہ آسمان کی زینت ہو دوم یہ کہ راستوں کی علامات ہو اور تیسرے یہ کہ شیاطین کے لیے رجوم ہوں سو جس نے ان باتوں کے سوائے گفتگو کی اُس نے ایسی بات کا تکلف کیا جسکا اُس کو علم نہیں ہے۔ پھر مشرکوں و غافلوں کو ملامت فرمائی بقولہ۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط۔ یعنے جس نے ایسی مخلوقات نادرہ و انعامات کثیرہ و منافع جلیلہ بے شمار پیدا کر دیے ہیں کیا وہ ویسا ہے جو کچھ نہیں پیدا کرتا۔ یعنے بت وغیرہ جو کوئی مخلوق ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں ہو۔ واضح ہو کہ ظاہر یہ تھا کہ یوں کہا جاوے کہ کیا بت وغیرہ جنکے ساتھ شرک لایا جاتا ہے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے ہیں ایسے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ جس نے تم سب کو پیدا کیا اور اسقدر حیوان و انواع اجرام علوی و اجسام سفلی پیدا کر دیے اور وہی پیدا کرتا ہے۔ ولیکن یوں نہیں فرمایا تاکہ تشبیہ کو برعکس کر دیا تو اس میں مشرکوں و کافروں پر سخت ملامت ہے کہ جس نے پیدا کیا اُس کی عبادت و احکام سے منھ موڑے ہوئے ہیں اور اپنے مانند مخلوق کو اپنا معبود بنایا ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ کیا تم کو تذکر اور سوجھ بوجھ نہیں ہے یعنے اسقدر غفلت و جہالت ہے کہ کچھ فکر نہیں کرتے۔ واضح ہو کہ جو خالق ہے اس میں اعلیٰ درجہ کی جملہ صفات واجب ہیں اور بالکل کسی چیز میں عاجزی یا محتاجی نہونا تو ضروری ہے پس بندہ کے واسطے سوائے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے کسی چیز کی طرف حاجت نہ رہی تو جملہ شرک منقطع و معدوم ہے پس جملہ طاعت اسی کے واسطے ہے اور جملہ نعمت بھی اُسی کی طرف سے ہے۔ اور توفیق طاعت و سمجھ و ہدایت و صحت و فراغت سب اسی کی نعمتیں ہیں اگر ایک صحت کو دیکھا جاوے تو اس کے اسقدر انواع و انعام ہیں کہ کبھی شمار میں نہیں آسکتے کہ او تعالیٰ کس طرح اُس کی مناسبت و لائق تدبیر سے اُس کو صحت کے ساتھ پالتا ہے پھر دوسری نعمتوں و اُن کی اقسام کا شکر کہاں سے ادا کرے گا اور شکر کی توفیق خود نعمت ہے اور جس زبان سے ادا کرے وہ بھی نعمت ہے پس توفیق و زبان کا شکر علیحدہ واجب ہوا اور ہنوز کچھ ادا نہوا تو معلوم ہوا کہ ادائے شکر محال ہے لہذا فرمایا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرو تو کبھی نہیں گھیر سکو گے اسی واسطے کہا گیا کہ آدمی پر فرض ہے کہ یہ جان لے کہ نعمہائے الٰہی کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کیونکہ اگر ان نعمتوں کے شکر کا مطالبہ فرماوے تو بجا ہے اور ضرور ہے کہ بندے عاجز ہوں گے پھر عذاب کرے تو بجا ہے ولیکن وہی ادائے نعمت فرماتا ہو کہ بخشتا ہے اور رحم فرماتا ہے۔ کذا قال الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم سے جو تقصیر ان نعمتوں کے شکر

[illegible]

اد انہون نے مین ہوتی ہے اسکو بخشتا ہے جب تم اُس کی طرف توبہ کرکے رجوع کرتے رہو اور رحیم ہے کہ جب طاعت و مرضیات مین لگے رہو تو تم کو عذاب
نہین فرماتا ہے ۔ واضح ہو کہ شکر اُسی کا ادا نہین ہوسکتا کیونکہ بندہ جہان تک کوشش کرے تو اللہ تعالے اُسی قدر عظیم ثواب عطا فرماتا ہے پھر اُس کا شکر
دو چند بھاری ہوا حالانکہ اُس نے پہلے انتہائی کوشش صرف کردی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ انتہا کی کوشش مین عظیم ثواب ہے پس حدیث مین آیا کہ
یون حمد کرے الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ یعنے حمد ہے اللہ تعالے کے واسطے ایسی حمد کہ اُس کی نعمتون سے جو بیشمار ہین اسی طرح بیشمار ملتی جاوے
اور مزید نعمتون کے ساتھ بھی کفایت فرمائی جاوے ۔ غرضکہ علمانے کہا کہ یہ کلمہ حمد کا نہایت جامع ہے اور بندہ کو اس سے بار بار بے انتہا ثواب ہی
ف ۔ عرائس مین بعض اشارات آیات کے اس طرح بیان کیے کہ قولہ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم الآیہ جس طرح زمین پر تو انوار فیض ایجاد
رب تبارک وتعالے کے فضل سے منور ہو کر اُس کی طاعت وعبادت کے لیے لرزتی تھی کہ اُسپر پہاڑ سے سکون دیدیا اسی طرح قلب ایک زمین ہے
جس مین طرح طرح کے معارف اُگتے ہین اور جب یہ زمین انوار عظمت ازلی وابدی سے اور روشنی ذات وصفات کی تاب سے منور ہو کر لرزنے لگی اور
اُس کو زلزلہ و اہتزاز ہوا اور قریب آیا کہ مولے ہیبت مین پرواز کرے تو حق سبحانہ تعالے نے اُسپر علوم غیبی و معارف سرمدی کے پہاڑ ایسے قائم کردیے
کہ اپنے اشباح وارواح کے ساتھ طیران (جنبش) نہین کرسکتی اور جن بندون مین ایسے قلوب ہوتے ہین وہ تمام کون ومکان و عالم انس وجان کے واسطے خود
پہاڑ ثابت وقائم ہوتے ہین اگر یہ نہون (پرواز کرتے) تو عالم کون ومکان غیب مین اور غیب الغیب مین پرواز کرے ومعدوم ہوجاوے پھر ان قلوب کی زمین
مین حق تعالے نے حکمت بالغہ سے دریاے معرفت ومکاشفہ و محبت وشوق وعشق وحکمت و فطنت جاری فرمائے ہین اور انمین راستہ ارواح و عقول
واسرار کے واضح کردیے جن کا وصول درگاہ قدس تک ہے اور یہ سب راستہ حد شمار سے باہر و بے نہایت ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے کی طرف راہین
غیر متناہیہ ہین کیونکہ حق تعالے خود اپنی شان پاک سے غیر متناہی ہے پس بعض راہین تو عقول کے واسطے ہین جو انوار آیات کو پہونچتی ہین اور بعض راہین
ارواح کے انوار صفات تک ہین اور بعض راہین اسرار کے لیے انوار الذات تک ہین اور اللہ تعالے اپنے جمال وجلال سے ان راہون سے بطریق کشف
وعیان کے اسرار قلوب پر ظاہر ہوتا ہے اور اگر یہ کشف نہوتا تو عقول وارواح واسرار کو اس پاک سبحانہ وتعالے تک رسائی نہین ہوسکتی ۔ قال
المترجم شیخ عارف سہروردی رحمہ اللہ تعالے اور شیخ عارف سید الاولیا جنید رحمہ اللہ تعالے کا قول معروف ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد
انفاس الخلائق وکلہا مسدودۃ الا علی من اقتفی اثر الرسول صلے اللہ علیہ وسلم ۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف راہین خلائق کی تعداد پر ہین یعنے ہر نفس کے
واسطے اُس کی طرف راہ ہے اور یہ سب راہین بند ومسدود ہین مگر اُس شخص پر کشادہ ہوتی ہین جو رسول علیہ السلام کے قدم بقدم روان ہو یہ کلام
صحیح اور پاکیزہ و دقیق ہے اور یہ سب صراط مستقیم ہے اور ہر نفس کے لیے راہ ہونا اس معنے مین ہے جسکی توضیح شیخ مصنف رحمہ اللہ تعالے نے اوپر
بیان فرمائی فافہم ۔ پھر اللہ تعالے نے بسبب عرفان مین مزید فرمایا اسطرح کہ کشف ملکوت وجبروت سے انوار مشاہدہ و علامات معرفت لوگون کو
دکھلائے فقال تعالے وعلامات وبالنجم ہم یہتدون ۔ علامات ظاہر مین عالم کے واسطے انوار افعال الٰہی ہین اور عالم مین زیادہ خاص علامات اولیا
واہل معرفت ہین کہ مدام دسر مین اُن کے سراسیر کرتے ہین جو کوئی اُن کی اقتدا کرے وہ واصل بمراد ہوگیا تو نے نہ دیکھا کہ کیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ۔ یعنے میرے اصحاب مانند ستارون کے ہین تم جسکی اقتدا کرو راہ پاؤگے مترجم کہتا ہے کہ صحیحین
کی حدیث مین بھی اسی طرح تشبیہ ظاہر ہے جسمین فرمایا ۔ النجوم امنۃ الحدیث اور ہم لوگون کے واسطے اس مین معارف جلیلہ بیان کردیے ہین ۔ قال الشیخ
صدیقین کے چہرون پر قدسی انوار اسقدر روشن ہوتے ہین اور ان کے اسرار کے آگے آفتاب کو ذرہ برابر نسبت نہین ہے جو کوئی اُن کے چہرون پر وہ حقیقت
دیکھے وہ انوار حق کے مشاہدہ سے مستفیض ہوگا ۔ شیخ مکی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ راہ ہدایت پر علامات تو وہ ہوتے ہین جس نے ان علامات سے
راستہ اختیار کیا وہ ہدایت پر پہونچ گیا اور معدن قرب اسکو کشف ہوا اور جس نے نجوم معرفت سے راہ ڈھونڈھی وہ راہ ہدایت پر روانہ ہوا اور انتہائے مقصود
کو پہونچا اور حق تعالے پر سوا حق کے کوئی دلیل نہین ہے اور نہ کوئی علامت ہے جو اس سے آگاہ کرے بلکہ خود وہی اپنی ذات پاک کیواسطے دلیل ہے

اور کسی کو اس کی طرف راہ نہین ہے اور نہ کسی مخلوق کو اُس کی طرف راہ ہے پس جو اُس کی طرف واصل ہوا اسی کے فضل سے واصل ہوا اور جو اس سے منقطع ہوا تو سابق مشیت سے منقطع ہوا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے نعمہا ئے غیر متناہی کو بیان فرمایا بقولہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا۔ اُس کی نعمتین سب سابقہ نعمت عنایت ہین وہ ازلی ابدی ہے اور حوادث اُس کے حصر سے قاصر ہین۔ اعاظم نعمتون سے اصابع تک اپنے مبدء سے یکسان ہین اُس کی نعمت معرفت عارفون کے دلون مین ہے اُس کی نعمت توحید موحدون کے دلون مین ہے اُس کی نعمت محبت قلوب محبین مین ہے اُس کی نعمت شوق قلوب مشتاقین مین ہے اور نعمت اُنس قلوب مستانسین مین اور نعمت ارادت قلوب مریدین مین اور نعمت ایمان قلوب مومنین مین و نعمت اسلام قلوب مسلمین مین ہے اور ان نعمتون مین سے ہر ایک کا معدن ذات وصفات ہے کہ ہر نعمت بزیادہ کشف زائد ہوتی ہے تو زبان کہان ہے جو اُس کی نعمتون کا شمار کرے اور مخلوق تو اُس کے ایک قطرہ آب زلال کے شکر سے عاجز ہے پھر بھلا اُس کی نعمت مشاہدہ کے شکر سے کیون عاجز نہ ہوگی ولیکن یہ اُس کی رحمت و مغفرت ہے کہ خود ہی حمد وشکر اپنا بیان فرمایا کیونکہ وہی علیم ہے کہ بندے اُس کے شکر سے بالکل عاجز ہین اسی واسطے فرمایا۔ ان اللہ لغفور رحیم۔ اور شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس مقام پر کہا کہ آدمی کا نفس وقلب وروح وعقل ہے اور محبت ومعرفت ودین ودنیا ہے اور طاعت ومعصیت وابتدا وانتہا ووقت واصل ووصل وفصل ہے پس نفس کی نعمت طاعات واحسان کا مرتبہ قرب ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتا ہے اور روح کی نعمت خوف و امید ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہے اور نعمت قلب کی الیقین وایمان ہے جس مین عیش کرتا ہے اور نعمت عقل کی حکمت بیان ہے جس مین سرور وخوش ہے اور نعمت معرفت کی ذکر وقرآن ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہے و نعمت محبت الفت ومواصلت اور امن ازطرد وہجران ہے وہ انھین سے مسرور ہے اور ہر ایک کے اسباب وموانع وتوفیق بے شمار ہین ان کا شمار بالکل حال بشری سے خارج ہے فافہم پھر حق تعالےٰ نے لوگون کے وسوسہ وشرک و انکار پر ملامت ووعید فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

اور آپ پیدا ہوتے ہین مردے ہین جنہین جی نہین اور خبر نہین رکھتے کب اٹھائے جائینگے معبود تمہارا معبود ہے اکیلا سو

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

جو یقین نہین رکھتے پچھلے دن کی زندگی کا انکے دل نہین مانتے اور وہ مغرور ہین ٹھیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہین

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

اور جو جتاتے ہین بیشک وہ نہین چاہتا غرور کرنے والون کو

۲ ع ۱۳

اللہ تعالےٰ نے بے شمار نعمتون کو ثابت کرکے آگاہ فرمایا کہ واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون۔ یعنے جو اعتقادات وخیالات تمہارے دلون مین پوشیدہ ہین یا پوشیدہ اعمال کرتے ہو وہ بھی اور جو ظاہر کرتے ہو وہ بھی اللہ تعالےٰ سب جانتا ہے پس نیک وبد ہر ایک کو ویسی ہی جزا و سزا دیگا۔ اسمین ریاکاری وبدنیتی کا حکم بھی نکل آیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس نے کوئی فعل وعمل کیا جس مین میرے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو اُس کو مین چھوڑ دیتا ہون اور شرک کے ساتھ کر دیتا ہون یعنے اللہ تعالےٰ غنی ہے اُس کو بندہ کے اعمال سے پروا نہین ہے تو مشرک کا عمل اس کے شریک کے ساتھ کر دیا گیا۔ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت مین شرک وریا کے ساتھ عمل کرنے والے جنکے دکھلانے یا ستانے وغیرہ کے واسطے کرتے تھے اسی کے پاس دفع کیے جاوینگے کہ دیکھو تم اس سے کچھ پاتے ہو یعنے محض محروم وشدت حاجت کے وقت مایوس وخوار ہونگے۔ اس مین کافرون پر ملامت وتنبیہ ہے کہ جس کی عبادت کیجاوے وہ خالق ومالک اور پوشیدہ وظاہر اور دلی بھید سے آگاہ ہوتا کہ اس سے ثواب کی امید وعذاب کا خوف ہوا اور بتون وغیرہ

کے مانند نہ ہو کہ جنکو کچھ بھی شعور نہیں خود پوجنے والے سے بدتر ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے غیروں کو
پرستش کرتے ہیں ہر ظاہر و باطن ان کا محکوم بناتے ہیں تو وے۔ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا ان کے معبود ایسے ہیں کہ کچھ چیز بھی نہیں پیدا کر سکتے حتی کہ ایک پتی بھی
نہیں بنا سکتے ہیں۔ خود آدمی اپنے نفس کے خیالات پر چلتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے منکر و غافل ہوتا ہے حالانکہ خود کبھی کوئی چیز نہیں۔ وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ
اور وے پیدا کیے جاتے ہیں حتی کہ بت اور جتنی چیزیں ہیں ظاہر میں آدمی کے فعل سے تراشی و بنائی جاتی ہیں مگر خالق درحقیقت وہی ہے جس نے بندے کا
فعل پیدا کیا لہذا ہر چیز مخلوق الٰہی ہے اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ اتعبدون ما تنحتون۔ یعنے اے بت پوجنے والو کیا تم معبود
بناتے ہو ایسی مورتوں کو جنکو تم خود تراشتے ہو۔ چونکہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آدمی نے خود ان مورتوں کو موجود کیا ہو تو آگے فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون۔ اور حال
یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا تم کو اور جو تم عمل کرتے ہو پس ظاہر ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے اعمال کو ہمارے واسطہ سے پیدا کیا تو ہمارے
اعمال سے جو ظاہر ہوا مثلاً بت تراش کر بنا لیا اس کو بھی اسی نے پیدا کیا جیسے منہ سے ظاہر کھیتی اُگتی ہے لیکن حقیقت میں تخم کو وہی پیدا کرتا ہے اور کھیتی کو
وہی اُگاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بت وغیرہ آدمیوں سے بھی زیادہ بدتر درجہ کی مخلوق ہیں کہ آدمی کے واسطہ سے پیدا ہوئی ہیں پس جو آدمی خود ان کا بندہ
بنجاوے اور ان کو اپنا معبود قرار دے وہ اشد جاہل و اندھا ہے کہ بت تو خود اس کے واسطہ سے بنائے ہوئے ہیں۔ اَمْوَاتٌ مردے ہیں یعنے ان میں
روح تک نہیں ہے جو انسان میں ہوتی ہے۔ غَيْرُ اَحْيَآءٍ زندے نہیں ہیں یعنے جس حیات سے انسان مشرف ہے وہ ان بتوں میں موجود نہیں ہے اگرچہ
مخلوقیت کی حالت موجود ہے پس نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ ان میں عقل ہے اور نہ شعور۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ اور کچھ ان کو شعور نہیں کہ
وے کب اٹھائے جاوینگے۔ مفسرین نے یہاں کئی معنی بیان کیے۔ ایک معنے یہ ہیں کہ ان بتوں وغیرہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی تو بھلا
ایسی چیزوں سے تم ایسی حالت میں کیا امید رکھتے ہو کہ تم کو کچھ نفع ہوگا اور ثواب ملیگا یا ضرر و عذاب دور ہوگا۔ دوم وہ جو بیضاوی رحمہ اللہ تعالےٰ وغیرہ نے
لکھا کہ یہ معنے ہیں کہ بتوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی اور وے کب اٹھائے جاوینگے اس سے معلوم ہوا کہ بت بھی مثل آدمیوں کے حشر میں اٹھائے
جاوینگے۔ اور اس کے مؤید حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ بتوں کو بھی حشر فرما دیگا جن کے ساتھ شیاطین ہونگے پس سب کو دوزخ میں ڈالے جانیکا
حکم فرماویگا۔ اس کے مؤید آیت کریمہ بھی ہے کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم۔ یعنے تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سوائے اللہ تعالےٰ کے سب
جہنم کا ایندھن ہیں۔ سوم یہ کہ نہیں شعور رکھتے یہ بت کہ کب اٹھائے جاوینگے ان کی عبادت کرنے والے اور یہ بت پرستوں کے اعتقاد پر بطور ملامت کے
ہے ورنہ بت تو کچھ بھی نہیں شعور رکھتے ہیں۔ چہارم بعضوں نے کہا کہ ہم یخلقون تک کلام ختم ہوا اور اموات غیر احیاء سے بت پرستوں کی مذمت ہے یعنے بت
پوجنے والے حیات جسمانی کے سوائے اصلی حیات نہیں رکھتے ہیں مردہ دل ہیں ان کو حشر و بعث کا اعتقاد نہیں یہ قول وجہ احسن ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالےٰ
نے واقعی اعتقاد ارشاد فرمایا۔ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا معبود اللہ واحد ہے ہر فعل میں و تمام صفات کمال میں وہی فرد واحد صمد ہے اس کے سوائے
کوئی معبود ہو نہیں سکتا ہے۔ ولیکن کفار بت پرست اس سے تعجب کرتے ہیں لہذا فرمایا۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ سو جو لوگ کہ
آخرت سے منکر ہیں ان کے دل اس سے انکار کرتے ہیں۔ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور وے اس سے تکبر کرتے ہیں۔ استکبار سے مشتق مستکبرون ہے اور
تکبر سے زیادہ اس میں مبالغہ ہے گویا تکبر کو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں جب سنتے ہیں کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے جب غور سے دیکھو تو جو لوگ اللہ تعالیٰ
کی وحدانیت پر ایمان نہیں لائے ہیں اگر وے کسی کو نہیں مانتے تو ہر ایک اپنے نفس کی بات کو مانتا ہے اور ہزاروں خواہشوں کے واسطے مطیع ہو رہا ہے
ہر خواہش کے حکم پر سر جھکاتا ہے اور اگر اس سے شرع الٰہی کو کہا جاوے تو چڑھ جاوے اور غرور سے اپنے آپ کو آزاد بتلاوے اور یہ کس قدر جہالت ہے
اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے سوائے بتوں وغیرہ کو مانتے ہیں انہوں نے بھی دنیاوی زندگی کے واسطے ہر ایک نے علیحدہ ایک اپنا بت بنایا اور اسی سے
ہر ایک اس [illegible] اپنی بہتری کا طالب ہے حالانکہ اسے کچھ بھی شعور نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی طرف رجوع کرنے سے سخت ناخوش
و متکبر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے کفار قریش کا قول فرمایا۔ اجعل الآلہۃ الٰہا واحدا ان ہذا لشیء عجاب۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے کہ کیا اس نے

انہنے آلہتہ کو ایک خدا کر دیا یہ تو انوکھی بات لایا ہے اور فرمایا واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین الآیہ یعنی جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالے اکیلا تو بھڑکتے ہین دل اُن لوگون کے جو نہین ایمان لاتے آخرت کا اور جب ذکر کیے جاتے ہین اس کے سوا دوسرے لوگ تو یکایک وے خوش نظر آتے ہین۔ غرضکہ یہان مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کی توحید سے انکار کے باوجود یہ لوگ اُس کی عبادت سے تکبر کرتے ہین۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ۔ بے شبہہ صحیح ہے کہ اللہ تعالے جانتا ہے جو چھپاتے ہین اور جو ظاہر کرتے ہین۔ تو وہ ان کو اُن کے اعمال کا پورا بدلا دیگا یعنے ایسے کافرون کو انکے اعمال کا بدلا ملیگا اور وہ جہنم ہے جو کہ عذاب سخت ہے۔ واضح ہو کہ لاجرم دراصل بمعنے لابُد ہے ولیکن اب بمعنے تحقیق ہے خلیل رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لاجرم کلمہ تحقیق ہے اور ہمیشہ جواب واقع ہوتا ہے۔ ابو مالک رحمہ اللہ تعالے نے کہا لاجرم اے حقًا ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لا کذب یعنے کچھ دروغ نہین ہے اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۔ اللہ تعالے تکبر کرنے والون کو دوست نہین رکھتا یعنے عذاب فرماویگا واضح ہو کہ اقسام تکبر مین سے زیادہ مذموم وہ ہے جو اللہ تعالے کی توحید وعبادت سے اور اُس کے رسولون کی فرمانبرداری سے تکبر ہو اور باقی اقسام تکبر کے درجہ بدرجہ ہین اور حدیث مین حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جس کے دل مین بقدر ذرہ کے غرور ہوا اور جہنم مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جسکے دل مین بقدر ذرہ کے ایمان ہو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اُس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو تو فرمایا کہ اللہ تعالے جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے اور تکبر تو حق پر اترانا اور لوگون کو حقارت سے دیکھنا ہے رواہ الامام مسلم وابن ماجہ والترمذی وابو داؤد مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ تجمل وستھرائی وپاکیزگی تو اللہ تعالے کو محبوب ہے اور تکبر یہ ہے کہ حق سے اترا وے جیسے مثلاً اللہ تعالے کے آگے بندہ ہونے اور رسول کی طاعت سے سرکشی کرے یا مثلاً موٹا کپڑا پہننے سے غرور کرے یا مثلاً خچر وگدھے کی سواری مین تکبر کرے حالانکہ اس پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے ہین یا مثلاً نوالہ گر پڑا اُس کو اُٹھا کر کھانے مین تکبر کرے اور یہ کہ لوگون کو حقارت سے دیکھے اور یہ مت سمجھے کہ دنیا مین لوگون کے درجے مین ہر ایک کا درجہ آدمی پہچانتا ہے تو یہ صحیح ہے ہر ایک سے اُس کے درجہ کے موافق برتاؤ کرے لیکن ہر ایک پر اللہ تعالے کی نعمت سمجھے اور یہ نہین کہ کسی مین بہ نسبت دوسرے کے ذاتی بڑائی سمجھے خصوص جبکہ اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھے اس طرح کہ دوسرون کو حقیر سمجھے تو یہ تکبر مذموم ہے حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سوار جاتے تھے راستہ مین چند مسکین لوگون کو دیکھا کہ اُنھون نے روٹی کے ٹکڑے نکال کر جمع کیے اور رکھانے بیٹھے ہین انھون نے کہا کہ آیئے ابو عبد اللہ نواسہ رسول اللہ یہ اول وقت کا کھانا موجود ہے پس سواری سے اُتر پڑے اور اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور پڑھا انہ لا یحب المستکبرین یعنے بحکم آنکہ اللہ تعالے مغرورون سے راضی نہین ہے پس بیٹھ کر اُن کے ساتھ کھایا جب فارغ ہوگئے تو فرمایا کہ تم نے میری دعوت کی مین نے قبول کی اب مین تمھاری دعوت کرتا ہون تم بھی مہربانی کر کے قبول کرو پس وے بھی آپ کے ساتھ آپ کے گھر کی طرف اُٹھکر چلے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُن کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور کچھ کچھ نقد دیکر رخصت کیا۔ تواضع کی خوبی وتکبر کی مذمت مین بہت کثرت سے روایات مین مثلاً ثابت ہے کہ جس نے تکبر کیا اللہ تعالے اُس کو ذلیل کر دیتا ہے اور جس نے تواضع کی اللہ تعالے اُس کو بلند کر دیتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو لوگ دنیا مین تکبر کرتے تھے اللہ تعالے قیامت کے روز اُن کو چیونٹیون کے مانند کر دیگا کہ لوگ اُن کو اپنے پیرون سے روندین گے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ محشر مین اُن کے اجسام اس قدر صغیر کر دیے جاوین گے جہان چھوٹا ہونا اسقدر مضر ہوگا اور جب آگ مین ڈالے جاوینگے تو بہت بڑے کر دیے جاوینگے جہان اسقدر مضر ہوگا۔ اقول یعنے حدیث صحیح متعدد مین کہ جہنم مین کافرون کے اجسام بہت بڑے بڑے ہونگے حتی کہ کافر کی داڑھ برابر اُحد کے پہاڑ کے ہوگی اور اس کی کھال اسقدر موٹی ہو جائیگی کہ تین روز کی مسافت مین طے ہو وے۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور مین اس مقام پر بہت احادیث ذکر کی ہین۔ علماء نے کہا کہ غرور ایسی بدتر چیز ہے کہ سب گناہون کو آدمی پوشیدہ کر سکتا ہے مگر غرور پوشیدہ نہین ہوتا ہے اور اس کو اعلانی اظہار لازم ہے اور وہ سب گناہون کی جڑ ہے۔ واضح ہو کہ دنیا کی محبت بھی سب گناہون کی جڑ ہے تو لازم آیا کہ جسکو دنیا کی محبت ہوا اور دنیا حاصل ہو وہ مغرور ہوگا نعوذ باللہ من الکبر۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی محبت ورضا سے محروم کیا ہوا اور وہ ضرر

ویا اسے کفر میں مبتلا ہوا اور معرفت کی زندگی اس کو نہ دی ہو اس کو کب ایسی زندگی حاصل ہو سکتی ہے جس میں موت کا خوف ہی نہیں ہے پس جو لوگ کہ حق تعالیٰ
کی معرفت سے جاہل ہیں وے جہالت کی موت میں بیجان ہیں اور جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایمان دیا وے مشاہدہ وصل میں دائمی زندہ ہیں۔ کافروں
و جاہلوں کو بارگاہ لطف سے مطرود و مقہور کر دیا تو وے قہر کی تاریکیوں میں ٹاپتے پھرتے ہیں اُن کو نجات و زندگی کی راہ نہیں سوجھتی ہے پس مثال اُن کی
جیسے بت کہ اُن میں روح نہیں اور نہ حیات کی قابل استعداد ہے (مردود ۱۲) ایسے ہی جاہل لوگوں کا حال ہے کہ اُن میں حیات معرفت و قبول محبت کی استعداد
نہیں ہے اسی واسطے تو اُن کے حق میں اموات کہنے کے بعد بطور تاکید کے غیر احیاء فرمایا یعنے نہ ان میں اصلی حیات ہے اور نہ حیات کی قابلیت ہے کیونکہ اُنکو
جمادات پیدا کیا ہے تو ایسے ہی کافر و جاہل لوگ ہیں کہ ایمان و معرفت والوں کی زندگی سے مردہ دل ہیں اور ان میں معرفت حق سبحانہ تعالیٰ کی قابلیت بھی
نہیں ہے۔ اہل المعرفۃ البتہ زندہ ہیں پس عارفین بارواح معرفت زندہ ہیں اور محبین بارواح محبت اور مومنین بانوار مشاہدہ اور صدیقین بارواح
القائی اور مقربین بارواح صفاتی اور موحدین بانوار ذاتی زندہ ہیں اور عارفان سر الغیب کا یہ حال ہے کہ بحیات قدیمہ زندہ ہیں اور سب مستغرق وصل
قادم ہیں کبھی اُن کو موت نہیں ہے کیونکہ ارواح معرفت اُن کے اسرار میں مستقر ہیں اور ارواح بقا نے اُن کو زندہ کر دیا ہے اُن کی زندگی یہ فانی زندگی
نہیں ہے کیونکہ سطوات عظمت و جلال سے یہ فانی حال فنا ہو گیا کیونکہ حادث کو قدیم کے ساتھ کوئی راہ نہیں ہے اور ہر لحظہ شہود قدم سے حلاوت
اوقات حیات میں دائم ہیں اور جب صبح وحدانیت طلوع فرماوے گی اور شمس الذات و قمر الصفات کا ظہور ہوگا تو اُس کے ساتھ بصفت حیات
باقیہ و علم ربوبیت قائم ہوں گے ولیکن ان کو یہ نہیں معلوم ہے کہ اس درجہ میں کب (قیامت ۱۲) پہنچیں گے کیونکہ اوقات تو وہاں ایک وقت ہوگا کہ ازل سے ابد تک
ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ اور شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو چیز فنا کے دونوں کنارے ہو
وہ فانی ہے اور جو چیز کہ عدم کے دونوں طرف ہو وہ معدوم ہے اور باقی وہی ہے (زندہ ۱۲) جو ہمیشہ سے ہوا اور ہمیشہ رہے بعض مشائخ نے کہا کہ اموات ہونا اس معنے
میں کہ اصول حق سے مردہ ہیں اور اُن کو یہ شعور بھی نہیں کہ جس کے لیے حیات بحی القیوم کا مقام کشف ہوتا ہے وہ کس حال میں ہوتا ہے۔ شیخ حسین
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حیات کے اقسام ہیں حیات بحیات حق اور حیات بامر حق اور حیات بقرب حق اور حیات بنظر حق اور حیات بقدرت حق یہ
سب حیات ہیں اور ایک حیات جو موت ہے یعنے حرکات مذمومہ اور یہی اس مقام پر مراد ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حق تعالیٰ عز و جل نے
خلق کو پیدا کیا پھر ان کو بنام پاک الحی زندہ کیا اور پھر اُن کو اُن کے نفوس سے جاہل کر کے مردہ کر دیا پس جو کوئی علم سے زندہ ہوا وہ تو زندہ ہے ورنہ جہالت
میں مردہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جو مروی ہے کہ الناس موتی و اہل العلم احیاء۔ لوگ مردے ہیں اور زندے اہل
العلم ہیں قول شیخ سہل رح کے واسطے نص صریح ہے اور مراد علم سے یقین و معرفت ہے فافہم۔ واسطی رح نے کہا کہ میت وہ ہے جو اپنے خالق مالک بے شمار
احسان کرنیوالے سے غافل ہوا اور زندہ وہ ہے جو حی القیوم کے ساتھ زندہ ہوا۔ شیخ ابو عمرو الزجاجی نے فرمایا کہ تم زندے کیونکر ہو گے حالانکہ تم نے حی قیوم کو دیکھا
ہی نہیں۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اہل دنیا و جہالت کے مردہ ہیں کیونکہ سوائے حق عز و جل کے دوسری چیزوں میں مشغول ہیں اور جو نبی کے حضوری خدمت
و طاعت میں حاضر ہیں وہ زندہ ہیں کیونکہ حی حق سبحانہ کے مشاہدہ میں ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بعض قبائح فرمائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ
اور جب کہیے انکو کیا اتارا ہے تمہارے رب نے کہیں نقلیں ہیں پہلوں کی کہ اٹھاویں بوجھ اپنے پورے دن
ع الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ
قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہیں بے تحقیق سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں دغا بازی کر چکے ہیں
مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ
اُن سے اگلے پھر پہنچا اللہ انکی چنائی پر نیو سے پھر گر پڑی اُنپر چھت اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ

جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے پھر دن قیامت کے رسوا کریگا انکو اور کہیگا کہ کہاں ہیں میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے

فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

بولیں گے جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ یعنی جب ان منکروں تکبر کرنے والے کافروں سے کہا جاتا ہے کہ کیا اُتارا تمھارے رب نے۔ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتے ہیں کہ اسطورات یعنے حکایات اگلوں کی ہیں۔ کہنے والے اور پوچھنے والے بعضے عرب کے گروہ تھے جو مکہ میں آتے اور قریش سے پوچھتے تھے اور بعض نے کہا کہ خود قریش آپس میں تمسخر کے طور پر ایک دوسرے سے کہتے تھے اور بعض نے لکھا کہ مسلمان جب اُن سے پوچھتے تو یہ جواب پاتے تھے اور مراد کافروں کی اس جواب سے یہ نہیں تھی کہ ہمارے رب نے یہ حکایات اُتاری ہیں اس لیے کہ وے لوگ اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ اگلوں کی حکایات ہیں چنانچہ ولید بن المغیرہ مخزومی بدبخت کی نسبت فرمایا کہ یوں اُس نے بات بنائی کہ۔ ان ہذا الا سحر یؤثر۔ یعنے یہ جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اور مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے حق میں ہے اور وہ ملک فارس و بابل وغیرہ میں تجارت کو جاتا اور وہاں سے رستم و اسفندیار کے قصے خرید لاتا اور عرب کو سناتا اور گمان کرتا کہ میری داستان زیادہ دلچسپ ہے۔ بالجملہ راس الکفر ولید مذکور کی بات پر سب نے اتفاق کرکے یہی کہنا شروع کیا کہ یہ اگلوں کی حکایات ہیں لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ تا کہ لادیں اپنے گناہوں کو پورا پورا بروز قیامت۔ یعنے یہ مقدر ان کے حق میں اسی واسطے تھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کو پورا لادیں اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اوندھا سر کے بل عرصات قیامت کی طرف حشر فرماوے گا اس حال سے کہ انپر بار گناہ لادے ہو نگے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر میں کہا کہ پورے گناہوں کی قید سے معلوم ہو گیا کہ گنہگار مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ تخفیف فرماوے گا ورنہ کافروں کے ساتھ اس خصوصیت کا کچھ فائدہ نہ ہوتا پس مسلمان گنہگار سے تخفیف ہوگی اور کافر لوگ اپنے گناہوں کو پورا لادینگے اور ساتھ ملے۔ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اُن کے گناہوں سے جن کو گمراہ کیا بغیر علم کے۔ واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر میں کہا کہ کلمہ من یہاں بعض کے معنے میں نہیں ہے بلکہ جنس ہے یعنی پورے گناہ اُن کے بھی لادینگے جن کو گمراہ کیا بغیر جانے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم۔ یعنے تا کہ لادیں اپنے بوجھ اور ان بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ۔ یہی عوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لادینگے اپنے بوجھ اور گناہوں کو مع ان لوگوں کے گناہوں کے جنھوں نے اُن کی پیروی کی اور پیروی کرنے والوں پر سے بھی اُن کے گناہوں کا عذاب کچھ کم نہ ہوگا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جس نے بلایا ہدایت کی طرف تو اس کو بھی ویسا ہی ثواب ہوگا جیسا ان لوگوں کو ہوگا جنھوں نے اس کی پیروی کر کے مان لیا اور پیروی والوں کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اور جس نے بلایا گمراہی کیطرف تو اسپر عذاب ہوگا مع عذاب ان لوگوں کے جنھوں نے اس کی پیروی کی اور پیروی والوں کے عذاب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا۔ دوسری حدیث صحیح میں ہے کہ جس نے کوئی گمراہی کی راہ نکالی تو اسپر اس کا گناہ ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلیں انکا بھی گناہ ہوگا اور اس راہ چلنے والوں پر سے بھی کچھ عذاب کم نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیروی کرنے والوں پر لازم تھا کہ نہایت اہتمام و احتیاط سے تفتیش کر کے حق بات کو معلوم کریں کیونکہ جس نے حق کو ڈھونڈھا پایا اور انکی جہالت کا عذر مقبول نہ ہوگا۔ اسی واسطے کشاف و بیضاوی میں بغیر علم کو یضلونہم کی ضمیر مفعول سے حال ڈالا ہے یعنے گمراہ کرتے ہیں ایسوں کو جو نہیں جانتے کہ وے گمراہ ہوئے یہ معنے اگرچہ صحیح ہیں لیکن نظم کلام میں اقوی یہ ہے کہ فاعل سے حال ہے یعنے گمراہ کرنے والے نادانی و جہالت سے بدون ایسی دلیل کے جس سے علم و یقین ملتا ہے لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ لہذا دلائل شرعیہ کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس شرعیہ میں جو کوئی ان دلائل پر چلتا ہو وہ راہ پر ہے بلکہ ان کے خلاف اگر کوئی رائے کو دخل دیکر اُس کو راہ بنا دے وہ گمراہ ہے جیسے حدیث میں آثار قیامت میں ہے کہ جب حرص مال و متاع کی تابعداری کیجاوے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لوگ چلیں اور ہر ایک اپنی رائے پر نازاں ہو تو وہ وقت آثار قیامت کا ہے۔ غرضکہ بغیر علم حق کے اپنے آپ گمراہ

اور دیگروں کو گمراہ کر کے تمام گناہوں کا بار لادتے ہیں۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ۔ یعنی خبردار ہو کہ جو کچھ انہوں نے لادا وہ بہت بُرا ہے کیونکہ یہ اُن کے حق میں دائمی وبال و عذاب ہے اور دنیا و آخرت میں خواری و رسوائی ہے چنانچہ اُن سے اگلوں نے ایسا کیا اور اٹھایا یہ بیان فرمایا۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ البتہ مکر کیا تھا اُن لوگوں نے جو اُن سے پہلے تھے۔ مکر سے مراد ایسی تدبیر جو حق سے خلاف ہو اور جس سے حق کا انکار اور اس کا باطل ہونا قصد کیا گیا تھا اور تمام کافروں نے اپنے اپنے پیغمبر اور اہل ایمان کے ساتھ ایسی ہی تدبیریں کیں کہ حق کو باطل کریں جیسے اس زمانہ میں کثرت سے بادشاہ موجود ہیں۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ آیت میں اشارہ نمرود بن کنعان کی طرف ہے جو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ سرکش و ظالم متکبر بادشاہ تھا اور اس نے بابل میں ایک عمارت بہت بلند بنائی جسکی اونچائی پانچ ہزار گز بیان کیجاتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ دو فرسخ اونچا منارہ تھا اور مقصود اُس کا بعضے کہتے ہیں کہ یہ تھا کہ آسمان والوں سے قتال کرے اور بعضے کہتے ہیں کہ ستاروں پر قبضہ کرنا اور اُن کو تصرف میں لانا اور مانند اس کے اوہام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی پر بھیجے گئے اور اس نے سرکشی میں دقیقہ نہیں چھوڑا۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مکر کرنے والا نمرود تھا جس نے بلند منارہ بنایا تھا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور عبد الرزاق نے مسند میں معمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے زید بن اسلم سے روایت کی کہ روئے زمین پر پہلا جابر شخص نمرود تھا اللہ تعالیٰ نے اُسپر ایک مچھر کو مسلط کیا تھا جو اُس کے نتھنے میں سے دماغ کو چڑھ گیا اور چار سو برس یہ کیفیت رہی کہ اس کے سر پر چوٹ ماری جاتی تو اس کو سکون ہوتا اور اسپر زیادہ مہربان وہ تھا کہ اپنا دو ہتھڑ اُس کے سر پر مارے اور قبل اس کے چار سو برس تک اُس نے جباری کے ساتھ سلطنت کی تھی اسی قدر اللہ تعالیٰ نے اُس کو اس عذاب سے زندہ رکھا اور اسی نے آسمان کے دریافت اور وہاں والوں سے قتال کرنے کے لیے عمارت بلند بنائی تھی۔ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ۔ پس آیا اللہ یعنی حکم اللہ کا یا امر اللہ کا اُن کی عمارت پر یعنی منارہ مذکور پر۔ مِّنَ الْقَوَاعِدِ اس کی نیو و جڑوں سے یا بقول زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے ستونوں سے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ہوا آئی کہ اُس نے منارہ کا سر اُلٹ کر زمین پر پھینک کا اور نیو سے تمام ستون ڈھا دیے۔ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔ پس گر پڑی اُنپر چھت اُن کے اوپر سے۔ یعنی یہی نہ تھا کہ جیسے عرب کی زبان ہے کہ ”اُنپر چھت گر پڑی“ ایسے وقت بھی بولتے ہیں وہ لوگ چھت کے نیچے درحقیقت نہ ہوں بلکہ یہ لوگ منارہ گرنے کے وقت اس کے نیچے تھے اسی واسطے بعد کلمہ علیہم کے کلمہ من فوقہم نے تحقیق کر دیا کہ اس چھت کے گرنے سے یہ لوگ ہلاک ہوئے۔ بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ منارہ بنانے والا تو نمرود تھا مگر اُس کے سوائے یہ چھت بخت نصر اور اُس کے ظالم لشکر و قوم پر گری تھی۔ اور مکر کا بیان جو یہاں ہے اس کا اشارہ سورہ ابراہیم میں فرمایا تھا بقولہ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال۔ اور بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ قصہ اگرچہ واقع ہوا ہو لیکن یہاں مراد اس کلام سے تمثیل ہے جیسے بولتے ہیں کہ جو کوئی دوسرے کے لیے کنواں کھودے خود اس میں گرتا ہے پس مراد یہ ہے کہ انہوں نے اہل حق کے اہل و راہ حق کو مٹانے و تکبر کرنے میں جو کوشش کی تھی اُس کا وبال انھیں پر اللہ تعالیٰ نے لوٹایا۔ اور مکر و فریب کے مکان کی چھت انھیں پر گر پڑی اور اسکے نیچے دب کر خود ہی وبال و ہلاک ابدی اخروی میں گرفتار ہوئے۔ کشاف نے اسی کو اختیار کیا اور قاضی بیضاوی رح نے بھی اسی کی تبعیت کی لیکن قول اول معتمد ہے اور باوجود اس کے اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے تو مقصود وہی ہوگا کہ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ سے تکبر کریں اور اس کے رسول سے منکر ہو کر دنیاوی حیات پر انحصار کریں اُن کے اس مکر کا وبال انھیں پر ہوگا۔ جیسے یہ لوگ ہلاک و برباد ہوئے۔ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ اور آیا اُنپر عذاب الٰہی ایسی راہ سے کہ اُس کا شعور نہ رکھتے تھے چنانچہ ہوا سے یہ سب بربادی ہوئی حالانکہ اُن کو اس کا خیال بھی نہ تھا ایسے ہی اہل کفر اپنی خواہشات دنیاوی و حصول متاع و عیش میں خوش و مغرور رہتے ہیں یہانتک کہ جب یکایک موت آئی تو عذاب نظر آیا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا بوجہ اس کے کہ نہایت مضبوطی سے اُن کو اس امر کا یقین تھا کہ سوائے حیات دنیاوی کے کوئی چیز کہیں زندگی نہیں ہے باوجودیکہ اہل الحق نے اُن کو امر حق پہنچا دیا تھا۔ مگر نہ مانا اور اس عذاب پر دلیر ہوئے۔ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ۔ پھر قیامت کے روز اُن کو خوار و فضیحت فرما دے گا۔ کیونکہ وہ دن ہے کہ پوشیدہ نیات اور نہاں اعمال ظاہر کیے جاوینگے۔ وَيَقُوْلُ اور اللہ تعالیٰ بطور غضب کے اُن کے ملائکہ کہینگے۔ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

کہاں ہین میرے شرکاء یعنے جنکو تم نے میرا شریک ٹھہرایا تھا۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ۔ یعنے وہ لوگ کہ تم انکین کے بارہ مین مخاصمہ کرتے تھے یعنے انبیاء و مومنون سے جھگڑتے تھے یا خلاف حکم اللہ تعالےٰ کے جو انبیاء نے پہونچایا تھا تم راستہ سے پھٹ کر ایک شق کی طرف جاتے تھے۔ حاصل یہ کہ آج وہ کیون حاضر ہوکر تمہاری خلاصی و مدد نہین کرتے۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہین گے وہ لوگ جنکو علم دیا گیا یعنے انبیاء علیہم السلام سے سوائے اُن کی اُمت کے اہل معرفت و صادق مومنین ان کافرون کے حق مین جس طرح دنیا مین سمجھاتے تھے تصدیق کے لیے بطور ملامت کے کہینگے اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ۔ بیشک خواری آج کے روز اور خرابی عذاب کی کافرون پر ہے۔ پھر حق تعالےٰ نے ان متکبرون ظالمون کی حالت بیان فرمائی۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى

جنکی جان لیتے ہین فرشتے اور وہ برا کر رہے ہین اپنے حق مین تب وہ کرینگے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی کیون نہین

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ

اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے سو پیٹھو دروازون مین دوزخ کے رہا کرو اس مین سو کیا برا

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

ٹھکانا ہے غرور کرنیوالون کا

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗئِكَةُ۔ یعنے یہ رسوائی و خواری قیامت کی ایسے لوگون کے حق مین ہوگی جن کی روح قبض کی ملائکہ نے یعنے عزرائیل علیہ السلام و اس کے ساتھی فرشتون نے۔ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ درحالیکہ یہ کافر لوگ ظلم و شرک کرنے والے تھے جس کا وبال انھین کی جانون پر تھا اس لیے کہ اپنے نفس کو ناپاکی و ذمائم و تاریکیون سے نہین نکالا بلکہ اصلی فطرت پر اچھے تھے پھر شیاطین کے وساوس مین شرک و کفر و بداعمالیون مین پڑگئے اور رسول و مومنون کی فہمائش پر دھیان نہ کیا بلکہ طریق راہ شریعت کو برباد و مٹانا چاہا اور دنیاوی مغروری مین رہے یہانتک کہ بکرے کا گردن پُر گرا اور یکایک ملک الموت نے اُن کی روح بفرمان الٰہی قبض کی اور اسوقت خواب غفلت سے آنکھ کھولی حدیث مین ہے کہ مہیب ملائکہ انکو ڈانٹینگے کہ نکل اے روح خبیث اپنے رب کی طرف جو تجھپر نہایت غضب مین ہے اور نکل طرف دار عذاب کے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ۔ پس بات ڈالینگے سلم کی یعنے صلح کی یعنے مخاصمہ و جھگڑے کو چھوڑینگے یا قول اسلام کہینگے یا انقیاد و فرمانبرداری کا اقرار کرینگے اور یہ روح نکلنے سے ذرا پہلے ہوگا جبکہ حلق پر دم ہوتا ہے۔ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ۔ کہتے ہوے کہ ہم تو کچھ بدی نہین کرتے تھے۔ ایسے ہی آخرت مین کہین گے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ یعنے قسم ہمکو ہمارے رب کی ہم مشرک نہ تھے۔ بَلٰٓى۔ کیون نہین تم ضرور کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ یہ حرکت بوجہ اس کے اعتقاد کے کہ اللہ تعالےٰ کو نہین پہچانا اور نہ یقین کیا کہ وہ ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے اور ظاہر فرمایا ہے کہ جب بعد پھیرنے روح کے جسم مین پھر محشور ہونگے تو پھر شرک سے انکار کرینگے۔ ولیکن کچھ فائدہ نہین کیونکہ اللہ تعالےٰ تم سب کے اعمال اور دلی اسرار سب سے خوب آگاہ ہے ہم کو اسقدر نہین معلوم ہوسکتا ہے جو حق سبحانہ تعالےٰ خالق ما اسے عزوجل جانتا ہے اسی کی مغفرت پر بھروسا ہے غرضکہ موت کے وقت اقرار بیفائدہ اور انکار بیسود ہوگا اور حکم ہوگا۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ پس تم داخل ہو دروازون جہنم مین درحالیکہ تمہارے حق مین حکم ہوچکا ہے کہ جہنم مین ہمیشہ رہوگے۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ پس کیا برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والون کا ہے یعنے جو لوگ اپنے رب جلشانہ کی عبادت و اپنی بندگی و عاجزی سے تکبر کیے مغرور و سرکش و مشرک و کافر تھے اور رسول کی اتباع سے منکر تھے اُن کا ٹھکانا دائمی جو اُن کو ملا یعنے جہنم کسقدر عذاب و خواری کا ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ یہ لوگ اپنی موت کے روز سے اپنی روحون سے جہنم مین داخل ہونگے اور یہان قبرون وغیرہ مین ان کے اجسام مین وہان جہنم کی گرم و سخت حرارت دلون آتی رہیگی پھر جب قیامت کا دن

ہوگا تو اُن کی روحین اُن کے اجسام مین داخل کر کے حشر کیے جاوینگے اور برابر مع اجسام کے آتش جہنم مین ہمیشگی کے حکم کے ساتھ داخل کیے جاوینگے پس اس کے بعد نہ ان کے لیے موت ہے اور نہ کسی حال مین تخفیف ہے۔ ف بعض علما کے نزدیک اہل قیامت خواہ کوئی ہون اُن سے جھوٹ نہین سرزد ہو سکتا تو ان کو یہان تاویل کرنی ہوگی اور تاویل یہ ہے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنے اُن کے خیالات و اعتقادات تو اسی قسم کے تھے کہ واقعی مشرک تھے مگر اپنے نزدیک اُن کو جزم و یقین تھا کہ ہم کسی بری چال چلن پر نہین ہین بلکہ برخلاف اس کے اہل توحید یعنے اہل اسلام کو کافر سمجھتے تھے۔ اور حق یہ ہے کہ کذب اہل قیامت سے ہونا صریح منصوص ہے اور اس مین تکلف کرنا بعید ہے۔ یہانتک حال ان کافرون مشرکون کا تھا جن سے پوچھا گیا کہ رب نے کیا اُتارا تو کہا کہ اساطیر الاولین اب احوال اہل یقین ہے

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور کہا گیا | پرہیزگارون کو کیا | اُتارا | تمھارے رب نے بولے کہ نیک بات | جنھون نے | بھلائی کی | اس | دنیا مین

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن

ان کو بھلائی ہے | اور بھلا گھر | بہتر ہے | اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگارون کا | باغ ہین رہنے کے | جنمین وہ جاوینگے | بہتی | اُنکے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ

نیچے | نہرین | اُن کو وہان ہے جو چاہین | ایسا | بدلا دیگا اللہ پرہیزگارون کو | جن کی | جان لیتے ہین

الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

فرشتے | اور وہ ستھرے ہین | انکو کہتے ہین | سلامتی ہے تمپر | جاؤ | بہشت مین بدلا اسکا جو تم | کرتے تھے

بدبخت لوگون کی حالت و بد انجام بیان فرما کر اب ان آیات مین نیکبخت بندون کی کیفیت و نیک انجام سے خوشخبری سنائی بقولہ۔ وَقِيلَ اور کہا گیا یعنے پوچھا گیا۔ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا ان سے جنھون نے شرک و رسول کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور اللہ تعالے کی درگاہ مین کچھ تکبر نہین کیا کہ۔ مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ تمھارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے یعنے وحی قرآن سے سوال کیا گیا اور پوچھنے والے دور دور کے عرب اور جو لوگ دریافت حال چاہتے اور کفار قریش بھی ہو سکتے ہین اگرچہ عناد سے پوچھا ہو۔ قَالُوا متقین نے جواب دیا خَيْرًا یعنے نازل فرمایا ہمارے رب نے خیر کو۔ واضح ہو کہ یہان خیرًا منصوب جواب ہے یعنے عربی زبان مین اسی فعل محذوف کا مفعول بنصب ہے تو ضرور یون ہوا کہ انزل خیرًا اتارا ہمارے رب نے خیر کو بخلاف اس کے کافرون متکبرون کا مقولہ جو اوپر گذرا اس مین قالوا اساطیر الاولین یعنے اساطیر مرفوع ہے پس وہ مبتدا کے محذوف کی خبر ہے یعنے ہو اساطیر الاولین۔ وہ اگلون کی حکایات ہین۔ غرض کافرون کی یہ نہی کہ اتارا کچھ نہین ہے بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اگلون کی حکایات بیان کی ہین حاصل آنکہ کافرون و مومنون کے جواب مین مرفوع و منصوب کا فرق اس نکتہ کے لیے ہے کہ کفار نے نازل کرنے کا اقرار نہ کیا تو انزل کا مفعول نہین رکھا اور جیسے اعراب مرفوع ہے ویسے کافرون کا قول درحقیقت مرفوع یعنے دور پھینکا ہوا اور باطل ہے مومنون کا قول اقرار ہی منصوب اور درحقیقت منصوب یعنے قائم و ثابت مستقیم ہے۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جن لوگون نے احسان کیا اس حیات دنیا مین ان کے لیے بھلائی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ تعالے و اسکی کتابون و رسولون پر اور خود طاعت کی اور دوسرون کو طاعت کا حکم دیا اور بلایا اور اس پر آمادہ کیا۔ مجاہد نے کہا کہ نیک رزق ہے۔ ضحاک رح نے کہا کہ نصرت و فتح ہے۔ کرخی نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک حیات پاکیزہ ہے اور بعض کے نزدیک مکاشفہ و مشاہدہ حق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی ان تمام چیزون کو شامل ہے واقع مین بھلائی یہی ہے کہ دنیا مین بعض آدمی کے لیے تونگری بہتر ہے اور بعض کے واسطے تونگری بری اور اوسط درجہ اچھا ہے اور بعض کے لیے افلاس اچھا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالے نے ثواب بہر ایک کے لیے موعود فرمایا ہے۔ حدیث صحیح مین احسان کا مرتبہ ایمان سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ اللہ تعالے کی

اطاعت اس طرح کرنا گویا اُس کو بندہ دیکھ رہا ہے اور اگر نہیں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا ہے چونکہ اصلی مقصود و مراد بندہ مومن کی جس نے اس
دار کو فانی و آخرت کو باقی جانا ہے کہ حیات دنیاوی پاکیزگی سے گذرے اور ذخیرۂ خیرات عاقبت میں ساتھ ہو لہذا تصریح فرمائی۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ
خَيْرٌ۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ دار آخرت بہت خوب ہے۔ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ۔ اور کیا خوب ہے دار متقیون کا۔ واضح ہو کہ قولہ للذین احسنوا سے
مومنون کا کلام بھی بطور حکایت ہو سکتا ہے تو بقول کشاف وغیرہ خیرًا سے بدل واقع ہوا یعنے خیر یعنے جو نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہو سکتا
ہے تو کلام مستانف از سر نو واسطے مدح متقین کے ہوگا چنانچہ ان کی دنیاوی بہتری حیات پاکیزہ کو بیان کر کے اُن کی دار آخرت کی مدح پہلے تو مجمل فرمائی
کیونکہ در واقع دار آخرت کی خوبی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس دار فانی میں آدمی اُس کی خوبی کو یقین کر سکتا اور عقل سے استدلال کر سکتا ہے اور کشف
و مشاہدہ سے جان سکتا ہے ولیکن تفصیلی خوبی کی کیفیت سے بعد موت واقف ہوگا لہذا پہلے تنبہ کیا کہ رب العالمین عز وجل جسکو نہایت خوب بیان فرماتا ہے
بندہ اُس پر ہزار دل سے جزم کریگا اور پھر کچھ تفصیل بھی فرمائی۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ ہے جنات عدن۔ یہ دار المتقین جنات اقامت ہیں۔ کذا فی الاتقان
یا کہو کہ لھم جنات عدن متقیون کے لیے جنات عدن ہیں کذا فی الحسینی۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر ترین قول کشاف قوی معلوم ہوتا ہے کہ نعم کا مخصوص
بطرح وہی مقدر نکالا بخلاف قول حسینی کے کہ لھم خبر بھی مقدر رہی ولیکن حسینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک عمدہ نکتہ نکالا کہ جو میں نے اوپر کی اجمال و تفصیل کی
وجہ میں اشارہ کر دیا فافہم شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جنات عدن ترکیب میں دار المتقین کا بدل ہے یعنے لھم فی الآخرۃ جنات
عدن۔ باغہائے اقامت ہیں۔ يَدْخُلُوْنَهَا۔ وے داخل ہونگے ان جنات میں یعنے وہاں سے نہ کوچ کرنے کو چاہینگے اور نہ کبھی فنا ہونگے۔ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا۔ تحت اشجار یا قصور یا بستی ہیں ان کے نیچے یعنے ان کے درختوں و محلسراؤں و حویلیوں کے نیچے۔ الْاَنْهٰرُ۔ نہریں ہر قسم کی عیش و عشرت
کی نہریں دودھ و شراب و شہد وغیرہ و نفیس پانی جو کہ وسط و اعلیٰ جنت الفردوس سے نکلتی ہوئی جاری ہیں اور واضح ہو کہ حدیث میں ہے کہ نیل و فرات
و جیحان و سیحون سب انہار جنت سے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ عجیب صنعت و قدرت الٰہی جلشانہ کا اشارہ ہے اور جو لوگ اس دنیا کے
فریب میں گرفتار ہیں اندھے و غضب الٰہی میں سرگردان ہیں اُن کو متقین کے وعدہ دی ہوئی نعمتوں سے اُسوقت خبر ہوگی جب مریں اور اہل تقوے کو ان
نعمتوں سے سیراب دیکھیں گے۔ لَهُمْ فِيْهَا۔ متقیون کے لیے یہاں مَا يَشَآءُوْنَ۔ ہر ایک چیز ہوگی جو کچھ خواہش کریں۔ ہر لذیذ و آنکھوں کی ٹھنڈا
کرنے والی چیز قادر مطلق کی عجیب قدرت سے اُن کے واسطے وہاں حاصل ہوگی اور یہ بات سوائے دار آخرت کے کہیں نہیں ممکن ہے اور یہ حصر صحیح ہے
کہ دنیا میں بہت سی خواہشیں جو عقل میں آتی ہیں نہیں ہو سکتی ہیں مثلا ہر ایک شخص تصور کر سکتا ہے کہ ایسا مکان موتی و جواہر سے و مشک و عنبر سے
آراستہ اور اس کے گرد باغ ایسے درختوں سے جو عمدہ میوہ دار ہیں بے خزاں ہوا اور موسم خوشگوار یکساں خوشحال رہے ولیکن نا ممکن ہوا ہے الا آنکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ بعض
اوقات میں تنہا موجود ہوتی ہیں کوئی چیز ایسی نہیں جو محال نہیں ہے پھر دنیا میں فلاں چیز نہیں تو احمق وہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کا انکار کرے حالانکہ وہ دار اس دنیا سے
علاوہ ہے اور وہاں کی خصوصیت خاصہ ہنوز آدمی کی نظر سے نہیں گذری۔ حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس آیت کے مانند دوسری آیات
ہیں کقولہ فیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین وہاں ہر ایک چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے اور آنکھوں کو لذت دے اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت
میں سے ایک گروہ اپنی شراب پر بیٹھے ہونگے کہ ایک ابر اُنپر آوے گا سو ان میں سے جو شخص اُس سے جس چیز کی خواہش کریگا وہ برسا دیگا یہانتک
کہ بعض ان میں سے یہ خواہش کریگا کہ خوبصورت ازواج نوجوان برسا دے تو بقدرت الٰہی ایسا ہی ہو جاوے گا۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ۔
ایسی ہی جزا عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو۔ واضح ہو کہ ادنےٰ درجہ متقی کا یہ ہے کہ شرک سے بچے اور وحدانیت الٰہی سبحانہ تعالیٰ اُسکے
دل میں ثابت و یقینی ہو۔ پس اگر اعمال میں گناہ کیے ہوں تو شاید معاف ہو جاوینیا توبہ کر کے مرے یا سزا پا کر دار المتقین میں جو اُس کا گھر ہے بھیجا جاوے۔
اور بہتر درجہ یہ ہے کہ شرک و ایسے گناہوں سے بچا ہو جن کا عذاب دوزخ ہے یا ایسے مرتکب ہونے گناہ کے توبہ کر لی ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک و گناہوں
سے اجتناب کے ساتھ سنت و مستحبات و فضائل اعمال سے اُس کو اللہ تعالیٰ نے حصہ عظیم عطا فرمایا ہو جیسے اولیاء اللہ تعالیٰ کی شان ہوتی ہے۔ اللہم

عزوجل نے متقیون کے وقت موت کی صفت بیان فرمادی اور معتبر وقت موت کی حالت ہے۔ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ایسے بندے جن کی روح
قبض کی ملائکہ نے طَیِّبِیْنَ۔ ایسے حال میں کہ پاکیزہ تھے۔ یعنی پاک تھے شرک وگناہوں کی نجاست وہر آلایش برائی سے کذا قال الامام۔ اور مفسرین
نے پاکیزگی کی تفسیر میں اقوال نقل کیے جیسے پاکیزہ تھے شرک وکفر ونفاق سے۔ یا درحالیکہ صالحین تھے یا درحالیکہ ان کے افعال پاکیزہ تھے۔ اور اقوال
واعتقاد صحیح تھے یا انہوں نے اپنے نفوس کو ظلم شرک ومعاصی سے پاک رکھا تھا خواہ پہلے سے یا توبہ کرنے سے کما فی البیضاوی۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ پاکیزہ تھے زندگی میں وموت میں۔ یا یہ کہ ملائکہ کی بشارت سے خوش وشاد ہو کر موت کو پسند کیا۔ بعض نے کہا کہ طیبین الساعۃ کلمہ ہے کہ ان سب امور کو
شامل ہے جو مذکور ہوئے درجہ پاکیزگی میں داخل ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت دلیل ہے کہ آدمی کے جنتی ہونے کا اعتبار اس کے خاتمہ موت کا وقت
وحال ہے پس موت کے قریب زمانہ میں جو شخص عمدہ پاکیزہ اعتقاد پر ہو اور پاکیزہ اعمال پر ہو وہ متقی ہے اگرچہ عمر بھر وہ شرک وکفر وغیرہ میں مبتلا رہا ہو جیسے
کہ ساحران موسیٰ کس رتبہ پر پہونچے حالانکہ عمر بھر فرعون کو رب مانا اور سحر کے مانند بدتر افعال کیے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہے
اور احادیث وقت موت کے تحت قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ تفصیل مذکور ہو چکی ہیں۔ اور واضح ہو کہ اسی آیت کریمہ کی
تفسیر میں تقوی کے درجات کے لحاظ سے پاکیزگی کا اعتبار ملحوظ ہونا چاہیے اگرچہ ابتدائی ثواب مزید اعلے درجہ کے لیے معلوم ہے ولیکن اللہ تعالے کبھی ادنے
درجے کے متقی کو جس نے اللہ تعالے کی وحدانیت وصدق رسالت پر یقین کر کے شرک کو بدتر جانا ہے اپنے فضل سے کسی بات پر بخش دیتا ہے جیسے حدیث میں ہے
کہ ایک گنہگار بدکار شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا پس اللہ تعالے نے اس کو بخش دیا۔ اور جب قریب زمانہ موت کا اعتبار ہے تو ممکن ہے کہ ایک
شخص توبہ کرے جبکہ اس کو اللہ تعالے ورسول کا اعتقاد حق ہوا پھر اس نے عمل کا وقت نہ پایا تو وہ بمشیت اللہ تعالے کے فضل سے پاکیزہ موت مریگا
بالجملہ مومن پاکیزہ کے واسطے یہ درجات ہیں جن کی روح ملائکہ نے ایسی حالت میں قبض کی۔ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ ملائکہ ان متقی بندوں پاکیزہ سے
کہتے ہیں سلام علیکم۔ محمد قرظی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بشارت دیتے ہیں کہ اس کے بعد تم کو کوئی امر مکروہ نہ پہونچے گا۔ اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ اللہ
تعالے نے در منثور میں یہ حدیث اثری لکھی جو امام مالک رضہ نے اور ابن جریر وبیہقی وغیرہم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی کہ کہا کہ جب بندہ مومن
مرنے لگتا ہے تو فرشتہ آکر اس سے کہتا ہے کہ السلام علیک یا ولی اللہ تجھ کو اللہ تعالے سلام فرماتا ہے اور پھر اس کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ یہ روایت
اگرچہ موقوف ہے مگر حکم میں مسند مرفوع کے ہے کما تقرر فی الاصول۔ غرضکہ فرشتے سلام کہتے ہیں اور یہ کہ۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔
تم جنت میں داخل ہو بعوض اپنے اعمال کے جو تم کرتے تھے۔ حاصل آنکہ ملائکہ انہیں سلام کہیں گے اور جنت کی بشارت دینگے۔ بمانند قولہ تعالے ان الذین
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنی جنہوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر مستقیم رہے
تو ان پر ملائکہ اترتے ہیں کہ مت ڈرو اور کچھ غمگین نہو اور خوشخبری قبول کرو اس جنت کی جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالے نے احادیث قبض الروح میں تفصیل کر دی ہے جیسا کہ قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ کی تفسیر میں گذرا اور روحی دخول جنت کی
شیخ رح نے اس مقام پر تصریح کر دی ہے۔ بعضے مفسرین نے اس کو اخروی دخول جنت پر محمول کیا۔ باقی رہا یہ کہ یہاں بعوض عمل کے جنت میں داخل
ہونا منصوص ہے حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ سددوا وقاربوا واعلموا انہ لن یدخل احدا الجنۃ عملہ الحدیث۔ یعنی سیدھا ودوام پر رہو اور رجاء رکھو کہ کسی
اس کا عمل داخل جنت نہ کرے گا الی آخر الحدیث۔ تو جواب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونا محض فضل الٰہی ہے اور یہ بھی فضل الٰہی ہے کہ بندہ کو نیکیوں کی
توفیق دی اور ان کو قبول فرمایا اور شکر نعمتہائے الٰہی کون ادا کر سکتا ہے پھر ہر ایک کو ان اعمال کے موافق جنت کے درجات میں جگہ دی پس حدیث
صحیح اور آیت ٹھیک ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ فی العرائس قولہ للذین احسنوا فی ہذہ الدنیا حسنۃ۔ احسان یہ مرتبہ ہے کہ ارواح وقلوب کو
انہوں کو حضرت کبریائی میں پیش کیا کہ مشاہدہ پر قربان کریں اور اپنے خالق کی عبودیت میں ہر طرح نیک واحسن طریقہ اختیار کیا اور دار امتحان میں بشاہد
یقین وعرفان حاضر وموجود رہے اور اوقات مواجید ووار دات میں کشف انوار جمال سے منعم ہوئے اور دار آخرت میں انکے واسطے عیان بر عیان

بیان پر بیان ہے نہ وقفہ ہے نہ فتور اور نہ حجاب ہے نہ عتاب اور کیا خوب دار ثواب ہے ایسے اتقیا کے لیے جنھون نے کون و مکان سے پرہیز کیا اور مشاہدہ
الخالق الرحمن حاصل کیا پھر اُن کے مجالس اُنس و کرم کا بیان فرمایا بقولہ جنت عدن یدخلونہا تجری من تحتہا الانہار الآیہ۔ ان مجالس مین اُن کے
روحانی مدارج عالیہ کا بیان باشارہ ہے یعنے مقام جلال و جمال مین زوائد منت و نعمت کے انہار جاری ہین اور اُن کو مشاہدہ غیر مترقبہ مین دائما
حاصل ہے جو چاہین حلاوت خطاب و وصل حجاب و فی ذلک لذکرے لاولے الالباب اور یہ سب درجات اُن بندون کے ہین جو ماسوا کے
حق سے منھ موڑ کر حق تعالے کے واسطے منفرد ہو گئے۔ شیخ ابوعثمان نے قولہ احسنوا مین کہا کہ یعنے ابتدائے احوال مین اُنھون نے یہ خوبی اختیار
کی کہ محسنین نے مقامات مین رجوع کیا۔ شیخ یوسف بن الحسین رحمہ نے کہا کہ آداب خدمت کو نہایت خوبی سے ادا کیا اور نفس کو ایسے کامون مین
لگایا کہ مراتب بلند ہو کر مقامات اولیا پر صعود ہوا اور انتہا سے احسان یہی ہے۔ **اُستاد** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ دنیا مین مشاہدہ ہے اور آخرت
مین معاینہ ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ ایسے محسنین متقین دنیا سے نکلتے وقت خوشدل و پاکیزہ روح ہوتے ہین بقولہ الذین تتوفاہم الملائکۃ طیبین۔
دنیا مین پاکیزگی اُن کو انوار تجلیات و قرب سے حاصل تھی اور آخرت مین مشاہدہ و وصال سے ہو گی۔ پاکیزہ ہین اُس کی پاکیزگی محبت سے پاکیزہ ہین
اُس کی پاکیزگی معرفت سے اُن کے نفس خوش ہین اپنے مولے کی خدمت مین اُن کے دل خوش ہین اپنے مالک کی محبت مین اُن کی ارواح پاکیزہ ہین
اپنے رب سے مشاہدہ مین اور اُن کے اسرار خوش ہین پاکیزہ انوار قدس مین۔ ایسے بندے کسی چیز سے جو سواے مولے کے ہو لگاؤ نہین رکھتے اور
نہ کسی چیز کو بت بنا کر شرک کرتے ہین۔ اُن کے نفوس ہر ایک طبعی لوث سے پاک ہین اور اُن کے قلوب ہر ایک خواہش سے پاکیزہ ہین۔ آیات پر
ٹھہرنے سے اُن کی ارواح پاک ہین اور تعلق بلائق کرامات سے اُن کے اسرار پاکیزہ ہین۔ اُن کی پاکیزگی یہ کہ شوقی مناجات ہے اور اُنس اُنکو
بقرب و مدانات ہے مشاہدات کی خوبیت اُن کا تکیہ ہے اور انوار صفات مین حکمت اُن کے واسطے ہوش و بیداری ہے۔ بازو سے شوق و محبت
سے اُن کی پرواز بمقام قدس ہے۔ اللہ تعالے نے اُن کو ایسی پاکیزگی سے پاک کیا کہ متصف بانوار شہود ہو گئے اور وجود موجود لوجود پاک ہو گئے
اُن کی مشک محبت کی خوشبو سے تمام جہان معطر ہوا اور اُن کے جذب الفت سے مشامات جان معنبر ہوئے کیسی نفیس خوشبو ہے کہ سانس لینا
جمال شوق مین ہے اور دم چھوڑنا خوشبوے وصال مین ہے۔ ہواے صبا نے انھین کے انفاس سے معطر ہو کر جہان کے گرداگرد کو معنبر کر دیا
کیونکہ یہ خوشبو ریاض جمال قدس ہے اور انفاس الرحمن اسی سے عبارت ہے دیکھیے سید الانس والانبیا علیہ الصلوۃ والسلام نے کیونکر فرمایا کہ
انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن یعنے مین یمن کی جانب سے نفس الرحمن پاتا ہون۔ قلت الحدیث فے الصحیح وغیرہ۔ اور یہ بھی فرمایا۔ ان لربکم فے
ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ یعنے تمھارے ایام دہر مین تمھارے رب کی خوشبودار جھونکے نسیم صبا کے ہین خبردار ہو کر اُن کے روبرو رہو۔
قلت الحدیث فے الصحیح وغیرہ۔ دلبران مشاہدہ وہان ناز و غشوہ کے ساتھ خرامان ہوتے ہین ایسی پاکیزہ خوشبوؤن سے مشام جان عارفان معطر ہو گئے ہین
ع نکہت جان بخش دارد خاک کوی دلبران + عارفان آنجا مشام روح مشکین کردہ اند۔ عارفون کے انفاس طیبہ سے آسمانون و زمین مین خوش وقتی ہے
ع قدسیان بے بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام + این تطاول بین کہ با عشاق مسکین کردہ اند۔ آدمی وہی ہین کہ طلب طینت حضرت آدم علیہ السلام
سے بہرہ اندوز ہین ورنہ جہان بیجان ہے ع نام من رفت است روزے برلب جانان بسہو + اہل دل را بوے جان می آید از نامم ہنوز + بعض مشایخ
نے کہا کہ پاکیزگی اُن کے ابدان و ارواح دونون مین ہے بوجہ اس کے کہ ملازم خدمت رہے اور شہوات فانیہ کو ترک کر دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اپنی خواہش
سے دنیا سے کچھ کبھی آلودہ نہین ہوئے۔ شیخ ابوحفص رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ابدان کی پاکیزگی درستی طاعات و خدمت کے انہماک دینے مین ہوتی
ہے اور ارواح کی خوبی حق تعالے کے ساتھ استقامت مین ہوتی ہے اور دونون باتین اُس کے فیض توفیق کا اثر ہین۔ شیخ **اُستاد** رحمہ اللہ
تعالے نے فرمایا کہ اُن کی پاکیزگی اس طرح کہ نفوس کو اُنھون نے قربان کیا اور ارواح اُن کی سب ماسوا سے پاک تسلیم کی گئین پھر اللہ عزوجل
نے کافرون و مشرکین کا باطل مین منہمک ہونا اور نافہمی و غرور دنیاوی کی وجہالت بیان فرما کر تہدید فرمائی بقولہ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

اب کچھ راہ دیکھتے ہین مگر یہی کہ آوین اُنپر فرشتے یا پہونچے حکم تیرے رب کا اسیطرح کیا اُنہون نے

قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

اگلون نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُنپر لیکن اپنا برا کرتے رہے پھر پڑے اُنپر اُنکے برے کام

ع ۹ عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا

اور اُلٹ پڑا اُنپر جو ٹھٹھا کرتے تھے اور بولے شریک پکڑنے والے اگر چاہتا اللہ نہ

عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

پوجتے ہم اسکے سوائے کوئی چیز ہم اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم اسکے سوائے کوئی چیز اسیطرح کیا اُنہون نے

مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اگلون نے سو رسولون پر ذمہ نہین مگر پہونچا دینا کھول کر

کافرون و مشرکون نے نادانی سے بحث کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رسول ہونے کی سچائی پر جو معجزات کثرت سے لاتے ہین اور خوبیون کا حکم دیتے ہین اور دنیاوی و دینی اخبار بالکل انبیاے متقدمین کے مطابق متواتر و قطعی ہین ان سب سے منھ موڑ کر ان کے سوا یہ ایک فرشتہ لاوین جو گواہی دے کہ اللہ تعالے نے اُن کو بھیجا ہے حالانکہ اللہ تعالے نے قرآن مین نازل کر دیا کہ فرشتہ اگر بصورت آدمی آوے تو اُن کا التباس باقی ہے اور اگر بصورت اصلی آوے تو یہ لوگ مر جاوین کیونکہ استعداد نبوت و ولایت اُن مین نہین ہے مگر کافرون نے اپنی جہالت کو نہ چھوڑا تو اُن کو تہدید فرمائی ہَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ نہین منتظر ہین مگر اس بات کے کہ انپر ملائکہ آوین جسے اسوقت یہ مر جاوینگے اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہین کہ یہ لوگ راہ راست پر نہین آتے بلکہ منتظر ہین کہ جب قبض ارواح کے ملائکہ آوین تو یقین کرین حالانکہ اسوقت کچھ فائدہ نہین ہے۔ یا یہ معنے کہ قرآن پاک کو اساطیر الاولین کہکر انکار کرتے ہین گیا اس کے منتظر ہین کہ ملائکہ آکر اُن کا فیصلہ کر دین اور اُن کی روحین قبض کرین۔ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۔ یا آجاوے اُن پر حکم تیرے رب کا یعنے اللہ تعالے کا عذاب جو اُن کو ہلاک کرے یا نڈر ہوکر قیامت کے منتظر ہین۔ انتظار سے یہ مراد نہین کہ حقیقت مین راہ دیکھتے تھے کیونکہ وے تو اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ ایسے کام کرتے تھے کہ عذاب اُنپر واجب ہوکر انتظار ہو گیا کہ لامحالہ وارد ہوگا بوجہ وعید آلہی کے۔ اور شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ملائکہ موت کا آنا اور عذاب آلہی کا آنا دونون اُنپر مقرر ہو چکے ہین تو یہان حرف اَوْ یعنے یا یہ دونون مین سے ایک کا بیان اس معنے مین ہے کہ دونون مین سے ایک بات اُن کے واسطے ضرور اور کافی ہے اور بعض مفسرین نے کہا کہ غرض یہ ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی مین یہ لوگ مہلت دیے گئے تھے تو کیا یہ چاہتے ہین کہ یہ مہلت بھی پوری نہین اور ابھی سے ملائکہ کو چاہتے ہین جو اُن کے حق مین موت ہے پھر عذاب سے نہ چھوٹینگے یا عذاب آلہی آوے کہ ہمیشہ کے واسطے عذاب مین مبتلا ہون۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی جیسے یہ لوگ کفر و شرک پر اصرار اور رسول سے انکار بلکہ ٹھٹھول بلکہ ایذا دہی کرتے ہین ایسے ہی ان سے اگلے کافر و مشرک قومون نے کیا تھا پھر آخر عذاب سے ہلاک ہوئے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ اور عذاب سے ہلاک کر کے اللہ تعالے نے ان پر کچھ ظلم نہین کیا بلکہ جو اللہ تعالے نے ہر طرح کے افعال کا بدلا مقرر کیا ہے وہ اُن کو پہونچا ولیکن وے اپنی جانون پر خود ظلم کرتے تھے کہ اپنی جانون کو عذاب پر پیش کرتے رہے اور جانون کے پاس وہی سامان ذخیرہ کیا جسکا بدلا عذاب دوزخ ہے اس سے ثابت ہوا کہ کافرون کے افعال کفر و شرک و نفاق خود ظلم ہین تو ظلم کرنا انھین تک ہے اور خوب تحقیق ہو چکا کہ اللہ تعالے پر کسی طرح کوئی معنے ظلم کے نہین ہو سکتے ہین اور جو کوئی سرسری جہالت سے گمان کرے کہ مطیع کو ہلاک کرنا مثلاً ظلم ہے تو یہ بھی جہالت ہے اس لیے کہ اپنی چیزون مین جب آدمی ہر طرح تصرف کرتا ہے تو اللہ تعالے سے ظلم کیونکر ہوگا کیونکہ وہی خالق مالک

سب اس کے بندے ہیں اگرچہ یہ واقع نہ ہو کہ مطیع پر عذاب ہو کیونکہ اُس کی طاعت کے بدلے میں ہلاک وغیرہ سب عین ثواب ہے اور رب تبارک وتعالیٰ
علیم حکیم ہے اسی واسطے مشرکون وکافرون نے اعمال قبیحہ کے ارتکاب سے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ ج سو اُنکو پہونچے
بدلے ان کے بداعمالون کے یا برے عوض اُن کے اعمالون کے یعنے جیسے اعمال اُنھون نے اپنے واسطے کمائے تھے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ
اور جس سے یہان ٹھٹھا کرتے تھے اور رسولون پر ہنستے تھے کہ کہان دوزخ اور کیسی قیامت اور حشر کیونکر ہو سکتا ہے اور فرشتہ وعذاب وثواب کچھ نہین بلکہ
فقط دنیاوی زندگی ہے وہ سب اُنکے سامنے ہوئے اور انکار مسخرگی کی سزاؤن نے اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکون کے دوسرے
قسم کے مضحکہ وطعن کا ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور مشرکون نے کہا یعنے گذشتہ زمانہ والون کے مثل مشرکین مکہ وعرب نے بطریق
طعن کے کہا کہ۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی کی عبادت
نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادے۔ یعنے بتون کی اور غیر خدا کی پرستش بھی ہم سے بمشیت آلہیہ ہے اور ہمین پر موقوف نہین بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مدت
سے ہمارے باپ دادون سے چاہا لہٰذا دو باتین ثابت ہوئین ایک یہ کہ جب رسول کے کہنے کے موافق اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے
تو جب اس نے ہم سے چاہا کہ ہم غیر کی پرستش کرین تب ہی واقع ہوئی۔ اور دوم یہ کہ جو اُس نے چاہا وہ بہتر ہے۔ وَّلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ
اور نہ ہم اُس کی حرام کی ہوئی چیز کے سوا کچھ حرام کرتے۔ اُن کا مقصود یہ تھا کہ یہ تو ہمارے باپ دادے سے چلی آتی ہے جب رسول کوئی نہ تھا تو رسول کی
کچھ حاجت نہین جبکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قَالَ الْحَافِظُ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ یعنے مشرکین اپنی جہالت سے تقدیر سے حجت
لاتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہمارا شرک کرنا اور بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وغیرہ کا حرام کرنا واقع ہوا ورنہ تم پر انکار کرتا اور ہم کو فی الفور دنیا کیونکہ جو
اللہ تعالیٰ نہ چاہے وہ نہین واقع ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر میں امام رازی نے اُس کے واسطے تفصیل لکھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مشرکین اس سے رسولون پر الزام
لگانا چاہتے تھے اور درحقیقت اُن کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ اسی واسطے اس کلام کو اُن کے استہزا کے عذاب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے اور زجاج
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ کلام مشرکون کا بطریق استہزا تھا اور اگر اعتقاد سے کہتے تو مومن ہو جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ
فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ایسا ہی کیا ان لوگون نے جو ان مشرکین عرب سے پہلے تھے۔ یعنے یہی مضحکہ کیا اور کرنا بجا۔ یہ کہنے کے اشارہ
ہے کہ قول فی نفسہ صحیح ہے مگر مقصود قول نہین بلکہ یہ فعل مضحکہ واستہزا کا ہے یعنے ایسا ہی مضحکہ اگلی اُمتون کے مشرک بھی کرتے رہے ہین پس
اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا بقولہ۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ یعنے رسولون پر تو اسی قدر فرض ہے کہ صاف صاف حکم پہونچا دین
وقال الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ ہر رسول نے سخت انکار سے اُن کو شرک سے منع کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر تا زمانہ
حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق سب انبیاء ورسولون نے شرک سے منع کیا پھر مشرکون کا یہ دعویٰ کہ چاہتا تو منع کرتا
محض فضول ہے اور حاصل یہ ہے کہ مشیت سے اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ جو مشروع فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے تو بالکل غلط ہے اس لیے
کہ وحی خالص سے باجماع انبیاء ورسل علیہم السلام کے شرک سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور اگر اُن کی یہ مراد ہے کہ پیدائش کی مشیت آلہی
ہے یعنے حق سبحانہ تعالیٰ نے شرک کو اور مشرکون کو اپنی مشیت سے پیدا کیا ہے تو صحیح ہے ولیکن اس سے مشرکون کا مطلب نہین نکلتا کیونکہ اللہ تعالیٰ
جل شانہ نے شیاطین کو اور دوزخ کو اور دوزخیون کو سب کو پیدا کیا ہے اور وہ شرک وکفر سے راضی نہین ہے پس شرک کو پیدا کیا
مگر راضی نہین ہے تو ناراضی کے اعمال سے مشرک اپنے دار جہنم مین ہوگا ونعوذ باللہ منہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شرعی ممانعت ونہ ہونا شرعی مشیت
شرک کا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ

اور ہم نے اٹھائے ہین ہر اُمت مین رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ٹھہرونگے سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے

وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ
اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی سو پھرو زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا آخر جھٹلانے والون کا

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا
اگر تو للچاوے اُن کو راہ پر لانے کو تو اللہ راہ نہین دیتا جسکو بچلاتا ہے اور کوئی نہین اُنکے مددگار اور قسمین کھاتے ہین

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اللہ کی پکی نہین کہ نہ اٹھاوے گا اللہ جو کوئی مرجاوے کیون نہین وعدہ ہوچکا ہے اُسپر ثابت ولیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا
نہین جانتے اسواسطے کہ کھولدے اُنپر جس بات مین جھگڑتے ہین اور تا معلوم کرین منکر کہ وہ

كٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ع ٥
جھوٹے تھے ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہمنے اسکو چاہا ہے کہ کہین اُسکو ہو تو وہ ہو جاوے

اس کلام پاک مین صاف اعلام کردیا کہ خالق و مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اُس کی تقدیر سابق ہوچکی ہے اور رسولون کا بھیجنا صرف ابلاغ مبین ہے چنانچہ فرمایا۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔ یعنے اگلی ہر اُمت مین ہم رسول بھیج چکے ہین صریح اس حکم کے ساتھ کہ۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ توحید کرو اللہ وحدہ لاشریک کی اور بچو طاغوت سے یعنے یہ امر سب پر صاف ظاہر ہوچکا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی مین ہے کہ اُسی کی خالص توحید ہو اور شرک نہ ہو۔ طاغوت واحد و جمع مذکر و مونث یکسان ہے اور اس سے مراد یہان ہر وہ چیز ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے معبود بنائی جاوے خواہ کسی طرح ہو اسکے ساتھ شرک ہو۔ اہل الحق نے تصریح کردی کہ آدمی اگر اپنے نفس کی پیروی خلاف مرضی رب تبارک و تعالیٰ کے کرے تو اس نے نفس کو اپنا معبود بنا لیا پھر غیر کے ساتھ کیا گمان ہے۔ بالجملہ اجتناب شرک سے ہر گروہ کو معلوم کرادیا گیا فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ۔ پھر اُن مین سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی یعنی دین توحید کی اور طاغوت سے اجتناب کی رہنمائی فرمائی اور ٹھیک مرضی کردیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ۔ یعنے بعض کے حق مین قضائے ازلی سابقی جو ثابت ہوا تھا کہ کفر پر اصرار کریگا وہ محقق ظاہر ہوا چنانچہ وہ عناد و کفر پر جمے رہے۔ اس آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر اور ارادہ۔ اور یہ بات اگرچہ صاف ہے لیکن بعضے لوگون کو وہم ہوا کہ ایک ہین اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم دیا کہ اُسی کی عبادت کرین اور شرک سے دور رہین اور ارادہ کیا کہ اُن مین سے فقط بعض کو ہدایت دے اور بعض گمراہ رہین اس لیے کہ اگر سب کی ہدایت چاہتا تو سب ہدایت پر ہوتے کما قال تعالیٰ ولو شاء لہدیکم اجمعین یعنے اگر چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس مین اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسولون کو اُس نے اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ سب اسی کی عبادت کرین اور یہ بات سوائے ہدایت و ضلال کے ہے۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اب ضرور ہوا کہ تم سیر کرو زمین مین۔ یعنے غور و فکر و عبرت کے ساتھ ملکون پر نظر ڈالو واضح ہو کہ اپنی گھر و اولاد اور شب و روز کے دوست و احباب سے آدمی ایسا الفت کرنے لگتا ہے کہ اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا ہے اور جو باتین اُس کو پیش آنے والی ہین اُن سے نظر اُس کی غافل رہتی ہے اور طبیعت اپنے پسند کے ساتھ مالوف رہتی ہے لہذا جب وطن سے نکلکر چند روز سفر در ہوا تو اُس کو جو باتین کھٹک ہوتے ہین کہ اسی طرح اُس کو ایک روز سفر کرنا ہی دینا ضرور ہے اور ہر ایک گذشتہ حالات و نشانات کو نظر عبرت سے دیکھتا ہے کہ اسی طرح یہ لوگ اس شان و شوکت سے تھے کہ آج اُن کا نشان بھی نہین ہے لہذا حکم دیا کہ زمین مین پھرو۔ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ پس نظر کرو کہ جن لوگون نے رسولون کو جھٹلایا جیسے قوم عاد و ثمود اور مانند اُس کے جنھون نے فنون کی بنیا ڈالی تھی اُن کا انجام کیونکر ہوا چند روز کے بعد اُن کے بدن گل سڑ کر خراب اور مبتلائے عذاب ہوئے اور اُن کا نشان مٹ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی ھُدٰىھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ ۔ یعنے اے محمد اگر تجھ پر بہت شاق ہے اپنی قوم کی
جدائی اور تو بڑی کوشش سے چاہتا ہے کہ وے راہ پر ہو جاویں تاکہ جہنم و عذاب میں نہ جاویں تو تجھ کو یہ قدرت حاصل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جسکو
گمراہ کیا اُس کو ہدایت نہیں دیتا ہے یا جس کے حق میں علم الٰہی میں ضلالت ہے وہ ہدایت نہیں پاتا ہے پس تیرا کوشش کرنا و حرص کرنا تجھے فائدہ نہ دیگا
اس آیت سے اللہ تعالےٰ کی عظمت و کبریائی اور اسی پر بھروسا زیادہ ہوا کہ اس کے سوائے کسی میں یہ قدرت نہیں اور اسی کی درگاہ میں خلوص ہے ۔ اور
گمراہوں کو مایوس کر دیا بقولہ ۔ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کو اُن سے دور کرے اور عذاب سے بچاوے
پھر قیامت کے انکار میں قریش کی جہالت و عداوت بیان فرمائی ۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ ۔ اور قسمیں کھائیں ان لوگوں نے اللہ کی
انتہائے کوشش کی اپنی قسمیں کہ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ۔ اللہ تعالےٰ نہیں اٹھاویگا اُس کو جو مر جاوے زمخشری نے کشاف میں اس کلام کو
وقال الذین اشرکوا پر عطف قرار دیا یعنے مشرکوں نے کہا الے آخرہ اور قسمیں کھائیں الے آخرہ ۔ واضح ہو کہ قریش اکثر باتوں پر اپنی باپ دادا کی باتوں وغیرہ
کی قسم کھاتے اور جب کوئی سخت قسم کھاتے تو اللہ تعالےٰ کی قسم کھاتے پس انکار قیامت پر سخت قسم کھاتے کہ مُردوں کو اللہ تعالےٰ نہیں اُٹھاویگا
اور وجہ انکار کی فقط گمان و قیاس تھا کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا ۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ زمانہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
میں ایک مسلمان کا ایک کافر پر قرضہ تھا وہ تقاضے کو آیا اور باہم اُن میں گفتگو ہوئی مسلمان نے کہا کہ بعد موت کے مجھے اپنے رب تبارک و تعالےٰ سے
ایسی ایسی امیدیں ہیں کافر نے کہا کہ تجھے یقین ہے کہ مر جانے کے بعد تو اٹھایا جائیگا ۔ ہرگز نہ ہوگا میں اس پر قسم کھاتا ہوں ۔ اقول در صحیحین میں بھی
ایک واقعہ ایسا ہی مروی ہے اور اس میں یہی ہے کہ کافر نے سرکشی سے کہا کہ اچھا جب وہاں میں اٹھایا جاؤں اور مجھے مال وغیرہ حاصل ہو تو قرضہ ادا کر دیگا
یعنے یہ کچھ ہونا نہیں ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو رد کر دیا ۔ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا ۔ یعنے ضرور اٹھائے جانے کا وعدہ برحق ہے اس میں کچھ خلاف نہیں
ہے ۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ ولیکن بہتیرے لوگ نہیں جانتے یا اس وجہ سے کہ علم حاصل ہونے کا جو طریقہ ہے کہ صدق وحی و رسالت سے
قطعی علم ملتا ہے اس کو نہیں مانتے یا اللہ تعالےٰ کی قدرت و رعایت حکمت و آغاز و انجام سے بے بہرہ غافل ہیں قاعدہ نہیں جانتے لِیُبَیِّنَ لَھُمُ
الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ ۔ یعنے قیامت کے واقع ہونے سے یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالےٰ ظاہر فرماوے گا اُنپر وہ کہ جس میں اختلاف کرتے تھے اور نہیں
مانتے تھے پس وہی ان کو کھل جائیگا کہ اللہ تعالےٰ کے رسول جو کچھ بیان کرتے اور جو کتاب الٰہی میں اترا تھا سب سچ تھا اور مطیع کا ثواب جنت واقعی
اور کافر کا عذاب جہنم بیشک تحقیقی ہے ۔ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰذِبِیْنَ ۔ اور تاکہ کافر منکر لوگ جان لیں کہ وے خود
جھوٹے تھے ۔ اصل میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں و اہل طاعت کے لیے درجات ثواب و فضائل رکھے ہیں وہ اُن کو اس روز ملینگے اور کافر حسرت و
عذاب پاوینگے کیونکہ انھوں نے یہی کمایا ہے ۔ پھر کافروں کا شبہہ دور فرما دیا کہ ۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ ۔ ہمارا کہنا کسی شے کے لیے یعنے جو
ہمارے علم میں ہو اُس کے ہو جانے کے لیے یا کوئی چیز موجود ہو جانے کے لیے جب ہم اس کا ارادہ کریں ۔ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ یہی ہے کہ ہم اس کو کہیں کہ
ہو جا ۔ فَیَکُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے زجاج نے کہا کہ اس سے آگاہ کر دیا کہ اللہ تعالےٰ جو چاہے نہایت ہی آسانی سے پیدا ہو جاوے ۔ اور سورۂ یٰسٓ
میں یوں رد کر دیا کہ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ ۔ کہدے کہ سڑی گلی ہڈیوں کو وہی پیدا کریگا جس نے اُن کو اول مرتبہ زندہ کیا تھا یعنے صاف ظاہر ہے
کہ اول بار ان کو موجود کیا حالانکہ ہڈی بھی نہ تھی تو اب دوبارہ پیدا کرنا تو بالکل آسان ہے شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ کلام بطریق مثال
ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی قدرت میں کوئی چیز ممتنع نہیں ہے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب اس کی قدرت میں داخل ہیں جو چاہے پیدا کر دے جو وہ چاہے
وہ موجود ہو جاتی ہے اور وہاں نہ قول ہے اور نہ جس سے قول کہا جاوے اور نہ کاف ہے اور نہ نون ہے تو اب یہ شبہہ نہ رہا کہ معدوم سے کیونکر کہا تھا اور
اگر وہ چیز موجود تھی تو کہنے کا فائدہ نہیں ہے ۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے اس مقام پر یوں ہی لکھا اور ظاہر اشکال اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وجود کی
ماہیت کسی کو معلوم نہیں ہوئی چنانچہ اس میں عقلیں حیران ہیں ورنہ کوئی تردد نہیں ہے اور علمائے مفسرین نے عوام کیواسطے آسان طرح پر سمجھا دیا ہے فقد بر

ان کی سمجھ کے لائق ہے اور شان الٰہی اعلیٰ واجل ہے فافہم۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ مراد یہ کہ آسمان و زمین اور جہان اللہ تعالیٰ چاہے
کوئی چیز اسپر دشوار ہو نہیں سکتی جو کہا کہ ہو جاوے ویسے ہی ہو گیا اور قیامت بھی ایسی ہی ہے جیسے فرمایا وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر۔ ہمارا حکم تو ایک ہے
جیسے پلک مارنا۔ یعنے نہایت آسان جیسے کہتے ہیں کہ پلک مارتے ہو گیا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول وارد کیا جسکا خلاصۃ صحیحین
کی حدیث مرفوع ہے کہ آدمی نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی جبکہ کہا کہ جیسے پیدا کیا تھا پھر دوبارہ اعادہ نہیں کرے گا اور بدگوئی کی جبکہ کہا کہ اس کی جورو
لڑکا ہے حالانکہ اُس کی شان واحد احد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہے۔ ف فی العرائس ان تحرص علی ہداہم فان الحق تعالیٰ
اس میں حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت مخلوقات پر اور رحمت ایسے لوگوں پر جو عذاب اختیار کرنے پر گرے پڑتے ہیں اور اندھے ہونے کے سبب
سے نہیں دیکھتے ہیں بیان فرمائی پھر متنبہ کر دیا کہ تو دل تنگ نہ ہو ان لوگوں کی جہت سے جن کے حق میں ازلی حکم اللہ عز وجل جاری ہو چکا کہ تیری راہ
سے برگشتہ کیے گئے کیونکہ تو اُن کو اس راہ پر نہیں لا سکتا ہے اس لیے کہ سابق ارادہ ازلی قدیم ہے وہ کسی حادث کے روکنے سے نہیں رک سکتا کیونکہ اس کی
مخلوق میں سے عبودیت اُسی کو عطا ہوئی ہے جسکو اُس نے اپنی معرفت سے مخصوص کر کے لباس بندگی سے آراستہ کیا۔ اور جسکو اُس نے لباس قہری پہنایا ہے
اُسے تجھے یہ قدرت نہیں ہے کہ یہ لباس اُس کے بدن سے اتارے کیونکہ امر قدیم کو قدیم ہی رفع کر سکتا ہے اور رسولوں کی بعثت تو اسی واسطے ہوتی ہے کہ
شریعت و طریقت واضح بیان کر دیں اور اس واسطے نہیں کہ ہدایت میں شریک ہوں۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سعادت و شقاوت و ہدایت
و ضلالت ازل میں جاری ہو چکی ہیں اُن میں کچھ تبدیل و تحویل کی گنجائش نہیں ہے اور اپنے اپنے اوقات پر جسموں میں اُن کا ظہور ہوتا ہے اس میں کسی کے فعل و اختیار
کو دخل نہیں ہے اور خلق کو اُسپر قدرت نہیں بلکہ ارادہ ازلی سے جاری ہوئے ہیں وہاں انبیاء و اولیاء کو کچھ دخل نہیں ہے قولہ انما قولنا لشیء اذا اردناہ الآیہ
اس سے ظاہر ہے کہ وجود کسی شے کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کو خلق نہ فرماوے جیسے افعال وغیرہ کہ تمام مخلوقات الٰہیہ ہیں اور بندے
اپنے اپنے افعال کے کمانے والے ہیں پس گمراہی کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے اور جس شخص میں گمراہی پیدا ہوئی وہ اس کی خوشی سے کمانے والا ہے
اور اُسی کو گمراہ کہینگے اور اللہ تعالیٰ فقط پیدا کرنے والا ہے اور ایسی ہی ہدایت کا حال ہے کہ اُس کا پیدا کرنے والا وہی رب تبارک و تعالیٰ ہے۔ واضح ہو کہ
اللہ تعالیٰ کی ذات کے واسطے صفات قدیمہ ازلیہ ہیں ازانجملہ ارادہ و مشیت ہے کہ یہ دونوں تو ہر سابق سے سابق ہیں کیونکہ ان دونوں کا جریان واسطے
وجود الوجود کے ہے اور وجود اصل وجود ہے اور ہر صفت الٰہی قدیم ہے تو سبقت اس معنے میں نہیں ہے کہ کوئی صفت حادث ہے کہ جسکو ان دونوں نے وجود
دیا ہے کیونکہ وہ تعالیٰ ابتدا سے پاک ہے ایسی حالت کہ وہاں سابق علم میں مشیت و ارادہ سے خالی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو قدم میں چاہا اور اُسکا علم
اُس کے ارادہ کے ساتھ تھا اور وجود موجود تھا اس کے علم میں اور مرید تھا اُس کے ارادہ کا اور وہ محض علم و ارادہ کے ساتھ اپنی قدرت سے قادر
بایجاد الخلق تھا و لیکن اگر موجود کرتا تو معیت وجودی ہوتی اور جملہ حوادث مخلوقات کو رتبۂ قدم حاصل ہو جاتا لہذا ان کو بغیر علت کے مؤخر کر دیا
اور ہر ایک کو اپنے اوقات کے ساتھ موقت کر دیا اور جب کسی حادث کا وجود چاہا تو اُس کا وجود معلوم ہے پس اُس کو پیدا کر دیا تمام صفت حالانکہ وہ معدوم
تھا تاکہ بحد کمال ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بذات و بجمیع صفات پیدا فرمایا ہے پس قولہ تعالیٰ یقول لہ کن یہ قول اُس کی صفات میں سے ایک صفت ہے
پس معدوم سے کہا کہ کن یعنے ہمارے پیدا کرنے سے تو پیدا ہو جا پس یہ معدوم بہ کمال جمیع صفات موجود ہو گیا کیونکہ اگر امر و کلام سے خالی ہوتا تو ناقص ہوتا حالانکہ
اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اشیاء کو بر حد کمال پیدا کرے بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ کیا ارادہ و مشیت کافی نہ تھے کہ قول کن کا ظہور رہا۔ فرمایا کہ ارادہ و مشیت
مخفی ہوئے پس اکوان کو معلوم میں ظاہر کیا اور لفظ کن کو ظاہر کیا پس اکوان کو وجود کی جانب خارج کیا۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا
(وجود دیتا ہے ۱۲) (یعنے عدم سے ۱۲)
کہ یہ بقدر معارف ہے کہ قدرت کی طرف اشارت ہے اور حقیقت میں تو حق تعالیٰ کے واسطے کوئی موجد نہیں جیسے اس کے لیے موجود نہیں کیونکہ اس کے واسطے
معدوم نہ تھا پس اشیاء کا ظہور یہ ہے کہ اُس کی ذات سے ظاہر ہوئی ہیں اور اسی کے ساتھ پائی گئی ہیں نہ اس کی صفات سے تو لم یزل و لایزال اُسکی صفت
ہے مگر بات اتنی ہے کہ بعض کو بعض کے واسطے ظاہر نہ کیا قال المترجم یہ کلام دقیق و مشکل ہے اور خوض کرنے کا مقام نہیں ہے واللہ تعالیٰ ہو الہادی

الی الصواب۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف رجوع کرنے والے بندون کا ثواب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت متواتر رسولون کے مانند ہونا جو قطعی ہے اور جو انکار کرتے ہین اُن کو خوف دلانا۔ اور ہر عالم کی موجودات سے ظہور وحدانیت الٰہی پر تنبیہ اور ملکوت والون کی بندگی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ

اور جنھون نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اٹھایا البتہ انکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا مین اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

اگر ان کو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

کہ حکم بھیجتے تھے ان کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والون سے اگر تم کو معلوم نہین بھیجے تھے نشانیان لیکر اور ورق اور تجھ کو اتاری ہم نے

الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

یہ یاد داشت کہ تو کھولدے لوگون پاس جو اُترا ان کی طرف اور شاید وہ دھیان کرین سو کیا نڈر ہوئے ہین جو بُرے داؤ کرتے ہین

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ

کہ دھنسادے اللہ اُنکو زمین مین یا پہونچے انکو عذاب جہان سے خبر نہ رکھتے ہون یا پکڑلے اُنکو

تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَوَلَمْ

چلتے پھرتے سو وہ تھکانے والے یا پکڑلے انکو ڈرانے کر سو تمھارا رب بڑا نرم ہے مہربان کیا نہیں

يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

دیکھتے جو اللہ تعالےٰ نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہین چھاؤن انکی داہنے سے اور بائین سے سجدہ کرکے اللہ کو اور وہ عاجزی مین ہین

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَاۗبَّـةٍ وَّالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان مین ہے اور جو زمین مین ہے کوئی جانور اور فرشتے اور وہ بڑائی نہین کرتے ڈر رکھتے ہین

رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہین جو حکم پاتے ہین

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۔ اور جن لوگون نے ہجرت کی اللہ تعالےٰ مین بعد مظلوم بنائے جانے کے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ضرور ہم اُن کو جگہ دینگے دنیا مین اچھی طرح۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ کے معنے اور جسطرح اُس کا حکم قیامت تک باقی ہے مع تفسیر کے آگے لکھینگے اور پہلے مفسرین کے بعضے اقوال مذکور ہوتے ہین بعض نے کہا کہ موقع نزول اس آیت کا در بارہ صہیب و عمار و بلال و خباب رضی اللہ عنہم ہے کہ جنکو مشرکین مکہ غلام حقیر جانتے اور سخت تکلیف دیتے تھے۔ اس قول پر شبہہ کیا گیا کہ سورت مکی ہے اور ان لوگون کی ہجرت بجانب مدینہ ہوئی اور جواب دیا گیا کہ نزول آیات بحکمت تعلیمیہ مقدم و مؤخر ہوا ہے تو ہوسکتا ہے کہ یہ آیات مدینہ مین نازل ہوئی ہون پھر یہ ترتیب لوح محفوظ رکھی گئین۔ بعض نے کہا کہ ابوجندل بن سہیل وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنکے باپ وغیرہ کافر تھے انھون نے اُن کو مقید کرکے ایذائین دین کہ اسلام سے پھر جادین مگر انھون نے تکلیفین برداشت کین بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب مہاجرین کے حق مین ہے جنھون نے مکہ مین کافرون کے ہاتھون سے تکلیفین اٹھائین اور صبر کیا پھر اللہ تعالےٰ کی عبادت اطمینان سے کرنے کے لیے حبشہ کو ہجرت کر گئے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو مدینہ منورہ مین ٹھکانا دیا اور مومنین مدینہ کو انکا ناصر و مددگار کردیا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ اس آیت مین خبر دیتا ہے ثواب عظیم ان مہاجرین کا جنھون نے اللہ تعالےٰ کی رضامندی کیواسطے

اپنا وطن چھوڑا مال ومتاع دوست احباب چھوڑے اور دارالاسلام میں چلے گئے اور شاید کہ سبب نزول وہ ہجرت ہو جو ملک حبش کی طرف واقع ہوئی
جبکہ کفار مکہ نے سخت تکلیفیں دیں پس اپنے رب کی عبادت پر قابو حاصل کرنے کو قریب اسی مرد وعورتوں کے جن میں اکابرین سے حضرت عثمان بن عفان
رضی اللہ عنہ مع اپنی بی بی حضرت رقیہ یعنے صاحبزادی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت جعفر بن ابی طالب برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہم تھے پس اللہ تعالیے نے مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مہاجرین کے واسطے دنیا میں عمدہ ٹھکانا و قابو دینے کا
وعدہ دیا اور پھر اسکو پورا کر دیا اس طرح کہ مدینہ میں انصار رضی اللہ عنہم کے یہاں جگہ دی خلاصہ یہ کہ اس صورت میں آیت بھی مثل سورت کے مکی ہوگی
اور ہجرت متحقق ہوگئی اور مترجم کہتا ہے کہ ہجرت فی اللہ کے معانی جو آگے بیان ہونگے اگر ان میں سے سوائے ترک وطن کے دوسرے معنے لیے جاویں
تب بھی مکہ میں اترنا قبل ہجرت مدینہ کے بنتا ہے اگرچہ حکم آیت کا ہجرت مدینہ کو بھی شامل ہے فانتظر وتامل۔ قال الشیخ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ
نے اور شعبی رحمہ اللہ تعالیے و قتادہ رح نے کہا کہ دنیا میں عمدہ ٹھکانا وہ مدینہ ہے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیے نے کہا کہ رزق پاکیزہ مراد ہے جو دنیا میں دیا
گیا شیخ نے کہا کہ دونوں قول صحیح ہیں کیونکہ تبوئہ کے معنے دونوں باتوں کو شامل بلکہ جملہ اسباب کو جنکے ساتھ آدمی دنیا میں مرضیات الٰہی جل شانہ کو حاصل
کرے شامل ہیں اور لکھا کہ یہ وعدہ پورا ہوا کہ انھوں نے اپنے وطن و گھر بار کو چھوڑا اور اموال وغیرہ سے منھ موڑا پس اللہ تعالیے نے ان کو دنیا میں بھی بہتر دیا
کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیے کے واسطے کچھ چھوڑے اللہ تعالیے اس سے بہتر اس کو نصیب کرتا ہے اور ان کو تو اللہ تعالیے نے روے زمین کی سلطنتوں کا مالک کر
اور کفار ومشرکین کی گردنیں نیچی کردیں مترجم کہتا ہے کہ آیت میں اجر وانیہ اللہ نہایت بلیغ و جامع کلام ہے اور اس کی توضیح یہ ہے کہ ہجرت کے
معنے چھوڑ دینا اور اس کے اقسام ہیں اول تو گھر بار و مال ومتاع وغیرہ کو جو ایسے ملک میں ہو جہاں کفر غالب و اسلام مغلوب ہو چھوڑ کر ایسے ملک کو جانا جو
دارالاسلام ہو یا جہاں اسلام کے شرائع پہ عمل کرنے سے کوئی شخص مزاحم نہ ہو اور کوئی خصوصیت اس کی نہیں کہ مکہ یا مدینہ کو جاوے ولیکن جاننا چاہیے کہ
ابتدائے اسلام یعنے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں مکہ دارالکفر تھا لہذا ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی جہاں کا بادشاہ
نجاشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگیا تھا اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا چنانچہ آپ مع باقی اصحاب کے مدینہ آگئے اور
حبشہ کے ہجرت والے بھی آپ سے آکر ملگئے اور اسوقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان ہو اور قابو پاوے وہ مدینہ میں ہجرت کر آوے ظاہر
اسوجہ سے کہ جماعت اسلام منتظم ہوجاوے کہ اسرار شریعت و فیض صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہو کر کافروں کو مغلوب کریں اور تمام ملک اللہ تعالیے
کے کلمہ توحید سے منور ہو پس اس ہجرت کا ثواب عظیم تھا اور یہ برابر چند سال تک رہا یہانتک کہ مکہ فتح ہو کر دارالاسلام ہوگیا اسوقت فرمایا لا ہجرۃ بعد الفتح یعنے
بعد فتح مکہ کے وہ ہجرت فریضہ باقی نہیں رہی ولیکن جہاد ہمیشہ کے لیے باقی رہا۔ پھر اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت تک ہجرت نہیں ہے یا کبھی ہجرت فرض
نہیں ہے کیونکہ بالاجماع جس ملک کفر میں آدمی شرائع ایمان ادا نہ کر سکے وہاں سے ہجرت کرکے جانا اسپر فرض ہے اور شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالیے نے شرح
مشارق میں لکھا کہ کسی ملک اسلام میں چلا جاوے کچھ خصوصیت مکہ یا مدینہ کی نہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے ولیکن مکہ و مدینہ جو ملک حجاز کہلاتا ہے وہاں
جانے اور تنگی سے بسر کرنے میں ثواب عظیم ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دین اس طرح ملک حجاز کی طرف مڑکر پھر آویگا جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف
سمٹ آتا ہے۔ دوم قسم ہجرت سے وہ ہجرت ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیے نے منع کیا ان سب کو چھوڑ دے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ
مہاجر کون شخص ہوتا ہے فرمایا کہ جو شخص ہر وہ چیز چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیے نے منع کیا اور یہ ہجرت بہ نسبت قسم اول کے زیادہ عام ہے اس لیے کہ جو شخص ایسے
ملک میں ہو جہاں دارالاسلام ہو تو وہ اپنے گھر بیٹھے ہجرت کا ثواب عظیم پاویگا جبکہ ہر ممنوع شرعی کو چھوڑ دے۔ اور قسم سوم ہجرت کی زیادہ باریک نظر سے اہل اللہ
پہچانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیے کے سوا کسی غیر کا طالب نہ ہو اور سوائے اس کے ارادہ کے کسی دوسرے کی خواہش پہ نہ چلے حتی کہ اپنے نفس کی خواہش
بھی چھوڑے بلکہ نفس کی لذت چھوڑے پس طبیعت کی خواہشوں و نفس کی ہوسات کو اگرچہ شرع میں مباح ہوں چھوڑ دے چنانچہ آخرت پر صدق کے ساتھ
یقین کرنے والوں نے بہت سی مزہ دار چیزیں جنکو دل چاہتا تھا اور شرع نے مباح کر دی ہیں اللہ تعالیے کے واسطے چھوڑ کر عیش و لذت کا مقام

دار الآخرۃ ہے پھر ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے خلوص ہونا ضرور ہے کیونکہ حدیث صحیحین میں مصرح ہے کہ الاعمال بالنیات تا قولہ فہجرتہ
الی ما ہاجر الیہ۔ یعنے اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جس نے اللہ تعالیٰ و رسول کی طرف ہجرت کی نیت خالص کی تو اُس کی ہجرت اللہ تعالیٰ و رسول
کی طرف ہوگی اور جس کی نیت یہ ہو کہ وہاں کچھ دنیا حاصل ہوگی یا کسی عورت سے بیاہ ہو جائے گا تو جو نیت میں ہو اُسی کی طرف ہجرت ہوگی۔ ایک شخص نے
ام قیس عورت کی دوستی و نکاح میں ہجرت کی تھی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنور وحی معلوم فرما کر یہ حدیث فرمائی پھر وہ شخص اسی نام سے مشہور رہا
کہ ام قیس کے لیے ہجرت کرنے والا ہے۔ اب تجھے معلوم ہوا کہ ہاجروا فی اللہ سب کو شامل ہے احسن فی سبیل اللہ اور یہ ہاجر فی حب اللہ اور ہاجر
فی دین اللہ اور ہاجر فی صفات اللہ اور ہاجر فی ذات اللہ اور ہاجر فی امر اللہ غرضکہ جملہ اقسام اور جزئیات کو شامل ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت میں
یہ بھی ہے کہ من بعد ما ظلموا یعنی مظلوم ہو کر ہجرت کی۔ تو یہ واقعہ کا بیان ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جنکو ہجرت کا مرتبہ پورا نصیب ہوا تھا اُنپر
یہی واقع ہوا تھا کہ پہلے وطن میں کافروں کے ہاتھوں سے بہت ظلم اُٹھائے تھے پھر وہاں سے ہجرت کی۔ اور یہ خوب جان لینا چاہیے کہ بظاہر تو ہر وقت ممکن
ہے کہ آدمی درجہ اعلیٰ کے اعمال حاصل کرے ولیکن غور سے جس نے دیکھا اور سمجھا وہ جانتا ہے کہ حسن نیت و صدق اور تمام و کمال رجوع رب کی طرف
اور اکل حلال اور صدق مقال اور اپنی وجود اور اولاد و دوست و احباب کے حقوق غرضکہ سب باتیں ٹھیک کرکے ایک نماز و ایک کام بڑی
مشکل سے نصیب ہو سکتا ہے اگرچہ ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں جو ہیں ہونگے کہ بہت سی بے ادبی
عفو فرمائی جائے گی اور ذرا سے عمل پر بہت سا ثواب پاوینگے۔ خلاصہ یہ کہ مظلوم ہو کر نیت ہجرت ہونا شرط نہیں ہے اور اگر غور سے دیکھو تو ہر شخص
خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُنپر ظلم نہیں کیا ولیکن وے خود اپنی جانوں پر
ظلم کرتے تھے۔ اور بڑا ظلم آدمی کا شرک ہے اور واضح ہو کہ ولی اپنے مرتبہ ولایت سے پہلے ایسی عبادت نہیں کر سکتا تھا جیسی معرفت کے ساتھ ولی ہو کر
ادا کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ پہلے اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور یہی واضح ہو کہ خطرات سے بچنا بغیر فضل و رحمت الٰہی کے مشکل ہے دیکھو یوسفؑ کے مثل پیغمبر
پر عتاب ہوا جبکہ قولہ اذکرنی عند ربک۔ کہا تھا۔ اور اکثر ہوتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ چنے کھائے تھے پیٹ میں اُس سے درد ہو گیا حالانکہ اسوقت یہ دھیان
سے اُتر گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی مؤثر ہے تمام مخلوقات اُسی کے قبضہ میں ہے اگرچہ اُس سے پوچھا جاتا تو یہ نہیں کہتا کہ چنوں کی تاثیر خود ہے مگر اُس کی نظر اسوقت
غافل تھی۔ اب غور سے دیکھنا چاہیے کہ اس کلام میں کس قدر بلاغت اعجازی ہے کہ سب صورتوں کو تمام اسرار کے ساتھ شامل ہے اور یہ کلام سوائے
اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے آدمی سے نہیں ہو سکتا اور اس میں بھی علوم و اسرار وہ ہیں کہ ہم لوگوں کی نظر وہاں نہیں پہونچتی اور جب بندہ اپنے
رب تبارک و تعالیٰ کی شان میں ہجرت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو پوری نیکی و خوبی عطا فرماتا ہے اور یہ وعدہ اسی دنیا میں ہے وَلَاَجْرُ
الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ۔ اور ثواب آخرت بہت بڑا ہے۔ یعنے دنیا کے وعدہ کے علاوہ اصلی ثواب تو آخرت میں بفضل الٰہی ہے جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑا
فرماوے اُس کو بندہ کیا خیال میں لاوے اور وہ جنت ہے جو کہ محل دیدار رب تبارک و تعالیٰ ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ دیدار الٰہی سے بڑھکر
کیا چیز ہے اور اُس کا اندازہ آدمی کے خیال میں نہیں آسکتا لہذا اُس کو بہت بڑا فرمایا ہے اور فرمایا۔ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ کاش جانتے ہوتے
کہ وہ اکبر ہے تو کافر و ظالم لوگ کبھی ظلم نہ کرتے اور وہ راہ مہاجرین و انصار کی اختیار کرتے اور ہزار جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر
فدا ہوتے۔ اور ذکر کیا شیخ ابن کثیر رح نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مہاجرین سے کسی کو اس کا حصہ دیتے تو
فرماتے کہ لے اسکو اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت عطا فرماوے یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو دنیا میں تجھے دینے کا فرمایا ہے اور جو ثواب تیرے لیے
آخرت میں ذخیرہ ہے وہ بحساب افضل ہے پھر یہی آیت کریمہ والذین ہاجروا فی اللہ آخر تک پڑھتے۔ چونکہ ہجرت میں نفس پر مشقت برداشت کرنے
میں صبر جمیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت پر بھروسا ہے لہذا رب تبارک و تعالیٰ نے اُن کی شناخت میں بطریق مدح بڑھایا کہ اَلَّذِیْنَ
صَبَرُوْا یعنی ایسے اچھے ہیں [illegible]

بے زاد و توشہ و اسباب رہنے پر اور اللہ تعالے کی راہ مین جہاد مین جان قربان کرنے پر اور اولاد کا تشویش ہونا دیکھنے پر اور طبیعت کی خواہشات ترک
کرنے اور ثابت قدم رہنے پر اور مانند اس کے تمام باتون پر جنکا حاصل ہونا اللہ تعالے ہی کے فضل پر ہے۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ - اور اپنے
رب تعالے ہی پر بھروسا کرتے ہین اُس کے سوا کسی چیز پر اُن کا بھروسا نہین ہے لہذا کہا گیا کہ ابتدا سے سلوک مین سالک کو صبر لازم ہے
اور انتہا سے مرتبہ پر اُس کو توکل حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے تو بفعل ماضی اُن کا حال فرمایا کہ اُنھون نے ہجرت کی اور آخر مین بفعل مضارع فرمایا
کہ ایسا کرتے ہین تو اس مین دو باتون کا فائدہ ہے ایک یہ کہ انھون نے ایک کام کیا اور اُس پر ثابت قدم رہتے ہین۔ دوم یہ کہ اُنھین کی پیروی مین
دوسرون کو چاہیے کہ راہ آلہی مین چلین اور پہچان یہی ہے کہ صبر کرتے اور توکل کرتے ہین تو انجام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالے اُن کو اچھی طرح رزق غیب سے
دیتا ہے اور اپنی مرضیات مین مقبول اور دنیا مین اچھی طرح رکھتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ واضح ہو کہ شروع کلام مین مشرکون و کافرون کا قرآن
سے انکار کرنا اور رسول سے تعجب کر کے ملائکہ کی رسالت چاہنا ذکر کر کے اُن کا خسران و خسارت بیان فرمائی تھی اور مومنون و مطیعین کا ماننا اور پیروی
کرنا اور کلام آلہی کے اقرار اور پیروی سے درجات بیان فرمائے۔ اب کافرون و مشرکون پر اُن کی سمجھ کے لائق حجت قائم کی ہر چند کہ قرآن و رسول پر
کوئی چیز حجت نہین بلکہ یہ خود اورون پر اُن کے لیے حجت ہین پس فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ - اور ہم نے
نہین بھیجا تجھ سے پہلے مگر مردون کو وحی بھیجتے تھے انکی طرف اس سے یہ غرض نہین کہ عورتین نہین کیا۔ یہ غرض کہ ملائکہ نہین بھیجے بلکہ آدمی بھیجے مگر آدمیون مین
سے بھی عورت کو بسبب نقصان کے رسول نہین کیا بلکہ فقط مردون کو رسول کیا ہے۔ پس صحیح ہے کہ کسی عورت کو رسالت کی وحی نہین بھیجی ولیکن مریم
و ام موسٰی وغیرہ رضی اللہ عنہا کو وحی بھیجی تھی جیسا کہ آیات اسپر دلیل ہین اور اس سے یہ ضرور نہین کہ وے نبیہ ہو جاوین کیونکہ یہ وحی بطور رسول بنانے
کے نہ تھی اور ہر وحی کچھ وحی نبوت نہین ہوتی ہے کیونکہ فرمایا۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ یعنے شہد کی مکھی کو تیرے رب نے وحی کی۔ حالانکہ ہر شخص جانتا
ہے کہ یہ وحی نبوت نہین ہو سکتی ہے غرضکہ قریش و کافرون پر اس طرح حجت قائم کی کہ آدم سے لے کر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کا بھیجا
جانا ثابت ہے اور ثبوت اس کا کبھی کبھی زمانہ مین کسی کسی قوم مین نہین بلکہ ہر قوم مین ہے کیونکہ ہر قوم مین اللہ تعالے کا کوئی رسول آیا ہے جیسا کہ شہادت
قرآنی موجود ہے اور یہ مت کہو کہ اُس کا رسول ہونا سب نے نہین مانا کیونکہ اتنا معلوم ہوا کہ رسالت مع معجزات کا دعوے ایک مرد کی طرف سے واقع
ہوا اور اسکو مومن و کافر سب اقرار کرتے ہین اور یہ سب اقرارات مجموعہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین توریت و انجیل ماننے والون کے پاس جو
تھے تو یہ سب خبر متواتر ہوئی تو قطعی یقینی ہے اور یہ شبہ کہ شاید فرشتہ ہو دور کر دیا چنانچہ فرمایا۔ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ - سو
تم پوچھو اہل کتاب سے اگر تم نہ جانتے ہو یعنے اہل کتاب تم کو اپنے یہان کے متواتر اخبار بھی سنا دینگے کہ جو نبی گزرا وہ مرد تھا فرشتہ نہ تھا۔ صرف اسی
بات مین اہل کتاب سے پوچھنے کا حکم دینا مراد ہے یعنے یہ غرض نہین ہے کہ جب تم کسی بات مین شک ہو تم اہل کتاب سے پوچھا کرو حتی کہ اگر اہل کتاب
مین سے کافر لوگ نبوت محمدیہ سے منکر ہون تو بھی مان لو۔ بلکہ فقط اس بات کو پوچھو کہ اگلی امتون کے رسول آدمی تھے یا ملائکہ۔ شیخ حافظ امام ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے اس سے
انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالے کی شان اس سے اعلے ہے کہ اس کا رسول ایک بشر ہو۔ پس اللہ تعالے نے اُتارا قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا الی
رجل منھم الآیہ۔ اور یہان فرمایا وما ارسلنا من قبلک الا رجالا الآیہ یعنے اگلے اہل کتاب سے سوال کر کے اطمینان کر لو کہ اُن کی طرف جو رسول بھیجے
گئے وہ بھی آدمی ہی تھے یا ملائکہ تھے پس اگر کہین کہ بشر تھے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مت انکار کرو۔ لیکن کہا کہ یون ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے
نے ابن عباس سے روایت کیا کہ اہل الذکر سے مراد اہل الکتاب ہین یہی قول مجاہد و اعمش کا ہے۔ عبد الرحمن بن زید نے کہا ذکر قرآن ہے اور یہ
بات اگرچہ خود صحیح ہے لیکن یہان اس سے ارادہ کے معنے نہین ہین کیونکہ کافر لوگ اس سے منکر ہو کر پھر ثابت ہونے کے واسطے اسی کی طرف رجوع کرینگے

سابقہ امتون سے علم مین بڑھکر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت مین سے جو عالم ہوئے ہین وے دیگر عالمون مین سے بہتر و افضل ہین جس حال مین کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مستقیم رہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس و حسن و حسین و محمد بن الحنفیہ و امام زین العابدین علی بن الحسین اور علی بن عبداللہ بن عباس اور ابوجعفر باقر محمد بن علی بن الحسین اور جعفر بن محمد اور مانند ان کے جو لوگ متمسک بسنت و قائم بصراط مستقیم تھے اور ہر ایک حقدار کا حق بعدل آلیہ پہچانتے تھے اور بندگان مومنین کے دل انپر مجتمع تھے۔ بالجملہ اس آیت مین مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول بھی مثل آپ کے آدمی تھے لقولہ تعالے قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا وقولہ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا۔ وقولہ ما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام الآیہ۔ وقولہ قل ما کنت بدعا من الرسل یعنے کہدے اے محمد کہ مین انوکھا نہین ہون رسولون سے۔ پس حکم دیا کہ جسکو رسولون کے بشر ہونے مین متواتر اخبار پر اعتماد نہ ہو اُس کو چاہیے کہ اہل کتاب سابقین سے پوچھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے و امام محی السنہ صاحب معالم التنزیل و جماعت مفسرین نے تصریح کردی کہ اہل کتاب سے فقط اسی سوال خاص کے پوچھنے کا حکم ہے۔ قولہ تعالے۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ معجزات و کتابون کے ساتھ۔ زمخشری نے کشاف مین منجملہ وجوہ اعراب کے اول یہ لکھی کہ اس کا تعلق ما ارسلنا کے ساتھ داخل تحت حکم استثنا مع رجالاً ہے اے ما ارسلنا الا رجالا بالبینات والزبر۔ یعنے ہم نے نہین بھیجا تجھ سے پہلے اے محمد مگر مردون کو معجزات و کتابون کے ساتھ۔ اور ایک یہ توجیہ لکھی کہ متعلق بمحذوف ہے گویا کہا گیا کہ رجال کو کس چیز کے ساتھ بھیجا تو فرمایا کہ معجزات و کتب بھیجا۔ اور یہ بھی تجویز کیا گیا کہ نوحی کے متعلق ہو اور اس صورت مین بینات سے آیات کلامی مراد لینا چاہیے اس لیے کہ معجزات وحی کیئے گئے یہ معنے نہین ہوسکتے بلکہ یہ کہا جاوے کہ وحی حق مقصود ہے۔ غرض کہ ہر حال مین اس کا تعلق فاسئلوا سے نہین ہے جیسا کہ بعض غیر مقلدین مدعیون نے دعوے کیا اور یہ معنے لگائے کہ پوچھو اہل الذکر سے اگر تم نہ جانتے ہو پوچھنا ساتھ بینات و زبر کے یعنے تمہارا سوال اہل الذکر سے اس طرح ہو کہ اُنسے بینات و زبر کی دلیل سے پوچھو۔ اور یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ جن کفار مشرکین کو یہان خطاب ہے وہ لوگ بینات و زبر کو مانتے ہی نہ تھے علاوہ اس کے انجان جاہل کیونکر دلائل سے سوال کرسکتا ہو اور اگر اہل الذکر نے جواب دیا تو وہ کیونکر جانے کہ یہ بینات و زبر سے ہے اور اُس کو کیا فائدہ ہوسکتا ہے اور اگر جیب پر اعتماد کرکے سچ مانے تو پہلے ہی اسپر کیون اعتماد نہ ہو کیونکہ جو کوئی کسی شخص کو مستقل شارع سمجھکر اُس کا حکم پوچھے تو وہ کافر ہے پس یہ تو بالاتفاق معلوم کہ مومن سوال کرے تو وہ شریعت کا حکم مانگتا ہے اور جواب دینے والے عالم کا یہی کام ہے کہ اللہ تعالے و رسول کے حکم سے جو اُس کے نزدیک علم ہے جواب دیدے اور عنقریب اسے زیادہ توضیح آوے گی انشاء اللہ تعالے۔ یہان خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالے نے مشرکون پر قطعی دلیل سے رہنمائی و حجت قائم فرمادی جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے رسالت حق کا انکار کرتے اور تعجب کرتے تھے اس طرح کہ رسولون کا بشر ہونا متواتر ہوگیا اور تم لوگ کیونکر متواترات سے منکر ہوکر شک کرتے ہو جیسے آدمی یقینی بات مین کبھی شک مین پڑجاتا ہے تو اہل کتاب سے پوچھو وہ اپنے علم سے اپنا یقین بیان کردینگے اور جب معلوم ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے آئے ہین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالے نے مردون کو رسول کرکے معجزات و کتابون کے ساتھ بھیجا تو تم بھی تردد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مانو اور ایمان لاؤ کہ اسی طرح اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم المرسلین فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ۔ اور نازل کیا ہم نے تجھ پر اے محمد۔ الذِّكْرَ۔ قرآن کو یعنے جو کہ غافلون کو فکر دیتا ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ تاکہ تو صاف بیان کردے لوگون کے لیے یعنے تمام لوگون عرب و روم و شام و ہند و چین و روس و یورپ و افریقہ و امریکہ عموماً سب لوگون کے لیے بیان کردے خود اور بذریعہ اپنے اصحاب و تابعین و اتباع مومنین کے قیامت تک۔ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ جو ان لوگون کی طرف اُن کے رب نے نازل فرمایا ہے اور وہ توحید و معرفت الٰہی ہے۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ اور تاکہ یہ لوگ فکر کیا کرین۔ واضح ہو جس نے حواس کو جمع کرکے خالص توجہ سے غور کیا اُسکو اللہ تعالے کی وحدانیت مین کچھ شک نہین ہوسکتا اور اللہ تعالے ہی ہادی ہے یہان دو باتین سمجھ لینا چاہیے ایک یہ کہ قرآن نازل فرمایا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تو اس کو صاف بیان کردے تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم کا بیان متوارث رہیگا چنانچہ اوقات نماز کے درنہ و رکعات کے

اور [illegible]

اسپر عمل کیا جاوے اسی واسطے غرض یہی اصل ہے کہ حدیث مبین کو آیت مجمل پر مقدم کیا جاوے اور اسپر اتفاق ہے۔ دوسری بات یہان یہ ہے کہ جاہل بے پڑھا آدمی جو مرتبہ ایمان سے مشرف ہوا جب اس کو کوئی بات شرع کی معلوم نہ ہو تو عالم متقی سے پوچھے اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اہل کتاب کو اہل الذکر قرار دیا بوجہ اُس کے کہ ذکر یعنے کتاب سماوی اُن کے پاس تھی باوجودیکہ وے کتر کتاب پر چلتے تھے اور اہل قرآن ضرور اہل الذکر ہین کیونکہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم پر ذکر یعنے قرآن نازل فرمایا اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے تبلیغ رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حصہ وافی پایا چنانچہ قولہ وانزل الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ یعنی ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی نیابت مین تبلیغ فرمائی اور بحدیث صحیح بلغوا عنی ولو آیۃ مجھ سے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہو اور بحدیث انما بعثتم متیسرین ولم تبعثوا معسرین۔ یعنے تم بھیجے گئے ہو آسانی کرنے والے اور نہین مبعوث ہوئے ہو سختی کرنے والے اور بحدیث رب مبلغ اوعی من سامع اکثر ہوتا ہے کہ جسکو پہونچائی گئی آیت یا حدیث وہ سننے والے سے زیادہ سمائی رکھنے والا ہو غرضکہ استدلال صحیح واضح ہے کہ اہل القرآن اہل الذکر اور حکم خدا و رسول کے پہونچانے والے تا قیامت ہین کہ میراث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی علم ہے جیسا کہ صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے پس جو ایمان لایا اور انجان ہے وہ حکم شریعت کو اہل الذکر سے پوچھیگا اگر نہین جانتا ہے بحدیث انما سبیل العی السوال۔ یعنے نہ جاننے والے کی راہ یہی ہو کہ جاننے والے سے دریافت کرے پس ثابت ہوا کہ جو امام محمد باقر علیہ السلام وغیرہ سے آثار مین وارد ہوا کہ اہل الذکر ہم ہین یہی مراد ہے کہ ذکر جو قرآن ہے اسکے اہل ہم ہین اور نہ جاننے والے ہم سے سوال کرین گویا سوال کرینگے جو قرآن پر ایمان لائے ہین اور مسئلہ کے حکم کا نکالنا دلیل قرآن و حدیث سے ہے اور اجماع و قیاس ان دونون سے خارج نہین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ احادیث متفرقہ کے معانی مین باہم کچھ معانی و اصول سے توفیق پر سمجھنا و آیات سے اجمال و تفصیل پر واقف ہونا اور ناسخ و منسوخ و عام و خاص و نص و ظاہر و مجمل و مفسر و محکم و متشابہ و خفی وغیرہ کا اور اک کرنا عالم کا کام ہے اور انجان بے پڑھا عامی اُسکو نہین سمجھ سکتا اسکا یہی کام ہے کہ عالم سے سوال کرے کہ شریعت حق مین اس مسئلہ کا کیا حکم ہے اور یہ کام نہین کہ مجھے دلائل بتلا و کیونکہ وہ سمجھ ہی نہین سکتا بلکہ اس کے لیے دلیل یہی ہے کہ سوال کرنے کا اُس کو حکم ہے پس اُس نے موافق حکم کے سوال کر کے اُسکے مطابق عمل کیا اور تقلید کے یہ معنے کہ بغیر کسی دلیل و حکم کے جا کر کسی شخص کی بات مان لینا تو یہ معنی تقلید کے یا کہ نہین جاتے ہین پس عامی نے حکم کے موافق عالم سے پوچھکر شریعت پر عمل کیا پھر اللہ تعالے نے اس امت مین علما مجتہدین پیدا کیے ہر ایک نے راہ الٰہی مین کوشش بلیغ کی اور مسائل کا حکم نکالا اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالے نے ثواب جمیل وعدہ دیا اور مقصود یہی ثواب ہے اگرچہ باہم ان مین اختلاف ہوا اور جسکو کچھ علم ہے وہ جانتا ہے کہ ہر ایک صراط مستقیم پر ہے عامی آدمی اس مین بھی تردد کرتا ہے حالانکہ یہ بالکل صحیح ہے کہ سب راہ مستقیم پر ہین اور ثواب الٰہی سب کو حاصل ہے اور جسکو کچھ علم ہے وہ یہ بھی سمجھ جائیگا کہ ایک مسئلہ سے ملے ہوئے اور بھی اس کے متعلقات ہوتے ہین تو وہ اصل اور یہ اس کی فروع ہوتے ہین پس چاہیے کہ جس عالم سے اصل حکم لیا ہے فروع بھی اُسی کے موافق رکھے ورنہ لازم آئیگا کہ فروع دوسری اصل کے موافق لیتا ہے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ عامی دوسرے مسئلہ مین ایسے عالم سے حکم پاوے اور اُس کو معلوم نہ ہو تو وہ معذور ہے اسی واسطے یہ بہتر نظر آیا کہ کسی مجتہد کے اجتہادات اختیار کرے لیکن اگر متقی عالم جس سے ان اجتہادات کو لیتا ہے وہ کسی مسئلہ مین ضعف پاکر احادیث صحیحہ کے موافق خلاف مجتہد کے بتلاوے تو عامی اُسکو ضرور مانے کیونکہ اُس نے مجتہد کے اجتہادات اپنے واسطے اختیار کیے تھے اور اللہ تعالے نے اُسپر اہل الذکر مین سے کسی کو معین نہین کیا تھا پس اس معنے مین مذہب حنفیہ و شافعیہ وغیرہ ہین ہر ایک مین اولیاء اللہ گذرے ہین اور سب راہ مستقیم ایک ہین جو لوگ اُن کے موافق شریعت سنت پر عمل کرتے ہین وے باہم محبت رکھتے ہین اور جب کبھی دو شخصون کو باہم متعصب دیکھو تو سمجھو کہ یہ جاہل ابھی اسرار شریعت سے بد تعصب بلکہ ایمان سے غافل ہین یہان سے ظاہر ہوا کہ فتح البیان کے مصنف نے جو اس مقام پر تقلید پر سخت کلامی کی جیسی اس کی عادت ہے اور ایک لاطائل تقریر لکھی وہ علم سے نادانی پر مبنی ہے اور تجھکو چاہیے کہ بزرگان دین و علما سے صالحین کے حق مین نیک گمان رکھے اور سب کے واسطے رحمہم اللہ تعالے کہے اور ہمیشہ حدیث شریف کی تعظیم کرے اور اُسپر دل و جان سے مائل ہو کیونکہ فقہ کی کتابون

متوجہ ہوکر فدا ہونیکے منتظر نہین ہوگا اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے بالجملہ اس آیت مین بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت پر ذکر نازل فرمایا جیسے
پہلے انبیاء کو بینات یعنے حجتون ودلیلون ومعجزات کے ساتھ اور زبر یعنے کتابون کے ساتھ متفرق بھیجا تھا ویسے آپ پر سب مجموعہ کر دیا۔ ابن عباس و مجاہد
وضحاک وغیرہم نے بینات وزبر کی یہی تفسیر فرمائی ہے کما ذکرہ الامام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ پس جس نے قرآن پاک کے ذکر سے نصیحت پائی اور بیان حضرت
رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کیا اور اُس نے تفکر وتامل سے اپنا آغاز وانجام سمجھا آپ نے اپنی لیاقت وسمجھ کے موافق سمجھا وہ اہل الذکر
واہل معرفت سے ہوکر درجہ عالی پر پہونچا خواہ جاہل ہو یا عالم ہو ورنہ بہت پڑھے ہوئے غیر مقلد بیباک سخت دل ہوکر جاہلون سے بدتر ہو جاتے ہین اور بہت
سے تقلید کرنے والے قرآن وحدیث وشریعت کے ظاہر وباطن اعمال واسرار سے جاہل ہوکر گمراہ ہوتے ہین اللھم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
الآیہ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت وصریح طریقت اور قطعی ارشاد کے بعد انکار کرنے والون اور تکبر وسرکشی ومکر کرنے والون کو
اپنے غلبہ وقہر وقوی قدرت وعلوی سلطنت سے خوف دلایا اور فرمایا۔ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ یعنے
اب بھی اگر نہین مانتے اور غور نہین کرتے تو کیا کفر کے مکر وغرور مین بداعمالیان کرنے والے اس بات سے نڈر ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ انکو زمین مین دھنسا دے
یعنے جس نے پیدا کیا وہ جس طرح چاہے ہلاک کر دے جیسے قارون کو اُس کی سرکشی پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینے پر سزا ہوئی۔ اور شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہی اُسکے حلم وعفو کی ہے کہ گنہگار اُس کی مخلوق گناہ کرتے ہین اور دوسرون کو گناہ پر
آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا اور اُن کو رزق دیتا ہے حالانکہ اسکو سب طرح قدرت ہے چاہے اُن کو زمین مین ناپدید
کر دے اس طرح کہ اُن کے نیچے کی زمین شق ہو اور سب کو نگل جاوے۔ اَوْ یَاْتِیَہُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ یا اُن پر عذاب الٰہی
ایسی راہ سے آوے کہ اُن کو شعور نہ ہو مثلاً ابر چھاوے اور بجائے پانی کے انپر آگ برسے یا غذا ان کے جسمون مین زہر قاتل ہو جاوے مترجم کہتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا اور اسی برکت سے جب تک کچھ بھی ایمان رہیگا لوگ کفار ومسلمان ایسے عام عذاب
سے ہلاک نہ کیے جاوینگے جو عذاب استیصال ہو حالانکہ گناہون کی یہ کثرت جو اکثر ملکون مین پھیلی ہوئی ہے ایسے گناہون سے اگلی امتین عذاب
سے ہلاک کر دی گئین۔ اللّٰھم غفرانک۔ یہان دو باتین جان لینا چاہیے ایک یہ کہ اکثر قومون کو رزق اُن کی بداعمالیون پر ملتا ہے چنانچہ مشکوٰۃ کتاب علامات
قیامت کی بعض احادیث صریح ہین کہ قرب قیامت والون کو زناکاری وبے ایمانی وغیرہ بداعمالیون پر رزق ملیگا اور یہ بات مشاہدہ ہے کہ بعض
لوگون کو رشوت وحرام پر رزق ملتا ہے اگر وے اس سے پرہیز کرین تو اُن کے رزق وجہ حلال مین برکت نہین ہوتی ہے جیسے بعضے بندون کو اللہ تعالیٰ
رزق حلال سے برکت دیتا ہے اور حرام اُن کے حق مین مضر ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کے حق مین مشیت الٰہیہ ازلی جاری ہے اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت
مین مسخر اور اُسی کے حکم قضا وقدر کے نیچے سر جھکائے ہے اگرچہ اُن کو شعور نہ ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ عام عذاب ایسی صورت سے کہ عذاب ظاہر ہو
نہین آتا اور یہ ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے ولیکن بعضی قومین ایسی وجہ سے ہلاک کیجاتی ہین کہ انکو شعور نہین ہوتا۔ اور عام مرض وبائیہ مین نیک
وبد دونون قسم کے مرتے ہین پس بدکارون کو چونکہ دل سے ایمان دور ہوا یہ خوف نہین ہوتا کہ اُن کے حق مین عذاب ہے حالانکہ نیکون کے حق مین یہ موت
عین رحمت ہو جاتی ہے اور یہ سب حدیث سے ثابت ہے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مشرکین یہود ونصاریٰ وغیرہ اگر حقیقت اسلام وتوحید سے
واقف ہوکر نہ مانین تو ہمیشہ عذاب مین مبتلا ہون اور دنیا مین بھی اُن کو غلبہ نہ ہو مگر جب تک مشیت تقادیر یہی جاری ہے کوئی شخص اسلام کی طرف سے
کوشش نہین کریگا کہ ان کو عام طور پر واقف کرے بلکہ برعکس اُسکے واقفان اسلام بسبب شہوات دنیاوی کے انھین سے موافقت کرتے ہین اور
خواری کے ساتھ ایمان برباد کرکے دنیاوی معیشت قلیل حاصل کرتے ہین اور کیا مشاہدہ نہین کرتے کہ انپر عذاب ایسی راہ سے آتا ہے کہ شعور نہین پاتی۔ اَوْ
یَاْخُذَہُمْ فِیْ تَقَلُّبِہِمْ۔ یا اللہ تعالیٰ انکو عذاب مین ماخوذ کرے اُنکے تقلب مین۔ یعنے تقلب کے لوٹ پوٹ جیسے سونے مین کروٹین بدلنا یا کسی حال
سے دوسری شکل پر ہو جانا اور جیسے مقیم آدمی سفر کرے یا داؤن گھات سے کسی چیز کے حاصل کرنے مین اطوار بدلنا اور جیسے طرح طرح نعمتون مین شکلین بدلنا

یا ملکون مین طرح طرح کے تصرفات آمد و رفت پیدا کرنا۔ بالجملہ وضع وحالت بڑھنے و ہٹنے وغیرہ سے جو تبدل ہو اُسپر تقلب صادق آتا ہے اب اس مقام پر
مفسرین کے اقوال ہین کہ مراد سفر و تجارت کی حرکت ہین یا تقلب اُن کی خواہشون کے حاصل کرنے مین جو طرح طرح کے حیلون سے ہو یا راتمین کروٹین
بدلنے مین جبکہ نہایت اطمینان سے نڈر ہوتے ہین یا آمد و رفت ہین۔ **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قولہ فی تقلبہم یعنے معائش اور اُس کے
اشغال سفر وغیرہ جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیزین ہین۔ **قتادہ وسدی** رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اُن کے سفرون مین۔ **مجاہد و قتادہ**
وضحاک نے کہا کہ اُن کے رات و دن کے تقلب مین بمانند قولہ تعالیٰ افامن اہل القریٰ ان یاتیہم باسنا بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القریٰ ان
یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون۔ یعنے کیا نڈر ہوگئے ان شہرون والے اس سے کہ آجاوے انپر ہمارا عذاب رات مین جب وے سوتے ہین کیا نڈر ہوگئے ان
شہرون والے اس سے کہ آجاوے اُنپر ہمارا عذاب دن چڑھے اس حال مین کہ لعب مین مشغول ہین۔ لعب سے مراد ہر ایسے افعال ہین جو اللہ تعالیٰ و
آخرت سے غافل کر کے بیفائدہ امور فانی مین مشغول کرین۔ **قال المترجم**۔ ظاہر یہ ہے کہ تقلب جملہ امور کو شامل ہے اور قول قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ
مین اس طرف اشارت بھی ہے وقد قال تعالیٰ لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل۔ یعنے تجھے دھوکا نہ دے یہ بات کہ کافر لوگ ملکون
مین تقلب سے پھرتے ہین یہ متاع قلیل ہے یعنے روے زمین پر کافرون کی تشتر ہے یہ ہمارا اپنی خواہش نفسانی کے موافق عیش کرتے پھرتے دیکھکر دھوکا نہ
کھانا چاہیے کہ باوجود کفر و بداعمالیون کے یہ کیونکر اس طرح عیش و ثروت کے ساتھ پھرتے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اُس کی حکمت
وہی جانتا ہے پس چندروزہ دنیا سے فانی کی متاع قلیل اُنکے پاس ہے۔ بالجملہ یہان اُن کو خوف دلایا کہ بیخوف کیون ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ اُنکو
اُنکے تقلب مین ماخوذ کرے۔ فما ہم بمعجزین۔ تو وے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہین ہین یعنے ذرہ بھی عجز نہین ہے پس حق عز وجل قوی
قادر ہر طرح غالب و قاہر ہے تو بیخوف ہونا یہ معنے ہے پھر بیخوف نہ ہو کر چاہیے کہ اُسکے عذاب سے بچنے کے لیے طاعت کرین کیونکہ خوفناک ہونا
بھی بغیر قصد رضامندی کے موت ہے۔ او یاخذہم علی تخوف۔ یا اُن کو گرفتار کرے اوپر حالت تخوف کے۔ قال الامام۔ یعنے خوف کی حالت
مین کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب مین پکڑے جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ خوف کی حالت مین پکڑا جانا زیادہ سخت ہے لہذا عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر چاہون گرفتار کرون اسی طرح کہ ایک کی موت سے دوسرا خائف ہو اور یون ہی مجاہد و ضحاک و قتادہ وغیرہم
سے مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید مطلب یہ ہے کہ تخوف بمعنے تنقص ہے یعنے کمی کرنا جیسے ابن الاعرابی نے کہا کہ مالون و جانون و پیداوارین
گھٹانا یہانتک کہ تھوڑا تھوڑا کر کے سب ہلاک ہوان واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عامہ مفسرین کے قول مین تخوف بمعنے تنقص ہے جیسے جانون
مین اس طرح کہ قتل سے ہلاک ہوتے ہین یا مرتے رہین یہانتک کہ سب ہلاک ہو جاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے قولہ تعالیٰ انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا
الآیہ یعنے ہمارا حکم آتا ہے کافرون کی مقبوضہ زمین پر کہ اُس کے اطراف و جوانب سے ہم نقص کرتے جاتے ہین یعنے مسلمانون کے قبضہ مین ہوتی جاتی ہے
بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو منبر پر پڑھا اور فرمایا کہ اُس کی تفسیر کہو تو سب خاموش رہے
مگر قبیلہ ہذیل مین سے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ ہماری زبان مین تخوف بمعنے تنقص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرب کے اشعار مین
بھی اس کا تذکرہ ہے اس نے کہا کہ ہان ہمارا شاعر کہتا ہے۔ تخوف الرحل منہا تامکا قردا + کما تخوف عود النبعۃ السفن یعنے ایسی قوی اونٹنی ہے کہ
کجاوہ نے اُس کے جسم سے ناقص کر دیا کوہان بھرے ہوئے اونچے کو جیسے کم کر دیتا ہے تیشہ کی مضبوط لکڑی کو سوہان۔ یعنے برابر اُسپر کجاوہ رہنے سے اُسکے
کوہان کی جگہ کجاوہ کا اثر بنگیا ہے پس اسی مقام پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار محفوظ رکھو کہ تفسیر مین نہ بھٹکو گے۔ اور بعض نے
اس قصہ کو اس طرح ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو اُنکے جواب کے بعد خود کہا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مواخذہ
اسوقت کہ جب تنقص کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیون سے۔ پھر لوگ باہر گئے وہان ایک اعرابی نے ایک سے یہی محاورہ بیان کیا کہ مین نے اپنے
رب کا تخوف کیا یعنے نافرمانی کی پس اُس نے واپس ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ذہن مین بھی آیا تھا۔ حاصل اس

مقام کا اوپر سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اُن کو خوف دلایا زمین میں دھنس جانے سے یا آسمان سے عذاب نازل ہونے سے یا ایسے آفات سے جو اچانک حالت غفلت میں اُنپر طاری ہوں یا انجام یہ ہے کہ ایسی آفات سے جو اُنپر آہستہ آہستہ آکر اُن کو ناقص کریں یہاں تک کہ سب ہلاک ہوں اور اس میں شک نہیں کہ انسان خود اسی حال میں ہے یہاں تک کہ یکایک موت آتی ہے اور وہ اپنے کردار و اعمال کے موافق اپنی جگہ رجوع کرتا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے ان سب صورتوں سے جو ہمارے ناقص خیالات میں آتی ہیں بندوں کو ضرور ماخوذ کر سکتا ہے اور چاہے جسطرح ماخوذ کرے ہر طرح قادر ہے اگرچہ ہماری سمجھ میں بھی نہ آویں ولیکن وہ حلیم و غفور ہے لہذا فرمایا۔ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنے ولیکن وہ مہلت دیتا ہے کیونکہ تمہارا رب بہت شفقت و مہربانی والا ہے جلدی بندے کو ماخوذ نہیں کرتا۔ واضح ہو کہ جو بندہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر یقین کرے پھر اُس سے گناہ ہو جاویں اور وہ ڈرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُسپر رحم فرماتا ہے اُسکو اختیار ہے کہ گنہگار کو بلا حساب بخشدے اور یہ بھی یاد رکھو کہ عبادت کرنے والا اگر مغرور ہو تو وہ گنہگار خوفناک سے بُرا ہے اس لیے کہ غرور اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں تو ساری عبادت اُس کی اس گناہ غرور کے مقابلہ میں برباد ہے اور جس نے عالم میں اور اپنی ذات میں صحیح نظر سے دیکھا اسکو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور اُسکے اختیارات سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے جاری ہیں اور ہر چیز اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہے چنانچہ بندوں کو عالم کے آیات میں نظر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا یعنے دیکھتے ہیں مگر کچھ سمجھ نہیں پاتے تو نہ دیکھنے کے مثل ہے لہذا انکاری استفہام سے فرمایا کہ آیا اُنہوں نے دیکھنے کی طرح نہیں دیکھا۔ اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ۔ ہر ایسی چیز کو جسکا سایہ پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا ہے یعنے نظر کی محسوسات سے زیادہ محسوس کیا ہوگا سوا اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے نظر سے دیکھنے والی چیزوں کو دیکھیں کہ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ جھکتے و پھرتے ہیں اسکے سایہ کر اول میں دن چڑھتے ایک حال پر ہوتے پھر بڑھتے جاتے ہیں پھر دوپہر ڈھلے دوسری جانب بڑھتے جاتے ہیں۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ۔ داہنی جانب اور بائیں طرفوں سے۔ واحدی و زمخشری نے کہا کہ یمین سے بھی دائیں طرفین مراد ہیں بقرینہ شمائل اور چونکہ اس کو جمع کر دیا تو یمین جمع لانے کی حاجت نہ رہی جیسے یولون الدبر بجائے یولون الادبار کے۔ الحاصل دیکھو کہ ان چیزوں کے سایہ مائل ہوتے ہیں داہنی اور بائیں جانبوں سے سُجَّدًا لِّلّٰهِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو۔ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔ درحالیکہ وہ سایے عاجزی کرنے والے ہیں۔ زجاج نے کہا یعنے یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت پر مجبول ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ڈھلتا ہے آفتاب تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرتی ہے۔ ایسا ہی قتادہ و ضحاک و دیگر ائمہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر چیز کا سجدہ اُسکا سایہ ہے اور فرمایا کہ پہاڑوں کا سجدہ اُنکا سایہ ہے اور ابو غالب شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سمندر کی موجیں اُس کی تسبیح و صلوٰۃ ہیں۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں دابہ سے۔ دابہ وہ چیز جو زمین پر حرکت کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی چیز چھوٹی نہیں مگر آنکہ ہر چیز اسی کے واسطے عبادت کرتی ہے خواہ خوشی سے خواہ کراہت سے۔ اقول مانند اسکے قولہ تعالیٰ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ جسکی تفسیر پہلے گذر چکی ہے اور اہل معرفت کے نزدیک کچھ شک نہیں ہے کہ مومن و کافر و جاندار و بیجان و جملہ مخلوقات سب اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرتی ہے اور رغبت و کراہت کے معنے بھی واضح ہیں اور مبارک اُنکو جو رغبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں حاضر ہیں اللّٰهم اجعلني منهم۔ اور جس نے پہچانا اُس نے جانا کہ لا اِلٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ الوہیت اُسی کے واسطے ہے اور کفر و ہدایت کو اُسی نے پیدا کیا اور ہر چیز اُسی کی مخلوق ہے اور ہر ایک وہی کماتا ہے خواہ مومن ہوتا ہے یا کافر ہوتا ہے جو اس کے واسطے رب تبارک و تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے اور وہ تمام مخلوق سے پاک ہے۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمانوں میں علاوہ ملائکہ کے خود آسمان وغیرہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرتے ہیں یا یوں تاویل کیجاوے کہ ملائکہ کو مخصوص کیا بقولہ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور اُسی کو سجدہ کرتے ہیں ملائکہ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وے کچھ تکبر نہیں کرتے مطیع بندے ہیں۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ۔ اس حال سے کہ باوجود فرمانبرداری کے ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب کی عظمت و جلال

کہ اسکا عذاب و عتاب نہ ہو اُن کے اوپر سے یا اُس کی بلندی شان و عظمت سے جو سب مخلوق پر بالا ہے جیسے قولہ ہو القاہر فوق عبادہ یعنے اپنی مخلوق پر عالی ہے اس سے ڈرتے ہیں۔ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ با وجودیکہ اُن کی صفت یہ ہے کہ کرتے ہیں جو کچھ حکم دیے جاتے ہیں یعنے اُن کی جبلت اسی طور پر پیدا فرمائی ہے۔ روایت ہے کہ قرآن پاک میں اس مقام کا سجدہ زیادہ واجبی سجدات میں سے ہے۔ واضح ہو کہ اشیاء مخلوقات کا سجدہ کرنا اور اُن کے سایہ کا سجدہ کرنا اہل نظر کے واسطے حقائق واقعیہ ہیں اور جنکو نظر نہیں ہے وے متردد ہوتے ہیں پس جلدی نہ کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کو نظر معرفت عطا فرماوے اور چونکہ آیات متشابہات وہ ہوتی ہیں کہ اُنکا علم خاص ہے لہٰذا اس آیت کو متشابہات میں نہیں لیا کیونکہ اہل بصیرت کو اس میں کچھ تردد نہیں ہے اور ہمارے یہاں کی نافہمی سے آیت متشابہ نہیں ہو جاتی ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ اللہ جل شانہ نے کتاب مجید کے مکنون حقیقی کو مخفی رکھا سب سے سوائے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں حقائق سے مخاطب فرمایا اور آپ ہی ان کے واسطے رسول امین تھے تاکہ آپ اُن حقائق کو ایسے بندوں سے بیان کریں جو آپ کے اتباع میں لائق معرفت و امانت ہیں اور حق عزوجل نے اُن کو برگزیدہ فرمایا اور اُن کو استعداد قبول حقائق ہے اور اُن کے کانوں کو اس سماع کی اہلیت ہے دل اُن کے شہود غیب کے واسطے حاضر ہیں اور اسرار عجیبہ کے لیے ہمہ تن گوش ہیں تاکہ فکر سے جواہر علوم اس دریائے ناپیدا کنار سے نکالیں اور ہمت عالیہ سے واصل بحضرت قدس ہوں اور نا اہل لوگوں کے پاس اُن کو ضائع نہ کریں کہ درجہ امانت سے ساقط ہو جاویں۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید کے مخفی رکھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ قرآن مجید سمجھا نہیں جاتا کیونکہ حق تعالیٰ نے اسکو بالکل آسان کر دیا ہے سمجھنے والا ہونا چاہیے ہے اور ہر چیز بیان کر دی ہے سننے والا چاہیے بلکہ مراد یہ ہے کہ ظاہر قرآن ہر آدمی کے واسطے عام ہے اور اُسی کی موافقت سے وہ راہ مستقیم پر ہو جاتا ہے اور جب اس راہ پر ادب سے مستقیم ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن پاک کا درجہ اعلیٰ اُس پر ظاہر ہوتا ہے جس کی لیاقت اُس کو پہلے نہ تھی اور اگر اس سے بیان کیا جاتا تو اُس کو فائدہ بھی نہ تھا کیونکہ کمال سننے سے نہیں بلکہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے اور حاصل ہونا اسی طرح ہے کہ پہلے درجہ کے آداب بجا لاوے لہٰذا حدیث طبرانی وغیرہ میں وارد ہوا کہ جو شخص عمل کرے اُسپر جو جان گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو علم اُس کا عطا فرماتا ہے جو نہیں جانتا یعنی وہاں جاننے سے علم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اُسپر القا فرماتا ہے پس مقصود یہ ہوا کہ قرآن پاک کے حقائق و درجات ہیں اور پہلا درجہ تو سب کے واسطے عموماً ظاہر و کافی ہے پھر اُس کے بلند درجات عالیہ اور ہیں ہمارے شیخ حقیقت مولانا الیماء تراب علی رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ ومشائخہ الکرام نے لکھا کہ قرآن پاک کی حقیقت اگر ظاہر ہو تو بندہ معدوم و فنا ہو جاوے اور جب استعداد ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جلشانہ کی دی ہوئی زندگی سے فیض عظیم پاتا ہے پس مراد شیخ العرائس رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی ہے فافہم شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مخلوق کی عقل کو قطع کر دیا کہ قرآن مجید کی فہم میں دخل دے سوائے عقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو تکلم بیان کرنے کا دیا کہ آپ ہی احکام خلق بیان کریں اور آداب سے مرسوم فرماویں کیونکہ آپ ہر حال میں امین مؤتمن ہیں۔ اقول نے احادیث انا امین من فی السماء میں امانت والا ہوں اُن کا جنکی شان کبریائی بلند ہے یا جو مراد ہو واللہ سبحانہ اعلم۔ اور حدیث صحاح میں اسرار و عجائب علوم ہیں اور واضح ہو کہ اس زمانہ میں خلوص نیت سے شرائط ادب کے ساتھ تھوڑا عمل اور بہت علم بہتر ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے لہٰذا اکابر مشائخ نے اکثر باتیں بیان کر دی ہیں و نرجو من اللہ فضلہ و ہو ذو الفضل العظیم۔ قولہ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شئ الآیۃ۔ اس میں حق عزوجل نے اپنی عبادت سے تکبر کرنے والی مخلوق کی جہالت اپنے بندوں پر ظاہر کر دی کہ وے نہیں دیکھتے کہ جیسے اُن کے سایہ اول و آخر وقت میں اپنے خالق عزوجل کو سجدہ کرتے ہیں اور اگرچہ یہ چیزیں محل عقل میں نہیں تو لوگوں کو انکا آثار ہیں اور اُن کی جہالت کا مقام بتلاتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے جاہل ہیں کیونکہ تمام موجودات حتے کہ جمادات تک اپنے خالق عزوجل کو سجدہ کرتی ہیں اور انوار تجلی عظمت الٰہی اُنپر واقع ہونے سے ہر ایک اس کے لیے عجز و تضرع میں ہے چنانچہ مروی ہے کہ حق عزوجل جب کسی چیز کے لیے تجلی فرماتا ہے وہ اس کے لیے خشوع کرتی ہے۔ اس میں ایک معرفت کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں نفس امارہ شیطانیہ کا مقام ہے وہاں تکبر و سرکشی موجود ہے باستثناء ایسے شخصوں کے جس نے حق تعالیٰ کو حق کے ساتھ پہچانا اور حق کو حق کے ساتھ دیکھا تو اُن کے نفس اپنے

رب کے واسطے خشوع و سجدہ کرتے ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان و جماد جس چیز کو پیدا کیا ہو وہ کوئی اپنے خالق عزوجل سے غرور نہیں کرتے ہیں سوائے انسان کے کہ اُس نے تکبر شروع کیا کہ اپنے واسطے علم و قدرت وغیرہ اور اپنے لیے فردیت وغیرہ ثابت کرتا ہے کیونکہ دعوے کرتا ہے کہ اہل و اولاد اُسکے ہیں حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے فافہم جب مشرکون کے شبہات دور کر دیے اور توحید بیان فرمائی تو زیادہ توضیح کے لیے شرک سے بدلائل منع فرمایا

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا

اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہے سو مجھی سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ

ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا اللہ کے سوا کسی سے خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس ہے کوئی نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب

اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝

لگتی ہے تم کو سختی سو اسی کی طرف چلاتے ہو پھر جب کھول دی سختی تم سے تب ہی ایک فرقہ تم میں اپنے رب کے ساتھ لگتے ہیں شریک بتانے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

کہ منکر ہو جاویں اس چیز سے جو ہم نے دی سو برت لو آخر معلوم کر لوگے

وَقَالَ اللّٰهُ یعنے اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دیا یا بذریعہ رسولوں کے کہ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ مت بناؤ دو معبود کیونکہ معبود خالق وہ ہے کہ جس میں سب کمال ہوں اور سب سے ظاہر کمال ایک یہ ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ ہو اور جب ایک کے سوائے دوسرا بھی معبود مانا جاوے تو نہیں ممکن ہے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی ایسا ہوگا جو دوسرے سے اعلیٰ ہو تو پھر دوسرا خالق نہ ہوگا۔ اور جب خالق کی یہ شان ہے کہ جو کچھ چاہے جب چاہے سب پیدا کرے اور ہر چیز پر اسکو قدرت ہے تو ظاہر ہو گیا کہ دوسرے کسی کے واسطے یہ بات نہ ہوگی اور کچھ بھی ضرورت غیر کی نہیں ہے پس صاف معلوم ہوا کہ دو خالق ہو ہی نہیں سکتے ہیں تو اب جو کوئی مشرک دو خالق کا قائل ہوا اُس نے صرف اپنے ذہن میں بنا لیا اور حقیقت میں قطعی دلیل سے دوسرا نہیں ہو سکتا ہے اور جب دو نہیں ہو سکتے ہیں تو زیادہ کیونکر ہوں گے پس معلوم ہو گیا کہ جس نے دو معبود اپنی رائے سے بنائے یعنے سمجھ لیے وہ بڑا احمق ہے لہذا ایسے احمقوں کی تنبیہ کرنے کو صاف فرما دیا کہ مت بناؤ دو معبود۔ پھر زیادہ فضیحت و نفرت دلانے کو فرما دیا۔ اثْنَيْنِ۔ دو۔ یعنے اِلٰهَيْنِ صیغہ تثنیہ ہے پھر بھی اثْنَيْنِ فرمایا تو زیادہ تفضیح اسکی رائے کی ہے جو معبود بناوے دو۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ تاکید ہے اور معنے اسکے یہی ہیں کہ یہ تاکید ہے مقصود نہایت نفرت دلانا اس رائے سے ہے اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ الٰہ واحد کا ماننا ضرور ہے صرف شرک کرنا منع ہے اور جن لوگوں نے معبود واحد جل شانہ سے انکار کیا اُن کی حماقت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اُنھوں نے دو نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں خالق بنا لیے کیونکہ ہر چیز کا وجود اسی کی ذات سے قرار دیا اور با وجودیکہ ہر ایک کو فانی دیکھتے ہیں پھر اس کو خالق جاننا اس درجہ سخت حماقت ہے کہ کسی آدمی کی عقل میں اُس کی جا نہیں متصور ہو سکتی ہے لہذا خالق کے ساتھ غیر کو شریک کرنے سے منع کر دیا اور صاف بتلا دیا۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ وہ تو فقط اللہ ایک ہے۔ اس کی شان ہر کمال میں اعلیٰ ہے وہ سب قدرت والا ہے کسی کی اُس کے سامنے کچھ ہستی نہیں ہے جب یہ عظمت و جلال اسکا سمجھے تو پھر مخاطب کر کے اُن سے کلام فرمایا بقولہ۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۔ سو تم مجھی سے ڈرتے رہو کیونکہ سب کچھ اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے کسی دوسرے میں کچھ طاقت نہیں ہے لہذا تصریح فرمائی۔ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی کے ملک و خلق و بندے ہیں جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے یعنے جہاں تک تمہاری نظر کام کرے اسکو مخلوق اُسی کی جانو اور اللہ تعالیٰ سے دانا ہے کہ اُس کی مخلوق کس قدر وسیع ہے اور وہ جو چاہے پیدا کرے غرضکہ وہی خالق ہے سب اسی کے قبضہ قدرت میں مسخر ہے۔ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اور اسی کیلیے ہو طاعت ہمیشہ یعنے جو چیز مخلوقات میں سے ہے ہر حال میں ہمیشہ اُسی کے واسطے مطیع ہے واصب بمعنے دائم جیسا کہ ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و میمون بن مہران و سدی و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے اور اسی معنے میں ہے قولہ تعالیٰ ولهم عذاب واصب اے دائم یعنے کافروں کے لیے ہے عذاب دائمی۔ اور ابن عباس سے ایک

روایت مین یعنے واجب آیا ہے مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے یعنے خالص آیا۔ کذا ذکرہ الحافظ اور مترجم کہتا ہے کہ جب اسی کے لیے طاعت دائمی ہوئی تو واجب ہوئی اور خالص بھی ہوئی کیونکہ کسی غیر کی طاعت تو کسی وقت وکسی حال مین نہ پائی گئی پھر ظاہر ہے کہ طاعت اسی کے لیے واجب وخالص ہوئی۔ اور یہین سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے نے جس سے ہدایت وتوحید چاہی وہ اسی پر ہے اور ہم اللہ تعالے سے گمراہی سے پناہ مانگتے ہین اور اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک راہ پر کرتا۔ بالجملہ ہر ایک چیز وآدمی اور جو کچھ مخلوق ہے سب اسی کے حکم پر مقہور ومسخر ومطیع ہے یعنے جسطرح اس نے چاہا ہر ایک اسی پر ہے تو کسی کو یہ مجال نہین کہ سوائے اللہ تعالے کے قبضہ قدرت کے خود رائے ہو تو کوئی خود مختار نہین ہے لہذا فرمایا۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ۔ سو کیا تم سوائے اللہ تعالے کے غیر سے ڈرتے ہو۔ یعنے اسی پر تقوائے کرو اور بت وجن وفرشتہ وآدمی کسی چیز کو قادر مت سمجھو۔ پھر ظاہری نظر مین آدمی کو نفع وضرر دوسرون کی طرف سے معلوم ہوتا ہے اور شبہہ مین پڑتا ہے کہ نفع دینے والا یہ شخص ہے یا ہم کو ضرر پہونچانے والا وہ ہے لیکن جنکو اللہ تعالے نے عقل دی ہے وہ اس بارہ مین غور کرتے ہین اور جب غور کیا تو انکو یہان دو باتین ظاہر ہوئین ایک یہ کہ دینے والا اللہ تعالے ہے اور اسی کے تصرف سے اس شخص سے یہ فعل ہوا خلاصہ یہ کہ فاعل حقیقی اللہ تعالے ہے اور درمیان مین یہ شخص جو نافع نظر آیا اسکے حق مین بھی اللہ تعالے کا احسان ہوا کہ اسکو کار خیر کا کمانیوالا بنا دیا جیسے ظالم ضرر کے ظاہری فاعل پر اللہ تعالے کا قہر ہے کہ اسکو بدی کا کمانے والا بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ خود مختار فاعل یہی شخص ہو پھر ان دونون باتون کو اس نے عقل سے صحیح دلائل وصاف بیان سے جس مین خیالی خواہش کو دخل نہو ثابت کرنا چاہا تو دوسری بات ثابت نہ ہوئی کیونکہ ہزارون دلائل سے یہ بالکل بدیہی ہے کہ آدمی اپنے کامون ومرض وصحت وفقر وتونگری مین خود مختار نہین ہے اور اسکو صریح دلیل سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالے کمال قدرت ہے تو صریح معلوم ہوا کہ وہی فاعل حقیقی ہر فعل کا ہے پھر یہ وہم جو بعضے جاہلون کو ہوا کہ برے کامون کا پیدا کرنے والا وہ ہو تو قبیح نام اس کی طرف منسوب ہوگا اور جس آدمی نے چوری کی وہ چور نہ ہوگا تو جواب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر چوری کا فعل ہے وہ چور ہے اور خالق اس فعل کا چور نہین ہے یعنے کسی چیز کے پیدا کرنے سے بدی نہین بلکہ اس چیز کے کمانے سے بدی ہے مثلاً بدشکل وہ شخص ہے جسکی صورت خراب ہوا اور وہ نہین ہے جس نے پیدا کر دیا اور اس سے زیادہ بعضے جاہل گفتگو کرتے ہین کہ پھر اسکو بدشکل کیون کیا اور دوسرے کو خوبصورت کیون کر دیا تو ایسے احمق کو سمجھانا چاہیئے کہ اس بے انتہا عالم پر نظر کرے اور پھر اپنی طرف دیکھے کہ جس نے اس عالم کو پیدا کیا وہ بے انتہا حکمت والا ہے اور تیری ہستی اسقدر نہین ہے کہ تو اس حکمت کو تمام گھیر کر سمجھ لے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی حکمت وہی جانتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ نفع پہونچانا اور ضرر پہونچانا حقیقت مین کسی شخص کے اختیار مین نہین ہے کسی دوسرے سے ڈرنا بیکار ہے ہان اللہ تعالے نے جس آدمی کے اندر احسان پیدا کیا کہ اس نے تیرے ساتھ نیکی کی تو تجھکو صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے اسپر فضل کیا پس تجھے لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرے لہذا حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے کا شکر نہ ادا کیا جس نے آدمیون کا شکر ادا نہ کیا۔ یون ہی جسکی طرف سے تجھے ضرر وبدی پہونچے تو نے سمجھ لیا کہ الحمد للہ کہ ظالم وبدکار مجھے نہین بنایا جیسا کہ اسکو قہر سے بنا دیا پھر یہ البتہ چاہیئے کہ اللہ تعالے سے ڈرے کہ وہ فلان موذی کو مجھ پر مسلط نہ فرماوے پس آدمی کو چاہیئے کہ اللہ تعالے سے ڈرتا رہے اور اسی سے اپنے حق مین بھلائی چاہے کیونکہ بالیقین نفع وضرر اسی کے اختیار مین ہے لہذا بیان فرما دیا۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہے کوئی نعمت ہو تو وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے کسی غیر کی طرف سے نہین ہے لیکن جس بندے کو تیرے لیے محسن بنا دیا وہ اسکے واسطے نعمت دیدی تو احسان کرنے والے کو چاہیئے کہ اللہ تعالے کا بڑا شکر ادا کرے کہ تیرے اوپر احسان کرنے کی صفت اس مین پیدا کر دی۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ۔ پھر جب تجھکو ضرر پہونچا یعنے مرض ومحتاجی وغیرہ جو چیز انسان کو تکلیف وسختی مین ڈالے تب تم اسی کی طرف پناہ ڈھونڈھتے ہو۔ مجاہد۔ وبیماری وغیرہ نے کہا کہ اسی کی طرف گڑگڑا کر دعا مانگتے ہو۔ واضح ہو کہ عرب زیادہ سختی کے وقت اللہ تعالے ہی سے دعائین مانگتے اور جب نا امید ہوتے تو بتون کی پوجا کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر آدمی تکلیف کے وقت اپنے رب رحیم کی طرف التجا کرتا ہے۔ گویا ان کی نظر کو کھایا کر دیا کہ مرض وقحط اور وبا وغیرہ بہت سے بے اختیاری امور ہین کہ ان مین کچھ تمہاری تدبیرین وحیلہ کام نہین کرتے ہین جیسے آسانی وفراخی کے وقت نعمتون کے پہونچنے مین تو تم دوسرون کی طرف سے اور اپنی

قوت سے خیال کرتے ہو مگر سختی و بیماری میں تو سمجھو کہ جہاں کسی کی قوت اور تمہاری طاقت کچھ کام نہیں کرتی ہے پھر جیسے یہ ویسے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
سے ہے اور اُسنے ہر ایک کو اُسکے اعمال کے لائق اور اُس کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لائق سختی و آسانی دی ہے خلاصہ یہ کہ اس کلام میں گویا تنبیہ کر دی
کہ اُسی کی طرف التجا کرتے ہو دعائیں مانگتے ہو اور بیشک اُسی سے التجا کرنا چاہیے تو ہر حال میں اُسی کی طرف رجوع لاؤ کسی دوسری چیز کو یا تدبیر کو کیوں
شریک کرتے ہو۔ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ پھر جب اُس نے ضرر کو دور کر دیا تم سے۔ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم۔ تو یہ دیکھو کہ ایک فریق تم میں سے
یعنے جاہل مشرک لوگوں کا گروہ۔ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ۔ اپنے رب کے ساتھ جو بالکل قادر قوی ہے اُسکے سوائے کسی میں قدرت نہیں اُس کے ساتھ
شریک ٹھہراتے ہیں یعنے یہ نظر نہیں رہتی کہ اُسی رب عز و جل نے ضرر دیا اور پھر اُسی نے دور کر دیا بلکہ اسکے خلاف شرک کی نظر کر کے شرک کرتے ہیں مثلاً
یعنے کہتے ہیں کہ فلانے دیوتا کی مانتا کرتے ہی فائدہ ہوا یا فلانی درگاہ پر بے ادبی ہوئی تھی جب چڑھاوا کر لیا تب اُنھوں نے چھوڑا یا کہتے ہیں کہ فلان دوا نے
بہت فائدہ دیا اور فلان حکیم نے اچھا کر دیا اور یا ہم نے یہ تدبیر کی اور اُسنے یوں کیا اور ہم نے یہ کیا غرضکہ جو باتیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عجیب
قدرت سے رکھی ہیں کہ مشرک اُن کو اپنی نظر میں دیکھتا اور موحد اپنی نظر میں پاتا ہے پس کافر و مشرک تو انھیں چیزوں میں سے کسی چیز کو یا تدبیر کو یا کسی فعل کو
تاثیر کرنے والا سمجھتا اور شرک کرتا ہے اور توحید والا اپنے رب تعالیٰ کی ہدایت سے اللہ تعالیٰ عز و جل کے سوائے کسی چیز کو قادر و خالق و موثر نہیں جانتا
ہے اور کافروں و مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں دی اور نہ اسکو خواہش ہے تو وے گمراہی کی نظر سے شرک دیکھتے ہیں۔ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ
تاکہ کفر کریں یعنے یہ نظر اُن کی کفر کا سبب ہوا تاکہ ہو جاوے اُن کا حال کہ کافر ہوں یا انجام اُن کا یہ کہ کافر ہوں یعنے ناشکری کریں اُس نعمت کی جو ہم نے
اُن کو دی۔ گویا بجائے شکر نعمت کے اُن کی طرف سے کفر ہوتا ہے جب اس طرح واضح اُن کو سمجھا دیا تو پھر جھڑکی سے خطاب فرمایا بقولہ۔ فَتَمَتَّعُوا
پس چند روز تمتع اُٹھاؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ انجام اس شرک و جہالت کا ایک بڑا دُکھ کا ناجہنم ہے۔ واضح ہو کہ اہل توحید
ان آیات کو پڑھتے ہیں اور اپنے رب عز و جل کا شکر ادا کرتے ہیں جان فدا کرنے کا قصد کرتے ہیں اور عاجز ہو جاتے ہیں کہ رب جل شانہ نے اُن کو عقل و توحید
و ہدایت عطا فرمائی ہے اسی واسطے قرآن پاک اُنھیں کے حق میں ہدایت و شفا ہے اور وے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم سے نعمت ایمان نہ چھین جاوے
کیونکہ رب تبارک و تعالیٰ غنی حمید ہے پس جب وے نعمت ایمان کو ایسا عزیز جانتے ہیں اور ڈرتے ہیں تو اب کریم ارحم الراحمین اُن کی خطاؤں
و گناہوں کو بخش دیتا ہے اور انجام بخیر فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ عرائس البیان میں اس مقام پر عوام کے سوائے خاص لوگوں
کے واسطے دقیق نظر کا شرک بتلا دیا چنانچہ قولہ تعالیٰ قال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین الآیہ کی تحت میں لکھا کہ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کوئی
اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسری چیز پر محبت کی نظر ڈالے اور اس کو اختیار کرے تو وہ بھی دو خدا بنانے والوں کے حکم میں شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ تو نے دیکھا کہ جس نے بنا لیا اپنی خواہش کو اپنا معبود۔ یعنے رب تبارک و تعالیٰ کی معرفت جسکو حاصل ہوئی
اُس نے اُسی کو اختیار کیا اور جب کسی نے اُس کے سوائے دوسری چیز سے دل لگایا تو شرک کیا اور واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
اسی واسطے عین ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہونا اسی طرح ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جب حاصل ہو کہ
جہانتک ممکن ہے آپ کے حکموں کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے اور جس شان سے آپ نے دنیا بسر کی ہے اُسی طرح اسی راہ پر آپ کے پیچھے پیچھے چلے
اور آپ کے یاروں کو اور اولاد کو بلکہ عرب کو آپ ہی کے واسطے محبوب رکھے اور زیادہ توضیح مترجم نے قولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ
کی تحت میں بیان کر دی ہے۔ اور واضح ہو کہ ماں باپ اولاد وغیرہ کی محبت یہ سب ہوتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی محبت تمام دل کو گھیرے ہے اور اللہ تعالیٰ
ارحم الراحمین ہے تو ان سب پر آدمی کو شفقت و ترحم ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور یہ بات رفتہ رفتہ کسی کو ملتی ہے یا آدمی کو کافروں
و مشرکوں پر اس وجہ سے ترس کھاتا ہے کہ یہ لوگ افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں دوڑے جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کو خیال کرتا ہے
تو اپنے رب تعالیٰ کی محبت میں مطمئن ہو جاتا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس نے تیر وحدت کا مزہ چکھا تو اُس سے دونوں جہان کا تعلق ساقط ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی فردانیت سے تفرد اور اُسی کی وحدانیت کے ساتھ موحد ہوجاتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رحمہ نے فرمایا کہ تیرا رب تجھے منع فرماتا ہے کہ تو دو رب بنا دے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک بنا دے اور جب تو نے اتنے خدا بنا لیے اور اُس کے ساتھ شریکوں کا مدعی ہوا تو پھر توحید کیونکر تجھ سے درست ہوگی یعنے جب کہ تو اپنے نفس کے احکام بجا لاتا ہے اور اپنی طبیعت کی خواہشوں و ارادوں پر چلتا ہے اور مخلوق کی بندگی کرتا ہے تو ایسی حالت میں محل عبودیت الٰہی تک تیرا گذر کہاں سے ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قبائح اعمال میں سے ایسے افعال بیان فرمائے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ناسمجھی سے دو خدا سے بڑھ کر بکثرت خدا بنا لئے اور صرف بتوں پر منحصر نہیں بلکہ طرح طرح کی وجوہ سے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا اور غیروں تک بھی گزر کر کے اپنے نفس کی پرستش کی۔ قال تعالیٰ۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ

اور ٹھہراتے ہیں اُنکو جنکی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے اور ٹھہراتے ہیں

لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا

اللہ کو بیٹیاں وہ اس لائق نہیں اور آپ کو جو دل چاہے اور جب خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے اُسکا منھ سیاہ

وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ

اور جی میں گھٹ رہا چھپتا پھرے لوگوں سے ارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی اُس کو رہنے دے ذلت قبول کر کر یا اُسکو داب دے مٹی میں

أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ

سنتا ہے بری چکوتی کرتے ہیں جو نہیں مانتے پچھلے دن کو انھیں پر بری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر ہے اور وہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ہے زبردست حکمت والا

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ۔ اور بناتے ہیں یعنے واقع میں تو کچھ نہیں ہے مگر یہ لوگ اپنی طرف سے بناتے ہیں اور چونکہ یہ کچھ بنا نہیں سکتے لہذا صرف اپنے اعتقاد میں تصور باطل باندھ کر اُس پر عمل اس طرح کرتے ہیں کہ لگا رکھتے ہیں ایسی چیز کے لیے جس کی حالت سے واقف نہیں ہیں یعنی بتوں و جن وغیرہ کے لیے جنکو اپنی نادانی سے مؤثر و قدرت والا سمجھتے ہیں۔ یا لا یعلمون سے خود بت وغیرہ مراد ہوں اور صیغہ بطور جمع ذی عقل کے صرف مشرکوں کے دعوے کی وجہ سے ہو یعنے بناتے ہیں مشرکین واسطے ایسی چیزوں کے جو جانتے نہیں ہیں۔ اول اولیٰ ہے یعنے مشرکین اپنی نادانی سے بغیر کسی حجت و برہان کے حصہ لگا رکھتے ہیں ایسی چیزوں کے لیے جن کا شریک ہونا کسی علم سے نہیں جانتے صرف اپنی جہالت سے شیطانی وسوسہ پر سمجھ لیا ہے۔ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ حصہ ایسی چیز سے جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف سے رزق دیا اور وے اُس رزق میں سے ایسی چیزوں بتوں وغیرہ کا حصہ لگا رکھتے ہیں جنکا شریک ہونا اُن کو کچھ بھی علم نہیں ہے۔ سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جیسے فرمایا ہٰذا للہ بزعمھم و ہٰذا لشرکائنا یعنے مشرکین کہتے کہ یہ اللہ کا اپنے زعم کے موافق اور یہ ہمارے بتوں کا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ مشرکین عرب کا حال ہے کہ اموال کے حصے کر کے ایک حصہ اپنے بتوں اور شیاطین کے واسطے مقرر کرتے تھے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُن کا خالق و رازق ہے اور اُسی سے نفع و ضرر ہے اور وقت ضرر کے اُسی کی طرف التجا کرتے پھر اللہ تعالیٰ کے دیئے رزق میں سے ایسی چیزوں بتوں و شیاطین کا حصہ لگاتے جنکا نفع دینا یا ضرر دینا نہیں جانتے تھے۔ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ۔ قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ تم پوچھے جاؤ گے اس سے جو تم جھوٹ باندھتے ہو۔ اس میں سخت تہدید ہے۔ اور دیگر آیات میں مشرکوں کا یہ وصف بھی بیان کیا کہ کہتے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا تھا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات و صفات و اسما کے لائق حال [illegible] کو دخل نہیں اور [illegible] کی مجال نہیں تو جب اُنھوں نے بتوں و شیاطین کے ساتھ شرک کیا تو یہ بہت کھلا شرک

ہے اور اپنی رائے سے کیا تو اپنے نفس کو خدا بنا لیا جس کے حکم سے یہ اعتقاد کیا پھر جو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا اُس کو خالص اُسی کی طرف سے نہ سمجھے بلکہ اپنی کمائی سے
اور یہ شرک ہے پھر اس میں تصرف اپنی رائے سے پھر خلاف واقع پھر اللہ تعالیٰ پر افترا کر کے پھر رسول کی مخالفت پر انکار و جدال غرضکہ بے تعداد شرک
و قبائح اُن کے اس فعل میں موجود ہیں لہذا علماء نے بہت منع کیا کہ کوئی شخص اپنی رائے سے کسی چیز کو شرع نہ بناوے اور خوبی و برائی کسی چیز کی اپنے رائے پر نہ
رکھے حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ اگر کوئی گناہ کرے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی چیز کو رائے سے شرع بناوے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ گناہ سے آدمی
کافر نہیں ہوتا بخلاف اُس کے اگر رائے سے اُس نے دعوے کیا کہ یہ کام ثواب کا عدہ ہے یا یہ عذاب کا ہے تو اُس نے دعوے شریعت کیا اور ثواب و عذاب
اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے حکم اُسی کی شان ہے۔ پھر اسی قسم کا ایک قبیح فعل اُن کا یہ بیان فرمایا۔ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ۔ اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ
کے لیے لڑکیاں یعنے کفار عرب کمال جہل و عداوت سے کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں حالانکہ ملائکہ ایک مخلوق الٰہی نورانی ہے نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں
اور مردوں کی شکل میں اکثر اوقات ظاہر ہوئے مگر عورتوں کی شکل میں کبھی ظاہر ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔ یہ قول خزاعہ و کنانہ کا تھا۔ واضح ہو کہ جہل کے
یہاں بھی وہی معنے ہیں کہ اپنے اعتقاد اور قول میں ایسا ٹھہراتے ہیں ورنہ اُن کے بنانے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ واقع میں ہے۔ پھر یہ اعتقاد جناب باری
تعالیٰ میں نہایت قبیح ہے اور دعوے علم غیب کفر ہے رائے سے ٹھہرانا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مثل مخلوق کے بال بچے والا کہنا کفر ہے۔ سُبْحٰنَهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے
اپنی ذات پاک کی تقدیس فرمائی یعنے وہ بدرجہ کمال پاک ہے ایسی تشبیہ سے بھی۔ واضح ہو کہ جس چیز کو دوسری چیز کی طرف احتیاج کسی بات میں ہو وہ مخلوق ہے
کیونکہ جو محتاج ہو وہ خالق نہیں ہو سکتا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً سکنجبین جب ہوگی کہ سرکہ آوے و شہد ہو پھر ایک شخص اُس کو بناوے۔ اسی طرح آدمی
اپنی زندگی باقی رہنے میں کھانے پینے اور سونے کا محتاج ہے غرضکہ جس چیز کی طرف احتیاج ہو اُس کے موجود ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب قطعی دلیل
سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے تو بیٹا یا بیٹی اُس کے لیے کچھ معنے نہیں رکھتی کیونکہ وہ جو چاہے پیدا کر دے پھر جو چیز کہ سب اُس کی مخلوق ہوئی
تو بیٹا اور بیٹی نہ ہوئی کیونکہ بیٹا و بیٹی آدمی کا جزو ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کھانے پینے اور سونے اور جزو و کل ہونے سب سے پاک ہے اسی واسطے حدیث
صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی نے مجھ کو گالی دے مثل بُرا کہا اور اُس کو یہ لائق نہ تھا اور اُس نے مجھے جھٹلایا اور اُس کو یہ چاہیے تھا۔ پس جھٹلانا اُسکا
یہ ہے کہ اُس نے دعوے کیا کہ میں دوبارہ اُس کو پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کر دینا مجھ پر ویسا ہے جیسے اول مرتبہ پیدا کیا تھا یا اس سے آسان ہے اور
اُسکا بدگوئی کرنا یہ ہے کہ اُس نے میرے لیے بیٹا و بیٹی و جورو بتلائی حالانکہ میں وحدہ لاشریک الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہوں
یعنے میں اکیلا ہوں الا سب سے پاک بے پرواہ ہوں جو کہ نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اُسکا ہمسر کوئی ہو سکتا ہے۔ غرضکہ جس نے حماقت
چھوڑ کر بتوفیق الٰہی اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی پاکی اور عظمت و جلال کی طرف راہ پائی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کرتا ہے کہ احمقوں کے یہ خیالات
عجب بیہودہ ہیں کہ جن کی بیہودگی حد سے بیحد جہالت ہے کہ اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں احمقوں کی جہالت کے
جواب میں اُن کو استدلال کا ارشاد نہیں کیا بلکہ اپنی پاکی بیان فرمائی بقولہ سبحانہ کیونکہ دلیل تو اُس کے لیے ہے جو عقل اگر نہ رکھتا ہو تو عقل کے پاس تو ہو اور
جو حواس میں بھی خوار ہو اُس کو عقلی دلیل بتلانا بیکار ہے اور یہاں ایک وسوسہ شیطانی اکثر لوگوں کو پیدا ہوتا ہے اور اس سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں
وہ یہ ہے کہ تم نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بیٹی بناوے وہ عقل سے بالکل خارج ہو کر حواس کے دورہ میں ہے بلکہ حواس میں بھی بھدا موٹا بے وقوف
حواس والا ہے ولیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً نصرانی اس کے قائل ہیں اور فی الحال اُن کی عقلمندی کی ایجادیں تمام زمانہ میں پھیلی ہوئی ہیں تو تمہارا قول کیونکر
مانا جاوے۔ اس کے جواب میں مجھے تم کو اطمینان دینا دو طریقہ سے ہوگا ایک یہ کہ علوم عقلی و علوم حسی کا فرق سمجھاؤں اور دوسرے یہ کہ مثال سے بتلاؤں۔
لیکن پہلا طریقہ اس وجہ سے تمہاری سمجھ میں شاید نہ آوے کہ عقلی علوم جاننے کے بعد فرق معلوم ہو سکتا ہے اور شاید کہ عالم میرے بھائیوں کو اسقدر علم نہ ہو
تو میں کہتا ہوں کہ علم کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ مادی ہیں جو حواس سے متعلق ہیں اور فن ریاضی میں حساب و جبر و مقابلہ اقلیدس و معرفة طبیعی قوت کے فن و طب
و کلیں ایجاد کرنا و تار برقی و آلات حرب اور علم مثلث وغیرہ اسی علم کی شاخیں ہیں اور یہ فن ابتدائی علم میں جب تک حواس قوی و قوت واہمہ غالب رہتی ہے

اچھی طرح آتا ہے اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ جوان آدمی کو یہ فنون مشکل سے آتے ہین اور اطفال کو خوب آتے ہین ۔ دوسری قسم وہ ہے کہ مادہ و عقل سے مرکب
کر دیئے گئے ہین جیسے حرکت نمو جو انسان وغیرہ کے اجسام مین ہے اُس کا علم و اُس کی ماہیت و کیفیت سے بحث کرنا اور افلاک کی قوتین و طبائع وغیرہ
سوم وہ کہ مادہ و صورت دونون سے خارج صرف عقل کے علوم ہین ۔ اب بالکل سچ و صحیح بات یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے زمانہ کے فقط پہلی قسم کے علم ہین
ہین اس سے آگے نہین بڑھے ہین کیونکہ بالکل مادی و محسوس چیزون مین انھون نے یہ سب آلات و ایجادین نکالی ہین جن سے تم متحیر ہوتے ہو اور تم جانتے ہو
کہ حواس کی قوتین جیسے آدمی مین ہین ویسے جانورون مین بھی ہین چنانچہ بیا اپنا [illegible] ایسا بناتا ہے کہ تم متحیر رہتے ہو پس جانورون اور آدمی مین اس قوت حواس مین فرق
نہین ہے بلکہ عقل سے فرق ہے اسی واسطے دیکھو کہ علماے اسلام کی عقلی علوم اسوقت تک تمام نصاریٰ کی سمجھ مین نہین آتے ہین اور نادانی سے یہ
لوگ اُن علوم کو وہمی نام رکھتے ہین یعنے برعکس ۔ اور یہ دعوے جیسے کہ ٹھیک ہو تاکہ جانتے اور ثابت کرتے ۔ جیسے مسیح جسم کو اللہ تعالے کے فضل سے اُنکے
تمام علوم ریاضی جو اور ہین ۔ نے لکھے ہین معلوم ہین تب مین جو کچھ تم سے کہتا ہون صحیح و یقینی جاننے کے قابل سمجھو اور قسم ہے اُسی پاک معبود کی جسکے قبضہ قدرت
مین میری جان ہے کہ جو لوگ انھین حسّی فنون کو علم عقلی سمجھتے ہین جانورون سے امتیاز نہین رکھتے ہین مگر ظاہری صورت مین اور میری نظر مین دونون کا
فرق آئینہ کے مانند روشن ہے اماتکم بات مانو اور اللہ تعالے و اُس کے رسول صلعم پر ایمان یقینی رکھو اور نصرانیون کی کلون مین دھوکا مت کھاؤ اور
ہادی وہی اللہ تعالے ہے وله الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ۔ اور ظاہر ہین ایسے فتنے موجود ہین کہ وہی راہ پر رہیگا جسکو اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی اُسی سے ہم
ہدایت و توحید و استقامت چاہتے ہین ۔ بالجملہ اللہ تعالے نے ان جانورون کے جواب مین جو بیٹا بیٹی بناتے ہین صرف اپنی پاکی بیان کی کہ وہ خالق
عز و جل پاک ہے ۔ پھر اُن کو یہ ظاہر کر دیا کہ جو اس مین بھی بہت موٹے و بھدّے ہین کیونکہ بیٹا و بیٹی مین خود فرق کرتے ہین اور بیٹی سے بیٹا افضل جانتے ہین
اور خواہش کرتے ہین کہ اُن کے لیے بیٹا ہو پھر عجیب بدحواس لوگ ہین کہ اللہ تعالے کے لیے بیٹیان قرار دین ۔ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُوْنَ ۔ اور اُن لوگون
کے لیے وہ جو پسند کرتے ہین یعنے بیٹے ہین ۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ فرماتا ہے کہ میرے لیے بیٹیان بناتے اور پسند کرتے ہین اور اپنے واسطے بیٹیان نہین
پسند کرتے ہین پھر خالق عز و جل جو چاہے پیدا کرے ہر چیز پر اُس کو قدرت ہے کیا اُس کو عاجز بناتے ہین کہ جسکو خود مکروہ جانتے ہین وہی اُس کے لیے ہے
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ۔ اور جب کسی کو اُن مین سے خوشخبری سنائی جاوے لڑکی کی ۔ یعنے جب مبارکی دینے والے نے آکر اُس سے کہا کہ
میان مبارک تمھاری بی بی کے پیاری لڑکی پیدا ہوئی ۔ ظَلَّ ۔ ہے صار ۔ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ۔ تو ہو گیا اُس کا چہرہ سیاہ یعنے اُس کے چہرے پر سیاہی
چھا گئی ۔ فن طب مین بیان ہوا ہے کہ جب دل کو صدمہ پہونچا اس طرح کہ وہ بھنچ گیا اور خون کی روانی اور جوش مین کمی ہوئی تو چہرہ پر رونق گھٹی اور سیاہی
چھا گئی جیسے زیادہ خوشی کے وقت زیادہ خون جوش کرتا ہے تو چہرہ پر چمک آجاتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اس مبارکی سے اس کے دل پر اس قدر
صدمہ پہونچتا ہے کہ بھنچ کر خون کی روانی مین کمی ہو جاتی ہے ۔ وَهُوَ كَظِيْمٌ ۔ اور اُس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ غم سے گھٹا ہوا ہو جاتا ہے دل ہی دل
مین غم سے ایسا گھٹ جاتا ہے کہ خون کی روانی گویا اسقدر بند ہو جاتی ہے کہ چہرہ پر سیاہی چھا جاتی ہے ۔ ایک تو لڑکی کو خود دل سے ناپسند کرتا تھا
بوجہ اس کے کہ لڑکا مرد اور لڑکی عورت کا فرق دونون مین ہے اور دوسرے شیطانی شرع کا عار اُس کو لاحق ہوتا کہ کسی مرد کی تحت مین دینی ہوگی حالانکہ
خود اسی طرح پیدا ہوا تھا ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ ۔ چھپتا ہے قوم سے ۔ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۔ بوجہ بدی اُس چیز کے جس کی بشارت دیا گیا یعنے
اُس کے نزدیک یہ بشارت نہایت بد اور بہت قبیح تھی ۔ بعض مفسرین نے زعم کیا کہ لڑکی کی بدی یہ ہے کہ اُسپر زنا کا خوف اور اپنے حق مین عار ہے اور مترجم
کے نزدیک یہ وجہ بعید ہے کیونکہ ہر عورت زانیہ نہین ہوتی ہے بلکہ تکبر سے داماد سے شرم کرتے تھے جیسے ہندوستان مین چھتری ہوتے ہین اگرچہ زنا کا خوف
ایک قسم کا خوف و عار ہے اور ممکن ہے کہ اوہام شیطانی و وساوس کا مجموعہ اُسپر اسوجہ سے حاوی ہوا ہو کہ زندہ درگور کرنے یا اُسپر ظلم کرنے سے جہنم مین [illegible]
[illegible] کیونکہ شیطان واقعی دشمن ہے چنانچہ فرمایا ۔ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ ۔ یعنے اس تردد مین ہوتا ہے کہ کیا اُس کو جیتا چھوڑے خواری کے ساتھ
اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۔ یا اُس کو توپ دے مٹی مین ضمیر یمسکه و یدسّه کی مذکر برعایت کلمہ ما بشر به ہے اور مراد اس سے لڑکی ہے اور عرب

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کو پیدا ہوتے مار ڈالتے یا آخر زندہ در گور کر دیتے تھے گر مائیں اس سے غمناک ہوتی تھیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے ایک شخص سے سنا جس نے اپنی عمر میں ایک مرتبہ اپنا ترس کھانا اس طرح بیان کیا کہ وہ سفر میں تھا کہ پیچھے اس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوئی ماں نے غمناک ہو کر اس کو اپنی بہن کے یہاں پرورش میں دیدیا جب شوہر آیا تو اس سے کہا کہ لڑکی تھی مار ڈالی وہ لڑکی وہاں پرورش پاتی رہی جب بڑی ہوئی تو کبھی اس کی ماں دیکھنے کو بلاتی تھی ایک روز اتفاق سے بلایا تھا کہ یہ شخص اس کا شوہر آگیا اور آخر کار معلوم کر لیا کہ اسی کی پیاری بیٹی ہے اور اجازت دی کہ اپنے پاس رکھے ایک روز اس کو اس کی ماں نے بناؤ سنگار سے آراستہ کیا تھا باپ نے اس کو گود میں لیا تا کہ ماں مطمئن ہو پھر ان کو ایک کام کو بھیج دیا اور خود اس کو لیکر سیر کے بہانے جنگل میں لے گیا جہاں خود اس نے گڈھا کھود رکھا تھا اس لڑکی سے کہا کہ اس گڈھے میں جھانکے وہ بیچاری معصومہ اپنے پیارے باپ کے حکم کے موافق دیکھنے لگی باپ نے اس کو پیچھے سے ڈھکیل دیا اور اس پر مٹی ڈالنا شروع کی اور وہ معصومہ لڑکی اندر سے پکارتی تھی اے میرے پیارے باپ اے میرے پیارے ابا۔ وہ شخص کہتا تھا کہ مجھے ترس آیا مگر میں نے سب مٹی اس پر ڈال کر اس کو زندہ گور دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنکر شفقت سے رونے لگے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے قتل اولاد سے سخت منع فرمایا ہے اور ایک آیت میں فرمایا۔ اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنے وہ ہولناک دن قیامت کا جب اس لڑکی سے اللہ تعالے شفقت سے پوچھیگا کہ تو کس گناہ میں مار ڈالی گئی۔ یعنے اس کے قاتل پر غضب الٰہی ہوگا۔ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ خبردار ہو کہ نہایت بدتر ہے جو یہ کافر لوگ حکم لگاتے ہیں۔ اللہ تعالے کی جناب میں یہ بیہودگی و گستاخی کہ اس کے لیے لڑکیاں بتلاتے ہیں اور اپنی لڑکیوں کے ساتھ یہ بیرحمی کہ پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہو جاوے۔ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر انھیں کے لیے بد صفت ہے کہ کافر بے ادب جاہل جانور بے رحم جہنمی بدکردار خوار ہیں عذاب دائمی میں گرفتار رہینگے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ اور اعلےٰ وصفت کمال کہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے۔ ابن عباس رض نے کہا یعنے لیس کمثلہ شئی۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے یہ صفت الٰہی ہے۔ بہر حال یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی مثال ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالے ہم مثل و مثال سے اعلے و پاک ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ وہ غالب قاہر ہے۔ الْحَكِيْمُ۔ کامل حکمت والا ہے اس کے افعال واحکام اور اس کی خلقت سب اس کی پوری حکمت پر ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے سے زیادہ کوئی اذیت پر صبر کرنے والا نہیں کہ اس کی مخلوق اسی کے واسطے جورو واولاد بناتے ہیں اور وہ انکو رزق دیتا ہے اور عافیت سے رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب قوم نے زیادہ اذیت دی اور بیدلی کی تو آپ ایک حال میں مستغرق چلے جاتے تھے ناگاہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر رب تبارک و تعالے کی طرف سے سلام پہونچایا اور کہا کہ یہ پہاڑوں کا فرشتہ میرے ساتھ آپکے پاس بھیجا گیا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے تیری قوم کا جواب سنا اور یہ فرشتہ حاضر ہے جو چاہیے انکے بارہ میں حکم دیجیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک و تعالے کی حمد ادا کی اور اتنے میں فرشتہ نے سلام کر کے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں دونوں پہاڑوں کو اس قوم پر لوٹ دوں آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے رب میں صبر کرونگا اور مجھے آرزو ہے کہ اللہ تعالے اس قوم کی پشت سے ایسے بندے پیدا فرماویگا جو خالص اسی کی عبادت کرینگے۔ الحمد للہ کہ رسول خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر رحیم اور رب غفور ارحم الراحمین پس اس امت مرحومہ کو مبارک ہو اللھم رب توفنی مومنا والحقنی بعبادک المرسلین وابعثنی بعبادک الصالحین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالے نے اپنا حلم و کرم و کافروں مشرکوں کی بے ادبی و بدانجام و بجائے قرآن مجید کے انکا رسالہ اور شیطانی قبول کرنا اور اسی دشمن کی اتباع کرنا اور قرآن چھوڑنا اور مومنوں کے لیے قرآن پاک مخصوص ہونا فرمایا

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے انکو ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

وعدہ ٹھہرے تک پھر جب پہونچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اور کرتے ہیں اللہ کا

مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

جو اپنا جی نچاہے اور بناتی ہین اُن کی زبان جھوٹ کہ اُنکو خوبی ہے آپ ہی ثابت ہوا کہ اُنکو آگ ہے اور وہ

مُّفْرَطُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

بڑھائے جاتے ہین قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے کتنے فرقون مین تجھ سے پہلے پھر سنوارے اُنکے آگے شیطان نے اُن کے کام

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

سو وہی رفیق اُنکا ہے آج اور اُنکو دُکھ کی مار ہے اور ہم نے اُتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول سنا دے اُنکو جس مین

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

جھگڑ رہے ہین اور سوجھا دے کو اور مہر کو اُن لوگون پر جو مانتے ہین

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ یعنے اگر اللہ تعالےٰ حلم سے مہلت نہ دے بلکہ لوگون کے ظلم کرنے پر فوراً مواخذہ فرماوے۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ ۔ تو نہ چھوڑے روے زمین پر کوئی جاندار جو زمین پر چلتا ہے ظلم سے مراد یا تو شرک ہے کیونکہ سب سے بڑا اور پورا ظلم وہی ہے یا ہر فعل بد جس سے گنہگار ہوتا ہے۔ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے یہان تک کہ جب اُس کو ماخوذ کرتا ہے تو پھر وہ رہائی نہین پاتا ہو واضح ہو کہ اگر ظالم سے کافر و مشرک مراد ہین اور دابہ سے بھی یہی لوگ ہون تو معنے یہ کہ اگر اللہ تعالےٰ مشرکون کو فوراً ماخوذ کرے تو زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑے۔ پس اسکے معنے ظاہر ہین اور شاید کہ دابہ سے ہر جاندار مراد ہو اور بطور مبالغہ ہو کیونکہ روے زمین پر کافر بہت کثرت سے ہین اور آدمی سب مخلوق مین اشرف ہے تو جب سب کافر ہلاک کر دیے تو گویا زمین پر کوئی نہ رہا۔ ولیکن ظاہر یہ ہے کہ ظلم سے شرک مراد ہے اور دابہ سے عام یا ظلم سے بھی عام مراد ہے تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ ظالم کی وجہ سے عذاب کرے تو زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑے۔ اس صورت مین شبہہ یہ ہوتا ہے کہ انمین ایسے لوگ بھی ہین کہ جن کا گناہ کچھ نہین ہے تو پھر وے لوگ کیون ہلاک کیے جاوینگے۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے اول وہ نظر جو اولیاء الٰہی کو حاصل ہو اور وے کہتے ہین کہ بندہ سے عبادت الٰہی کبھی ٹھیک نہین ادا ہو سکتی کیونکہ وہ سبحانہ تعالےٰ قدیم ہے اور مخلوق حادث ہے اور مترجم کہتا ہو کہ بعضی احادیث اسپر شاہد بھی ہین جیسے قولہ ما عبدناک حق عبادتک حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہوا اور جیسے جنت کے گروہ کو دیدار کے واسطے طلب فرماویگا اور وے بعد کشف حجاب کے عرض کرینگے کہ اے رب اب ہم کو اجازت سجدہ کی ہو کہ ہم نے پہلے ادا نہین کیا۔ اور یہ وہم مت کرو کہ سب گنہگار ٹھہرے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ عفو فرماتا ہے اور وسعت سے زائد کسی کو تکلیف نہین دیتا اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام و صالحین بندے اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ نے نیک بندون کی صفات مین سے فرمایا کہ المستغفرین بالاسحار سحر کو استغفار کیا کرتے ہین بالجملہ یہ دعوے ان بزرگون کے نزدیک صحیح نہین کہ کوئی ایسے درجہ پر ہے جسکی نسبت یہ دعوے ہو سکے کہ اسپر کچھ گناہ نہین ہے البتہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مواخذہ نہ فرماوے ایسی حالت معصوم بندون کی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کرم سے جسکا گناہ نہ ہو وہ عذاب سے محفوظ ہوگا اور عیش مین مسرور رہیگا پس جب ظالمون کے ظلم پر مواخذہ ہوا تو اللہ تعالےٰ نے یہ نہین فرمایا کہ سب عذاب مین پڑین بلکہ یہ کہا کہ کسی جاندار کو نہ چھوڑے پس ظالم کو ہلاک کرنا تو انتقام ظلم اور اسکے واسطے عذاب ہے اور ساتھ مین مطیع بے گناہ کا ہلاک ہونا اُسکے لیے رحمت و ثواب ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ زندہ رہتا تو زیادہ نیکیان کرتا ولیکن اللہ تعالےٰ نے اسکو اپنے فضل سے سب درجات عطا فرمائے اور یہ اسوجہ سے ہو کہ بعض خاص صورتین ایسی ہین کہ ان مین جب اللہ تعالےٰ کیطرف سے بلا آتی ہو تو گنہگار و بےگناہ سب مبتلا ہوجاتے ہین چنانچہ قولہ تعالےٰ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ کی تفسیر مین تفصیل گذری ہو اور حدیث مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کے حق مین عذاب چاہتا ہو تو عذاب اُن سبکو پہونچ جاتا ہو جو اس قوم مین موجود ہون ولیکن قیامت مین گنہگار و بےگناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے رواہ مسلم اور حدیث

مین ایک لشکر کے حال مین ہے کہ جب بیدا پر پہونچینگے تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو زمین مین خسف کر دیگا اور فرمایا کہ قیامت مین جو لوگ کہ مجبور کر کے
ساتھ لیے گئے تھے وے اپنی نیتون پر مبعوث ہونگے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ اگر اللہ تعالیٰ حلم نہ فرماوے اور جو کماتے ہین اسکی
وجہ سے مواخذہ کرے تو روے زمین پر کوئی دابہ نہ چھوڑے بلکہ آدمیون کے ہلاک کرنے کے ساتھ سب جاندارون کو ہلاک کر دے ولیکن حلم سے اُن کو
ایک وقت تک مہلت دیتا ہے۔ ابو الاحوص سے مروی ہے کہ یہ آیت پڑھکر کہا کہ آدمی کے گناہون کی وجہ سے قریب ہے کہ گوہ کا کیڑا اسکے ہلاک کیا جاوے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیڑا اپنے سوراخ مین بسبب گناہ آدمی کے مرتا نظر آتا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ ابوہریرہ نے ایک کو کہتے سنا کہ ظالم کا ظلم فقط اُسی پر پڑتا ہے فرمایا کہ نہین بلکہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ ظالم کے ظلم سے تو چڑیا اپنے گھونسلے مین
مرجاتی ہے۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی ابن الحسین انبانا ابو الولید بن عبد الملک ثنا عبید اللہ بن شرحبیل ثنا سلیمان بن عطاء عن مسلمۃ بن عبد اللہ عن عم
ابی مشجعۃ بن ربعی عن ابی الدرداء رض قال ذکرنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ لا یؤخر شیئا اذا جاء اجلہ وانما زیادۃ العمر بالذریۃ الصالحۃ
یرزقہا العبد فیدعون لہ من بعدہ فیلحقہ دعاؤہم فی قبرہ فذلک زیادۃ العمر۔ یعنے ابو الدرداء نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باتین
کین تو آپ نے فرمایا کہ جب کسی چیز کا وقت آجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس مین تاخیر نہین فرماتا اور زیادتی عمر مین اسی طرح ہے کہ اولاد صالح اللہ تعالیٰ کسی بندے
کو نصیب کرے جو اُس کے بعد اُس کے حق مین دعا کرین تو اُن کی دعا اُس کو اپنی قبر مین پہونچتی ہے پس یہی اُس کی عمر کی زیادتی ہے بعض تفاسیر مین ہے
کہ ما ترک علیہا من دابۃ۔ اس طرح کہ اُن کو مینھ سے سیراب نہ فرماوے یہ قول سعید بن جبیر کا ہے اور سدی نے کہا کہ اُن کے ظلم سے بارش موقوف
کر دے جس سے نسل منقطع ہو جاوے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ آدمی کے گناہ سے کیڑا اپنے سوراخ مین معذب ہوتا نظر آتا ہے
اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمانہ حضرت نوح علیہ السلام مین ایسا واقع ہوا۔ وَّلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ یعنے اُن کی عمرون
تک جو اللہ تعالیٰ کے علم مین مقرر ہین اُن کو تاخیر دیتا ہے اس مین جو حکمت عظیمہ الٰہیہ ہے وہ اُسی کو معلوم ہے لیکن بہت سی باتین ظاہر ہین اول اُن کو
مہلت معقول۔ دوم انکا عذر دور کر دیا۔ سوم اُن کی اولاد مین سے کافر یا مومن جو ہونے والے ہین سب پیدا ہو لیے چہارم یہ بھی ہے کہ اہل شرک اپنے
کامون مین غافل مدہوش ہو لیے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پھر جب اُن کی اجل آئی۔ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً تو مہلت نہین دیے جاوینگے ایک دم
وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ ایکدم اُس سے پہلے ماخوذ ہون خلاصہ یہ کہ جیسے اُن کے واسطے تاخیر اس وقت مقرر سے نہین ہے ویسی تقدیم بھی نہین ہے
اور حکم الٰہی معین و مقرر رہے واضح ہو کہ اسوقت کا آنا ہر ایک کے نزدیک یقینی ہے اور دنیا کی تھوڑی مدت زندہ رہ کر اُس نے مال و متاع گھر بار اور
اولاد سب چھوڑ دیا ایسے ہزارون برس کے نشان موجود ہین حالانکہ اس تمام وہر ہزار ہا سال مین سے اُس کا حصہ فقط چند روزہ تھا پھر یہ خیال نہین
کہ وہان کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انھین کی جنس سے ایسے انبیاء و رسل و صالحین پیدا فرمائے جنھون نے دنیاوی زندگی سے آخرت کا درست
کرنا اُن کو سکھا دیا دکھلا دیا پھر بھی آدمی غافل ہے اور بغایت حماقت سے دنیا کو آراستہ کرتا ہے اچھی اچھی چیزون سے حالانکہ ان چیزون کو اللہ تعالیٰ کے
واسطے صرف کرتا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہر ایک فضل و کمال کا مقر ہوتا اور اُس کی پاکی ہر چیز سے جانتا اسیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَیَجْعَلُوْنَ
لِلّٰهِ مَا یَكْرَهُوْنَ۔ اور قرار دیتے ہین اللہ تعالیٰ کے لیے وہ جسکو مکروہ جانتے ہین یعنی مثلاً لڑکیان اپنے واسطے مکروہ جانتے ہین مگر اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف
منسوب کرتے ہین شرک سے آپ بچتے ہین اور اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہین اور اپنے غلام کی اہانت کو اپنی اہانت سمجھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے رسولون کی
اہانت کرتے ہین اور اشیا مین سے جسکو رکھنا پسند نہین کرتے ہین اُن کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قرار دیتے ہین۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ
الْحُسْنٰى۔ اور بیان کرتے ہین اُن کی زبانین جھوٹ کہ اُن کے واسطے بڑی خوبی ہے مثلاً اپنے واسطے بیٹا قرار دیتے ہین اور ہر ایک خوبصورت چیز کو اپنے واسطے
ٹھہراتے ہین حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے یہی معنے مجاہد و قتادہ سے مروی ہین۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ باوجود اپنے قبیح اعمال کے اپنے واسطے خوبی کا
دعوے ہے یعنے جنت کا جیسے قولہ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی۔ یعنے اگر مین لوٹایا گیا طرف اپنے رب کے تو میرے لیے اُسکے پاس بہت خوبی ہوگی

مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت بطریق فرض و شک کے ہے جیسا کہ کلمہ لئن دلالت کرتا ہے اور اُس کا مقصود اُس کی تحقیق نہیں ہے اور یہاں جو کلام ہے وہ بطریق تحقیق ہے اور مشرکین آخرت و جنت کا اقرار نہیں کرتے تھے پس اصح قول اول ہے و لیکن شیخ ابن جریر رح نے اُس کو ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہی صحیح ہے اور حاصل تقریر شیخ رح یہ ہے کہ ان مشرکون نے بدکاریوں شرک وغیرہ کے ساتھ جنت و خوبی کی تمنا کی اس طرح کہ اپنے افعال کو ایسا اچھا سمجھا جسکے عوض اُن کو ایسا ثواب و بدلا ملے اور یہ محال ہے چنانچہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالےٰ نے مغازی میں ذکر کیا کہ جب لوگون نے عمارت خانہ کعبہ کو اس نیت سے توڑا کہ اُس کو دوبارہ بناوین تو نیو میں سے ایک پتھر نکلا جس پر کلام حکمت و نصائح لکھے تھے از انجملہ یہ تھا کہ تم بدکاریان کرو اور تم کو نیک بدلا دیا جاوے ہان ایسے جیسے کوئی شخص خاردار درخت لگاوے اور اُس سے انگور کے پھل کھاوے۔ لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ لا بد اُن کے واسطے آگ ہے۔ یعنے جزائے کردار بد اُن کے لیے جہنم ہے۔ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور وے بھلائے ہوئے ہیں۔ مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ وغیرہم نے کہا یعنے جہنم میں بھلائے ہوئے ضائع چھوڑے جاوینگے کما قال تعالےٰ فالیوم ننساهم کما نسوا لقاء یومهم هذا آج ہم اُن کو بھلا دینگے یعنے ایسے چھوڑ دینگے عذاب جہنم میں جیسے کوئی کسی شخص کو بھول جاتا ہے جیسے انھون نے بھلایا تھا اپنا ملنا آج کے دن کا۔ یہ معنے بنا بر قراءۃ مفرطون بفتح الراء بقراءۃ حفص رح ہے اور یہی معنے ابو عبیدہ و ابن الاعرابی و کسائی و فراء رح علماء بیان نے ذکر کیے ہیں پس ماخوذ از افراط ہوا اور عرب بولتے ہیں افرطت فلانا خلفی میں نے فلان کو اپنے پیچھے ڈالدیا اور بھول گیا۔ **قتادہ** رح سے یہ بھی مروی ہے کہ مفرطون یعنے جلدی سے لیجائے جاوینگے اور مقدم کردیے جاوینگے آگ کیطرف اس تقدیر پر ماخوذ ہوگا افراط بمعنے آگے بھیجنا منزل پر جیسے عرب بولتے ہیں کہ افرطته یعنے فلان شخص کو ہم نے آگے بھیجدیا کہ منزل پر پانی تلاش کرے۔ پس یہان مراد فقط جلدی سے مقدم کرکے اُن کے ٹھکانے جہنم میں بھیجدینا لیا گیا۔ اور یہی حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے اور اسی معنے میں ہو حدیث انا فرطکم علی الحوض یعنے اپنی اُمت مرحومہ سے فرمایا کہ میں تمھارے لیے حوض کوثر پر آگے پہنچ رہنے والا ہون۔ **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے دونون قول میں کچھ منافاۃ نہیں ہے اس لیے کہ کافرون مشرکون کا یہی حال ہوگا کہ اُن کو جلدی کرکے ملا ئکہ بحکم الٰہی عز و جل اُن کے مقام دائمی جہنم میں پہونچا دینگے پھر وہان ایسے چھوڑ دیے جاوینگے جیسے کوئی بھولا ہوا ضائع چھوڑا جاتا ہے۔ اور بھلائے جانے سے مراد یہ ہے کہ جہنم میں یہ لوگ ہمیشہ پڑے رہینگے بعض مفسرین نے لکھا کہ ابن مسعود و ابن عباس کی قرارت میں مفرطون بکسر الراء ہے یعنے ضائع کرنے والے یعنے انھون نے اللہ تعالےٰ کے حدود کو ضائع کیا اور اُس کی توحید و طاعت چھوڑکر شرک و کفر و معاصی اختیار کیے۔ اور بعض قراءۃ میں مفرطون بتشدید الراء المکسورۃ ہے اپنے واجبات میں تفریط و ضائع کرنے والے اور قراءۃ اول مشہور متواتر ہے اور مآل معنے سب کے قریب قریب ہیں۔ پھر چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنی قوم سے ایذا پہونچی اور باوجود اس قدر ظہور حال کے اُن کے جھٹلانے سے گھبراتے یہ دیکھکر کہ سب لوگ جہنم کی طرف دوڑتے ہیں تو اللہ تعالےٰ نے تسلی فرمائی بقولہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ قسم ہے وحدہ لاشریک کی کہ ہم نے بھیجا تھا اگلی اُمتون پر تجھ سے پہلے یعنے رسولون کو مع ظاہر معجزات و آیات بینات کے پس انھون نے اپنے رسولون کے ساتھ ایسا ہی کیا اور اُن کو جھٹلایا اور اپنے ہی اعمال شرک کو اچھا سمجھے۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ پس آراستہ کر دکھلایا اُن کو شیطان نے اُن کے اعمال کو۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے شیطان کو اُن پر مسلط کیا اور اصل میں زینت پیدا کر دینا اللہ تعالےٰ کی شان ہے اور شیطان کو وسوسہ کی قدرت دینا اور تسلط دینا اُسی کی قدرت سے ہے بلکہ انھون نے شیطان کی پیروی کی اور اُس کا وسوسہ قبول کیا۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ پس وہی اُن کا ولی ہوگا آج کے روز یعنے ناصر و مددگار و مولیٰ اُن کے امور کا اور قرین آج کے روز وہی ہوگا چونکہ شیطان تو ملعون ہے اور ہمیشہ جہنم میں ہوگا تو اُس کی پیروی کرنے والے اور مطیع اور جن کا وہ سردار و ولی ہو سب اُس کے ساتھ مطرود ہونگے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور اُن سب کے لیے عذاب دردناک ہے۔ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اور نہیں اُتارا ہم نے یہ قرآن پاک تجھ پر کسی حال میں کسی غرض سے اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ مگر اس واسطے کہ تو بیان کردے صاف صاف ایسے لوگون کے لیے۔ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ وہ بات جسمین انھون نے اختلاف کیا یعنے شرک کو باطل بیان کردے اور توحید کو حق بتلادے اور فقط حیات دنیاوی و شہوات کو باطل اور دار آخرت و معاد و جزا و سزا کو حق بیان کردے

وَهُدًى۔ اور اس واسطے کہ قرآن مجید ہدایت ہو۔ وَّرَحْمَةً اور رحمت ہو۔ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان پاک و اسرار معارف و آیات سے قلوب مؤمنین کو بشارت و فرحت ہوتی ہے اور دل سے مواقع شیطان سے اجتناب کرکے اپنے رب کیواسطے خشوع وخضوع کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عین رحمت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً سب کو آیات خلقت و نشانات وحدت کی طرف متوجہ فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

اور اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر اُس سے جلایا زمین کو اُسکے مرے پیچھے اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

سنتے ہیں اور تم کو چوپایوں میں بوجھ کی جگہ ہے پلاتے ہیں تم کو اسکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے

خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا

دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی

حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

خاصی اسمیں پتا ہے ان لوگوں کو جو بوجھتے ہیں

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا۔ سماء سے بعض نے کہا کہ سحاب مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اوپر کی بلندی مراد ہے اور یہ دونوں معنے قریب ہیں اور ظاہر میں عام فہم ہیں اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اُتارا اور اس میں اسرار ہیں اور اس صورت میں کہ آسمان مراد ہو تب بھی سحاب سے اُترنا صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اس عالم میں ایسے طور پر جاری ہیں کہ لوگ اپنی نگاہ ظاہری سے ایک حد تک ادراک کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برستا ہے لیکن منجم اُسکے واسطے اندازہ مقرر کرتا ہے اور کواکب کی تاثیرات کا قائل ہوتا ہے اور جو شخص کہ فن طبعیات میں کلام کرتا ہے وہ بخارات کی پیدائش واجتماع وسردی پانے سے بارش کا قائل ہوتا ہے۔ اور تفصیل اُس کی سابق میں گذر چکی ہے۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اُتارا جس سے مومنوں کے قلوب میں ہدایت و رحمت کے گل بوٹے و پھلدار میوہ دار درخت طاعت اُگے اور وے زندہ ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے آسمان سے مینھ نازل فرمایا۔ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ پس اس مینھ سے زمین کو بعد خشک و مردہ ہوجانے کے زندہ فرمایا پھر ایک زمین میں جداگانہ اثر ظاہر ہوا بعض میں میوہ جات کشمش و منقہ وغیرہ پیدا ہوئے اور بعض میں زراعت وغیرہ پیدا ہوئی اور بعض قطعات میں ہری بھری گھاس ہی اُگی اور بعض ایسے کہ اُس نے پانی ہی بھر لیا جس سے آدمی وجانور وکھیتی سیراب ہوئی اور بعض ایسے منحوس تھے کہ اُس میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۔ یعنے اُس میں اللہ تعالیٰ کے دلائل قدرت و حکمت و توحید کی نشانی ایسی قوم کے لیے ہے جو دل کے کانوں سے سنتی ہیں۔ اس میں ضرورت ہے کہ کسی قدر قلب سلیم کے ساتھ ہو اور جو شخص سمجھ دار اُس سے بیان کرے وہ کان دھر کر سنتا اور غور سے اللہ تعالیٰ کی توحید و قدرت کو دیکھتا اور یہ نہیں کہ سراسر ان آیات کو دیکھتا جاوے اور اندھے بہروں کی طرح گذرتا چلا جاوے۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً یعنے انعام چوپایہ گائے بکری بھینس اونٹ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کو غور کرے تو اُسکو عبرت و نصیحت حاصل ہو کیونکہ انعام میں عبرت موجود ہے ازانجملہ جو بیان فرمایا۔ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ یعنے اُس کے ظاہری جسم کے اندر سے ہم تم کو پلاتے ہیں یعنے ایسی چیز پیدا کر دیتے ہیں کہ تم اُس کو پیو۔ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا۔ درمیان میں فرث و خون کے دودھ خالص یعنی غذا اُسکے پیٹ میں جاکر فرث و خون کے درمیان میں دودھ ہوتی ہے بیضاوی میں ہے کہ اوجھ کے اندر کھائی ہوئی چیز میں بعض قسم کی ہضم کے بعد فرث ہوتی ہیں بسترجم کہتا ہے کہ بعض نے وہم کیا کہ دودھ کی پیدائش اور خون کی پیدائش معدہ میں ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں کچھ دلالت اس پر نہیں ہے کیونکہ بطون اُسکے اندر کا جسم ہے پس یوں ہوا کہ غذا کھانے سے معدہ کے اندر معدہ کے انضمام سے منضم ہوئی اور صاف حصہ اُس کا جگر میں گیا اور باقی فرث رہا

ع ۵

اور یہ فرث بھی ایسے اجزا سے بنا ہوا رہا کہ معدہ کی تقویت کے واسطے جو کچھ ضرورت ہے وہ بھی جسقدر رہوئی اُس مین سے پیدا ہوئی اور باقی بالکل پھوک بذریعہ آنتون کے نکل کر روث ہوا اور جگر سے انضمام دوسرا ہوا جس سے خون اور فرث کے درمیان مین یعنی بیچ کے مرتبہ مین دودھ رہا تو دودھ اصل مین خام خون ہے اور یہ قدرت ہے کہ تھنون کے انضمام سے سفید ہوا اور باقی حصہ خون ہو کر اعضا کے جسم مین کام آیا۔ غرضکہ طبیبون کی تحقیق اس سے مخالف نہین ہے اور بعض نے کہا کہ اوجھ مین سے نیچے فرث ہوتا ہے اور اوپر خون ہوتا ہے اور درمیان مین دودھ ہوتا ہے پس خون تو رگون کی راہ سے جسم مین جاتا ہے اور دودھ تھنون کی راہ سے آتا ہے اور رنگ دونون کا بدلا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ جل شانہ کی حکمت کاملہ سے یہ ایک ظاہری شان ہے کہ کس طرح ایسی خوبی سے دودھ پیدا کیا جسمین کچھ میل کسی نجاست کا نہین بالکل خالص ہوتا ہے۔ سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والون کے گلے سے اچھی طرح اُترتا ہے۔ اُن کو بہت خوشگوار غذا ہے نہ حلق مین پھنسے اور نہ اُس کے مزہ سے دل اُکتا وے اور بدن کو قوت دے اور پیٹ پر بوجھ نہ ہو۔ اطبا نے اتفاق کیا ہے کہ دودھ نہایت عمدہ غذا ہے۔ واضح ہو کہ تفسیر شیخ امام ابن کثیر کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ ضمیر مذکر یہان نعم کے معنے کیطرف راجع ہے اگرچہ انعام جمع ہے یعنے مما فی بطن ہذا الحیوان۔ اور دوسری آیت مین مما فی بطونہا آیا ہے یعنے لفظ انعام کی طرف راجع ہے اور دونون جائز ہین۔ اقول سیبویہ نے کہا کہ زبان عرب مین انعام کی طرف ضمیر واحد جاری ہوتی ہے۔ زجاج نے کہا کہ ضمیر مذکر و مؤنث دونون کا راجع کرنا انعام کی طرف روا ہے جیسے ہی انعام اور ہو انعام۔ کسائی نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ مما فی بطون ما ذکر۔ یعنے ضمیر راجع بمذکور ہے اور فرا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہی صواب ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انعام و نعم ایک ہین کبھی مذکر و کبھی مؤنث بولے جاتے ہین اور ابن العربی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ من بین فرث و دم لبنا خالصا یعنے حیوان مذکور یعنے اُس کی مادہ کے باطن مین دودھ جدا خالص ہو جاتا ہے خون سے از راہ سپیدی و مزہ کے پس اُن مین سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جاتا ہے یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب غذا معدہ مین پختہ ہو جاتی ہے تو اس مین سے ایک حصہ تو عروق کیجانب جاتا ہے اور وہ خون ہے اور دودھ تھنون کی طرف جاتا ہے اور پیشاب مثانہ کی طرف جاتا ہے اور لید مخرج کی طرف جاتی ہے اور اُن مین سے کوئی دوسرے سے بعد جدا ہونے کی مخلوط نہین ہوتی ہے۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ خبر مقدم ہے اور قولہ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا [illegible] یعنے انجذ و فرحیکہ [illegible] دلالت کرتا ہے [illegible] و [illegible] مفعولہ [illegible] تقدیر یہ ہے کہ اور خرما و انگورون کے پھلون مین سے وہ ہے کہ تم اُس سے بناتے ہو سکر اور رزق خوب۔ اقول اس مین کلمت [illegible] علاوہ اس کے خرما و انگور کی سب قسم سے سکر و رزق حسن بناتے ہین اس مین بعض کی خصوصیت نہین ہے اور مقام امتنان مین عام ہونا ابلغ ہے تبعیض سے بعض رہ جاتا جیسا کہ پوشیدہ نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ بعد مبتدا محذوف خبر محذوف ہے اور تتخذون حال ہے یعنے ثمرات نخیل و اعناب مین سے کم تو البتہ عبرت ہے در حالیکہ تم اُس سے بناتے ہو الخ ولیکن پوشیدہ نہین کہ علاوہ اعتراض مذکورہ کے ثمر کی خصوصیت نہین ہے اور زمخشری نے کشاف مین اس کو نسقیکم کی تقدیر مین قرار دیا یعنے تم کو پلاتے ہین ثمرات نخیل و اعناب سے و علےٰ ہذا تتخذون بیان ہوگا جو چیز پلائی جاتی ہے اور اسی کو ایک جماعت نے وجہ وجیہ سمجھا ہے اور یہی احسن ہے لیکن اس صورت مین سکر سے اگر مسکر و شراب مراد ہے تو اسقدر منسوخ ہوگا بدین دلیل کہ سورہ مکیہ ہے اور تحریم الخمر مدینہ مین نازل ہوئی ہے اور اگر سکر سے وہ مراد ہے جو لذیذ ہو اور اُس کا عطف تفسیری رزق حسن ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے تو کچھ اشکال نہین ہے اور مراد شیرہ انگور و نبیذ تمر و مانند اسکے ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ دودھ کے سائغ و خوشگوار ہونے کے بعد دوسرے شربت بیان فرمائے خرما و انگور کے پھلون کے اور جو اُن سے بنا کرتے تھے قبل اس کے کہ شراب حرام ہو اور تتخذون منہ سکرا۔ دلالت کرتا ہے کہ قبل حرام ہونے کے شرعا حلال تھی اسی واسطے اس سے احسان رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی استدلال کا جواب ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ سکر سے اگر شراب مسکر مراد ہو تو لازم آوے کہ اللہ تعالےٰ نے حرام چیز کا احسان رکھا ہے حالانکہ احسان حلال چیز سے ہے نہ حرام سے کما لا یخفیٰ اور حاصل جواب یہ کہ قبل شراب حرام کرنے کے یہ آیت تھی اسوقت حلت تھی تو احسان رکھنا حلال سے ہوا۔ ولیکن مین کہتا ہون کہ مکیہ و مدنیہ ہونا ضعیف

روایات سے ثابت ہوا ہے تو نسخ بطور ضعف لازم کیا گیا اور جب تک نفس کلام میں بغیر نسخ کے معنے بنتے ہیں اُسوقت تک نسخ کی طرف جانا ضروری نہیں ہے۔ اور بعضے عوام نے کہا کہ یہاں سے سکر کی حلت ثابت ہوتی ہے ولیکن ہم احادیث کثیرہ پیش کرکے حنفیہ کا قول رد کرتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بانگ جاہلانہ ہے اس لیے کہ اول تو یہ نسخ کا دعویٰ ہے اور وہی اشکال وارد ہے جو اوپر مذکور ہوا دوم یہ کہ جو احادیث لاتا ہے سب آحاد ہیں و قطعیات متواترہ کا مقابلہ آحاد سے اس طرح نہیں روا ہے کہ اُس کو نسخ کردیا جاوے اور اس سے یہ وہم نہ ہو کہ حدیث کو رد کیا جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک بلکہ اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حدیث ہے تو ایک حدیث کافی ہے کثرت کی ضرورت نہیں مگر تامل اسی میں ہے کہ آیا حدیث ہے یا راوی کی فہم یا کسی وجہ سے آیت محل تامل تو نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب نسخ کا قائل ہونا چاہیے کہ آیت و احادیث میں تعارض اور وجہ سے دفع نہ ہو اور یہاں سکر حلال پینے سے دفع ہے فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مشہور قول امام ابوحنیفہ کا یہ ہے کہ خمر فقط انگور سے ہے اور باقی شرابیں خمر کے مساوی نہیں ہیں اور فقہاء حنفیہ نے اس کو نقل کیا اور اس میں امام ابو یوسف و امام محمد کا اختلاف بھی لکھا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ آیت میں دلالت ہے کہ جو سکر کہ انگور سے بنائی جاوے وہ اور جو خرما سے بنائی جاوے دونوں برابر ہیں یعنے دونوں یکسان حرام ہیں جیسا کہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا مذہب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اس تقدیر پر ہے کہ سکر سے مسکر مراد لیا جاوے اور بعد تسلیم اس امر کے کہ مسکر مراد ہے میں کہتا ہوں کہ شیخ کے استدلال میں تامل ہے اس لیے کہ آیت تو اس بیان کے لیے ہے کہ ان دونوں کی پھلوں سے تم لوگ سکر بناتے ہو جیسے کہا جاوے کہ مچھلی کے گوشت و بکری کے گوشت دونوں سے کباب بناتے ہو پھر اس سے یہ استدلال کرنا کہ دونوں کا حال یکسان ہے بعید ہے تو مساوات ثابت نہیں ہوتی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ دوسرا ہے کہ آیا خمر فقط انگوری شراب حرام ہے یا دیگر شرابیں مسکر بھی خمر ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا صحیح قول یہ ہے کہ سب مسکر حرام ہیں لیکن خمر شراب انگوری قطعی حرام ہے اور باقی مسکرات اس کے ساتھ لاحق ہیں اور اُن کا مرتبہ مکروہ تحریمی کا ہے غایت یہ ہے کہ حاشیہ کار ہیں اُن کے قول پر کلام ہو ولیکن مکروہ تحریمی حق حرمت میں مثل حرام کے ہے جیسے واجب بمنزلہ فرض ہے صرف اعتقاد کا فرق ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول صحیح ہوجاوے اور فقہاء متاخرین کا قول اس کے ثبوت میں محل تردد ہے پھر مذہب حنفیہ میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ خمر انگوری و دیگر شرابیں سب حرام ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح جو حدیث میں ہے کہ جو و شہد و اناج وغیرہ کی سب شرابیں حرام ہیں مذہب حنفیہ اس کا پابند ہے اور جس میں سے کثیر سے نشہ ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسکر وہ ہے جو ان دونوں کے پھلوں سے حرام کی گئی ہے یعنے پھلوں سے بنائی ہوئی شراب وغیرہ حرام اور رزق حسن وہ ہے جو حلال رہے یعنے چھوہارے و مویز اور جو ان سے بنائی جاوے مثل طلاء و دبس اور سرکہ و نبیذ یعنے چھوہارے پانی میں بھگوئے ہوئے کا پانی جب تک اس میں جوش و گاڑھاپن نہ آوے جیسا کہ حدیث میں اس کا استعمال اسی بیان سے آیا ہے مترجم کہتا ہے بعضے لوگوں نے اس مقام پر لکھا کہ جماعت علماء حنفیہ نے سکر کے معنے یہ لیے کہ جو شربت مسکر نہ ہوں اور جس کا دو تہائی حصہ پکا کر اُڑا دیا گیا ہوا اور وجہ یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ ایسی چیز سے احسان رکھتا ہے جو انپر حلال فرمائیں اور اس سے نہیں جو حرام فرمائی ہیں۔ پھر اُس شخص نے کہا کہ اگر ہم مان لیں کہ خمر حرام کرنے سے پہلے اس آیت کا نزول ہوا تو بھی یہ قول احادیث متواترہ صحیحہ سے مردود ہے انتہی مترجماً مترجم کہتا ہے کہ اس کلام میں کون سی چیز احادیث متواترہ سے مردود ہونے کے لائق ہے سوا تعصب اُس شخص کے اور یہ دیکھو کہ حدیث متواتر کے مثال میں علماء کو تردد ہے اور یہ شخص حدیثیں متواتر بیان کرتا ہے وقت ایسے موقع پر فافہم اور واضح ہو کہ ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ السکر الطعم یعنے سکر بمعنے طعم ہے اور ابن جریر رحمہ نے اسی کو ترجیح دی اور فرمایا کہ سکر وہ ہے جو طعام میں سے کھایا جاوے اور چھوہارے و انگور کے پھلوں سے جس کا پینا حلال ہو اور یہی رزق حسن ہے تو سکرا و رزقا حسنا میں لفظ دونوں مختلف ہیں اور معنے دونوں کے ایک ہیں جیسے قولہ تعالیٰ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ میں بث و حزن کے معنے واحد ہیں انتہی مترجما علی النقل بالمعنی اور مترجم کہتا ہے کہ ابوعبیدہ و ابن جریر کا قول اس لغت کی تفسیر میں مقبول ہوگا اگرچہ بعض لوگ اُس کو نہ پہچانیں فافہم۔ پھر واضح ہو کہ خمر و ...

خام عقل ہو یعنے عقل کو خمار میں ڈالدے پس جو لوگ کہ خمر سے پرہیز کریں وہ اہل عقل ہیں اور اوپر کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ خصوص بقول حنفیہ نخیل واعناب سے اہل ایمان وہی کھاتے ہیں جو حلال ہو نہ حرام تو مناسب ہوا ختم اس آیت کا بقولہ تعالے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔ اس بیان مذکور میں بیشک نشانی ہے رب تبارک وتعالے کی وحدانیت وقدرت کی ایسی قوم کے واسطے جو عقل رکھتی ہیں شراب پیکر نہیں پیتے اور نہ شراب غفلت و شرک سے مدہوش ہیں۔ اور بنابر اس قول کے کہ سکر سے مراد مسکر ہے تو جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں مکہ ہی سے اشارہ کر دیا گیا تھا کہ اس امت پر شراب حرام ہوگی اگرچہ حکم پیچھے آیا کیونکہ خمر سے عقل مخمور ہوتی ہے تو قوم عاقل نہیں رہ سکتی جو شراب پئیں۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے اس امت پر اُن کی عقلوں کی حفاظت کے لیے شراب مسکرہ حرام کر دین۔ ف فی اشارات العرائس قولہ تعالے وان لکم فی الانعام لعبرۃ الآیہ۔ واضح ہو کہ حدیث میں ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دو پیالہ پیش کیے گئے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا پس آپ نے دودھ اختیار کیا تو آپ سے کہا گیا کہ فطرت سلیم پائی اور اگر شراب اختیار کرتے تو آپ کی امت بے عقل گمراہ ہوتی۔ علماء نے دودھ میں محبت آلہی درمیان ادب وعشق کے جامع صفت مع صفات کثیرہ کے بیان کی ہیں اور شیخ عارف نے لکھا کہ اس آیت میں عارفین کے لیے جو واقعی اہل عقل ہیں اشارت ہے کہ افعالیات کے اسرار وظہور سے پاک نظر سے شیر محبت پیتے ہیں اور نازل ظہور و نظورات اور تجلیات صفات کے درمیان اُس کا وجدان ہے اور حصہ اس سے قلوب واسرار وارواح کو اپنے اپنے مزاج کے موافق بقدر قرب کے ہر یہ بھی اشارت سے ثابت ہے کہ نفس وقلب کے درمیان سے زلال مشاہدہ جو عقول صافیہ میں حاصل ہوتا ہے ارواح اُس سے پیتی ہیں اور یہی مقامات عبرت ہیں۔ شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ چوپاؤں میں عبرت کی نظریں متعدد ہیں ایک یہ کہ اَنعام اپنے پالنے والوں کے واسطے مطیع و مسخر ہیں اور تو اپنے رب تبارک وتعالے سے سرکش اور ہر بات میں متمرد ہے۔ قولہ ومن ثمرات النخیل والاعناب الی قولہ رزقا حسنا۔ ارواح واسرار کو قلوب وعقل سے شربت محبت حاصل ہوتا ہے اس میں بیہوشی اور فی الجملہ ادب سے تجاوز ہے اور شربت اُنس حاصل ہوتا ہے جو صفائے انوار فکر سے پیدا ہوتا ہے وہی اُس کی تربیت وجود کے لیے رزق حسن ہے اور یہ دونوں شربت باران تجلی جمال وجلال سے پیدا ہوتے ہیں اور صفائے وصال سے دونوں کی صفائی ہے جس نے اُن کو پیا اُسکو سکر بوجہ شوق کے اور اُنس بجمال پاک بے زوال حاصل ہوتا ہے قولہ ان فی ذلک لآیۃ لقوم یعقلون۔ ان اشارات ومعارف سے اُسی کو حصہ عبرت ہے جو مغز حقیقت سے وقوف پائے ہیں بلکہ اللہ تعالے نے اہل عقل کے واسطے خاص اشارات کو تصریح کے ساتھ بیان فرمایا از انجملہ وحی بجانب نحل ہے اور اسی صفت تجلی کے ظہور سے اس مکھی کے انتظام وخوبی شربت شہد میں آثار ہیں فقال اللہ تعالے عز وجل "شہد کی مکھی"

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ۙ ثُمَّ

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں پھر

کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِہَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہٗ فِیۡہِ

کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی ہیں نکلتی اُن کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں اسمیں

شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝

آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں پتا ہے اُن لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ۔ اور وحی فرمائی تیرے رب نے نحل کی جانب۔ واضح ہو کہ علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ وحی مذکور بمعنے الہام ہے اور دوم یہ کہ قولی ہے مگر ایسے طور پر جو وہاں لائق ہے جس کی ماہیت وکیفیت سے اللہ تعالے واقف ہے اور اللہ تعالے کے خالص بندے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مراد یہاں وحی سے الہام ہے یعنے بدون کسی سبب ظاہری کے دل میں ایک بات پیدا کر دینا اور رہنمائی کر دینا۔ اور اس صورت میں قولہ تعالے۔ اَنِ اتَّخِذِیۡ بمعنے بان اتخذی بتقدیر باء ہوگا یعنے الہام فرمایا نحل کو ساتھ بنالینے

اور زمخشری وغیرہ نے اُس کو تفسیر قرار دیا یعنے وحی یہ تھی کہ تو بنالے۔ ولیکن ابو عبد اللہ الرازی نے اعتراض کیا کہ ایسا جب قولی نہ ہو البلکہ الہامی ہوا تو تفسیری نہیں ہو سکتا اور صاحب مغنی نے جواب دیا کہ ازراہ دلالت کے ایسا ہیں قول کے معنے ہیں مگر مراد اس سے الہام ہے۔ خلاصہ یہ کہ مجازاً الہام مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قول دوم پر ایسا، قولی جائز ہے تو یہ اُس کی تفسیر صحیح ہے اور تقدیر کی ضرورت نہیں ہے اور واحدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ ان جانوروں میں اُن کے پیغمبر بھی گزرے ہیں اور لکھا کہ ایک جماعت سلف سے یہ قول مروی ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کبیر میں اُس کے ساتھ تفصیل ذکر کی اور استدلال معقول بیان کیا کہ چرند و پرند و حشرات کو اللہ تعالےٰ نے "امم امثالکم" آدمیوں کے مثل اُمت قرار دیا اور ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ہر اُمت میں پیغمبر فرمایا تو اُن میں اُن کے پیغمبر ہوئے تو پھر وحی قولی میں اشکال نہیں ہے اور کیوں نہیں جائز ہے کہ جس طرح انسان کو اللہ تعالےٰ نے وحی قولی سمجھنے کی قدرت دی اسی طرح اُن میں بھی ہو اور ہمارا نہ جاننا مستلزم عدم واقعی نہیں ہو سکتا جیسے تسبیح جمادات و حیوانات میں کلام مفصل گزرا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ تیرے رب نے وحی کی طرف شہد کی مکھی کے یہ کہ تو بنالے۔ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا۔ پہاڑوں سے اپنے گھر یعنے اونچے پہاڑوں پر جہاں مناسب موقع ہے۔ وَمِنَ الشَّجَرِ۔ اور درختوں سے۔ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ۔ اور اُس میں سے جو آدمی اونچا بناتے ہیں عریش اونچا مچان وغیرہ اور ظاہرا یہاں ہر ایک دیوار و بلندی عمارت کی مراد ہے۔ نحل کے عجائبات میں بعضے حکماے اسلام و فارس نے اچھی تفصیل بیان کی ہے اور جوہری رحمہ اللہ تعالےٰ نے صحاح میں نقل کیا کہ نحل اپنی طبیعت سے اپنے چھتے میں گھریاں بشکل مسدس کہ ہر ضلع اُس کا برابر ہوتا ہے بناتی ہیں اور اگر مدور یا مربع ہوتے تو اُس میں درمیان میں جگہیں خالی رہ جاتیں اور مقصود حاصل نہ ہوتا پس اللہ تعالےٰ نے اُس کو وحی فرمائی جس سے اُس نے اس طرح مسدس شکل پر بنائے اور یہ بھی الہام الٰہی کے فیض سے ہے کہ یہ جانور اپنا بادشاہ رکھتے ہیں جو سب سے ڈیل ڈول میں بڑا ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ چھوٹے حاکم و دربان ہوتے ہیں اور سب اُن کی تابعداری کرتے ہیں اور ریاست و سیاست کے احکام اُن میں جاری ہوتے ہیں ہر ایک اپنے ہی گھر نسلے میں آتی ہے اور سوائے نفیس و خوشگوار پھولوں و پھلوں وغیرہ کے اگر کسی سے ناگوار بدبو پائی گئی تو اُس کو سزا ملتی ہے غرض کہ نہایت انتظام و خوبی سے اُن کا کام جاری ہے۔ واضح ہو کہ باوجود ان تمام باتوں کے ان سب کا آدمی کے واسطے پیدا کیا جانا اللہ تعالےٰ کے فضل سے آدمی کی تکریم کے لیے ثابت ہے پھر اللہ تعالےٰ نے اُس کو عجیب حکمت کے واسطے عام اجازت فرمائی بقولہ۔ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ۔ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے غذا کھا۔ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔ پس چال چل اپنے پروردگار کی راہوں میں مطیع ہو کر۔ یہ قول قتادہ و عبد الرحمن بن زید سے مروی ہے و علے ہذا ذللا۔ حال از نحل ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے نحل کو اجازت کھانے کی دی باجازت تقدیری تسخیری کہ ہر قسم کے پھلوں سے کھا دے اور وہ راہیں چلے جن کو اللہ تعالےٰ نے اُس کے لیے مذلل کر دیا یعنے اُس پر آسان کر دیا ہے چنانچہ بلند پہاڑوں و وادی و جنگلوں و باغوں وغیرہ میں جہاں چاہے جا دے پھر ہر ایک اپنے گھونسلے میں واپس آتی ہے کہیں نہیں بھٹکتی ہے۔ علے ہذا ذللا حال از سبل ہے اور کہا کہ یہی قول اظہر ہے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس کو صریح بیان فرما دیا ہے۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار فرمایا ولیکن کہا کہ دونوں قول صحیح ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ تعالےٰ نے تصریح بقول اول کی ہے اور کہا کہ یہ مانند قولہ تعالےٰ وذللناها لهم فمنها ركوبهم الآیۃ۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ لوگ ان مکھیوں کے چھتوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کر کے لیجاتے ہیں اور مکھیاں بھی ساتھ ساتھ جاتی ہیں۔ یعنے مکھیوں کو اللہ تعالےٰ نے مذلل و مسخر و مطیع کر دیا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے یہاں ایک روایت غریب لکھی قال ابو یعلی الموصلی حدثنا شیبان بن فروخ حدثنا مسکین بن عبد العزیز عن ابیہ عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمر الذباب اربعون یوما والذباب کلہ فی النار الا النحل۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے اور مکھی ہر قسم کی دوزخ میں ہے سوائے شہد کی مکھی کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس کی ظاہرا شیخ کے نزدیک قوی ہے کہ کچھ کلام نہیں کیا۔ اور مسکین کے والد عبد العزیز ظاہرا عبد العزیز بن صہیب ہیں اُن سے ابو داؤد وغیرہ جماعت نے روایت کی اور بعضے حدیث کے یہ ہیں کہ مکھی منجملہ اُن جانوروں کے ہے جن کا وجود دوزخ میں ہوگا سوائے ایک قسم کے جو نحل یعنے شہد کی مکھی کہلاتی ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے بدور السافرہ میں ایک حدیث

روایت کی کہ کل موذی فی النار یعنی ہر موذی جہنم میں ہے اور کہا کہ اس کی اسناد جید صحیح ہے اور علماء نے کہا کہ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو چیز یا
جو شخص ایذا دینے والی ہو وہ دوزخ میں جائے گی اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ ہر موذی چیز جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق فرمائی ہے اُس کا وجود جہنم میں ہوگا
وعلے ہذا مکھی بھی ایسی ہی چیزوں سے ہے جو جہنم میں ہونے کے واسطے مخلوق ہے باستثنا نحل کے۔ اور واضح ہو کہ مکھی و سانپ بچھو وغیرہ جو جہنم میں ہونگے
ممکن ہے کہ وہ بھی اپنی طبیعت سے جہنم کے واسطے ہوں یا عذاب و تعذیب دونوں کے واسطے ہوں نعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ بالجملہ حدیث سے شہد کی
مکھی کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی اور کل موذ فی النار سے اُس کا استثنا بھی معلوم ہو گیا اور چالیس روز کی عمر شاید کہ ہر مکھی کے واسطے ہو یا شہد کی مکھی اس سے
بھی مستثنے ہو اور یہ ظاہر ہے اور چالیس روزہ عمر ظاہر اس جنس کی عام طور پر ہو جیسے آدمی کی عام عمر ساٹھ برس اور افراد میں خاص کر تفاوت ہوتا ہے یا یہ ہو
کہ مدینہ یا عرب میں ایسا ہو کیونکہ مقامات کے تفاوت سے آدمی و جانور سب میں فرق ہو جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا نکلتا ہے
ان مکھیوں کے پیٹوں سے۔ شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ شربت جسکے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب سے
مراد شہد ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مختلف رنگ بوجہ اختلاف اُس کے سن کے ہوتے ہیں یا بسبب فصل و موسم کے۔ خفاجی رحمہ اللہ
تعالیٰ نے لکھا کہ سپید شہد تو جوان مکھی کا اور زرد پوری جوانی کا اور سرخ بوڑھی کا ہوتا ہے ولیکن پوشیدہ نہیں کہ اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے انتہے
مترجم۔ بعض نے کہا کہ یہ اختلاف بوجہ قسم مکھی کے اور جو کھاتی ہیں اُس کے اختلاف سے ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ ایک چھتہ سے ایک ہی رنگ کا
برآمد ہوتا ہے اور دوسرے سے دوسرے رنگ کا پس یہ احتمال بعید ہے کہ سب مکھیوں نے ایک ہی قسم کی غذا کھائی ہو بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ملک و اُس کی
پیداوار لطیف کے لحاظ سے اور نیز قسم مکھی کے لحاظ سے یہ اختلاف ہو اور اسی پر شیخ ابن کثیر رح نے جزم کیا ہے۔ پھر اُس کے باطن جسم سے شہد کا نکلنا کس
طور پر ہوتا ہے تو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ موم اپنے پروں سے بناتی ہے اور شہد اپنے منہ سے اُگلتی ہے اور دُبر سے بچہ دیتی ہے جمہور مفسرین کا
یہی قول ہے کہ شہد مثل لعاب کے اُس کے منہ سے ٹپکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اُس کی تھیلی سے نکلتا ہے اور بعض نے کہا کہ کسی بات پر یقین نہیں ہو سکتا ہے
فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ اس شہد میں لوگوں کے واسطے شفاء ہے جمہور مفسرین کا یہی قول ہے کہ فیہ کی ضمیر شراب مذکور یعنے شہد کی طرف راجع ہے
مجاہد رحمہ اللہ و فراء و ابن کیسان و ایک جماعت علماء نے کہا کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنے قرآن پاک میں لوگوں کے لیے شفاء ہے شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ قول فی نفسہ صحیح ہے لیکن اس میں تامل ہے کہ یہاں قرآن مراد ہے اور اس سیاق میں شہد مذکور ہے اور حدیث صدق اللہ و
کذب بطن اخیک۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے الحدیث چنانچہ آتی ہے وہ صریح ہے کہ مراد یہاں شہد ہے۔ اقول
شیخ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد ظاہر یہ ہے کہ مکھی کی شہد کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے اور اس میں شفاء رکھنا بکلمہ کن ہے اور قرآن پاک خالص
کلام ہے تو وہ سراسر شفاء ہے کقولہ تعالیٰ وننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین الآیہ۔ غرضکہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس اشارہ پر مبنی
ہے کہ قرآن پاک صفت ہے اور اسی صفت سے یہ فعل ہے جو شہد میں ظاہر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ علیکم بالشفائین العسل
والقرآن۔ تم دو شفاء کو لازم پکڑو شہد کو اور قرآن کو۔ واضح ہو کہ شہد کی شفاء ہونے میں احادیث کثیرہ وارد ہیں از انجملہ صحیح بخاری شریف میں ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فرمایا تین چیزوں میں شفاء ہے پچھنے لگانے میں اور شہد پینے میں اور آگ سے داغ دینے میں اور میں اپنی اُمت کو داغ سے
منع کرتا ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ اظہر یہ ہے کہ داغ سے ممانعت تنزیہی ہے ورنہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے فاکتوی
علی بطنہ سبع کیات یعنی اُس صحابی بزرگ نے اپنے پیٹ پر سات داغ لیے تھے صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے بھائی کا پیٹ چلتا ہے فرمایا کہ اُس کو شہد پلا دے اُس نے پلایا پھر آیا اور کہا کہ اُس سے اُس کا پیٹ کا چلنا اور بڑھ گیا
فرمایا پھر جا کر پلا اُس نے پلایا پھر آ کر کہا کہ اُس سے اُس کا پیٹ چلنا اور بڑھ گیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے جھوٹا تیرے بھائی کا پیٹ ہے جا کر
اُس کو شہد پلا اُس نے پلایا پس اچھا ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اعرابی کے دل میں شبہہ ہو کہ شہد سے کہاں شفاء ہوتی ہے تو تنبیہ کر دی کہ اللہ

تعالیٰ کا کلام سچ ہے اور اس میں شفا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ ایک ہی مرتبہ میں شفا ہوگی یا استطلاق پھر نہ ہوگا کیونکہ استطلاق بہان
اُس کے حق میں کامل شفا تھا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ایک عالم نے جو علم طب جانتے تھے فرمایا کہ اس شخص کے پیٹ میں فضلہ
جمع تھا جب اُس نے شہد پلایا تو شہد کی حرارت سے منجمد فضلہ تحلیل ہو کر جلد دفع ہونے لگا اُس سے اُس کو اسہال بڑھا مگر اعرابی نے جانا کہ اُس
مریض کو ضرر ہوا حالانکہ اُس میں اُس کے بھائی کے حق میں نہایت مصلحت تھی پھر اُس کو پلایا تو اچھی طرح سے تحلیل ہو کر دفع ہوا پھر جب سب فضول
دفع ہو گئے تو دست ٹھہر گئے اور اُس کے مزاج معدہ میں صلاحیت ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تندرست ہو گیا۔ صحیحین میں
حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد اچھا معلوم ہوتا تھا۔ بخاری شریف میں جابر بن
عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر ہو تو پچھنے میں اور شہد کے
گھونٹ میں اور آگ کے داغ میں ہے کہ بیماری سے موافق پڑے اور میں پسند نہیں کرتا کہ داغ لوں۔ رواہ مسلم ایضاً وقد رواہ الامام احمد والطبرانی
باسناد صحیح نحوہ۔ ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لازم پکڑو دو شفاؤں
شہد و قرآن کو۔ قال الامام ابن کثیر اسنادہ جید تفرد بہ ابن ماجہ مرفوعاً۔ اور ابن جریر نے اُس کو موقوف روایت کیا ہے یعنے صرف حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ پھر لکھا کہ ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چاہے
کہ شفا حاصل ہو تو اُس کو چاہیے کہ ایک کاغذ میں قرآن مجید کی کوئی آیت لکھے پھر اُس کو مینہ کے پانی سے دھو دے یعنے کسی برتن میں دھو لے پھر
اپنی جورو سے درم مانگے مگر اُس کی خوشی خاطر سے، ساتھ لے اور اُس کا شہد خرید کر ملا کر پی جاوے کہ اُس میں کئی وجہ سے شفا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وننزل من القرآن ما ہو شفاء الآیہ اور فرمایا وانزلنا من السماء ماءً مبارکا۔ اور فرمایا فان طبن لکم عن شئی منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریا۔ اور شہد کے حق میں فرمایا
فیہ شفاء للناس۔ ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر مہینہ میں تین روز صبح کو شہد
چاٹ لیا کرے اُس کو بڑا حصہ بلا سے نہ پہونچیگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس کی اسناد میں ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہو یعنے
(لم یصبہ عظیم من البلاء)
اسناد ضعیف ہے اور ابن ماجہ نے ابی ابن ام حرام سے روایت کی کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم لازم پکڑو سنا اور سنوت کو
کہ ان دونوں میں ہر بیماری سے شفا ہے سوا سام کے تو عرض کیا گیا کہ سام کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ موت۔ عمرو کہتے ہیں کہ ابن ابی عبلہ نے کہا
کہ سنوت شبت ہے اور دوسروں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سنوت وہ شہد ہے کہ روغن کے کپّوں میں ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مطلب یہ کہ جو روغن
رکھنے کے جو کپے ہوتے ہیں اور ظاہر ایسے کپے میں عمدہ رہتا ہوگا۔ اب یہ کلام باقی رہا کہ آیا شہد سے ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے یا خاص بیماریوں سے شفا
ہے تو اول میں اقوال علما نقل کر کے پھر جو میرے نزدیک اس میں ظاہر ہوا ہے لکھونگا واضح ہو کہ ایک جماعت نے فرمایا کہ شفاء للناس علی العموم ہر مرض کے
اور ہر شخص کے لیے ہے اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ مخصوص بعض امراض کے واسطے ہے اور اس سے ہر مرض اور ہر شخص کے حق میں عموم نہیں نکلتی ہے اور
لغت عرب کا دستور ہے کہ لفظ عام لاتے ہیں اور اُس سے خاص مقصود ہوتا ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ شفا نکرہ تحت اثبات ہے اور علما کا اس کا
اتفاق ہے کہ اثبات کے تحت میں نکرہ سے عموم ثابت نہیں ہوتا اور محققین علماء اصول بھی اسی طرف گئے ہیں اور اگر کہا جاوے کہ شفا کی تنوین سے
یہ بات ثابت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ تنکیر سے اس مقام پر تعظیم مراد لیجاوے تو بھی اسی قدر ثابت ہوا کہ شفاء عظیم امراض میں ہے نہ یہ کہ ہر مرض کے
واسطے پس عموم نہ نکلا اور غایت یہ ہے کہ اکثر امراض سے شفا ہو چنانچہ تجربہ سے ظاہر ہوا کہ تنہا اُس کے استعمال سے اکثر امراض بلغمیہ سے نافع
ہوتا ہے اور دیگر ادویہ کے ساتھ ترکیب دینے سے اکثر امراض دیگر میں نافع و مفید ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا میلان ظاہراً اسی قول دوم کی
جانب ہے چنانچہ اپنی تفسیر میں یہاں صرف اسی قدر لکھا کہ بعض وہ شخص جس نے طب نبوی میں کچھ لکھا ہے کہا کہ اگر آیت میں یوں ہوتا کہ فیہ الشفاء للناس
یعنے شفا نکرہ نہ ہوتا بلکہ الشفاء ہوتا تو وہ ہر مرض کے لیے دوا ہو جاتا و لیکن نکرہ فرمایا تو وہ ہر شخص کے لیے صرف ایسے امراض میں مفید ہو جو سردی

سے ہوں کیونکہ شہد گرم ہے اور دوا اُس کے ضد پر ہوتی ہے انتہے مترجماً۔ اور بیضاوی رحمہ اللہ تعالے کا قول بظاہر قول اول کی طرف مائل ہے چنانچہ
لکھا کہ شفا رسانی اس کی خواہ تنہا شہد جیسے امراض بلغمیہ میں ہوتا ہے یا دوسری دوا کے ساتھ جیسا سائر امراض میں ہے اس لیے کہ کم ایسے معجون ہیں
جس میں شہد جزو نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ سائر سے اگر اُس نے باقی سب امراض لیے تو شفا عام ہوئی ولیکن پھر اس کا یہ قول کہ کم ایسے معجون ہیں آخر
مناسب نہیں ہے۔ اسی واسطے کہا گیا کہ کلام بطریق غالب حال ہے یعنے اکثر امراض میں اُس سے شفا ہوتی ہے اور نفع اس کا بہ نسبت مضرت کے
بہت زیادہ ہے۔ سدی رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہے کہ شفا ان بیماریوں میں جن کی شفا اس میں ہوتی ہے۔ بعض نے قول اول کی تائید میں کہا
کہ شہد جب مسہل ہے تو اعرابی کو اُس کے بھائی کے مرض اسہال میں دینے سے معلوم ہوا کہ شفا عام ہے ولیکن مترجم کے نزدیک یہ استدلال ضعیف
ہے۔ واضح ہو کہ بعضے لا احارہ و بد اعتقاد لوگوں نے زعم کیا کہ حدیث اعرابی خلاف اجماع اطبا واقع ہوئی یعنے بنظر ظاہری بدون معرفت علمی کے
ہے اور شیخ خازن رحمہ اللہ تعالے نے اُس کا جواب باصول طبی اسی تفصیل سے ذکر کیا جو ہم نے سابق میں تفسیر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے سے نقل کیا
ہے اور تمام کلام شیخ جمل نے حاشیہ جلالین میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا کہ ہمارا مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ حدیث کی تصدیق کے لیے ہم طبیبوں کے
قول سے تائید چاہیں بلکہ اطبا اگر منکر ہوں تو ہم اُن کو مردود و کافر سمجھینگے انتہے مترجماً۔ اور ایک جماعت سلف سے آثار مروی ہیں کہ وے ہر مرض میں
شہد سے شفا چاہتے تھے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اگر پھوڑے پھنسی کی شکایت ہوتی یا کوئی بیماری ہوتی تو شہد سے علاج کرتے حتے کہ دمل نکلتا تو
اُس پر شہد کا لیپ کرتے۔ ابو وجزہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ وے آنکھ میں شہد سے علاج کرتے اور ناک کا علاج و بیماریوں کا علاج شہد سے
کرتے تھے جیسا کہ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ حق صحیح وہی قول اول ہے کہ شہد تمام بیماریوں میں ہر شخص
کے واسطے علاج و شفا ہو ولیکن طریق علاج ہر مرض و ہر شخص کے لیے جداگانہ ہے اور دلیل اسکے واسطے یہ ہے کہ آیت میں احتمال ہوا کہ نکرہ تحت اثبات
سے عموم مراد ہے یا خصوص مقصود ہے کیونکہ یہاں عموم ہونا ضروری نہیں ہوتا بخلاف نکرہ تحت نفی کہ وہ عموم ہوتا ہے ولیکن مثبت میں عموم ہو تو کچھ منافی
نہیں ہے پھر ہم نے احادیث و آثار اس قسم کے پائے کہ جن سے معلوم ہوا کہ یہاں عموم مراد ہے از انجملہ حدیث ابی بن ام حرام رضی اللہ عنہ جو ابن ماجہ
سے اوپر گذری اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اُن میں تصریح ہے کہ ہر بیماری سے دوا ہے تو اب آیت کی توضیح ہو کر معنے آیت کے عموم پر ہوئے
کیونکہ اصول میں یہ بات قرار پائی ہے کہ بیان اگرچہ آحاد روایت سے ہو مگر حکم قسوب ثابت ہوتا ہے نظیر اُس کی مسح الراس ہے کہ چہارم سر کا مسح قطعی
فرض مانا گیا حالانکہ آیت مجمل تھی اور بیان حدیث سے ملا تو اب حکم فرضیت کا آیت ہی سے ماخوذ کہلاتا ہے اسی وجہ سے فرضیت کے قائل ہیں اسیطرح
یہاں بھی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جب شہد ہر بیماری کی دوا تھی تو پھر حدیث صحیحین وغیرہ میں پچھنے وغیرہ کے واسطے جو تاکید بعض امراض کے علاج میں
مذکور ہے اس کی کیا ضرورت تھی جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور چیزوں میں شفا نہ ہو بلکہ شہد میں عام شفا ہے اور دوسری چیزوں
کلونجی و پچھنے و داغ وغیرہ میں خاص ہے اور ممکن ہے کہ ایک شخص کو شہد ایک وقت میسر نہ ہو اور دوسرا علاج میسر ہو۔ بلکہ دونوں میسر ہیں ولیکن
دوسری چیز سے علاج سہل الحصول ہے مثلاً خون کا تنقیہ شہد سے وہیں ممکن ہے اور پچھنے سے آسان ہے یا جیسے شہد سے مادہ شکم و پیٹ میں خارج
ہوتا نظر آیا اور بذریعہ ترب یا سنا کے جلد اخراج ممکن ہے تو بدیں معنے دوسری چیزوں سے بھی علاج کیا جاوے یا مثلاً شہد سے شفا ہے اور
اگر شہد کے ساتھ اور بھی ملا یا جاوے تو زیادہ آسانی ہے اور جلدی سے شفا ہے جیسے حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہے۔ علاوہ اس کے
شہد ہر مرض کی عام دوا ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ ہر مرض کا طریقہ علاج بھی شہد سے ہر شخص کو معلوم ہو اور نظیر اس کی کالا دانہ یعنے شونیز کا علاج
ہے جس کے بارہ میں بھی ہر مرض کی دوا ہونا صحیح حدیث سے مروی ہے حالانکہ ترمذی کی حدیث میں درد شقیقہ کے واسطے اُس کا علاج اسکے کھانے
کے طریقہ سے نہیں ہے بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ثابت رحمہ اللہ تعالے سے بطریق سعوط و تحلل کے اُس کے دانوں کے مختلف تعداد کے
شیر دست ہے حتے کہ یا عام داد پر ... اس شخص نے اُس کے دانہ کھانے سے علاج کیا تھا اور فائدہ نہ ہوا جب حضرت انس رضی سے اُس نے بیان کیا

تو آپ نے یہ طریقہ بتلایا پس اس مین صریح دلیل ہے کہ باوجود شفا ہونے کے طریقہ علاج بھی جاننا ضرور ہے ورنہ عام شفا کے باوجود طریقہ
نہ جاننے سے حصول نہین ہوتا اور جملہ امراض کے واسطے طریقہ علاج بیان نہین ہوا ہے اور یہی روایت مذکورہ اسپر دلیل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث
سے یہ مضمون بھی ثابت ہے کہ کثیر تعداد امراض کی ایسی نازل فرمائی جاتی ہے جس کا علاج اطبا نہین جانتے ہین پس شہد عام امراض کی دوا نہ ہوا
تو جواب یہ ہے کہ علاج تو طریقہ استعمال و دستکاری وغیرہ فعل طبیب ہے تو طریقہ نہ جاننے سے یہ لازم نہین آتا کہ دوا موجود نہ ہو بلکہ معنے حدیث سے
یہ ثابت ہوتے کہ اطبا ان امراض کے واسطے دوا کو اُس طور پر استعمال مین لانا نہین جانتے جس مین شفا رکھی گئی ہے اور خود حدیث مین مصرح ہے
کہ اللہ تعالے نے بیماریان پیدا فرمائین اور ہر بیماری کے واسطے دوا پیدا فرمائی ہے۔ یہ صریح ہے کہ لا دوا بیماری نہین ہے ولیکن اسی حدیث مین تصریح
ہے کہ جب اس بیماری کی دوا پہونچ جاتی ہے تو اللہ تعالے کے حکم سے بیمار اچھا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کو دوا نہین پہونچتی خواہ دوا نہ جاننے
سے یا طریقہ اُس کا نہ جاننے سے پس اسی قسم سے شہد ہے کہ اس کی عام شفا مین شک نہین مگر طریقہ نہین معلوم بلکہ مختلف اقسام مین سے جس قسم کا
استعمال موقع مناسب پر چاہیئے اکثر وہ بھی نہین معلوم ہوتا تحقیق بطور طب یہ ہے کہ جسم انسانی کی پیدائش خاک سے یہ ترکیب عجیب بقدرت کاملہ الٰہیہ
واقع ہوئی ہے اور اس کی غذا بھی اللہ تعالے نے اُسی زمین سے مقرر فرمائی ہے اور یہ بھی قدرت خاص ہے کہ اقسام غلہ و میوہ و ترکاریان ہر ایک کو
مختلف منافع کے ساتھ جداگانہ ترکیب سے اسی زمین سے پیدا کر دیا اور جسم مین اجزائے فلزات سونا چاندی وغیرہ کے مادے بھی ہوتے ہین اور نباتاتی
اجسام مین بھی ہین اور یہ خاص فنون سے اجسام کے اجزا جدا کرنے سے پہچانے گئے ہین اور حاذق طبیب اُس کو اچھی طرح سمجھیگا اور عوام کے لیے
ایک نظر یہ ہے کہ اکثر اقسام تلی کے انڈے جب غور سے ملاحظہ کرو تو اُس مین چاندی سونے کا ملمع نہایت نفیس عجیب قدرت الٰہیہ کا ظہور نظر آتا ہو
بالجملہ یہ امر محقق ہے۔ پھر انسانی اصناف ہر ملک کے بھی اکثر اسی سرزمین کی آب و ہوا و پیداواری غذا سے متوافق ہوتے ہین اور اکثر ایک ملک کے
آدمی دوسرے ملک کی آب و ہوا و غذا کو برداشت نہین کرتے پس ترکیب جسمی اس حقیقت کی وہین کے اجزائے خاکی سے خواہ وہ خاک رتیلی ہو یا
اُس مین اجزائے طلائی و نقرئی ہون خواہ دیگر اقسام ہون مرکب ہوتے ہین اور وہین کی پیداوار اس جسم کے تحلیل کو پورا کرتی رہتی ہین کیونکہ دونون مین
موافقت ہے ولیکن مثلاً ہندوستان کے شمالی حصہ مین آدمیون و پیداوار کی موافقت ہے اور کسی محنت شاقہ یا کسی سبب سے جسم آدمی کا زیادہ
تحلیل ہوا اگرچہ غذا اُس کو دی گئی اُس مین وہ اجزا نہ تھے یا زیادہ نہ تھے جو جسم سے تحلیل ہو گئے ہین تو پورا نہ ہوگا یا لطافت و کثافت کا فرق ہے اور
اس صورت مین اگر ایسی لطیف جامع چیز ہو کہ ہر قسم کے اجزا لطیف کو جس سے لطیف جسم انسانی مرکب ہوا ہے ہر حال مین موافقت کرے اور غذا اس
کے واسطے معین و مصلح ہو تو فوراً فائدہ ہوگا اور اب سمجھ دیکھو کہ شہد ایسی ہی نفیس چیز ہے کہ مکھیان ہر قسم کے نباتات و اناج و پھولون و پھلون سے
لطافت کے ساتھ اجزا ایسے ہین جن سے شہد بنتا ہے اور اس مین جملہ اجزا جن کی حاجت ہے موجود ہوتے ہین مگر دو باتون کا لحاظ فرض ہے ایک
یہ کہ بسا اوقات تم کو شہد کے اجزا گرمی کے ساتھ چاہیے تو صاف استعمال کرو اور اگر سردی کے ساتھ یا گرمی توڑ کر چاہیے تو جوش دیکر صاف و سرد
کر لے کیونکہ جوش دینے سے گرمی اُس کی فرو ہو جاتی ہے جیسا کہ بعض اطبا نے تصریح کی ہے اور دوم یہ کہ اس مین اجزا مختلف ہر قسم کے موجود ہین اور
تم کو ضرورت ہے کہ اس مین فلان قسم کے اجزا نہ ہوتے کیونکہ اس وقت جسم کی حالت اس کو برداشت نہین کر سکتی تو اول جسم کی حالت بچا تو پھر شہد
ایسے اجزا کی قوت توڑنا چاہیے تو فوراً فائدہ ہوگا اور ایک تیسری بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ ملکون ملکون کے شہد مختلف ہین جیسے وہان کی پیداوار
مین اختلاف ہے تو ہر جسم جس سرزمین کے خواص سے مرکب ہو اُس کے لیے اُسی قسم کا شہد چاہیے پس اب تجھے صاف یہ بات معلوم ہوئی کہ شہد کی
خوبی جامع ہے لیکن طریقہ علاج و جسم کی شناخت و اقسام شہد مین سے جس قسم کی ضرورت ہے سب کو جاننا چاہیئے۔ ہذا ما سنح لی والحمد للہ رب العالمین
اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۔ البتہ اس تمام مذکور مین ایسی قوم کے لیے نشان قدرت ہے جو فکر کرتے ہین۔ یعنے اللہ تعالے کی عجائب
صنعت و غرائب خلقت مین غور و تامل صحیح کر کے کمال قدرت اور اُسی کی وحدانیت کو عیان و روشن دیکھتے ہین اور شہد کی مکھی کی پیدائش و اُس کی حرکات بھی

عجیب وغریب نہایت حکمت ومضبوطی کے ساتھ ہیں جو غور سے نظر کرے وہ قطعاً اللہ تعالےٰ کے الہام کا اور اُسی کے خالق علیم قدیر حکیم خبیر ہونے کا اقرار
کریگا اور مترجم نے مختصر طور پر جو تحقیق ظاہری مادیات میں بیان کی ہے اہل عقل جزوی کے واسطے اللہ تعالےٰ کی عجائب صنعت میں غور کرکے
خوشی وسرور بڑھانے والی ہے اور یہیں سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اہل عقل کلی کیسے غرائب علوم سے مسرور ہیں وفوق کل ذی علم علیم۔ ف قال الشیخ
فی العرائس جب اللہ تعالےٰ نے رزق حسن یعنے حلال کو اور وہ رزق کہ تجھے ایسی جگہ سے میسر آوے جہاں تیرا گمان نہیں ہے بیان فرمایا تو پھر مواضع حقیقت
کو منازل وحی واختصاص مخلوقات میں جن کو اہل معرفت پہچانتے ہیں بیان کیا بقولہ تعالےٰ واوحی ربک الی النحل الآیہ نحل میں واُس نے اندر بچا تا
میں جن میں حیات رکھی ہے مواضع خاصہ وحی کو بیان فرمایا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فیض فعل اور نور صفت ورحمت ذاتی سے ہر ذی روح کو ایک
ایسی جان عطا فرمائی ہے جس سے اُس کی زندگی ہے اور اُسی سے وہ چیز اللہ تعالےٰ کی وحی قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے اور اسی سے وہ اپنے خالق
عز وجل کو پہچانتی اور مقامات رزق کو جانتی اور اپنے خالق جلشانہ کی عبادت اس طور پر کرتی ہے کہ جو افعال عبودیت کے مناسب ربوبیت ہیں
بقدر قوت ادا کرتی ہے اور بدون کسی واسطہ کے اپنے رب کی طرف سے الہام قبول کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے سب کو بذات خود الہام فرمایا
ہے کیونکہ یہ سب اُس کے اسرار کے محل ہیں مگر جہان کے عاقل لوگ اس بھید پر مطلع ہونا چاہیں تو کبھی نہیں آگاہ ہو سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اُس کو
اُسی سے پاویں پھر بقدر نور الہام کے ان جانداروں سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو علم الٰہی میں غیب میں مقدر تھیں اور اسی وحی کو الہام کہتے ہیں
مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ذی روح جانداروں میں مختلف ارواح رکھی ہیں اور روح کا بھید مخفی ہے اور حیات ہر
ایک کی روح سے ہے اور روح کو قبول فیض از خالق عز وجل ہے اور اسی فیض الہامی سے ہر ایک سے بمشیت الٰہی جلشانہ تعالےٰ ایسی چیزیں ظاہر
ہوتی ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا حالانکہ یہ سب چیزیں جو صادر ہوتی ہیں حقائق ہیں کہ علم غیب الٰہی میں مقدر ہو چکے تھے فافہم
قال الشیخ پھر الہام کے ساتھ جو وحی ہے اُس کے مراتب میں مراتب فعل اور مراتب صفات پس جس شخص کا مشرب کہ الہام افعالی ہے تو جو باتیں
اس سے پیدا ہوتی ہیں اُس کے اقسام بقدر افعال ہوتے ہیں اور جس کا مشرب کہ الہام صفاتی ہے جو اُس سے پیدا ہوں وہ نہایت صاف ونورانی
ہیں۔ تو نہیں دیکھتا ہے کہ جانداروں میں سے ایک نحل ہے جس کا ثمرہ شہد لطیف ہے جس سے ہر بیمار کی شفا ہے کیونکہ اُس کا الہام مختص بصفت ہے
نحل لہٰذا اُس کو حکم ہے کہ پاکیزہ درختوں وپھولوں وکلیوں وپھلوں سے لطیف کھاوے اور بلند درختوں وپہاڑوں وعرائش پر اپنا مسکن بناوے
پس بقدر صفائی وپاکیزگی درختوں وپھولوں کے شہد بھی پاکیزہ ونہایت لطیف ہوتا ہے پس کھانے کا پھل جس قدر زیادہ پاکیزہ ہوگا اُسی قدر شہد بھی
بہت پاکیزہ ہوگا۔ پس حق تعالےٰ نے ارواح کو اسی مثال پر حکم دیا ہے کہ اپنا مسکن دنی ومکدر چیزوں سے بہت اونچا رکھے یعنے ذات وصفات کے
پہاڑوں وبلندیوں پر مسکن بناوے اور انوار افعال سے حصہ لے اور مقام حدوث میں مسکن نہ بناوے تا کہ اُس کی علتوں کے ساتھ عادی ہوجاوے
اور اس غبار سے آلودہ نہو چنانچہ حدیث کے اشارہ سے سمجھ لو کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمٰن الحدیث یعنے قلوب کا مقام قبضۂ قدرت
الٰہیہ ہے پس قلوب وارواح واسرار وعقول کو خالق عز وجل انوار ذات وصفات وافعال میں علائق شیریں وخوشگوار کے ساتھ منقلب فرماتا ہو دقولہ
ثم کلی من کل الثمرات۔ یعنے انوار ذات وصفات وانوار افعال سے اپنا ثمرہ حاصل کرے جو اُس کے لیے نہایت خوشگوار ہے وقولہ فاسلکی سبل ربک
ذللا۔ اشارہ سے ارواح کو حکم ہے کہ راہ قدم کی ازل وابد وبقا کی فنا ہوکر طے کرے تا کہ اُس کو معرفت غیب حاصل ہو اور وہاں بہار اُنس سے
معطر ہو اور قدم جلال کی پُر بہار بستان میں سیر کرے۔ قولہ یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ الآیہ شربت معرفت القدم جلال عزت بقا وانوار
ذات ہے پس اختلاف الوان بوجہ اختلاف دیدار کے ہے کہ ہر صفت سے ایک رنگ علیحدہ ہے حقیقت ہر صفت سے جس صفت سے اُس کو
دیدار نصیب ہے ہر ایک کے انواع مختلف ہیں لیس محبت وعشق وغیرہ ظہور صفات ودیدار سے پیدا ہوتے ہیں اور محبت وعشق وانس وفکر وقبض وانبساط
وخوف ورجا وغیرہ ہر ایک کا رنگ جدا گانہ ہے اور جس شخص کو ان سے محرومی ہے وہ مریض ہے اور ہر مریض کو انھیں مقامات سے شفا رکھی ہے اور یہ

عسل لطیف جامع ہے کہ رنگ نوری اُس کا از نور حق ہے اور حلاوت از وصل حق ہے پس جب اس شہد سے ان پرندون کے اندر حصول ہوا تو اُس سے
عبودیت بخشوع وخضوع حاصل ہوتی ہے جو بمنزلہ موم یکے ہے اور جب تجلی قدم بصفت محبت نے پرتو دیا تو عسل وموم جدا ہوگئے اور ربوبیت پاک ہو
اور موم عبودیت الگ ہے اور ہر ادب اس مین موجود ہے اور حدیث مین اشارہ ہے کہ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ یعنے مین اپنے رب کے حضور مین رات
گذارتا ہون درحالیکہ وہ مجھے کھلاتا و پلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سبب ورود اس حدیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پے در پے کئی
روز تک روزہ رکھتے تھے تو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قصد کیا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین اسی طرح روزے رکھین پس آپ نے منع فرمایا
انھون نے جانا کہ ہم پر شفقت کرکے منع کرتے ہین مگر ہم یہ فضیلت پاوین تو آپ نے متواتر کئی روز تک روزہ رکھا مگر لوگون سے نہ ہوسکا اور بالکل نیم جان
ہوگئے تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تم ابھی اس درجہ تک نہین پہونچے کہ رب عز وجل تم کو کھلا دے پلا دے اور مین اس حال
مین ہون پس تم اس فعل مین میرے ساتھ مت دوڑو سبحان اللہ تعالے کیا اعلےٰ شان تھی صلے اللہ علیہ وسلم شیخ نے لکھا کہ جس نے ایک قطرہ
اس شربت سے بصفت جذب محبت پی لیا وہ علتہا (بیماریان ۱۲) ے نفسانیہ وامراض شیطانیہ سے پاک ہوگیا اور انوار ربوبیت مین پرورش پاکر آئینہ کے مثل
پاک اور نور سے تندرست ابدی ہوگیا کیونکہ یہ شربت وصال انھین ہی۔ ون کو دیا جاتا ہے جنکو دل وجان سے ارادت ہے اور اسکے تن سے عبودیت کا
موم پیدا ہوکر معارف وکواشف سے خاص ہوجاتا ہے اس سے ہر مرید و سالک کو راہ ملتی ہے وقد قال تعالے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
یعنے اے محمد تو ان یہودی ونصرانی ومشرک گمراہون سے فرما دے کہ اگر تم اللہ تعالے سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالے کی محبت اس سے تم کو
حاصل ہوگی۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ الہام سے نحل کو مقام کی دلالت فرمائی اور بتلایا کہ جو اُس کے پیٹ مین آیا اُس کو کہان رکھے تو
حکم دیا کہ صاف پہاڑ یا بلند درخت پر رکھے کہ خاک و دھول مین نہ ملجاوے پس اس شربت مختلف رنگ مین لوگون کے واسطے شفا فرمائی۔ یہ شفا جسم
ونفوس کی ہے اور قلوب کی نہین ہے پس جو شخص کہ اپنے قلب کی اصلاح چاہے وہ پہلے معلوم کرے کہ اوقات شب وروز مین کہان اُس کو جانا و رہنا چاہئے
ہر حال مین کیا اُس کے قلب پر وارد ہوا اور کس وقت کیا ظہور ہوا پھر اُس کو لیکر تواضع کے ساتھ خلوت اختیار کرے کہ یہ قلب کی غذا ہے اور ہر درجہ کی
غذا اس سے بھی زیادہ لطیف ہے اور وہ یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ ہو اور قرآن پاک اسی سے سُنے اور کسی حال مین مخلوقات دو عالم کی طرف التفات
نہ کرے۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نحل سے دو چیزین پیدا فرمائین دونون آپس مین ملی ہوئین جن کا تصفیہ آگ سے ہوتا ہے جب
آگ سے مصفّی کی گئین تو شہد وموم ہوگئین پس شہد تو خلق کی غذا ہے اور موم جلانے ہی کے کام آتا ہے یون ہی جس شخص نے اعمال کیے تو ان مین سے جو
خالص اللہ تعالے کے واسطے ہون وہ تو اللہ تعالے عز وجل کے یہان بندہ کو اُس کا ثواب ہے اور جو اُس نے شرک وریاکاری سے ملا دیے وہ سوا
جہنم کے اور کسی کام کے نہین ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید جسم وروح کا تصفیہ اور اوہام واعتقاد کا تصفیہ اسی قیاس پر ہے اور آتش عشق ہر ایک کو
مصفّٰے کردیتی ہے اور ہر مخلوط چیز غیر حق ہو اسی طرح صاف ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے یہان ایک لطیف کلام
کہا کہ نحل نے جب حکم مانا اور وہی راہ چلے جس پر اُسے حکم ہوا تھا تو اس کا لعاب تمام مخلوق کے لیے شفا قرار دیا گیا اسی طرح بندہ مومن نے جب حکم مانا اور
اپنے سر باطن کو محفوظ رکھا اور دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالے اُس کے دیدار و باتون وخدمت وصحبت کو خلق کے واسطے شفا کردیتا
جو اُس کو دیکھتا ہے اُس کو اللہ تعالے یاد آتا ہے اور جو اُس کا کلام سُنتا ہے اُس کو نصیحت حاصل ہوتی ہے اور جو اُس کے پاس بیٹھتا ہے وہ نیکبخت ہوجاتا
ہے۔ بعضے بزرگون نے اس مقام پر ایک لطیفہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے عادت کریمہ یون جاری فرمائی ہے کہ نفیس چیز کو حقیر کے اندر مخفی فرماتا ہے
دیکھو ابریشم کو کیڑون کے اندر مخفی فرمایا حالانکہ وہ کیڑا بہت ضعیف وحقیر ہوتا ہے اور شہد کو مکھی کے اندر رکھا اور وہ بالکل ضعیف کیڑا ہے اور موتی کو
صدف مین رکھا حالانکہ وہ بدشکل حقیر جانور ہے ایسے ہی پتھر مین لعل وزمرد وسونا وچاندی مخفی کیا اور معرفت وولایت ومحبت کو شکستہ دل ضعیف
مومنین کے دلون مین مخفی فرمایا حالانکہ اُن مین گنہگار وخطاوار بھی ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نکتہ لطیف ہے اور اہل جنت فقرا وضعفا ہین

حالانکہ اہل جہنم مغرور متکبر وبال اور بدکار کفار ہیں اور یہ نمونہ ہے کہ جو لوگ کمال علمی وعملی چاہیں اُن کو لائق ہے کہ مغرورات دنیاوی سے پرہیز کریں و اللہ
تعالیٰ الہادی اللہ تعالیٰ نے عجائب قدرت الٰہی کو حیوانات چرند و پرند میں بیان کرکے خود انسان کے نفسی عجائب بیان فرمائے بقولہ تعالیٰ ۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمکو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہونچتا ہے نکمی عمر کو کہ سمجھ کر پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ

اللہ سب خبر رکھتا ہے قدرت والا اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی جنکو بڑائی دی نہیں پہونچاتے

رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ

اپنی روزی انکو جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں کہ وہ سب اسمیں برابر ہیں کیا اللہ کے فضل سے منکر ہیں اور اللہ نے بنا دیں

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ

تمکو تمہاری قسم سے عورتیں اور دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور کھانے کو دیں تمکو ستھری چیزیں

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ۔ یعنے پیدا کرنے والا تمہارا اللہ تعالیٰ ہے تم پہلے کچھ نہ تھے پس نظر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر اب تم ہمیشہ کے واسطے اس گھر میں نہیں ہو ۔ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ پھر وہی تم کو وفات دیتا ہے جسکا نمونہ رات کی نیند ہے پھر صبح تم کو زندہ اٹھاتا ہے اسی طرح برابر جاری ہے کہ جسکو پیدا کیا اُس کو اُس کی مقدری عمر ختم ہونے پر وفات دیتا ہے خواہ بچپن میں خواہ جوانی میں خواہ بڑھاپے میں لہذا جس نے عدم سے پیدا کیا وہی وفات سے اپنی طرف لوٹا دیگا یہاں رہنا چند روزہ ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہے ۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ یعنی تم میں سے وہ ہوتا ہے کہ ارذل عمر تک رکھا جاوے ۔ یعنے بری زندگی یہ ہے کہ بوڑھا پھوس ہوجاوے پھر آخر موت ہے ولیکن ایسی زیادہ رذیل وحقیر عمر تک رہنے کی ہوس مت کرو کیونکہ اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۔ تاکہ نہ جانے بعد جاننے کے کچھ بھی یعنے پہلے اُس کو باتیں معلوم تھیں اور عقل سلامت تھی پھر پھوس بوڑھا ہوکر مثل طفل کے ہوگیا کہ کچھ نہیں جانتا ۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنے عقل جاتی رہتی ہے اور عالم ہونے کے بعد جاہل ہوجاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرکے مارتا ہے اور پھر جب چاہے زندہ کرتا ہے نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں کہا کہ عقلا کے نزدیک عمر کے چار مرتبے ہیں پہلا مرتبہ سن نمو اور بڑھاؤ کا جو کہ ابتدا سے اٹھائیس یا تینتیس برس تک ہوتا ہے اور یہی سن شباب و مضبوطی کا ہے دوسرا مرتبہ اُس کے بعد سے چالیس برس تک جو سن وقوف کہلاتا ہے کہ نہ بڑھتا اور نہ گھٹتا ہے مگر عقل اس میں کامل ہوجاتی ہے اور سوم مرتبہ کہولت ہے جو چالیس سال سے ساٹھ برس تک ہے جس میں جسمانی نقصان شروع ہوتا ہے مگر اسقدر ظہور اُس کا نہیں ہوتا کہ افعال میں خبط ہو اور چہارم مرتبہ بڑھاپا و کمزوری ظاہری ہے جو اُس کے بعد آخر عمر تک ہوتا ہے بشر جسم کہتا ہے کہ اکثر اطبا کے کلام میں بھی مانند اسی کے تقسیم مذکور ہے اور ظاہر اس زمانہ میں ساٹھ برس کا سن بھی مرتبہ کمزوری و بڑھاپا ہے اور یہ سب اکثری حالت کا بیان ہے ورنہ جسمانی ہیئات طاقت و ضعف کے لحاظ سے خاص خاص میں اُسی لحاظ سے اعتبار ہوگا ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ارذل العمر پچھتر برس ہے ۔ ایسا ہی معالم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور قتادہ سے نوّے برس مروی ہیں ۔ اور بعض نے اسّی برس بیان کیے ہیں اور شاید معتمد قول اول ہے اور دیگر اقوال باعتبار خاص خاص شخصوں کے ہیں ۔ غرضکہ اس سن میں ایسی کیفیت ہوجاتی ہے کہ حواس کے اختلال سے نادانی غالب ہوجاتی ہے اور یہ آیت بجانب قولہ تعالیٰ ثم رددناہ اسفل سافلین ہے ۔ یعنے اسفل السافلین سے ارذل عمر مراد ہے اور اس سے

صریح ظاہر ہے کہ آدمی کو زیادہ عمر کی خواہش اُسی وقت تک چاہیئے کہ یہ مرتبہ نہ پہونچے اور چاہیئے کہ اپنی جوانی مین عاقبت کے واسطے ذخیرہ کرے اور حیات دنیاوی کو مستعار ناپائدار جانے۔ امام بخاری رح نے صحیح مین یہان حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔ یعنے پناہ مانگتے اللہ تعالے سے ایک تو بخل سے یعنے بخیلی کی صفت نہ آوے کیونکہ کبھی ہوتا ہے کہ اول مین بخیل نہ ہو پھر آخر مین بخیل ہو جاوے۔ جیسے دوسری حدیث مین آیا ہے کہ جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو دو چیزین جوان ہو جاتی ہین ایک تو عمر کی ہوس اور ایک مال کی حرص یعنے جس سے بخیلی پیدا ہو جاتی ہے اور دوم کسل سے کہ جوانی مین باوجود اعتقاد آخرت و سمجھداری کے آدمی کو کسل اسقدر رکھیرتا ہے کہ زاد آخرت نہین پیدا کرتا ہے اور سوم ہرم یعنے ایسے بڑھاپے سے جو ارذل العمر کو پہونچے و علیٰ ہذا آگے جو ارذل العمر مذکور ہے وہ اسی کی تفسیر ہوگی اور دیگر احادیث مین فقط ہرم مذکور ہے اور چہارم عذاب قبر سے کہ وہی پہلی منزل آخرت ہے اور پنجم فتنہ دجال سے اور دجال کا فتنہ مثل شیطان کے سخت ہے اور اصلی دجال اگرچہ ایک ہوگا اور وہ آخر زمانہ مین ہوگا اور سابق مین تحت قولہ تعالے لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا الآیہ کی تفصیل گذر چکی ہے ولیکن اس سے پہلے ایسے دجال قریب تیس کے ہونگے جنکا فتنہ قریب اصل کے ہوگا اور ششم فتنہ محیا و ممات سے اور واضح ہو کہ آدمی کے لیے اُس کی اولاد اور مال بھی فتنہ ہے لہذا چاہیئے کہ بالکل ہر فتنہ سے پناہ نہ مانگے کیونکہ اس صورت مین اولاد و مال بھی نہ دیا جاوے بلکہ ایسے فتنہ سے جس سے اس کے ایمان کو ضرر ہو سوائے اولاد صالح و مال صالح کے یہ دونون آدمی کے لیے نعمت و خیر جاری ہین بالجملہ یہان مقصود یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارذل عمر سے پناہ مانگی ہے۔ آدمی اس سے پہلے ذخیرہ جمع کر سکتا ہے اور علم و عمل حاصل کر سکتا ہے اور بعد اُس کے جب اس عمر کو پہونچا تو پھر ہر کام سے عاجز ہو جاتا ہے تو اُس کے لیے آخرت دار نعمت و عیش ہے اور دنیاوی حیات بیکار ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دعا سے تعلیم اُمت کا قصد فرمایا ہے ورنہ آپ پیغمبر افضل الخلق تھے صلے اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر کو اللہ تعالے اس حالت کو نہین پہونچاتا ہے اور واضح ہو کہ امت والون مین سے بھی جو معرفت و نور باطن سے سرفراز ہوا اللہ تعالے اپنے فضل سے اُس کو بھی ببرکت حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس ارذل عمر سے یا اُس کی خرابی سے محفوظ فرماتا ہے چنانچہ عکرمہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ جسنے قرآن پڑھا اُس کو اللہ تعالے ارذل عمر کو رد نہ کریگا۔ طاؤس رح سے مروی ہے کہ عالم کبھی خرف نہین ہوتا ہے۔ خرف سے مراد یہی ارذل عمر ہے کہ جسمین خرافت یعنے اختلاط عقل و اختلال حواس ہو جاتا ہے اور ظاہر وجہ یہ ہے کہ عالم کو نور عقل و مشاہدہ صحیح حاصل ہوا اور نور ایسی چیز نہین ہے جو بوڑھا ہو جاوے اور یہ سب قدرت آلہیہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالے علیم ہے اُس کا علم بے انتہا اور بلا اسباب کے ہمیشہ ہر وقت ہر حال مین ہر جگہ یکسان ہے اور وہی سب قدرت والا ہے جو چاہے پیدا کرے اور جب چاہے جس حال پر کر دے۔ اس مین مشرکون کو تنبیہ ہے کہ جس چیز و جس خیال سے شرک کرتے ہین محض جہالت ہے کیونکہ رب تبارک و تعالے مین سب کمال ہین پھر شرک کو کیا مجال ہے پھر اللہ تعالے نے آدمی کے حالات کس درمیان عمر کے بھی بیان کر دیے کہ سب اُسی کی قدرت سے ہین اور شرک ان مین نہایت جہالت و کمال گمراہی ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ۔ اور اللہ عز و جل نے فضیلت دی تم مین سے بعض کو بعض پر رزق مین۔ معنے فضیلت کے یہان زیادتی ہے جیسے حدیث مین ہے کہ وافضل ربو لینے یعنی سود ہے اور مقصود یہ کہ رزق تم سب کا قبضہ قدرت الٰہی مین ہے وہ بعض کو زیادہ دیتا ہے اور بعض کو کم دیتا ہے اور یہ کسی بندے کے اختیار مین نہین ہے بقولہ تعالے۔ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ۔ پس جن کو رزق مین وسعت دی گئی وہ رد کرنے والے نہین رزق اپنا اُنپر جو اُن کے ملک و قبضہ مین ہین۔ یعنے اگر زیادتی والے چاہین کہ اپنی جگہ اپنی مملوک کو قائم کرین تو نہین کر سکتے اور یہ بھی معنے ہین کہ جب رزق ہر ایک مالک و مملوک کا باختیار الٰہی مقدر ہے تو ہر ایک اپنا رزق کھاتا ہے پس جنکو زیادتی دی گئی یعنے آقاؤن سے ممکن نہین کہ جو اُن کا مقدری رزق ہے وہ اپنے مملوک کو دیدین بلکہ ہر ایک اپنا مقدر رزق کھا وینگے۔ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ۔ تو یہ دونون رزق مین

جابر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلاموں و مملوکوں کے حق میں فرمایا کہ تمہارے بھائی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں
کے نیچے کر دیا ہے سو جو تم کھاؤ اُن کو کھلاؤ اور جو پہنو اُن کو پہناؤ اور ایسے کام کا حکم مت دو جو عادت میں اُن کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کہو تو خود اُن میں
اُن کی مددگاری کرو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ یعنے تاکید جانو کہ تم نماز ٹھیک رکھو اور مملوکوں کے ساتھ بھلائی اور نیک
برتاؤ کے واسطے میری وصیت لازم پکڑو۔ اس بارہ میں احادیث بہت ہیں اور اصل انسان میں آزادی ہے ولیکن فساد و کفر و شرک کی وجہ سے
اللہ تعالیٰ نے اُن کو مملوک کیا اور یہ فائدہ عجیب ہے کہ کفر و شرک کی وجہ سے یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں تو مزدوری وغیرہ سے کمائیں اور اپنے
آقا کو جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف ہے کھلائیں اور خود کھائیں تاکہ آقا کو تشویش نہ ہو۔ بعض مفسرین نے یہ معنے بیان کیے کہ جنکو رزق وسیع دیا گیا
ہے وہ اس میں مملوکوں وغیرہ کو شریک اپنا نہیں بناتے ہیں اور خلاصہ مضمون اُس کا یہ ہے جو ابن عباس رض سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا کہ مشرک لوگ
خود ایسے نہیں ہیں کہ اپنے مال و عورتوں میں اپنے غلاموں کو شریک بنا دیں حالانکہ وہ بھی انکے مثل آدمی ہیں پھر کیونکر میرے پیدا کیے ہوئے بندوں کو
میری مخلوق میں میرے شریک بناتے ہیں۔ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حاصل معنے یہ کہ بت پرستوں
کو اللہ تعالیٰ نے مثال میں سمجھایا کہ تم اسپر راضی نہیں ہوتے کہ تمہارے غلام تمہارے برابر ہوں حالانکہ وے تمہارے مثل ہیں پھر تم کیونکر میرے بندوں کو
میرے برابر بنانے پر راضی ہو اور میری عبادت کی طرح اُن کی عبادت کرتے ہو۔ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ سو کیا تم اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار
کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ جب ہم نے اس طرح فضیلت دی پھر تم شرک کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کفران کرتے ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ
اُن شرک کا بیان ہے کہ کھیتی و چارپاؤں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے دیے کچھ حصہ اپنے بتوں کے واسطے مقرر کر کے شرک کرتے تھے پس مخلوق کو خالق عز وجل
کے برابر کرتے تھے۔ بر تقریر اول یہ معنے ہیں کہ تم دونوں برابر ہو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے کیونکہ کوئی دوسرا رازق نہیں ہو سکتا ہو تو کیا اس
نعمت سے تم کو انکار ہے اور مقصود یہی ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے بتوں وغیرہ کو مخلوق الٰہی اقرار کرتے ہو پھر اُن کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ
برابری کرتے ہو حالانکہ تم اپنی مملوک کو اپنے برابر نہیں کرتے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو یکساں رزق دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری رحمہ اللہ
تعالیٰ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جو آپ کی طرف سے کوفہ و بصرہ پر عامل تھے لکھا کہ تو اپنے رزق پر
قناعت کیجیو کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر رزق میں زیادتی دی ہے تاکہ ہر ایک کو امتحان فرماوے پس جسکو زیادہ رزق دیا اُسکو امتحان کیا
ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کسقدر زیادہ ادا کرتا ہے اور کیونکر اُس کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری حالت
انسانی ذکر فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے تمہیں میں سے بنا دیے ہیں۔ یعنے
آدم علیہ السلام کی پسلی سے حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور پھر اُن سے نسل انسانی پیدا فرمائی کہ ایک جنس کیوجہ سے باہم ایک دوسرے کی طرف
میل کرتے ہیں اور نسل پیدا ہوتی ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً۔ اور تمہاری ازواج یعنے عورتوں سے تمہارے لڑکے
و حفدہ پیدا کر دیے۔ ازواج سے پیدا کرنے میں اُن کو تنبیہ کر دی کہ لڑکیوں کو مہربانی سے پرورش کریں اور بیٹوں کا احسان رکھا کیونکہ وے لڑکیوں سے نفرت
کرتے تھے اور یہ کہ اولاد کا حصول تمہارے جنس کی ازواج سے ہے اور مفاد ازواج یہی اولاد ہے جسکا احسان رکھا لہٰذا اہل السنۃ کے نزدیک دُبُر
یعنے مقام پیخانہ سے وطی کرنا حرام ہے اور نیز لڑکوں سے اغلام سخت گناہ ہے۔ اور قولہ تعالیٰ قدموا لانفسکم۔ پارہ سیقول کی آیت میں وطی سے نیت اولاد
صالح کی کرے اور جب وطی سے اپنے نفس کی حفاظت حرام سے اور اولاد صالح مقصود ہو تو ثواب ہے جیسا کہ زنا و شہوت پرستی سے عذاب ہے جیسا
کہ حدیث میں مصرح ہے۔ پھر حفدہ کی تفسیر میں بظاہر سلف سے مختلف اقوال ہیں اور فی الحقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے اس وجہ سے کہ حفدہ مشتق از
حفد بمعنے خدمت ہے جیسے دعائے قنوت میں ہے کہ الیک نسعیٰ ونحفد۔ یعنے تیری بارگاہ میں طاعت سے دوڑتے اور خدمت کرتے ہیں اور عرب میں
خدمت کرنے والے اُن کی اولاد وغیرہ ہوتی تھی اور کبھی حفدہ خاصکر بیٹیوں کی اولاد کو کہتے ہیں اور یہ مہربانی و شفقت دلائی کہ بیٹیوں کو پرورش

کرنا تی ہون ورنہ نانا کہان سے بنینگے۔ اور کبھی پوتون و پوتیون کو کہتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ حفدہ لڑکون کی اولاد ہے کما قال
ابن عباس و عکرمہ والحسن والضحاک وابن زید۔ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حفدہ ولد اور ولد الولد
ہین یعنے ولد کو بھی شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق بنین کے بعد حفدہ کا ذکر اس طرح ہے کہ بنین تو فقط نرینہ اولاد ہے اور حفدہ خواہ
لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور خواہ لڑکی کی اولاد ہو یا لڑکے کی اولاد ہو پوتے و ناتی دونون کو شامل ہے۔ سنید رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر مین کہا کہ حدثنا
حجاج عن ابی بکر عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بنوک حیث یحفدونک الخ یعنے حفدہ تیرے بیٹے کیونکہ تیری خدمت کرتے ہین اور مدد کرتے ہین اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حفدہ بیٹا و خادم ہے اور دوسری روایت ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حفدہ نصرت کرنے والے و مدد کرنے
والے و خدمت کرنے والے کہلاتے ہین اور طاؤس وغیرہ نے کہا کہ حفدہ خدمت کرنے والے کہلاتے ہین یہی قول قتادہ و ابو مالک و حسن بصری کا ہے
اور عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کی کہ حفدہ وہ ہے جو تیری اولاد سے یا اولاد کی اولاد سے تیری خدمت کرے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا
کہ عرب کا تو یہی حال تھا کہ ان کی خدمت اُن کی اولاد کیا کرتی تھی۔ عوفی کی روایت ابن عباس سے ہے کہ حفدہ وہ مرد جو دوسرے مرد کے روبرو خدمت
کرے۔ اور کہا کہ بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ حفدہ آدمی کے ختن ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ختن داماد و خسر دونون پر بولا جاتا ہے اور کبھی
بہن کے خاوند کو بھی بولتے ہین اور سہر ایسے شخص کو جس کا رشتہ خاندان سے دامادی کا ہو جاوے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ختن کے جو
معنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مسروق و ابو الضحی و ابراہیم نخعی و سعید بن جبیر و مجاہد و قرطبی کا ہے اور
اُس کو عکرمہ نے ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے اور علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ حفدہ خسر ہوتے ہین۔ شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ سب اقوال حفدہ کے معنے مین داخل ہین کیونکہ اس کے معنے خدمت کے ہین وہ کبھی اولاد سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی
خدمتگارون و داماد و خسر سے حاصل ہوتی ہے پس نعمت ان سب سے حاصل ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اگر ازواج کے متعلق حفدہ ہے
تو حفدہ تمھاری ازواج سے دیے تو اس صورت مین ضرور اس سے مراد اولاد اور اُن کی اولاد اور جورو کے دوسرے خاوند سے جو اولاد کہ دوسرے
شوہر کی پرورش مین ہو اور داماد مراد ہونگے کہ جو لڑکیون کے خاوند ہین اور ایسا ہی شعبی و ضحاک کا قول ہے۔ اور لکھا کہ شاید ابو داؤد کی حدیث نضرۃ
بن اکثم مین کہ الولد عبد لک ولد تیرا غلام ہے یہی مراد ہو گی کہ خادم ہے۔ اور اگر اُس کو ازواج پر معطوف کیا جاوے یعنے تمھارے لیے ازواج کر دین
اور حفدہ کر دیے تو خادم مطلقاً داخل ہونگے انتہے مترجما۔ اور بعضے اہل تفسیر نے لکھا کہ بظاہر حفدہ کا عطف بنین پر ہے تو اولے یہ ہے کہ بنین سے بیٹے مراد
ہین تو حفدہ سے اولاد کی اولاد مراد ہو۔ اور واضح ہو کہ حفید دراصل لغت مین بیٹون اور بیٹیون دونون کی اولاد کو شامل ہے اور کسی ایک کی تخصیص
کرنا پیچھے سے استعمال عرف مین ہو گیا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالے نے احسان رکھا کہ پیدا کیا اللہ تعالے نے تم کو اور تمھاری بیبیان اور اُن سے لڑکے اور
اولاد جو تمھاری مددگار ہون اور خدمتگار جو تم کو آرام دین۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ اور رزق دیا تم کو طیبات سے یعنے پاک لذیذ چیزون سے
ان مین جو حلال ہے وہ ثواب اور فرمان الٰہی کے موافق ہے اور اگر کسی حلال کو حرام طور پر کھایا وہ عذاب ہے اور جن غذاؤن کو حرام کر دیا ہے جیسے سور کا
گوشت تو وہ طیب نہین ہے۔ واضح ہو کہ صحیح یہ ہے کہ بعض چیزین پاک ہوتی ہین مگر اللہ تعالے نے اپنی فرمانبرداری کے امتحان کے واسطے انکو حرام کر دیا
جیسے بعض لوگ شراب کو اسی قسم سے قرار دیتے ہین یا کسی دوسری وجہ سے جو حرام فرمائی ہے اُس سے پیدا ہونے کی وجہ سے حرام ہے جیسے سنکھیا کہ پاک ہے
ولیکن جان کو قتل کرنا حرام کیا اور سنکھیا کھانے سے جان جاتی ہے لہذا حرام ہے۔ بالجملہ حرام مین دو قسم ہین ایک وہ کہ جو طیب نہین ہین وہ تو بالاتفاق
حرام و رزق بھی نہین ہین اور دوم جو پاک ہین مگر کسی وجہ سے اُن مین حرمت ہے جیسے کہ مثلاً دوسرے کا طعام چھین لیا تو اُس کی حرمت ذاتی نہین بلکہ
بالغیر ہے اور اہل السنۃ کے اعتقاد مین یہ رزق ہے مگر اُسپر عذاب ہوگا اسی وجہ سے حدیث مین ثابت ہے کہ حرام کھانے پہننے سے نماز و دعا وغیرہ
قبول نہین ہوتی ہے۔ اور پھر کے انعام سے اُس کو ملا دیا اور آدمی کو سردار بنا دیا چنانچہ حدیث مین بھی ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے روز بندہ سے فرماویگا

اُسپر اپنا احسان رکھے گا کہ اے فلان کیا مین نے تجھے تیرا جوڑا نہ دیا تھا اور کیا مین نے تجھے کرم نہ کیا تھا اور کیا مین نے اونٹ گھوڑون کو تیرے تابع
نہین کر دیا تھا اور نہین تجھے چھوڑ دیا تھا کہ تو سردار تھا اور عیش کرتا تھا ریاست مین تا آخر حدیث مترجم کہتا ہے کہ تیرا جوڑا دیا۔ یعنے جورو
جس سے اولاد اور احفاد ہوئے اور یہ ان سب کا سردار ہوا اور رزق سے عیش کرتا رہا معلوم ہوا کہ خاندان کا بوڑھا سب کا سردار ہے اور دوسری
حدیث مین بھی وارد ہے کہ ہم مین سے نہین جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور جو ہمارے چھوٹے پر مہربانی نہ کرے۔ غرضکہ اللہ تعالے نے ان نعمتون سے آدمی کو
فضیلت دی پھر وے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہین۔ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ۔ کیا جھوٹی بے بنیاد بات پر اعتقاد لاتے ہین یعنے دوسری
چیزین بت و آدمی و جن و شیطان دیری و دیو وغیرہ پر اُن کو اعتقاد ہے کہ اُن کی طرف سے بہت سی باتین مانتے ہین کہ فلان نے ہم کو اب کی بیٹا دیا اور
فلان بزرگ کی طرف سے ہمارا یہ کام ہو گیا اور بتون کی پرستش اسی واسطے کرتے ہین تو یہ بے بنیاد لغو جھوٹ بات پر اعتقاد لاتے ہین وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ
هُمْ يَكْفُرُونَ۔ اور اللہ تعالے کی نعمت سے انکار کرتے ہین۔ منجملہ کفران نعمت کے یہ ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے نعمت نہ جاننا اور غیرون کی طرف
منسوب کرنا۔ اور جسقدر نعمت بڑھے اُسی قدر اُس کا انکار سخت ہے اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالے کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق ایمان کی ہدایت
ہے حالانکہ بعض قریش اس سے منکر ہوئے اور یہ خیال باطل و شیطانی ہے کیونکہ بتون کی قدرت و عیسیٰ کی ولایت اور مانند اس کے جسقدر باطل اعتقادات
ہین اُن سے نہ بتون کو خبر اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہی صرف شیطان کے جمائے ہوئے عقیدے وہمیات ہین لہذا باطل جملہ شیطان ہے اسپر
اعتقاد لاتے ہین اس کلام کے معنے ابن جریج رحمہ اللہ تعالے سے مختصر مروی ہین۔ ف فی العرائس قوله والله فضل بعضكم على بعض في الرزق اسکی
تفسیر گزر چکی اور جب نظر بلند کرکے فقط اہل معرفت کے رزق مین دیکھو تو یہان اشارات ہین از انجملہ یہ کہ اہل معرفت کا روحی رزق مقسوم ہے بعض کے
واسطے طاعات ہین کہ اُن کی روح کو بوجہ تصفیہ نفس کے غذا ہے اور بعض کے لیے ارادت ہین یعنے ہمہ تن ارادت مین دائر ہین اور اُسی کی خواہش مین
مستغرق ہین اسی طرح بعض کے واسطے مقامات ہین اور بعض کے لیے حالات ہین اور بعض کا رزق مکاشفات ہین اور بعض کو مشاہدات نصیب ہین اور
بعض کو حصول معرفت ہے اور بعض کو محبت کا حصہ ہے اور بعض کے واسطے توحید ہے اور بعض کو تفرید ہے پس اشباح کا رزق درحقیقت عبادت
و عبودیت ہے اور ارواح کا رزق درحقیقت دیدار انوار ربوبیت ہے اور عقول کا رزق وہ افکار ہین جو صفات آلہی مین ہون اور قلب کا رزق
اللہ تعالے کا ذکر ہے اور سب کے سب اپنے رزق کے لیے جناب آلہی مین محتاج ہین اور بحر قرب و مشاہدہ سے پینے کے بعد بھی اپنے مشرب کے پیاسے
ہین ؎ نہ گویم کہ برآب قادر نیند + کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ اور پھر ایک فرط غیرت سے نہین طاقت رکھتے کہ اہل ارادت مین سے کوئی ان کے ساتھ ہو
وذلك قوله تعالے فما الذين فضلوا برادي رزقهم على ما ملكت ايمانهم۔ شیخ ابراہیم خواص نے کہا کہ بعض کا رزق طلب مین ہے اور بعض کا قناعت
مین اور بعض کا توکل مین اور بعض کا کفایت مین اور بعض کا مشاہدہ مین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اظل عند ربي يطعمني ويسقيني مین
برابر اپنے رب کے پاس ہون وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور یہ حدیث صحیح مین موجود ہے شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سب سے اعلےٰ رزق
جو انسان کو عطا ہوا ہے معرفت ہے اُس کو اپنے رب سے نزدیک کرے اور عقل ہے کہ اُس کو سیدھی راہ پر ادب سے مستقیم رکھے پھر اللہ تعالے نے اس
رزق کی پاکی و حلاوت و طہارت بیان فرمائی بقوله ورزقكم من الطيبات۔ پاکیزہ رزق مین سب سے اعلےٰ مشاہدہ و لقاء ہے کیونکہ اسی رزق سے درحقیقت
زندگی ارواح در معرفت ہے اور زندگی اشباح در عبودیت ہے و زندگی عقول تبفکر اور زندگی قلوب بذکر اور عیش اسرار با دراک علم ربوبیت ہے اور
حقیقت مین طیب وہی ہے کیونکہ وہ پاک ازلی قدیم منزہ از حدوث ہے اور ماسوائے اُس کے جو ارزاق ہین وہ معلول ہین اور وہ طیب نہین ہو سکتا
رزق طیب کی صورت یہ ہے کہ عارف کے حال سے موافق ہو اُس کو صفائے وقت سے محجوب نہ کرے۔ حارث محاسبی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ
وہ فئ و غنیمت ہے مترجم کہتا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ مال غنیمت جو جہاد سے حاصل ہو اس سے بہتر حلال رزق نہین ہے اس کے بعد
امام ابو حنیفہ نے کہا کہ تجارت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ زراعت ہے اور واضح ہو کہ یہ دونون باختلاف زمانہ مختلف ہو جاوینگے جسکے ممکن ہو کہ

اس زمانہ مین تجارت سے زیادہ زراعت بہتر ہو کیونکہ اس زمانہ مین جملہ بیوع فاسد و سود ہین اور اگر کسی نے قصد کر کے خریدین جملہ شرائط کی رعایت رکھی تو شک نہین کہ بایع کے پاس وہ چیز بطور فاسد پہونچی ہے غرضکہ جو شخص قواعد شریعت سے واقف ہے اسپر پوشیدہ نہین کہ مشائخ نے جو اپنے زمانہ مین لکھا کہ عامہ بیوع فاسد ہین جیسا کہ فتاوے مین مصرح ہے تو اس وقت ضرور بیوع فاسد ہین اور رہی زراعت تو وہ بھی اس زمانہ مین مخدوش مخمصہ مین ہے مگر کسی قدر تجارت سے غنیمت ہے لہذا اسی پر فتوے ہوگا واللہ تعالے اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ احمد بن ابو احوازی نے کہا کہ طیبات وہ چیزین ہین جو جنگلون مین مباح ہین مترجم کہتا ہے کہ ہندوستان مین اسوقت جو حاکم ہے اُس نے جنگلون کی لکڑی و گھاس و پانی وغیرہ سب مملوکہ قرار دیا ہے ولیکن واضح ہو کہ جو چیزین اللہ تعالے نے اصلی مباح فرمائی ہین وہ کسی شخص کے روکنے و مملوکہ قرار دینے سے مملوک و ممنوع نہین ہونگی اور یہ قول اقرب ہے واللہ تعالے اعلم۔ البتہ مشکل یہ ہے کہ جس نے بوجہ اصلی حلت کے اس ملک مین جنگل کی چیزون سے لیا اُسکو حاکم وقت ستاویگا لہذا آدمی مشکل و مشکل مین ہے واللہ الہادی الے السبیل وہو العزیز الحکیم۔ شیخ ابن الجلا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جو فتوح بُجھ کو بدون طلب و حرص کے ہو وہ حلال ہے اقول شاید یہ اُس زمانہ مین ہو جبکہ عموماً لوگون کے پاس مال حلال تھا پس جو کچھ اُس کے پاس پہونچا وہ بھی حلال ملک سے آیا اور اس زمانہ مین اس مین تامل ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر اللہ تعالے نے اپنا فضل و انعام بیان کرنے کے بعد مشرکون کے انکار و شرک کو بطور ملامت بیان فرمایا اور اپنی تنزیہ کی بقولہ تعالے

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا

اور پوجتے ہین — اللہ کے سوا ایسون کو — کہ مختار نہین — انکی — روزی کے — آسمان — وزمین مین سے — کچھ — اور نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مقدور رکھتے ہین — سو مت — ٹھہراؤ اللہ پر — کہاوتین — اللہ جانتا ہے — اور تم نہین جانتے

اللہ تعالے نے مشرکون کے حال سے بطور انکار و ملامت کے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے کے ساتھ غیرون کی عبادت کرتے ہین حالانکہ رازق اور انعام کرنے والا ہر طرح اُنپر اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے فقال۔ وَيَعْبُدُوْنَ۔ اور عبادت کرتے ہین یعنے مشرک لوگ قریش و عرب والون سے لیکر قیامت تک کے پوجتے ہین۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوا اللہ تعالے کے۔ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ۔ وہ چیز جو اُن کے لیے مالک نہین ہے۔ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا کچھ رزق کی آسمانون و زمین سے کچھ چیز بھی۔ یعنے اُن کو برسانے و اُگانے وغیرہ ہر ایک قسم کے اسباب رزق مین کسی چیز کی قدرت نہین ہے۔ واضح ہو کہ۔ ما موصولہ اکثر اس کا استعمال بیجان و بےعقل چیزون مین ہے تو مراد یہان بت ہین لہذا قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اُس کی تفسیر مین کہا کہ یعنے بت جنکو سوا اللہ تعالے کے پوجتے ہین وہ اپنی پرستش کرنے والون کے لیے کچھ رزق کے مالک نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ ما موصولہ عام ہے بیجان و جاندار و عاقل سبکو پس اول مین تو بتون وغیرہ کو ما موصولہ سے تعبیر کیا پھر فرمایا۔ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ اُن کے معبود لوگ کچھ استطاعت رکھتے ہین۔ یہان صیغہ جمع اس وزن پر ہے جو عاقلون کے واسطے مقرر ہے پس اس کی وجہ یہ ہے کہ اول مین تو واقعی حال پر تعبیر کیا کہ جن چیزون کی پرستش کرتے ہین وہ جمادات ہین یا اگر ما موصولہ عام لیا جاوے کہ ملائکہ و حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ سب کو شامل ہو تو بھی حق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وہمی خیال کو معبود بناتے ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ کو کچھ خبر بھی نہین ہوتی۔ پھر دوسری جگہ صیغہ عقلا سے تعبیر باعتبار مشرکون کے گمان کے ہے کہ مشرک بتون کو اپنے حال سے آگاہ و ذی عقل جانتے ہین۔ واضح ہو کہ کلمہ شیئًا جو آیت مین مذکور ہے زبان عربی کی ترکیب مین نادانون کو مشکل ہو جاتا ہے لہذا جاننا چاہیے کہ اس مین ترکیبی تین صورتین ہین اول یہ کہ لا یملک کا مفعول مطلق ہو یعنے مفعول کی صفت تھا تو مفعول حذف کر کے اُس کے قائم مقام ہے اس طرح کہ لا یملک لہم رزقا من السموات والارض ملکًا شیئًا۔ یعنے کچھ بھی ملک نہین رکھتے۔ دوم یہ کہ رزقًا سے بدل ہے۔ اس پر بعض نے اعتراض کیا کہ اس بدل کا فائدہ نہین ہے کیونکہ اس سے نہ بیان ہے اور نہ تاکید ہے۔ جواب یہ ہے کہ رزقًا سے شیئًا عام ہے پس افادہ ظاہر ہے

و فیہ بحث ۔ سوم یہ کہ رزقاً اس میں عامل ہے اس بنا پر کہ رزق مصدر ہے اُس کا عمل فعل کا ہوگا اور یہی ابو علی فارسی کا قول ہے اور ابن الطراوۃ
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کلام کیا اس طرح کہ رزق سے مراد مرزوق ہے یعنے رزق اس مقام پر وہ چیز ہے جو ان کو رزق دی گئی ۔ اور جواب یہ
ہے کہ عمل کرنا باعتبار لفظ کے ہے اور لفظ رزق ہر حال میں مصدر ہے خواہ معنے مصدری مقصود ہوں یا اس سے مرزوق کے معنے مراد ہوں ۔ یہاں
ایک بات یہ ہے کہ اول بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جن لوگوں و جن چیزوں کو اپنا معبود بنا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وے کچھ مالک نہیں
ہیں تو پھر دوبارہ لا یستطیعون فرمانے کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے اگر اول میں لفظ رزق کے مالک نہیں ہیں مراد لیا جاوے تو دوبارہ
اُن کی استطاعت نہ ہونا نفی مقصود ہے اور اگر اول میں شیئاً سے بالکل ملک کی نفی ہے تو ممکن ہے کہ استطاعت ہو پس اس کی بھی نفی کر دی اور حاصل
کلام یہ ہے کہ کبھی آدمی کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے لیکن استطاعت ہوتی ہے جیسے بادشاہ نے ایک شخص کو یا اپنے غلام کو خرید فروخت سے منع
کر دیا تو وہ بحکم سلطنت کے اس کام کا مالک نہیں ہے اور کچھ بھی خرید فروخت نہیں کر سکتا لیکن اُس کو استطاعت باقی ہے چنانچہ اگر بادشاہ اجازت دیدے
تو فوراً یہ کام کر سکتا ہے ۔ اب معنے آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اُن کو پیدا کیا اور ہر طرح کا رزق دیا اور جو کچھ ان کے حق میں نیکی و بدی
جاری ہے سب اُسی کی قدرت سے اپنے اپنے وقت پر ہوتی ہے تو اسی کی عبادت اُن پر فرض ہے مگر مشرک و کافر بندوں کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ یہ تو صریح ظاہر ہے کہ دوسروں نے اُن کو پیدا نہیں کیا اور جو خود مخلوق ہوا وہ کچھ پیدا نہ کر سکے اس کی
عبادت نہیں ہو سکتی ہے پھر علاوہ پیدا نہ کرنے کے رزق و حیات و نیکی و اولاد وغیرہ جتنی نعمتیں اُن کو رزق دی جاتی ہیں اُن میں سے بھی وے اُن کے
حق میں کچھ بھی مالک نہیں ہیں اور مالک نہ ہونے کے ساتھ اُن کو کچھ استطاعت و قدرت بھی نہیں ہے ۔ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز جو عدم سے
وجود میں آتی ہے جیسے کہ آدمی کے افعال جن کو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے کیا حالانکہ مرض کا پیدا ہونا اور اچھا ہونا اور اُس کو بھوک معلوم ہونا اور مانند اس کے
ہزاروں فعل ہیں کہ اُن میں اُس کو خود اقرار ہے کہ میری استطاعت سے نہیں ہوتے ہیں مگر اُن کے سوا بہت سے کام ہیں کہ اُن میں نادانی و حقیقت
حال سے واقف نہ ہونے کے سبب سے دعوے کرتا ہے کہ میں نے کیا ہے مگر عالم و جاہل میں فرق ہے عالم جانتا ہے کہ یہ کسی میں استطاعت نہیں ہے
جو چیز پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے پیدا ہوتی ہے اسی معبود عز و جل کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز مقہور و مسخر ہے اور اُسی کی قدرت سے ہر
چیز پیدا ہوتی ہے اور ہر آدمی کے افعال و حرکات پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کے خیالات میں جو چیز آوے وہ حادث کے اندر ایک چیز حادث ہوئی اور اللہ
تعالیٰ جل شانہ قدیم ہے اُس کی شان و قدرت و علم و حکمت بے مثل و بے مانند قدیم ہے پس ممکن نہیں ہے کہ آدمی کی عقل و خیال میں کوئی ایسی چیز
پیدا ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی مشابہت ممکن ہو اسی واسطے مشرکوں کو اُن کے خیالات دوڑانے سے منع فرمایا بقولہ ۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ
سو تم مت بیان کرو اللہ تعالیٰ کے لیے مثلیں ۔ قتادہ رحمہ اللہ کی تفسیر کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد
ہے اور جو چیز اُس کی تشبیہ میں لاؤ وہ تمہارے مثل بھی نہیں بلکہ ایک صورت تمہارے اندر خیال میں پیدا ہوئی ہے وہ بھلا اللہ تعالیٰ کے مثل کہاں
سے ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے مشابہت و خیالات مت لاؤ ۔ قال المترجم یہ کلام نہایت لطیف ہے اور جس قدر غور سے دیکھا
جاوے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور اسی سے ثابت ہوا کہ مشرکین جو کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسا بزرگ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی عبادت
نہیں کر سکتا تو بذریعہ ستاروں و جنوں وغیرہ کے اُس کے یہاں تقرب ڈھونڈھنا چاہیے یہ کلام بظاہر اللہ تعالیٰ کی تعظیم معلوم ہوتی ہے و لیکن غور سے
دیکھو تو بڑی گستاخی ہے اس لیے کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی تشبیہ اپنے خیال میں نکالی کہ وہ ایسا ہے تو اس کا حکم یوں ہوا ۔ اور اگر کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے
ہم کو اس طرح آگاہ فرمایا ہے لہذا ہم ایسا ہی کرتے ہیں اور ہم اُس کی شان میں کوئی بات نہیں تراشتے ہیں تو صحیح ہوتا لہذا فرمایا ۔ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جو شان عظیم اُس کے لائق ہے اور تم نہیں جانتے ہو کہ وہ ایسا ہے اور اس کا حکم یہ ہے ابن عباس رضی اللہ
عنہ نے فرمایا یعنے میرے ساتھ دوسرا الٰہ مت بناؤ کیونکہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے ۔ اس کے معنے بھی ہیں جو مذکور ہوئے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ

تعالیٰ نے کہا کہ فلا تضربوا للہ الامثال یعنی تم اس کے واسطے مانند و نظیر و مثل مت بناؤ۔ ان اللہ یعلم الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ لا الٰہ الا ہو اور
تم نادانی سے اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ دیگر مفسرین نے یہاں اقوال بیان کیے ۔ اول آنکہ ان اللہ یعلم یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم پر عبادت
اُسی کی ہے و انتم لا تعلمون جو کہ بتوں وغیرہ کی عبادت سے تم پر عاقبت کی بدانجامی ہے ۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت جانتا ہے اور تم
اُس کو نہیں جانتے ہو تو اُس کی وحی کے سامنے اپنی رائے کو چھوڑ و ۔ سوم آنکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مثل کیونکر بیان ہوتی ہے اور تم اُس کو نہیں جانتے ہو
اور تمہارا فعل فقط خیالات باطلہ ہیں اقول آگے اللہ تعالیٰ نے خود مثل بیان فرمائی ہے تو اس قول سے توفیق ہو گئی کہ ممانعت اُن کو ضرب المثل
کرنے سے ہے اور جواز خود ضرب المثل کا فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ ممانعت تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو خیال و مثال سے تشبیہ دے کر مانند
بادشاہوں کے قرار دیکر اس پر اپنی رائے سے حکم نکالنے کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی مثال نہیں فرمائی ہے فافہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام میں فلا تضربوا
یعنی فلا تجعلوا ہے کیونکہ ضرب المثل ظاہر الکلام ہوتا ہے اور شیخ رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مثل و مانند و نظیر مت بناؤ لیکن حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ کی تفسیر اس کے موافق ہے پس یہ کہا جاوے گا کہ یہاں ضرب المثل کے معاورہ پر فلا تضربوا للہ الامثال نہیں ہے بلکہ لغوی معنے پر ہے یا
کہا جاوے کہ ضرب المثل کی تشبیہ پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مانند دوسری چیز کو تصور کر کے ضرب المثل ہو گی پس اس تشبیہ سے منع کر دیا کہ اس کے
مانند کوئی چیز مت بناؤ فافہم ۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ فلا تضربوا للہ الامثال ۔ اس میں قدم کی پاکی حدوث سے بیان فرمائی کہ کوئی چیز جو حادث ہے
اُس کو کسی طرح ذات پاک قدیم سے مشابہت نہیں ہے پس ضرب المثل ممکن نہیں ہے اور اس میں اہل ایمان کو جو اللہ تعالیٰ سے سخت محبت رکھتے ہیں
بقولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ اشارت ہے کہ مقام محبت و عشق میں شواہد التباس سے قدیم کو منزہ و پاک رکھیں اور حوادث سے تشبیہ و التباس
نہ ہونے دیں اور یہ اُس صورت میں ہے کہ مخلوقات کے دیکھنے میں اور افعال جہان کے تصورات میں حق عز و جل کا ظہور ہے تو حق عز و جل کو مقام التباس
میں حوادث و مخلوقات سے منزہ رکھیں اور مرتبہ فہم الفہم کے ساتھ صفت قدسی کو فعل سے پاک رکھیں اور اُس کی حقیقت ذات کو اوہام و اشارات و
عبادات ۔ ضرب الامثال سے پاک و منزہ رکھیں وہ تو قائم بذات خود ہے اور مخلوقات کے ادراک سے ممتنع ہے پس جو مثال بیان کیجاوے جب اُس کو
نظر حقیقت سے دیکھو تو اُس کی ذات و صفات سے خارج ہو گئی مترجم کہتا ہے کہ خالص عقل کے واسطے یہ صریح دلیل ہے کہ آدمی مخلوق ہے
اور اُس کے اندر عقل مخلوق ہے اور خیال وجو اس یا عقل جبکہ اندر اللہ تعالیٰ کے واسطے مثال وغیرہ تصور کیجاوے وہ مخلوق کے اندر اسوقت میں
مخلوق پیدا ہوئی کیونکہ تصور سے پہلے اس تشبیہ و مثال کا وجود نہ تھا پس اللہ تعالیٰ جو قدیم ہے وہ عقل حادث سے جدا ہے تو پھر عقل حادث کے اندر
حادث سے بالکل مبرا و منزہ ہے اور کسی حال میں عقل کا ادراک اس درجہ سے یعنے حادث کا حادث ہونے سے تجاوز نہیں کر سکتا تو کبھی آدمی اُس کو
ادراک نہیں کر سکتا ہے ۔ یہ قطعی دلیل ہے واللہ تعالیٰ ہو الہادی الیٰ سواء السبیل ۔ قولہ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم اسرار ہے اور
لوگ جس بات پر شاہد ہیں وہ انہیں کی ذات و صفات میں اسی واسطے اکابر مشائخ کا قول ہے کہ جو کچھ تیرے ادراک میں آوے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہے
ولیکن اللہ تعالیٰ کی راہ محبت و معرفت میں ضرب المثل جائز ہے یعنے اس راہ کے واسطے مثال ہو سکتی ہے یا عالم ربوبیت میں سیر کی مثال ہو سکتی ہے
اور غرض اس سے آسانی کے ساتھ سمجھانا ہوا کرتا ہے تاکہ اس راہ سے ایسے مقام پر واصل ہو کہ جہان ظہور کے واسطے کوئی مثال نہیں ہو سکتی ہے حالانکہ
اللہ تعالیٰ اس سے بھی منزہ و پاک ہے یہاں لطائف اشارات میں سے عارفوں کے واسطے یہ ہے کہ ظہور حالات و واردات جب منقطع ہو گئے اور
وہ اشتیاق میں مضطرب ہو گئے تو اُن کو نہیں چاہیے کہ اپنے نفس سے خیالات و امثال بنا دیں کیونکہ یہ سب حادث ہو گئے اور خوف کریں کہ محض تشبیہ
میں پڑے ہیں اور راہ غلط کر جاویں اور ابتدا آپ کو مثل حق جانیں گویا فہمائش ہے کہ امثال مت بناؤ کیونکہ تم امثال نہیں پاؤ گے کیونکہ تم اس بات پہ
قادر نہیں ہو لیکن ہم امثال بناتے ہیں جو ادراک ہوتا ہے اُس کی حقیقی مثل پر ہم قادر ہیں اور تم نہیں قادر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مثل نورہ کمشکوٰۃ
فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الآیہ اور فرمایا ضرب اللہ الامثال للناس الآیہ اور فرمایا ولہ المثل الاعلیٰ فی السمٰوٰت والارض الآیۃ پس گویا حکم دیا

کہ اللہ تعالیٰ کی امثال واسطے تشبیہ کے مت بیان کرو لیکن اُس کی طرف رہنمائی اور طلب کے واسطے مثل اعلیٰ اُسی کے لیے ہے اور واضح ہو کہ امثال تو تصویر معنوی اُس کی ہے جو غائب ہو حالانکہ حق عزوجل کمال ظہور سے مثال و حقیقت میں متصور و ممکن نہیں ہے ولیکن اہل غیب کے لیے رہنمائی کے لیے البتہ روا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ ضرب المثل اُس کی ذات و ماہیت کے واسطے روا نہیں ہے کیونکہ ذات کا عقل میں لانا کسی حال میں ممکن نہیں ہے واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام اشیا سب کا مجموعہ اس سے بھی کم ہے جیسے ایک ذرہ آسمان و زمین کے درمیان جوف میں ہوا کے اندر اُڑتا ہے تو ذات حق عزوجل اس میں کیونکر ظہور کرے اسی واسطے ضرب المثل سے منع فرمایا کیونکہ اُس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے بقولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیء۔ تو ذات و کیفیت کا ادراک محال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے قولہ کیونکر ظہور کرے یہ ہیں کہ ادراک اُس کی ذات کا محال ہے ورنہ تمام اشیا مظاہر حق سبحانہ تعالیٰ ہیں ولیکن ذات حق عزوجل پاک و منزہ ہے پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور صفات حق عزوجل کہ جنکا ظہور خلق کے واسطے اُن کی بقاء و عزت کے لیے لباس کے طور پر ہے تو وہ ادراک سے منزہ و پاک ہیں مگر ظہور ظاہر ہے پس اُس کی ذات و صفات کسی کے واسطے مثل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جلشانہ الاحد الصمد ہے اور اُس کی ماہیت ذات و کیفیت صفات پر وقوف محال ہے اور شیخ نے کہا کہ مثالیں جو قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں وہ اسرار کے جذب کے لیے اور تاکہ اسی میں فنا ہو کر بقا حق سے باقی ہوں پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے دو غلام ایک بخیل اور دوسرا سخی کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ عزوجل۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر اور ایک جسکو ہمنے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اسمیں سے

سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

چھپے اور کھلے کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال یعنے ایسی چیز جس سے تم کو امتیاز حاصل ہو کہ قدرت والے میں اور جو قدرت نہیں رکھتا ہے بڑا فرق عظیم ہے اور مثل میں کوئی عجیب بات ہونی چاہیے تو بعض نے کہا کہ یہاں مثل سے مراد ایک بات ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اس مثال میں اتنا بڑا فرق موجود ہے جسکی جانب اکثر لوگوں کی نظر غور نہیں کرتی تھی تو باعتبار بے لحاظی کے ان کے حق میں مثل ہے اور مثل در حقیقت وہی ایک حالت ہے جو غلام کو عارض ہے یعنے مملوک ہونا اور کسی تصرف پر اُس کو قدرت نہ ہونا اسکا بیان بطور بدل کے بیہ ہے۔ عَبْدًا ایک بندہ ہے۔ مَّمْلُوْكًا دوسرے کے مال میں۔ یعنے عبد سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں ہے کیونکہ غلام و آقا دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں پس یہاں مراد وہ غلام جو لوگوں میں معروف ہے۔ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وہ غلام ایسا ہے کہ اُس کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے یعنے کوئی تصرف نہیں کر سکتا ہے یعنے ایسا غلام خیال کرو جو ہر طرح مجبور و تصرف سے ممنوع ہے کیونکہ بعضے غلام ایسے ہوتے ہیں کہ آقا اُن کو تصرفات کی اجازت دیتا ہے جیسے غلام ماذون جسکو تجارت کی اجازت ہے تو وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور جیسے مکاتب کہ آقا نے اُس کو نوشتہ دیدیا کہ اسقدر روپیہ کما کر دیدے تو آزاد ہے پس اُن کو کچھ تصرف کی اجازت ہوتی ہے مسئلہ اسی مقام سے فقہا نے استدلال کیا کہ غلام کے ملک میں کچھ نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ایسا غلام ہے جسکو کچھ قدرت نہیں ہے۔ وَّمَنْ اور ایک ایسا شخص ہے کہ۔ رَّزَقْنٰهُ ہم نے اُسکو رزق دیا ہے۔ مِنَّا اپنی طرف سے یعنے فقط اپنے فضل سے کچھ اُس کا ذاتی استحقاق نہیں ہے یعنے ایک آزاد شخص ہے کہ ہم اپنی حکمت و فضل سے جس کو ہم خود جانتے ہیں اپنی طرف سے رزق دیا ہے۔ رِزْقًا حَسَنًا رزق حسن مراد یہ کہ ایسے طور پر وہ رزق ہے کہ لوگوں کی نظروں میں اچھا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وہ رزق کثرت کے ساتھ اور ایسی چیزیں ملی ہوئی ہیں کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں پسند کرتی ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ رزق حسن یہاں حلال پاکیزہ وسعت کے ساتھ ہے۔ فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سو یہ شخص خرچ کرتا ہے اُس رزق حسن میں سے خیرات کی راہوں میں اور طرح طرح کی نیکیوں

ہیں۔ سِرًّا وَّ جَهْرًا۔ پوشیدہ و ظاہر کر کے۔ واضح ہو کہ رزق حسن میں خالی لوگوں کی نگاہ کی خوبصورتی کافی نہیں ہے بلکہ وہ حلال ہو کیونکہ اللہ تعالے
صدقہ کو حرام سے قبول نہیں فرماتا۔ و حدیث میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ مرد نیک کے لیے مال نیک بہت اچھا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے
ولا یقبل اللہ الا الطیب۔ اور اللہ تعالے قبول نہیں فرماتا مگر وہی صدقہ جو پاک ہو۔ اور قولہ منہ۔ یعنے خرچ کرتا ہے اس میں سے۔ تو یہ دلیل ہے کہ مال حلال کو
اس طور سے خرچ کرنا چاہیے کہ سب دوسرے کو نہ دیدے کہ خود فقیر پریشان ہو جاوے اسی واسطے فھو ینفقہ نہیں فرمایا بلکہ ینفق منہ فرمایا۔ اور خرچ اپنے
نفس پر اور اپنے عیال وغیرہ پر ظاہر اور دوسرے محتاج کو دیدے جو قرابت و عیال میں سے نہ ہو تو پوشیدہ اچھا ہے۔ بالجملہ یہ مرد آزاد ہے جسکو اللہ تعالے
نے اپنی مشیت و حکمت سے موافق رزق حسن دیا اور وہ اس کو ظاہر و پوشیدہ اللہ تعالے کی راہ میں خرچ کرتا ہے پس پہلا غلام بے مقدور اور دوسرا
آزاد مقدور والا صالح دو قسم کے شخص ہیں۔ هَلْ يَسْتَوُونَ۔ کیا یہ دونوں یکساں ہیں۔ یعنے نہیں۔ حاصل معنے کہ جیسے تمہارے نزدیک ایک غلام جسکو
اپنے امور میں کچھ قدرت نہیں ہے اور دوسرا آزاد مالدار ہر طرح کی قدرت و فراخی عیش والا خوب خیرات کرنے والا دونوں یکساں نہیں ہیں اسیطرح
تمہارے معبود جمادات ہوں یا جاندار ہوں جنکو خود کچھ نفع و ضرر کی قدرت نہیں ہے اللہ تعالے کے شریک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ عطا رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ مثال میں ابوجہل و حضرت ابوبکر الصدیق ہیں کہ دونوں مساوی نہیں ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالے نے
ابن عباس سے روایت کی کہ یہ مثال اللہ تعالے نے کافر و مومن کی بیان فرمائی ہے اور یہی قتادہ رحمہ اللہ تعالے کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا ہے پس غلام مملوک جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے وہ کافر ہے اور جسکو رزق حسن دیا گیا کہ ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتا ہے وہ مومن ہے
مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ یہ مثال بتوں کی اور حق تعالے عز و جل کی ہے یعنے یہ اور وہ دونوں برابر نہیں ہیں دونوں میں فرق عظیم ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ سب تعریف تو اللہ تعالے ہی کو ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا وہ سب کا خالق ہے اور جملہ مخلوقات اس کی مملوک غلام ہیں۔ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ بلکہ بہتیرے ان میں کے جانتے نہیں ہیں یعنے اللہ تعالے کو پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ علماء نے کہا کہ اکثر سے سب مراد ہیں یعنے
مشرکین سب جاہل ہیں اور اگر تمام مخلوقات کو خطاب لیا جاوے تو اکثر سے مراد سب کافر ہیں جو مومنوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اشارہ ہے کہ علم کے ساتھ
جو خوبی ثابت ہو وہ اللہ تعالے کے واسطے ثابت ہے اور شرک و کفر وغیرہ کے ساتھ لاعلمی و جہالت ہوتی ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ضرب اللہ
مثلا عبدا مملوکا الآیہ۔ واضح ہو کہ غلام ظاہر میں آزاد کے ملک میں ہوتا ہے اور آزاد جو اس طریقہ میں آزاد کہا جاتا ہے وہ طریقت کی راہ سے کبھی خود
غلام مملوک ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کہ اپنے نفس کے پنجہ میں اسیر ہو اور اس کی زبردستی کے نیچے دب کر عاجز ہو اور اس کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے کو اس
نفس کی خواہشوں سے آزاد کر کے اپنے کمالات پر ترقی کرے بلکہ اسی کے پنجہ میں اس طرح مرنا قبول کرتا ہے کہ اسکے پیچھے کوئی اثر باقی نہیں ہے اور ایسے
شخص کو یہ بھی قدرت نہیں کہ اپنے قلب کے خزائن کا مالک ہو اور ذکر و فکر و عجائبات سے حظ وافر پاوے کیونکہ اس کے خزانہ کو نفس و شیطان نے
اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور دوسرا بندہ وہ ہے جسکو اللہ تعالے نے توفیق دی کہ اس کی معرفت و حکمت کے ارزاق حسنہ و مشاہدات و مکاشفات
کے مطاعم لذیذہ سے سرفراز ہے اور وہ اپنے نفس و مال کو اللہ تعالے کی راہ میں خیرات و قربان کرتا ہے اور لطائف حکمت کو طالبوں پر تقسیم کرتا ہے
اور اس کے عروج سے کوئی شخص واقف نہیں مگر جو اس درجہ پر ہو۔ ان دونوں میں بڑا فرق عظیم ہے مگر جاہلوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں نہیں بلکہ
جو شخص ان کی رفتار کے ساتھ موافق ہو اور جاہلوں کی خواہش پر فتوے دے اور ان کے ساتھ شریک ہو اسی کو قبول کرتے ہیں و فیہ قال تعالے الحمد للہ
بل اکثرھم لا یعلمون۔ جاہل لوگ بوجہ گرفتاری نفس کے عارف کو جاہل سے تمیز نہیں کر سکتے ہیں اور سچے کو بکارت امتیاز نہیں دیتے ہیں اور سب
تعریف اللہ تعالے ہی کے لیے ہے اس نے اپنے بندوں کو معرفت دی اور اپنے ہی حفظ میں رکھا کیونکہ جہال اگر ان کو پہچانتے تو اپنی طرف مشغول کرنے
میں کمی نہ کرتے و لیکن وے لوگ اہل الحق ہیں کہ مع الحق عز و جل باقی ہیں کوئی مشغول کرنے والا ان کی طرف راہ نہیں پاتا ہے و حدیث شریف میں آیا
ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ اسوقت منکر معروف ہوگا اور معروف منکر ہوگا یعنے شرع شریف میں جو باتیں ممنوع ہیں خواہ صریح نکلی ہوں یا نہ

یا بار یک نظر سے بے ادبیان وغیرہ وہ اسقدر ہر ایک شخص پر حاوی ہونگی کہ سب اُسی کو راہ طریقت سمجھینگے اور جو معروف شرعی تھے یعنے نیک کام ظاہر و باطن کے وے اُن کے نزدیک ممنوعات مین شمار ہونگے حتٰی کہ جو کوئی ایسے معروفات پر قائم ہے یا لوگون کو بتلا دے اُس کو بے ایمان کہینگے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے سے مین اپنے لیے و مومنون کے لیے ہدایت و توفیق مانگتا ہون وہ قبول کرنے والا ارحم الراحمین ہے اس زمانہ مین یہی حال ہے ۔ شیخ نے کہا کہ مثال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے کہ آدمی اپنے کو جناب باری تعالے کا بندہ بنا دے اور خوشی سے اُس کے احکام بجا لاوے اور اپنے اعمال و احوال مین سے کسی چیز پر نظر نہ کرے کیونکہ وہ درحقیقت مفلس و عاجز ہے پس جس نے اپنے علم و حال و اعمال مین سے کسی چیز پر نظر ڈالی وہ بندگی سے خارج ہے اور رب تبارک و تعالے کے ساتھ جھگڑا کرنے والا ہے اور بندگی یہ ہے کہ سب چیزون کو اللہ تعالے کی طرف سے دیکھے اور سوائے رب عز و جل کے سب سے خارج ہو جاوے اور سب چیزون کو اُسی سے دیکھے اور اپنی جان کو اُسی کیواسطے جانے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ

اور بتائی اللہ تعالے نے ایک مثال دو مرد ہین ایک گونگا کچھ کام نہین کر سکتا اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر جس طرف اُسکو بھیجے

لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

کچھ بھلا نہ کر لاوے کہین برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہو انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر

ع ۱۰

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالے نے بیان فرمائی ۔ یہ دوسری مثال ہے جو اول سے زیادہ واضح ہے اور سمجھدار طرح طرح کے معانی مین اُس کو سمجھتا ہے بلکہ موجود دیکھتا ہے وہ یہ ہے کہ رَّجُلَيْنِ دو مرد ہین ۔ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ دونون مین سے ایک ابکم ہے لغت مین علماء سے مختلف معنے مروی ہین جسکی زبان سے بات نہ نکلے یا زبان کٹا ہوا یا جو پیدایشی گونگا ہو اور وہ بہرا ضرور ہوتا ہے اور ابن الاعرابی رح نے کہا کہ اندھا بھی ہو ۔ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ ۔ اس کو کسی چیز پر قدرت نہین ہے یعنے کسی کام کا نہین ہے اور اسی قدر پر اکتفا نہین بلکہ وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۔ وہ بھار و بوجھ ہے اپنے مولے پر یعنے اپنی ذات کی پرداخت ضروری بھی نہین کر سکتا بلکہ مولے اُس کی پرداخت کرنے سے اُس کو اپنے اوپر گران و بار خاطر رکھتا ہے ۔ اور کسی کام کا نہ ہوتا تو خیر بلکہ یہ حال ہے ۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ اُس کو جدھر متوجہ کرے کبھی بھلائی نہ لاوے یعنے جدھر جاتا ہے کوئی بھلائی نہین لاتا بلکہ برائی عرب اپنے محاورہ مین بولتے ہین کہ لا اتیتک بخیر تجھ سے مجھے کبھی بھلائی نہ حاصل ہو گی یعنے ہمیشہ تیری حرکتون سے برائی اور تکلیف پہونچتی ہو ۔ اب خود بتلاؤ کہ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ بھلا یکسان ہے یہ شخص گونگا بہرا نکما بھار و نحس ۔ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۔ اور دوسرا ایسا شخص کہ جو لوگون کو انصاف کا حکم دیتا ہے یعنے خود متصف باعتدال و خوبی ہے کیونکہ جس مین خود عدل ہو اس مین پوری حکمت و خوبی موجود ہے بلکہ اسقدر کمال ہے کہ لوگون کو بھی اعتدال پر رہنے کا حکم دیتا ہے اُس کی باتین مناسب اچھی ہین کام سب ٹھیک ہین ۔ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اور وہ ٹھیک راہ پر قائم ہے ۔ واضح ہو کہ اس کی مثالین اہل عرب کے روبرو موجود تھین اور مقصود یہ تھا کہ تم ایسے بتون کو جو گونگے بہرے نکمے واہیات چیزون کو بس جہالت سے تم مانتے ہو اور محمد رسول اللہ صلعم کو وحی الٰہی سے حق عز و جل کی بندگی کو فرماتا ہے اُس سے انکار کرتے ہو ۔ اب مثالین یہ ہین کہ جو لوگ اہل عقل و فہم تھے اُن کے واسطے اگر تو ابو جہل و اُمیہ بن خلف تھے کہ راہ راست کی کوئی بات نہ کر سکتے اور نہ اُن سے کوئی بھلائی ممکن تھی اور صاحب عدل محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے ۔

ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ بھی کافر و مومن کی مثال ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ ابکم کافر ہے اور مثال مین یہ ضرور نہین ہوتا کہ ہر جزو اُس کا مطابق کیا جاوے حتٰی کہ کہا جاوے کہ کافر اپنے رب عز و جل پر بھار و بوجھ ہے حالانکہ اللہ تعالے پاک ہے اُسپر کوئی چیز گران نہین ہو سکتی بلکہ مقصود یہ کہ اللہ تعالے کے نزدیک کافر بیکار و خوار ہے اور واضح ہو کہ جب کافر راہ ہدایت پر نہین ہے یعنے اصل جڑ اُس کی فقط دنیا و اُس کی شہوات ہین تو جسقدر اُس کے کام و کلام ہین گے سب اسی بنیاد پر خوار و خراب بد انجام ہونگے ۔ اور یہ بھی غور سے دیکھو کہ سب کامون مین جڑ دیکھنا اور انجام دیکھنا چاہیے اور باقی درمیانی کامون کی بھلائی برائی نہین دیکھتے ہین چنانچہ اگر چور بدمعاش کسی بیگناہ قافلہ کو قتل کرکے

لوٹنے چلا تو رہزنی و انجام دونوں خراب ہیں اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ اس نے بہت عمدہ نشانہ مارکر قتل کیا یا عمدہ گھات سے چھاپہ مارا تو یہ حماقت کی تعریف ہے۔ اسی طرح مومن کے کام اصل و انجام کی راہ سے بہتر ہوتے ہیں اگرچہ درمیان میں اس سے خطا و گناہ سرزد ہو جاوے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ سدی و قتادہ و عطا خراسانی رحمہ اللہ نے مثال میں کہا کہ ابکم ایک غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا اور صاحب عدل خود حضرت عثمان ہیں اور اسی کو شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا آپ اس کی کفالت کرتے اور اس کو کھانے کو دیتے اور ہر طرح خبرگیری کرتے تھے اور وہ ہمیشہ آپ کو صدقہ اور نیک کام سے منع کرتا اور اسلام سے بیزار رہتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس کا نام اسید بن ابی العیص لکھا ہو شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ مجاہد رحمہ نے اصلی مقصود اسکا یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مقابلہ میں کسی بت وغیرہ کو نسبت نہیں ہو بقولہ تعالیٰ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ پاس بھید ہیں آسمان اور زمین کے اور قیامت کا کام ایسا ہے جیسے لپک نگاہ کی یا اس سے قریب اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ہر چیز پر قادر ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں و زمین کا غیب سے مراد معنی مصدری نہیں ہیں یعنی چھپنا و پوشیدہ ہونا بلکہ مراد وہ چیز جو غائب ہو۔ اگر کہا جاوے کہ غائب تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں ہے تو جواب یہ کہ بندوں سے اور مخلوق سے جو پوشیدہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ بعضے آدمی جو گمان کرتے ہیں کہ فلاں ولی غیب جانتا ہے تو یہ نادانی ہے اور تحقیق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف علم دیا ہے بعض گنوار تو ایسے جاہل ہوتے ہیں کہ انکو بہت سی ایسی چیزوں کا علم نہیں ہوتا جو سامنے محسوس موجود ہیں اور بعض کو اُس سے زیادہ ہوتا ہے اور بعضے حواس کی قوت سے عجیب کلیں ایجاد کرتے ہیں اور طرح طرح کے آلہ بناتے ہیں گویا ایسی ہی چیزیں جنکا تعلق حواس سے ہے اور بعضے عقلاء ہوتے ہیں کہ ان فانی چیزوں سے تجاوز کرکے علوم و اسرار جانتے ہیں۔ غرضکہ فوق کل ذی علم علیم ہر علم والے پر اس سے بڑھا ہوا عالم موجود کیا گیا ہے تو ادنیٰ درجہ والا انواراپنا اور پرواے کو غیب دان کہہ سکتا ہے کیونکہ جو چیز وہ نہ جانتا تھا وہ اوپر والے کو معلوم ہے اسی طرح دوسرے درجہ والے سے اونچا وہ جانتا ہے جو دوم درجہ والا نہ جانتا تھا ولیکن ہر ایک درجہ والا اپنے علم میں وہی پاتا ہے جو اُس کو معلوم ہو چکی یہ غیب نہیں جانتا حتیٰ کہ رسول کو خصوص ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں و جنت و دوزخ وغیرہ سب کا علم تھا حالانکہ ہم لوگوں کی نظر سے یہ چیزیں غائب ہیں چنانچہ یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں یہ بات داخل ہے کہ ایمان لاوے کہ جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نہیں تھا کیونکہ آپ تو دیکھ چکے تھے اب صاف معلوم ہو گیا کہ غیب وہی رہتا ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے نہ دیا ہو جب کسی آدمی کو ایک چیز کا علم دیدیا تو اس کے نزدیک وہ غیب نہ رہا مگر دوسرے کم درجہ والے کے نزدیک غیب رہا کہ اُس پر فرض ہے کہ یقین رکھے کہ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے اُس کا علم دیدیا جو میری نظر سے غائب ہے پس صاف معلوم ہو گیا کہ غیب کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اب سمجھ لینا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ بزرگ کی نظر سے اسکے پاس کی چیز پوشیدہ کردی تو اُس کو کبھی نہ معلوم ہوگا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کنعان میں پڑے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اُسکا دورکی بزرگی کے سامنے آسمان کی چیز سے مطلع کردے تو جان جائے گا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دور سے پہنچی اسی طرح کبھی یہ علم نہیں دیا جاتا کہ کل کیا ہو گا اور کیا واقعات ہوں گے چنانچہ صریح منصوص ہے قولہ تعالیٰ وما تدری نفس ماذا تکسب غدا اور کوئی نہیں جانتی کہ وہ کل کے روز کیا کمائی کرےگی اور حدیث میں بھی یہ مضمون صریح منصوص ہے اور کبھی قیامت کی علامات سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو آگاہ فرماتا ہے چنانچہ احادیث حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں

بکثرت علامات زمانۂ قریب قیامت کے صحیح روایات سے مروی ہوئے ہیں حالانکہ اب اُن کا ظہور آنکھوں کے سامنے ہوتا جاتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ ابتدا میں اسلام کو زور و غلبہ و شوکت کمال حاصل تھی اور نہایت بڑی سلطنت اسلام کی تھی کہ نصرانیوں کو بالکل وحشی جانوروں کی طرح پالتے تھے کچھ اسکا گمان بھی نہ تھا و لیکن حدیث صحیح میں یہ روایت موجود تھی کہ قریب زمانہ قیامت میں روئے زمین پر نصرانی سب سے زیادہ ہوجنگے اور سب پر غالب ہونگے۔ دیکھو اس زمانہ میں یہ بالکل ظاہر ہوگیا ہے۔ اگر میں سب لکھوں تو بہت بڑی کتاب ہوجاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص وہی جانتا ہے جسقدر اُس کو اللہ تعالے نے آگاہ کردیا اور اللہ تعالے کا علم بے انتہا ہے اور آدمی میں بے انتہا علم کا ظرف موجود نہیں ہے تو سوائے اتنے علم کے جسپر اطلاع دیدی باقی سب اُس کی نظر سے غائب ہے وہ غیب اللہ تعالے ہی کو معلوم ہے اور حضرت موسیٰ و خضر علے نبینا و علیہم السلام کی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ ایک چڑیا نے سمندر سے پانی پیا تو خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ میرا و تیرا و تمام مخلوقات کا علم بمقابلہ علم الٰہی کے اسقدر بھی نہیں جسقدر سمندر سے اس چڑیا کی چونچ میں پانی لگ گیا ہے۔ اللہ تعالے کی شان نہایت بزرگ ہے کوئی قیاس نہیں کرسکتا۔ اب ایمان مستقیم رکھو اور خوب سمجھ لو کہ غیب فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اُسی کی عبادت و بندگی صحیح ہے اور سوا اُس کے جو کچھ کوئی جاہل شرک کرے سب اُس کی جہالت ہے اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہے بے مثل و بے مثال و بے مانند و بلا شبہ و بے قیاس و گمان و وہم ہے لم یزل و لا یزال اُسی کی شان ہے کافروں و مشرکوں کا شرک انکی جان کا وبال ہے چونکہ ہمیشہ سے کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے دعوے کرتے ہیں کہ ہماری زندگی و موت یہی ہے جو نظر آتی ہے تو کسی کو روا نہیں ہے کہ اللہ تعالے جلشانہ کے مقابلہ میں ایسے دعوے کرے اور اللہ تعالے نے تنبیہ کردی کہ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ۔ اور نہیں ہے قیامت کا امر مگر جیسے پلک مارنے کی چمک۔ یعنے اللہ جلشانہ جیسا علیم ہے ویسا ہی قدرت والا حکمت والا سب کمالات والا ہے اُس نے آگاہ فرمادیا کہ قیامت برحق ہے تو اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ مشرک و کافر لوگ شبہہ میں پڑتے ہیں کہ مرکر کیسے زندہ ہونگے اور یہ نہایت جہالت ہے جس نے اُن کو عدم سے پیدا کردیا وہ کرور مرتبہ چاہے مارے و جلاوے پس یہاں تنبیہ کردی کہ پلک مارنے اللہ تعالے قیامت قائم فرماویگا یعنے تم لوگ مثل میں آپس میں پلک مارنے کا وقت بہت ہی کم کہتے ہو تو تمہاری سمجھ کے موافق اللہ تعالے نے تنبیہ کردی کہ اُس کی قدرت میں کسی چیز کے پیدا کردینے میں کچھ دیر نہیں لگتی ہے اسی واسطے فرمایا۔ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ۔ یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے یعنے تمہاری سمجھ میں جو آوے اُسکو غور سے دیکھ لو کہ اللہ تعالے کی قدرت اس سے بھی زیادہ ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ بیان قیامت کی نزدیکی کا ہے یعنے قیامت کا زمانہ دور نہیں ہے اتنا نزدیک ہے اور بات یہ ہے کہ یہ مثال بیان فرمائی اس طرح کہ تمہاری دنیا کی زندگی اگرچہ کروڑ برس تک ہو تب بھی یہ زمانہ ایک محدود ہے اور قیامت کے بعد زمانہ بے انتہا و غیر محدود ہے پھر جس شخص کو کچھ بھی حساب معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ محدود چیز کو غیر محدود کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہیں ہوسکتی ہے اور تصور ہی میں نہیں آسکتی ہے تو قیامت کا زمانہ آگے بعد والے زمانہ کی بہ نسبت لمحہ بھی نہیں ٹھہرتا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ بالکل صحیح ہے مگر ذرا غور سے دیکھنا و سمجھنا چاہیے۔ اور پہلا مضمون یہ تھا کہ قیامت کو قائم کردینا جب اپنے وقت پر ہوگا تو اُس کے قائم کرنے میں کچھ دیر نہ ہوگی پلک مارتے اللہ تعالے قائم فرماویگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی مراد ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ تمہارے پلک مارنے میں پھر قیامت آجاوے گی بلکہ قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ وہ بات کہتے ہزاروں عالم پیدا فرمادے کن فیکون اُسکی مثال ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے جب چاہے کرسکتا ہے تو قیامت اُس کی قدرت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی ہے و لیکن کافر و مشرک لوگ بے انتہا جاہل بیوقوف ہیں کہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ ف قال فی العرائس قولہ تعالے وللہ غیب السموات والارض وما امر الساعة الآیہ۔ اللہ تعالے عزوجل نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت کلی سے آگاہ فرمایا اس طرح کہ وہ سبحانہ تعالے عالم بعلم ازلی ہے اور قادر بقدرت ازلیہ ہے پس عالم ازلی وہ ہے کہ وجود الوجود سے آگاہ ہوا اور جسکو ہونا کہتے ہیں جب جا متحقق ہے سب اُس کے علم سے ہے اور وجود کی ماہیت اور جسکا وجود اُس کی قدرت و حکمت سے ہوا سب اُس کے علم میں تھا اور سب اُس کی قدرت میں جیسا تھا ویسا ہی اب

موجود ہے تو اسپر اس سب کا جڑ سے نابود اور معدوم کر دینا کچھ بھی دشوار نہین ہو سکتا کیونکہ سب کا قیام اسی کی قدرت سے ہے وہی حی القیوم ہے جو کچھ اُس کے ساتھ چاہے کرے اگر ایجاد کرنا چاہے تو کاف کو نون سے ملنے اور کُن ہونے سے پہلے اُس کو پیدا کر دے بار واد ہو۔ اس مین اتصال ہے وہ بھی اُسی نے پیدا کیا ہے خود کاف و نون کو یا وہ۔ وہ ہو کو اُسی نے پیدا کیا تو کیا اسکے پیدا کرنے کے لیے کوئی کن پہلے تھا بلکہ یہ نمائش قدرت ہے یون ہی جسکو چاہے معدوم کر دے اور جب غیب السموات والارض اُسی کے واسطے ہے تو اُسپر مطلع نہین کرتا مگر جسکو چاہتا اور انھین کو چاہتا ہے جو اُس کے بندے اولیا ہین رسول و صدیق و شہدا و صالحین مومنین۔ اور اُس کو مردود بندون کافرون و مشرکون و شیاطین سے پوشیدہ فرما دیا ہے وقد قال تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء الآیہ وقال الا من ارتضی من رسول الآیہ پس جو بندہ کہ غیب پر مطلع ہوا وہ بھی سب سے غیب ہے گویا وہ غیب الغیب پر مطلع ہوا ہے اور سب سے زیادہ اشرف کون غیب ہوگا سوا ے خزائن الٰہی کے اور یہ خزائن اُس کے خالص بندون کے دلون مین پیدا ہوتے ہین اور ان عجائب حکمت و غرائب علوم کی قدر وہی جانتا ہے جو جانتا ہے شیخ نصر جوہری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بندون مین اولیا کو مخفی کر دیا اور اولیا مین غیب کو مخفی فرمایا اور اسکے خالص بندون پر کوئی مطلع نہین ہوتا سوا ے اسکے اولیا کے اور اولیا پوشیدہ بندے مطلع ہوتے ہین اور غیب پر مطلع ہونا عزیز الوجود بات ہے اور اس سے بھی زیادہ نادر الوجود بات یہ ہے کہ اللہ تعالے کے ولی کو پہچانے قال المترجم ولی کی شناخت کسی طریقہ سے نہین ہو سکتی مگر اللہ تعالے کی ہدایت سے پس جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے ہو اُسی کو اللہ تعالے معرفت عطا فرماتا ہے اور قولہ تعالے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم الآیہ کی تفسیر مین گذرا کہ جنکے دیکھنے سے اللہ تعالے یاد آوے۔ اور محبت دنیا دل سے دور ہو کر جب اپنی ذات پاک کے لیے مخصوص فرمایا تو سب مخلوق کو علم سے معزول کر کے اپنی طرف بلایا قال تعالے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

اور اللہ نے تمکو نکالا ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے تھے اور دیے تمکو کان اور آنکھین اور دل

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِيْ

شاید تم احسان مانو کیا نہین دیکھے اُڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کی ہوا مین کوئی نہین تھام رہا اُنکو سوا ے اللہ کے

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ

اسمین پتے ہین اُن لوگون کو جو یقین لاتے ہین اور اللہ نے بنا دیے تم کو تمھارے گھر بسنے کی جگہ اور بنا دیے تم کو چوپایون کی

الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا

کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہین تم کو جس دن سفر مین ہو اور جس دن گھر مین اور اُن کی اُون سے اور ببریون سے اور بالون سے

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا

کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک اور اللہ نے بنا دیے تم کو اپنی بنائی چیزون کی چھاؤن اور بنا دین تم کو پہاڑون مین چھپنے کی جگہ

وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

اور بنا دیے تم کو کرتے جو بچاؤ ہین گرمی کا اور کرتے جو بچاؤ ہین لڑائی کا اسطرح پورا کرتا ہے احسان

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ

تمپر شاید تم حکم مین آؤ پھر اگر پھر جاوین تو تیرا کام یہی ہے کھولکر سنا دینا پہچانتے ہین اللہ کا احسان

ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

پھر منکر ہو جاتے ہین اور بہت اُنمین ناشکر ہین

۱۱ ع

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ ۔ اور اللہ تعالےٰ نے تم کو نکالا یعنے اسطرح پیدا کیا بنظر ظاہر اسباب کے کہ تم کو نکالا ۔ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۔ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تاکہ تم اُس کے لطف قدرت کو جو طرح طرح کے پیرایہ میں ظاہر ہے غور سے دیکھو ۔ اور جو شخص کہ علم رکھتا ہے اس امر میں جب غور کرے گا پیدائش کے طریقہ کو عجیب پاویگا کہ وضع حمل سے پہلے زندہ بچہ پیٹ میں بہت سخت محبوس ہوتا ہے اور پیدائش کے وقت کیونکر اُس کے واسطے اس محنت گاہ دنیا میں آنے کے لیے وسعت و آسانی دیجاتی ہے اور قبل اس کے اُسکا رزق و عمر و اعمال مع سعادت و شقاوت کے پورے کر دیے جاتے ہیں ۔ جب پیدا ہوا تو بالکل نادان ۔ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۔ تم اُس حال میں کسی چیز کو نہیں جانتے حالانکہ تمام دنیا پیش نظر ہوتی ہے اور کوئی تدبیر و فکر کسی نفع حاصل کرنے یا ضرر دور کرنے کی بالکل نہیں کرتا اور نہ کسی نفع و ضرر کو جانتا ہے مگر خالق عز و جل اُس کو کمال خوبی سے پرورش فرماتا ہے جیسے نکالنا اس طریقہ سے تھا ویسے ہی پرورش کرنا تمہاری نظروں کے روبرو ایک طریقہ پر ہوتا ہے ۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اور بنا دیے تمہارے لیے کان اور آنکھیں ۔ حرف واو فقط عطف کے لیے ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ پہلے نکالا پھر کان آنکھیں بنائیں بلکہ یہ دونوں باتیں اللہ تعالےٰ نے دیدی ہیں پس قبل پیدائش کے یہ چیزیں بنا دیں تھیں ولیکن نکالنا پہلے بیان کر کے پھر اُس کے بیان میں نکتہ یہ ہے کہ یہ چیزیں بعد پیدائش کے کام آتی ہیں ۔ اور سمع کو واحد اور ابصار کو جمع اسواسطے فرمایا کہ سمع دراصل مصدر ہے اُس کے معنے مفرد و جمع سب آتے ہیں یہاں جمع مقصود ہے اور مراد آلہ سمع یعنی کان ہیں اور سمع کو مقدم اس لیے فرمایا کہ آنکھ بند کر کے علوم حاصل کرنے میں کان سے کام نکلتا ہے اور ہر نصیحت جو کان سے سُنے یعنے ماننے کار آمد ہے اور آنکھ کے فوائد بھی بیشمار ہیں لیکن علما نے کان کو آیت کے اشارہ سے اشرف جانا ہے ۔ سراج المنیر میں دلائل ذکر کیے مگر بعض آیات میں عمیا و بکما و صما فرمایا ہے یعنے کافروں کی مذمت میں پہلے آنکھ سے اندھے ہونا بیان کیا پھر گونگے پھر بہرے لہذا بعضے علما آنکھ کو مقدم کرتے ہیں ۔ ولیکن جواب یہ ہو سکتا ہے کہ عام منفعت نادر ہونے کو پیچھے بیان فرمایا ۔ بہر حال یہ کوئی ضروری مسئلہ نہیں ہے البتہ اگر کوئی مثلاً قسم کھا جاوے کہ واللہ تیرے سب سے اچھے حواس کو یہ غذا یا دوا لگی ہے پھر وہ دوا آنکھ کو یا کان کو لگی ہو تو فتوے دینے میں ضرورت پڑیگی کہ قسم سچی ہے یا جھوٹی ہوئی ۔ بالجملہ احسان رکھا کہ تم کو کان دیے اور آنکھیں دیں ۔ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۔ اور دل دیے ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ بعض کے نزدیک افئدہ دماغ و عقل ہیں جنکے ذریعہ سے نفع و ضرر کی چیزیں پہچانتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ افئدہ فقط عقلیں ہیں جنکا مرکز قلب ہیں ۔ اقول بنا بر اس قول کے افئدہ کا ترجمہ عقلیں ہونا چاہیے اور دل کو مجازاً اس معنے میں کہہ سکتے ہیں کہ عقلوں کا مرکز دل ہیں ۔ غرضکہ یہ حواس آدمی کو تھوڑا تھوڑا کر کے حاصل ہوتے جاتے ہیں ۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ اسواسطے دیے ہیں کہ تم اللہ تعالےٰ کا شکر کرو ۔ یعنے آدمی ان حواس سے اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی بندگی میں مدد پاوے اور ہر عضو و اُس کی قوت کے ساتھ اپنے رب کی طاعت بجا لاوے ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عز و جل فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو اُس نے میرے ساتھ لڑائی ظاہر کی اور کوئی بندہ میرے یہاں کسی طاعت کے ساتھ اُس طاعت سے بڑھ کر تقرب نہیں چاہیگا جو میں نے اُسپر فرض کر دی ہے اور ہمیشہ بندہ میری طرف نزدیکی چاہتا ہے نوافل طاعات کے ساتھ یعنے فرائض ادا کرنے کے بعد سنن و مستحبات ہر قسم کی طاعات صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ وغیرہ کے نوافل سے قرب چاہتا ہے یہانتک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پس جب میں نے اُس کو محبوب کیا تو ہو جاتا ہوں اُسکے کان کہ جس سے سنتا ہے اور آنکھ کہ جس سے دیکھتا ہے اور ہاتھ کہ جس سے گرفت کرتا ہے اور پاؤں کہ جس سے چلتا ہے اور اگر کچھ مجھ سے مانگتا ہے تو جو مانگے میں اُس کو دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو جس سے پناہ چاہے اُس کو پناہ دیتا ہوں اور جن امور کو میں کرنے والا ہوں کسی میں مجھے اتنا تردد نہیں جو مجھے اپنے بندۂ مومن کے قبض کرنے میں ہے جو اپنی موت کو ناگوار رکھتا ہے اور میں اُس کے ناخوش کرنے کو مکروہ رکھتا ہوں حالانکہ موت اُس کے لیے ضروری ہے ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ جب بندے نے خلوص کے ساتھ بندگی کی تو اسکے سب کام اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو جاتے ہیں پس سنتا ہے تو اللہ تعالےٰ کے واسطے اور دیکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ کے واسطے یعنے شرع کو اللہ تعالےٰ کے لیے کرتا ہے اور گرفت کرنا اور چلنا اللہ تعالےٰ ہی کی بندگی میں ہوتا ہے سب باتوں میں اللہ تعالےٰ ہی

سے استعانت لیتا ہے اسی واسطے صحیح کے سوا ے اس حدیث کی بعض روایت میں اسقدر زائد ہے کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش یعنے میرے ہی ساتھ سنتا
ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ہی ساتھ گرفت کرتا ہے۔ آیت میں بھی شکر کرنے کے یہی معنے ہیں مفسر جسم کہتا ہے کہ خلاصہ معنے شکر کے یہ
ہیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے دی اُس کو جسطرح مشروع کیا اور حکم دیا ہے اُسی میں صرف کرے گویا یہ شخص اس چیز میں امانت دار ہے اور واضح ہو کہ اولیاء
مشائخ نے اس حدیث کے بیان حکمت میں کہا کہ امین جب پوری امانت ادا کرے تو اُس کی خواہش وغرض ذاتی اس چیز میں کچھ نہ ہوگی اور جو کوئی کسی کی امانت
میں اپنی غرض بھی چاہے تو خیانت ہوتی ہے لہذا جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی نے امانت ادا کرنی چاہی تو ظاہر ہے کہ جان ومال سب اللہ تعالیٰ کی
امانت ہے پس جسم کا کھانا پینا سونا اور مال کا رکھنا وصرف کرنا خالص اُسی کے واسطے ہو اور جسطرح شرع واحادیث وآیات میں بیان ہے جسم وجان کے
لیے برتاؤ رکھے تو صاف ظاہر ہے کہ زنا وچوری وتن پروری وغیرہ سب سے پاک ہوگا اور جب ایسے مرتبہ پر پہونچا تو مصداق [illegible] فارغم از کبر و کینہ
وازہوا + یعنے تکبر وکینہ وہواے نفسانی سے پاک ہو گیا۔ جب آثار شیطانی وہواے نفسانی سے چھوٹا تو اُس کی روح کا ظہور ہوا اس روح کی بزرگی اللہ
تعالیٰ نے قولہ نفخت فیہ من روحی میں اور قولہ الروح من امر ربی میں بیان فرمائی ہے اور جسکے آثار میں سے صفات ملکیہ ہیں اور یہی مرتبہ اپنی خودی سے فنا
ہونے کا اور بقا سے حق عز وجل کے ساتھ باقی ہونے کا ہے اور بزرگوں نے فرمایا کہ یہ قرب ومعرفت وتوحید ہے اور اسی واسطے اس کا دیکھنا وسننا وچلنا
وغیرہ سب حیات قدم کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ معنے بھی اس حدیث کے صحیح ہیں کہ اُس کے یہ افعال بقوت آلہیہ ہوتے ہیں اور آثار عبودیت دکر امانت جو
کچھ خالق عز وجل چاہتا ہے اُس بندے سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ خود کسی بات کو نہیں چاہتا کیونکہ خواہش سے پاک ہوتا ہے حالانکہ عوام الناس
اس کی خوشامد وخدمت اسی غرض سے کرتے ہیں کہ ہمارے واسطے ایسی دعا کریگا اور خدمت نہ کرینگے تو ناخوش ہو جائیگا۔ اور یہ نادانی ہے ان اللہ
تعالیٰ اُن لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اُس کے ولی بندے کی خدمت وخاطر للہ لی شروع کریں اور اپنے اُس کا عتاب بلکہ غضب ہوتا ہے جو اُس کے
نیک بندے کو ایذا دیں اور ظاہری صورت تو سب آدمیوں کی یکساں ہے لیکن درمیان میں فرق بے انتہا ہے اور آگاہ رہنا چاہیے کہ بعضے نفس پرور
شیطان کے ولی ہوتے ہیں اور اکثر باتیں بتلاتے اور عادت کے خلاف اُن سے بھی کرامات سرزد ہوتے ہیں تو پہچان مشکل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے
اپنے بندوں کو نہایت آسان پہچان دیدی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے وہ پوری طرح شریعت وسنت پر قائم ہوگا اور جو بے شرع ودر
دمطلق ہو کہ شیطان کا ولی ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت نہیں دی کہ شریعت وسنت پر چل سکے اور یہاں وہم کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی
نہایت رحمت ہے اور عجیب حکمت یہاں یہ ہے کہ عوام الناس بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں کہ آخرت پر یقین کرکے چاہتے ہیں کہ اولیاء
سے آخرت چاہتے ہیں اور دنیا کی متاع فقط اسی نیت سے چاہتے ہیں کہ اُن کو ضرورت وفراغت کے ساتھ اس طرح حاصل ہو کہ اُن کو آخرت کے
کاموں میں پریشانی نہ پیدا ہو کیونکہ جب رزق ومعاش میں پریشانی ہوتی تو نماز وروزہ وغیرہ سب اعمال میں فراغت خاطر نہ ہونے سے نقصان ہوتا ہے
پس ایسے لوگ تو لا محالہ حقیقی ولی اللہ سے رجوع کرتے ہیں اور دوسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور کچھ خیال اُن کو آخرت کا بھی ہوتا ہو
یا نہیں ہوتا تو ایسے لوگ جب کسی فقیر کو جو حقیقت میں شیطان کا ولی ہے پاتے ہیں اور صریحًا دیکھتے ہیں کہ یہ شخص شریعت پر قائم نہیں ہے تو اس سے پرہیز
نہیں کرتے بلکہ اُس کی گمراہی کو بلا اجازت شرعی کے اچھا سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ ولی کے کام اچھے ہی ہوتے ہیں اگرچہ ہماری سمجھ میں نہ آویں اور یہ نہیں سمجھتے
کہ اُس کا ولی ہونا کیونکر سمجھا اور ولی کے کام سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور حکم شرعی جو بُرا کہتا ہے اور منع کرتا ہے اُس کو نہیں مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنکھ
کان اور عقل دی تھی کہ راہ مستقیم شرعی پر چلیں سو چاہیے تھا شکر کرنے کے کفران نعمت کیا کیونکہ شکر یہی تھا کہ ہر ایک سے شرع پر چلنے کا کام لیں پھر ایسے ہی لوگ
ہوئے جنھوں نے بزرگوں کے روحی تصرفات اُن کے اختیاری سمجھے اور ایسے بدتر وبد ہوئے کہ جنھوں نے ان کی صورتیں بنا کر اُنکو اپنے امور کا مختار قرار دیا
اور قتال وقربانی ونذر ونیاز وغیرہ بلکہ صریح عبادات سے شرک کیا حالانکہ بالکل قدرت فقط اللہ تعالیٰ عز وجل کے واسطے ہے اور ہر چیز آسمان و
آفتاب وستارے وزمین وپہاڑ بلکہ ذرہ ذرہ تک اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہر وقت مسخر ہے چنانچہ مشرکوں کو متنبہ کیا کہ آنکھیں کھول کر غور سے اڑتی ہوئی چڑیا

آسمان وزمین کے بیچ مین دیکھین۔ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ ۔ یعنی کیا ایسے لوگون نے جنکو یہ پہچان وتمیز نہین ہے کہ قدرت الٰہی جلشانہ کسقدر عظیم اور ہر چیز پر
حاوی ہے انھون نے نہ دیکھا پرندون کو اُڑتا ہوا مُسَخَّرٰتٍ ۔ درحالیکہ وہ مسخر ہوتے ہین۔ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ۔ آسمان کے جو مین یعنے اُس میدان مین
جو آسمان کی طرف ہے۔ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۔ نہین روکے ہوتا ہے اُن پرندون کو مگر اللہ تعالےٰ ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے اس طرح
پیدا کر دیا کہ پرندے کے دو بازو ہین اور ہوا رقیق ولطیف ہے اور ہوا مین اسطرح بازو پھیلا کر اُس کو ایک خاص قوت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسی ہے
کہ برابر اُڑتی رہتی ہے۔ ظاہری اسباب صرف اس کام کے ہین کہ حق تعالےٰ کے عجائب صنعت کہ طرح طرح کے پیرایہ مین دیکھا جاوے کیونکہ مچھلی پانی
مین بغیر بازو کے پیرتی رہتی ہے اور اعلیٰ قدرت اللہ تعالےٰ کی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ۔ البتہ اس طرح ظہور قدرت مین یا اس تسخیر مین لَاٰیٰتٍ ۔ نشانات
ہین جو اللہ تعالےٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتے ہین۔ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۔ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہین یعنے ان آیات سے سب
محروم ہین سوا ے قوم مؤمنین کے جنکو اللہ تعالےٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت وجملہ صفات کی معرفت جبھی حاصل ہوتی
ہے کہ رسول علیہ السلام پر ایمان لاوے اور بعد ایمان کے جن چیزون پر نظر کرتا ہے اُسی معرفت کو مشاہدہ کرتا اور سمجھتا ہے اور اُس کا نور بڑھتا جاتا ہے
اسی واسطے قوم مؤمنین کی تخصیص فرمائی بخلاف کافرون جاہلون کے کہ ہزارون آیات پر نظر ڈالتے چلے جاتے ہین اور کچھ بھی نہین سمجھتے ہین۔ نظیر اسکی یہ ہے
کہ جو شخص مثلاً علم طبعیات سے واقف اور نظم اجسام وجر ثقیل کو جانتا ہے جب وہ ریل وتار و دیگر کلون کو اور جملہ آلات حرفہ کی سیر کرے گا تو ہر مقام
پر اُس کو اپنی معلومات کے موافق ایک عجیب لطف آویگا اور جو اصول صرف اُس کے حواس مین تھے اُن کو خارج مین مشاہدہ کرے گا ایسے ہی امور عقلیہ
ومعارف قلبیہ وروحانیہ کے حالات ہین۔ قَالَ الشَّیْخُ ابْنُ کَثِیْر رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے بندون کو غفلت سے بیدار کیا کہ پرند کی طرف نظر کرین
جو خالص مخلوق الٰہی ہے یعنے اس مین کچھ اشتباہ بھی نہین ہے کہ وہ آسمان وزمین کے بیچ مین ہوا مین مسخر ہین۔ اس کو کیسے عجیب طور سے پیدا کیا کہ دو
بازؤن سے اُڑتی ہین اور وہان اُس کو اللہ تعالےٰ ہی اس شان سے رکھتا ہے اس مین اس طرح کی قوتین پیدا کر دی ہین اور ہوا کو اُس کے واسطے مسخر
کر دیا ہے اس مین مؤمنون کے واسطے نشانات توحید وقدرت الٰہی ظاہر ہین۔ اب ہویدا ہو گیا کہ جملہ افعال انسانی وحیوانی سب اللہ تعالےٰ کے مخلوق
ہین جیسے انسان خود مخلوق الٰہی ہے تو مخلوق کے افعال بھی مخلوق الٰہی ہین اور انسان کو ان مین نعمتین ملتی ہین چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ
بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا ۔ اور اللہ تعالےٰ نے کر دیا تمھارے آرام کے لیے تمھاری بیوت سے بسیرا یعنے آرام گاہ جتنے معیشت وغیرہ کی کوشش وحرکات سے
تھک کر آرام لیتے ہین اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو آدمی کو آسمان کی طرح ہر وقت متحرک پیدا کرتا اور یا زمین کی طرح ہر وقت ساکن پیدا کرتا۔ ولیکن اسکو
اضطراب وحرکات کے بعد سکون کی حاجت ہے تو بیوت اُس کے مساکن بنا دیے وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا ۔ اور بنا دیے
تمھارے واسطے چوپاؤن کی کھالون سے بیوت یعنے جیسے شہر والے جو ایک جگہ وطن کر لیتے ہین اُن کے لیے مساکن بنا دیے ویسے ہی اہل بادیہ کے واسطے
کھالون وبالون کے خیمہ بنا دیے جتنے کہ یہ لوگ اس دنیاوی خفیف زندگی مین بہت آسانی بغیر تشویش کے سامان کیا کرتے ہین۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ
نے کہا کہ عرب کے خیمون کا بیان ہے۔ بالون کے خیمون کو اس وجہ سے شامل ہے کہ بال بھی کھال پر ہوتے ہین تو کھالون ہی سے خیمہ بالون کے تیار ہوئے
تَسْتَخِفُّوْنَهَا ۔ ان خیمون کو تم ہلکا پاتے ہو یعنے سفر وغیرہ کی حالت مین تم پر ہلکے وآسان ہوتے ہین چنانچہ فرمایا۔ یَوْمَ ظَعْنِکُمْ ۔ تمھارے کوچ کے روز
یعنے کوچ کرنے وسفر کرنے مین باربرداری اُس کی ہلکی ہے وَیَوْمَ اِقَامَتِکُمْ ۔ اور اپنے اقامت کے روز جتنے کہ جہان اُترے ان خیمون کو آسانی سے قائم
کیا۔ خلاصہ یہ کہ سفر وحضر دونون حال مین ہلکے آسان رہتے ہین۔ وَمِنْ اَصْوَافِهَا ۔ اور کر دیے تمھارے لیے ان جانورون کے صوف سے۔ وَاَوْبَارِهَا
اور ان کی وبر سے۔ وَاَشْعَارِهَآ ۔ اور اُن کے بالون سے۔ اَثَاثًا ۔ ہر قسم کا اثاثہ۔ وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ۔ اور متاع ایک وقت کے لیے یعنے وقت موت
تک اپنی زندگی کو ضروری سامان مذکور سے پورا کرو۔ واضح ہو کہ اصواف جمع صوف کی اور وہ غنم کے بال ہین یعنے دنبہ دیگر یون کے پشم۔ اور اوبار
جمع وبر کی اور وہ اونٹ کے بال ہین اور اشعار جمع شعر کی اور وہ بکری کے بال ہین اور اس سے ظاہر ہے کہ انعام کا لفظ اونٹ وگائے وبکری سب کو

شامل ہے اور بعضے لوگ کلام کرتے ہین کہ بکری پر انعام صادق ہے یا نہین اور یہ آیت حجت ہے کہ بکری وذبیحہ کو بھی شامل ہے۔ اور اثاث کے معنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے متاع کے بیان کیے اور یون ہی مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وحسن وعطیہ عوفی وعطا خراسانی وضحاک وقتادہ رحمہم اللہ تعالے سے مروی ہے اور اسی کو خلیل رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا پس اثاث ومتاع کا عطف بطور توضیح کے ہے اور اصل مین اثاث کثیر کے واسطے ہے اور بعضے مال کثیر بھی تفسیر کی گئی اور بعض نے بعضے جامہ بیان کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اثاث کا لفظ مال ومتاع وکپڑون سب کو شامل ہے کبھی اموال تجارات کو اور فرش ولباس وغیرہ دیگر متاع کو اثاث بولتے ہین وعلے ہذا اثاث پر متاع کا عطف اس طور پر ہے کہ پہلے عام ذکر کرکے اسپر خاص کو عطف کردیا جیسے جانور وگھوڑے کیونکہ جانور تو گھوڑون کو بھی شامل ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب نعمتین عرب کے لوگون پر انکے معمولات ودسترس کے موافق ہین اور اسی طریقہ سے سایہ ومحافظت کی چیزون کو بیان فرمایا بقولہ واللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلالا یعنے اللہ تعالے نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزون مین سے بعض سے تمھارے لیے سایہ کردیا۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مراد درخت ہین یعنے درختون سے تم پر سایہ کردیا بعض نے کہا کہ خیمہ وتسوگاہ وغیرہ جو اوپر بنا کر ہوئین وہ بھی سایہ کرنے والی ہین۔ ولیکن کبھی مسافر کے پاس وہ بھی نہ ہون تو سایہ دار درخت پیدا کردیے ہین اور کبھی اُس کو محفوظ مقام چاہیے کہ جان ومال کی حفاظت ہو اور کبھی سردی گرمی سے دبا کی جبال و درندہ جانورون سے مقابلہ مین تن کی حفاظت چاہیے تو فرمایا وجعل لکم من الجبال اکنانا۔ جمع کن یعنے اوٹ چھپاؤ اور ہر ایسی چیز جس سے سردی گرمی مینھ پانی وغیرہ کا بچاؤ ہو۔ یعنے اللہ تعالے نے تمھارے لیے پہاڑون سے اکنان بنا دیے یعنے غار وسرب وغیرہ جہان آدمی پناہ لیتا ہے اور بسبب فقیری وبے سامانی کے دوسرے تکلفات کی طرف دسترس نہین رکھتا چنانچہ عرب بسبب تنگی وشدت گرمی کے سایہ درخت واکنان کو زیادہ چاہتے تھے۔ وجعل لکم سرابیل۔ اور بنا دیے تمھارے لیے سرابیل۔ ہر ایک لباس جیسا کہ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے قمیص ودیگر کپڑے جو روئی وکتان وصوف وغیرہ سے بنائے جاوین۔ تقیکم الحر جو تم کو بچاوین شدت گرمی سے۔ عرب مین گرمی کی شدت ہے جب ان چیزون سے بچاؤ ہوا تو ہلکی سردی حاصل ہوگی پس سردی سے بچاؤ خود حاصل ہے اور یہ نکتہ شیخ شہاب نے ریحانہ مین بیان کیا ہے۔ وسرابیل تقیکم بأسکم مراد بأس سے یہان فقر ومرض وہر خوف نہین بلکہ لڑائی کا ضرر مراد ہے یعنے زرہ وجوشن وغیرہ لوہے کے اور ریشمی لباس جو جنگ مین بچاؤ کے لیے پہنتے ہین اللہ تعالے نے تمھارے لیے بنا دیے۔ یعنے تم کو ایسی سمجھ دیدی کہ یہ سب سامان بناتے ہو اور حق یہ ہے کہ یہ افعال آدمیہ مین جو اللہ تعالے کی مخلوق آدمی کے واسطہ سے مخلوق ہوتے ہین کیونکہ مخلوق سے جو مخلوق ہو وہ اللہ تعالے کا مخلوق ہے اسی واسطے یون فرمایا کہ اللہ تعالے نے پیدا کردیے۔ کذلک یتم نعمتہ علیکم۔ یون ہی اللہ تعالے تم پر اپنی نعمتین پوری کرتا جاتا ہے یعنے آگے اور بھی زیادہ تم کو فہم وصنعت دیگا اور تم سے طرح طرح کی آسایش وآرام کی چیزین پیدا فرماتا جائیگا۔ لعلکم تسلمون۔ تاکہ تم اللہ تعالے کی نعمتون کی فرمانبرداری پر وسلامتی ومعرفت کے ساتھ گردن جھکاؤ اور اسلام لاؤ۔ کیونکہ ان نعمتون کا شکر یہ ہے کہ خالق عزوجل کی طاعت خالص اُسی کے واسطے کرو اور ان چیزون سے ایسے طور پر نفع وآرام اُٹھاؤ کہ اُسی کی طاعت سے شکر ادا ہو۔ شیخ نے ذکر کیا کہ عطا خراسانی نے کہا کہ قرآن پاک کا نزول عرب کی فہم ومعرفت کے انداز پر ہوا ہے یعنے عرب اُس وقت مین سب جہان کی قومون سے زیادہ جاہل ونادان وفقیر ووحشی تھے تو اُن کی سمجھ کا دھیان چیزون کو بہت چاہتے تھے زیادہ لحاظ ہوا تاکہ باقی ملکون والے بدرجہ اولے سمجھین وہر ایک عظیم نعمت کا شکر ادا کرین چنانچہ تو نہین دیکھتا کہ من الجبال اکنانا فرمایا حالانکہ سواے پہاڑون کے ہموار زمین سے جو تم لوگ اکنان بناتے ہو وہ اس سے بڑھکر آرام کا محفوظ اور بہت زیادہ ہین ولیکن عرب لوگ اُسوقت پہاڑون کے رہنے والے تھے اور صوف ووبر وشعر کے لباس سے احسان رکھا حالانکہ اُن کے سواے ریشم وغیرہ سے تم اس سے بہتر وکثرت سے عمدہ لباس بناتے ہو چنانچہ شام وروم سے دیباج وحریر گران قدر آتا تھا ولیکن عرب اُسوقت ایسے ہی لوگ تھے اور یون ہی فرمایا وینزل من السماء من جبال فیہا من برد۔ کیونکہ عرب اس سے تعجب کرتے تھے حالانکہ برف کا گرانا اور پہاڑ کرنا اور اُس کے عجائبات اس سے زیادہ ومہتم

ولیکن عرب نہیں جانتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ہر ملک والے اپنی عجیب صنائع پر بہت زیادہ اللہ تعالے کی وحدانیت پر اقرار و ایمان لاوین اور یہ وہم
نہ کرین کہ ان خفیف چیزون پر اللہ تعالے نے کیا قدرت ظاہر فرمائی کہ اس سے بہت بڑھکر ہم پاتے ہین بلکہ یہ چیزین ظہور قدرت ہے عرب والون مین
اُن کے موافق فرمایا اور اسی زمانہ مین دوسرے ملکون مین اس سے بڑھکر صنعت حرفت کی چیز عرب مین آتی تھی اور تجارت کے واسطے شام مین جا کر
دیکھتے تھے پس دوسرے ملکون کے لوگ زیادہ توحید کا اقرار کرین کہ اللہ تعالے نے انپر اسی طرح کثرت سے اپنی قدرت ظاہر کی ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا
یعنے اسلام سے یہ لوگ مُنھ پھیر لیین حالانکہ اصلی فطرت اسلام پر تھی پھر وساوس شیطانی سے اُس کے مُنھ موڑا پس اگر اسی مُنھ موڑنے پر جمے رہین
اور اسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ تو لایا ہے اس کو قبول نہ کرین تو تجھ پر کچھ باک نہین ہے تجھے تسلی رکھنی چاہیے کہ تو نے حکم ان کے رب کا اُن کو پہونچا دیا
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ کیونکہ تجھ پر یہی کھلا ہوا پیغام پہونچا دینا واجب تھا۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ پہچان لیتے ہین نعمت
اللہ کو یعنے اُن کی عقلین مجبور ہو کر اقرار کرتی ہین کہ اللہ تعالے ہی خالق قدرت والاختیار ہے اُسی نے انعامات اپنے فضل سے پیدا کیے ہین۔ ثُمَّ
يُنْكِرُوْنَهَا۔ پھر اُن نعمتون کا انکار کرتے ہین، چنانچہ رزق و مدد بتون و نجوم کی طرف نسبت کرتے ہین اور اللہ تعالے کے ساتھ دوسرون کی
عبادت کرتے ہین یا کہتے ہین کہ ہم نے اپنے باپ دادون سے میراث پائی ہین یا خود اپنی قوت سے کمائی ہین یعنے انہین اسباب پر نظر کرتے ہین اور جیسے
یہود و نصاریٰ نے تمام علامات سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جانتے تھے پھر دنیاوی ریاست سے انکار کرتے تھے۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔
اور اکثر اُن مین کے منکر ہین۔ یعنے جہالت سے اُن کی سمجھ ہی مین نہین آتا اور محسوس چیزون کے سوا کسی چیز کے قائل ہی نہین ہوسکتے ہین یا سرکشی سے منکر
ہو جاتے ہین یا اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنا انکار ہے تو اس صورت مین اکثر یعنے کل ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا آنحضرت صلعم نے اُسپر یہ آیت پڑھی اَللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا اور یہ اُس نے کہا کہ ہان۔ پھر پڑھا
وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ الآیہ۔ اعرابی نے کہا کہ ہان پھر آخر تک آیات پڑھین اُس نے ہر بار کہا کہ ہان پھر پڑھا كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ
پس اعرابی نے منھ موڑا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا الآیہ۔ ف۔ فی العرائس جبکہ علم الغیب تمام اپنے ہی واسطے
مخصوص فرمایا تو تمام مخلوق کو اپنے علم سے معزول کیا اور فرمایا وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ الآیہ۔ ظاہری تفسیر مذکور ہو چکی اور بلند نظر سے
اشارہ یہان یہ ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالے نے بطن عدم و قدر و مشیت سے اس طرح نکالا کہ سب اپنی اصل سے جاہل ہین اور ذات و صفات
الٰہی کو نہین پہچانتے اور احکام ربوبیت و طاعات عبودیت سے کچھ نہین جانتے پس اپنے نور سمع سے اور بصر سے اور علم سے لباس سمع و بصر و علم
پہنایا یعنے فطرت اسلام و ایمان و ایقان پیدا کیا چنانچہ اُس کی قدرت سے اُس کا کلام سنتے ہو اور اُس کی دیتیت سے اُس کا جمال قدرت دیکھتے ہو اور
اُس عقل سے اُس کی صفات و نعوت و اسماء کو پہچانتے ہو اور تمہارے قلوب اُس کی محبت و شوق مین مستغرق ہوتے ہین لعلکم تشکرون جان جاؤ
کہ اُس کا شکر کسی طرح بندے سے نہین ادا ہو سکتا ہے تو اس کا فضل و احسان ہے واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا یعنے عہد
ازل کے وقت تم کچھ نہین سمجھتے جو تم سے عہد لیا گیا تھا بعض نے کہا کہ کسی کو نہین معلوم کہ اسپر کیا حکم جاری ہوا کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے پھر
ازل سے عبادت کو نور معاینت دیا جس سے اُس کا ذکر سنتے ہین اور بصر جس سے عجائب صنعت دیکھتے ہین اور افئدہ جس سے صنائع عزّ و جل کو
پہچانتے ہین اور یہی اعضاء و حواس اصل شکر و آلۂ شکر ہین پس شاکر وہ ہے کہ ان حواس کی سلامتی کو اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اوپر نعمتین دیکھے کہ
شکر ادا کرنا اُس سے ناممکن ہے اور کافر وہ ہے جو گمان کرے کہ ان مین سے کسی نعمت کا شکر اس سے ادا ہو سکتا ہے شیخ ابو عثمان مغربی نے
فرمایا کہ کان اس لیے دیے کہ اللہ تعالے کا خطاب امر و نہی وغیرہ سنو اور آنکھ دی کہ عجائب قدرت کو دیکھو اور دل دیا کہ اُسکے انعامات کو پہچانو
اور شکر کرو کہ ہمیشہ میری نعمتین اپنے اوپر جاری جانو اور مجھی سے میری طرف رجوع لاؤ۔ پھر اللہ تعالے نے ارواح و عقول کے طیران کی طرف
اشارہ فرمایا کہ ارواح کو جو ہوا ملکوت و سماء جبروت مین بیان و عرفان و ایقان اُس کی بارگاہ مجد و کبریائیت پر پرواز کرتی ہین اور جاذب

اُن کا جذبہ نور ہے اُن کو وہی حق سبحانہ تعالے اپنے کشف جمال کے ساتھ قہر سطوات جلال سے محفوظ فرماتا ہے کہ سا قط از مقام قرب نہیں ہوتے ہیں اور اُسکی عظمت میں فنا نہیں ہوتی ہیں قال تعالے الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء الآیہ۔ بیاز و سے ہمت اس کی طلب قرب منزلت میں بے موقع و بے ادب واقع ہونے سے مصئون ہیں۔ اِن فی ذٰلک لآیات لقوم یؤمنون۔ اہل حقیقت و رہروان راہ طریقت اور رہروان جادۂ معرفت و شریعت کے واسطے نشانات عجائب صنعت و غرائب حکمت ہیں کہ وہاں مجال گفتگو نہیں اور بیہودہ فطرت کو گنجائش نہیں قولہ واللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلالاً۔ اس میں لطیف اشارہ بوجود اولیاء ہے جنکے سایہ میں مریدین تابش آفتاب ہجر و دوری سے پناہ لیتے ہیں اور قہر طغیان و شیاطین الانس والجان سے یہیں محفوظ ٹھکانا پاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ زمین میں اللہ تعالے کے سایہ ہیں و فی الحدیث السلطان ظل اللہ فی الارض من اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اہانہ اہانہ اللہ۔ یعنے سلطان روے زمین میں سایہ الٰہی ہے جو اس کا اکرام کرے اللہ تعالے اُس کو بزرگ رکھیگا اور جو اُس کی اہانت کرے اللہ تعالے اُس کو خوار کریگا مترجم کہتا ہے کہ مولانا جلال رومی رحمہ اللہ تعالے نے مثنوی میں بھی قولہ تعالے الم تر الی ربک کیف مد الظل سے اولیاء کا اشارہ لیا ہے بقولہ کیف مد الظل نقش اولیاء است۔ قولہ وجعل لکم من الجبال اکنانا جبال سے اکنان قلوب اکابر معرفت و ظلال اہل السعادت ہیں جنکے اندر وہ لوگ پناہ لیتے ہیں کہ سب چیزوں سے منقطع ہوکر اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لائے ہیں۔ قولہ وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر۔ اہل معرفت کے واسطے سرابیل اُنس ہیں تا کہ آتش محبت میں سوختہ نہ ہوں و سرابیل تقیکم باسکم۔ اصلی محاربہ انسان کا باہمی نہیں ہے کیونکہ یہ تو مذموم و ممنوع چیز ہے بلکہ اصلی محاربہ آدمی کا شیطان نفس کے ساتھ ہے اور یہی جہاد اکبر ہے اور لباس التقویٰ سے واسطے معرفت کے آدمی ان دشمنوں پر فتح پاتا ہے قولہ کذلک یتم نعمتہ علیکم مزید نعمت و کمال رعایت ہے کہ ان کو دوری و ہجر سے محفوظ فرمایا اور اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے اُن کی نگہداشت رکھی قولہ لعلکم تسلمون۔ یعنے اس کے حکم عبودیت کے واسطے گردن جھکاؤ اور حکم ربوبیت کے لیے سجدہ کرو۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اپنے اولیاء کے لیے اپنے سایہ عنایت میں ٹھکانا دیا اور سرائر سے اُن کا لباس کیا جس سے شر و ضرر دفع رہے پس یہ لباس تقویٰ سے جامع ہے اور اس کی تفاصیل ہیں چنانچہ ایک لباس عصمت ہے جس سے اُن کو محفوظ کیا کہ رب عزوجل کی مخالفت نہیں کرتے۔ لباس توفیق سے ہمیشہ اُس کی عبادت پر ملازمت رکھتے ہیں۔ لباس خلعت ہے کہ اس سے قرب نصیب ہے وقولہ کذلک یتم نعمتہ علیکم۔ نعمت کا پورا فرمانا اسطرح ہے کہ ان کا خاتمہ بخیر و خوبی ہو اور جملہ امور دین و دنیا میں اُن کی نگہداشت و کفایت و رعایت رہے اور خواہش نفس کی پیروی سے بچائے جاویں اور سداد اور صلاحیت پر لگائے جاویں تا کہ اللہ تعالے کی رضامندی کو سب پر مقدم رکھیں۔ بعض نے کہا کہ نعمت پوری کرنا یہ ہے کہ جو حکم اُنپر جاری فرمایا اُسپر وے راضی رہیں۔ ابن عطار رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اتمام النعمہ یہ ہے کہ نعمت پر سکون نہ ہو بلکہ نعمت سے منقطع ہوکر منعم عزوجل کے ساتھ سکون ہو۔ شیخ حمدون رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اتمام النعمہ دنیا میں تو معرفت ہے اور آخرت میں دیدار ہے یعنے اللہ تعالے نے جس بندے پر نعمت پوری کی اُس کو دنیا میں معرفت اور آخرت میں دیدار عطا فرمایا۔ شیخ ابو محمد حریری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اتمام النعمۃ یہ ہے کہ قلب آدمی کا شرک خفی سے محفوظ رہے اور نفس اس کا ریا کاری سے بچا رہے پھر اللہ تعالے نے اُن لوگوں کا حال بیان فرمایا جو راہ راست سے برگشتہ ہیں۔ بقولہ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا الآیہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ توفیق سے محروم ہیں وہ اولیاء اللہ تعالے کو بھی پہچان جاتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ اُس زمانہ میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے بقولہ تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ لیکن منکر ہوتے ہیں اسیطرح اولیاء کو پہچانتے ہیں خواہ بکرامات و دیگر آیات و فراسات صادقہ و لیکن توفیق کی راہ سے درحقیقت اُن کو نہیں پہچانتے ہیں اور از راہ بغض و عداوت و حسد و ظلم کے اُن سے منکر ہوتے ہیں اور اس میں فقط دنیاوی ریاست و منزلت کی خواہش ہے۔ قولہ تعالے واکثرہم الکافرون چنانچہ ولایت اولیاء کو چھپاتے ہیں۔ اس آیت میں جیسے صریح کافروں کی مذمت ہے ویسے ہی اُن عالموں کے لیے بھی ملامت ہے اور اُن قاریوں کے لیے بھی مذمت ہے جنھوں نے مکر و فریب کا جال پھیلا کر جاہلوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہا ہے اور عوام کے سامنے اولیاء اللہ کی مذمت کرتے ہیں

منہ اپنی طرف پھیرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے خیانت کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اور اُس سے زیادہ کون شقی ہوگا کہ اولیا حق سے دلائل تبریت دیکھے پھر دنیاوی ریاست کو عوام سے اُسکے عوض خریدے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اُن کو نعمتیں حاصل ہیں مگر اُس کے شکر کی توفیق نہیں پاتے ہیں۔ شیخ نصر آبادی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت پہچاننا اچھا ہے اور نعمت دینے والے کو پہچاننا سب سے اچھا ہے کیونکہ نعمت پہچاننے کے بعد بھی کبھی اس سے انکار ہوتا ہے مگر نعمت دینے والے کو پہچاننے کے بعد پھر اس سے انکار نہیں ہوتا بلکہ استقامت حاصل ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ حق تعالےٰ نے جن کو پیدا کیا اور اس قدر نعمتیں دیں پھر اُس سے انکار و کفر کیا تو آگے طرح طرح کی اُن کی بد انجامی دار آخرت کی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝

اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے میں ایک بتانیوالا پھر حکم نہ ملے منکروں کو اور نہ اُن سے توبہ مانگیے

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

اور جب دیکھیں بے انصاف مار پھر ہلکی نہ ہو اُن سے اور نہ اُنکو ڈھیل ملے اور جب دیکھیں

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ ۖ

شریک پکڑنیوالے اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم

تب وہ اُنپر ڈالیں بات کہ تم جھوٹے ہو اور پڑیں اللہ کے آگے اُسدن عاجز ہوکر اور بھول جاوے اُنکو

مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

جو جھوٹ باندھتے تھے جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے اُنکو ہمنے بڑھائی مار پر

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝

مار بدلا اُسکا جو شرارت کرتے تھے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ۔ اور بیان فرما وے جسدن اُٹھاوینگے ہم۔ مِن كُلِّ أُمَّةٍ ہر ایک گروہ سے۔ شَهِيدًا۔ ایک گواہ۔ یعنے کافروں و مشرکوں پر جو حال دار آخرت میں ہونے والا ہے وہ بیان کردے جسدن یعنے بروز قیامت ہم ہر گروہ میں سے اُس کا گواہ یعنے جو پیغمبر اس اُمت پر بھیجا گیا ہے گواہی دینے کو اُٹھاوینگے چنانچہ وہ گواہی دیگا کہ اے رب میں نے تیرا پیغام اُنکو صاف صاف پہنچا دیا۔ واضح ہو کہ کافر لوگ اپنے سوال جواب میں منکر ہونگے اور اُن کے اعضاء و جوارح اُنپر بدکاریوں و شرک کی گواہی دینگے۔ اور ہر گروہ اپنے پیغمبر کی گواہی سے بھی منکر ہوگا اور آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب ان پیغمبروں کی طرف سے گواہی ادا کرینگے اور یہ سب کمال عدل الٰہی ہے ورنہ اللہ تعالےٰ نے جب ہر ایک کافر کو اُس کے اعمال سے آگاہ فرما دیا وہ علیم خبیر ہے اور مواقع قیامت متعدد ہیں اور تحقیق اس کی سابق میں گزر چکی ہے۔ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا پھر کافروں مشرکوں کو اجازت نہ دی جائیگی۔ خطیب وغیرہ نے یہاں وہ احتمالات بیان کردیے جن سے عدم اجازت آیات و احادیث میں ثابت ہے کیونکہ یہاں یہ بیان نہیں کہ کس بات کی اجازت نہ دی جائیگی چنانچہ لکھا کہ اجازت نہ دی جائیگی یعنے زیادہ گوئی کی یا دوبارہ دنیا کی طرف عود کرنے اور آزمائے جانے کی یا گواہوں کی حالت گواہی میں بلکہ سب لوگ خاموش ہونگے یا گواہوں سے جھگڑا کرنے کی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ارجح وجہ اختیار کی کہ اجازت نہ دی جائیگی یعنے عذر لانے میں کیونکہ کافروں کو خود بھی اپنا جھوٹ عذر لانا معلوم ہے جیسے قولہ تعالےٰ هٰذا یوم لاینطقون ولا یؤذن لهم فیعتذرون یعنے یہ وہ دن ہے

کہ نہ کفار بولینگے اور نہ اُن کو اجازت دی جائیگی کہ عذر بیان کریں۔ یعنے ایسی کوئی بات جو اُن کے واسطے عذر ہو اسی واسطے بیان فرمایا۔ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ یعنے نہ طلب کیا جائیگا کافروں سے عتبےٰ یعنے رجوع ایسی چیز کی جانب عبادات وغیرہ سے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی انکو حاصل ہو۔ خلاصہ یہ کہ اُن کو کسی ایسے فعل کی تکلیف نہ دی جائیگی کہ اُن کے رب عز وجل کو راضی کریں کیونکہ آخرت دار العمل نہیں اور نہ وہاں امتحان و تکلیف ہے اور نہ اُن کو چھوڑا جائیگا کہ دار الدنیا کی طرف عود کریں اور توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ اگر وہ دنیا کی طرف پھیرے جاویں تو پھر وہی کرینگے جس سے منع کیے گئے۔ خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لا ہم یستعتبون۔ یعنے نہیں زائل کیا جائیگا اُن کا عتبےٰ یعنے وہ چیز جس پر اُن کو عتاب و ملامت ہو۔ ہروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ اُن سے یہ نہ چاہا جائیگا کہ ایسی بات کریں کہ عتاب اُن سے زائل ہو۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا یعنے شرک و کفر کیا۔ الْعَذَابَ عذاب کو جسکے مستحق ہیں اور جو انکو وعدہ دیا گیا ہے یعنے جب عذاب جہنم اُن کو نظر آویگا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ تو نہ اُن سے یہ عذاب ہلکا کیا جائیگا یعنے ایک ساعت کمی و تخفیف نہ ہوگا پس نہ اُن کے واسطے کوئی سفارشی ہے۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ اُن کو مہلت دی جائیگی۔ اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا کہ سفارش یا مددگاری کرسکے بلکہ بغیر حساب کے موقف کے میدان سے بہت تیزی کے ساتھ گرفتار ہوں گے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب جہنم لائی جائیگی تو ستر ہزار زمام اور ہر زمام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے پس اس کی ایک گردن اس مخلوقات کے پیے بلند ہو کر سخت آواز سے پکارے گی کہ اُن میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر آنکہ اس کی ہیبت سے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیگا اور کہیگی کہ میں ہر ایک سرکش ظالم پر مسلط کی گئی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا شریک بنایا اور جو ایسا ویسا ہو یعنے کئی طرح کی اقسام لوگوں کے بیان کرے گی پھر اُن کو تکبیر کر جیسے چڑیا دانہ چگ لیتی ہے وہ ان اقسام خلائق کو اُچک لے گی۔ آیات اس معنے میں موجود ہیں کقولہ تعالیٰ اذا رأتهم من مكان بعيد سمعوا لها تغيظا وزفيرا واذا القوا منها مكانا ضيقا مقرنين دعوا هنالك ثبورا۔ یعنے جب جہنم اُن کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اُس کا غیظ و جوش اور کراہت آواز سنینگے اور جب اس میں تنگ مقام میں ڈالے جاوینگے جکڑے ہوئے تو وہاں اپنی موت پکارینگے۔ وکقولہ تعالیٰ ورأى المجرمون النار فظنوا انهم مواقعوها ولم يجدوا عنها مصرفا۔ یعنے جب بدکار لوگ جہنم کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وے اس میں پڑنے والے ہیں اور نہ پاویں گے اس سے کوئی چھٹکارا وکقولہ تعالیٰ لو يعلم الذين كفروا حين لا يكفون عن وجوههم النار ولا عن ظهورهم ولا هم ينصرون بل تاتيهم بغتة فتبهتهم فلا يستطيعون ردها ولا هم ينظرون۔ یعنے کاش جانتے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں وہ حال کہ جب نہ روک سکینگے اپنے چہروں کی طرف سے جہنم کی آگ اور نہ اپنی پشت کی طرف سے اور نہ اُن کو مدد ملیگی بلکہ وہ آپڑے گی اُنپر اچانک پس حیران ہوجاوینگے کہ اُن کو پس نہ طاقت ہوگی اُن کو اس کے روکنے کی اور نہ سے کچھ مہلت دیے جاوینگے پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جنکو اپنے زعم میں شریک بنائے ہیں وے مشرکوں سے اُس دن سخت محتاجی کے وقت بیزار ہوں گے فقال عز وجل۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ اور جب مشرک لوگ دیکھیں گے اپنے شرکاء کو یعنے اُن لوگوں کو جنکو اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے خواہ اسطرح کہ صریح اُسکو خالق و قادر بناتے ہیں یا اس طرح کہ اس کی طرف سے رزق و نفع و ضرر وغیرہ یا شریعت کے احکام مانتے ہیں غرضکہ جنکے ساتھ شرک کرتے اور دنیا میں اُن کی عبادت کرتے رہے ہیں اُن کو دیکھیں گے۔ قَالُوْا رَبَّنَا تو کہینگے کہ ہمارے رب۔ هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا یہی لوگ ہمارے شرکاء ہیں یعنے۔ الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ وہ لوگ ہیں جنکو ہم سوائے تیرے پکارتے تھے بعض علماء نے کہا کہ شاید مقصود یہ ہو کہ عذاب دونوں فریق پر تقسیم کر دیا جاوے۔ ابو مسلم اصفہانی نے کہا کہ مشرکین اپنے گناہ کو اُن لوگوں پر ڈالنا چاہینگے جن کو اپنا معبود ٹھہرایا تھا۔ واضح ہو کہ بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور اولیاء اللہ کو شریک بناتے ہیں ولیکن فقط اپنے زعم میں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اولیاء اُن کے اس فعل سے نہایت بیزار ہیں کیونکہ جانتے تھے تو انکو کافر فرماتے لہٰذا آخرت میں اُن کو جواب دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ پس رد کر دینگے یہ لوگ ان مشرکوں

کافرون پر بات اس طرح کہ۔ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ تم بیشک جھوٹے ہو۔ یعنے تم نے ہماری عبادت نہین کی اور نہ ہم شریک ہین بلکہ ہم اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہین اور تم نے اپنی رائے کی عبادت کی ہے۔ قال الشیخ۔ یعنے جنکو معبود بنایا ہے وے کہینگے کہ تم بالکل جھوٹے ہو ہم نے تم کو کبھی اپنی عبادت کرنے کو نہین کہا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت مین فرمایا ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وہم عن دعائہم غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ یعنے اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو سوائے اللہ تعالےٰ کے ایسے کو پکارے جو قیامت تک اُس کو جواب نہ دیگا اور وے اُن کی پکار سے غافل ہین اور جب لوگ حشر کو اُٹھائے جاوینگے تو وے اُن کے دشمن ہونگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے۔ یعنے کہینگے کہ تم نے ہماری عبادت نہین کی۔ وقال تعالےٰ سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا۔ یعنے عنقریب قیامت مین شریکون کی عبادت کرنے سے منکر ہونگے اور انپر دشمنی سے برخلاف دعویدار ہونگے۔ یعنے یہ لوگ تو دنیا مین ان کی عبادت کرکے چاہتے ہین کہ وے اُن کے مددگار ہون اور سرپرستی کرین حالانکہ وے اُن کے فعل سے واقف ہوکر اُن کے دشمن ہو جاوینگے کیونکہ بندگان حق تعالےٰ اپنے رب کی عظمت وکبریائی مین اپنے آپ کو کیسے ہین تو ہرگز دوسرے احمقون کے شرک سے راضی نہین ہو سکتے ہین اور جنھون نے انپر معبود ہونیکا نام لگایا انپر بہتان باندھا پس اُن کے دشمن ہونگے۔ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِۨالسَّلَمَ اور القا کرینگے اللہ تعالےٰ کی طرف اس روز سلم کو یعنے فرمانبرداری کو۔ قتادہ وعکرمہ رحمہما اللہ تعالےٰ نے کہا یعنے آج کے روز اللہ تعالےٰ کے واسطے ذلیل وکہدین جھکائے مطیع ہوجاوینگے کقولہ تعالےٰ اسمع بہم وابصر یوم یاتوننا۔ یعنے خوب سننے والے وخوب دیکھنے والے ہو جاوینگے جسدن ہمارے حضور مین آوینگے۔ وکقولہ تعالےٰ ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسہم عند ربہم ربنا ابصرنا وسمعنا الآیہ۔ یعنے تو دیکھے جبکہ کافر لوگ جھکائے ہونگے اپنے سرون کو اپنے رب کے حضور مین اے ہمارے رب ہم نے دیکھا اور سُنا اب ہم کو لوٹا دے کہ ہم نیک کام کرین کہ اب ہم کو سب بات کا یقین ہے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اور گم ہوگیا انسے جو کچھ وے افترا باندھتے تھے۔ یعنے اللہ تعالےٰ پر افترا کرکے جو شریکون کی عبادت اپنے خیال مین بناتے تھے آج وے سب زائل ہونگے پس نہ کوئی انکا سفارشی نظر آویگا اور نہ مددگار وحمایتی معلوم ہوگا اور نہ کوئی ہین وہ صفت ہوگی جو انھون نے سوائے حق تعالےٰ جلشانہ کے دوسرون مین زعم کرلی تھی۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنھون نے کفر کیا یعنے خود شرک کرکے یا اللہ تعالےٰ کے وجود ہی سے منکر ہوکر کافر ہوئے۔ وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور دوسرون کو اللہ تعالےٰ کی راہ سے روکا۔ خواہ اس طرح کہ صریح ان کو شرک سکھلایا اور یا اس طرح کہ ان کے دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی انکے قول وفعل پر وہی پیروی شرک ہوگئے تو اُن کے عذاب شدید کو بیان فرمایا۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ زیادہ کردیا ہے ہم نے انکے حق مین عذاب پر عذاب۔ کفر وشرک انتہا درجہ ضلالت ہے اور عذاب اُس کا بھی انتہا درجہ پر ہے اور اللہ تعالےٰ نے ان لوگون کے لیے انکے کفر کا عذاب دیا اور اسپر دوسرون کے روکنے کا عذاب دیا اور یہ بطریق شدت کے تکلیف کو برداشت کرنے سے ہے یا پیروی کرنے والون کے عذاب سے گمراہ کرنے والون کا عذاب سخت ہے۔ زیادت عذاب کے بعض وجوہ سلف سے مروی ہین از انجملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی بچھو ہونگے جن کے ڈنک مثل بلند درخت خرما کے ہونگے رواہ ابویعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالےٰ اور اُسی کے مثل براء بن عازب سے مرفوع روایت ہے کما اخرجہ الخطیب وغیرہ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ بڑے بڑے سانپ وبچھو ہونگے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے وڈنک مارنے سے چالیس سال تک شدت درد پاتا رہیگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی پانچ نہرین اللہ تعالےٰ جلشانہ نے انپر جاری فرمائی ہین بعض سے دن مین اور بعض سے رات مین انپر عذاب ہوگا رواہ ابویعلی عنہ بنحوہ۔ اور ابن مردویہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ کے مرفوع روایت کی کہ پانچ نہرین آتشی ہین جو عرش کے نیچے سے جاری ہوکر اہل جہنم کے سرون پر گرتی ہین تین نہرین بمقدار شب اور دو بمقدار روز ہین یہی ہے زیادت عذاب۔ فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ۔ بعوض اس کے جو فساد کرتے تھے یعنے یہ سزا زیادت عذاب کی ان کے فساد کفر وشرک وصد عن السبیل کا عوض ہے اس کی تفسیر مین کہا کہ اس مین دلیل ہے کہ کافرون کے واسطے عذاب کے بھی مراتب ہونگے جیسے اہل الجنۃ کے لیے جنت مین ثواب کے منازل

بلند ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس روز کے خوفناک وقائع میں سے کافروں پر اہل نبوت و ولایت کا اشہاد ذکر فرمایا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ

اور جس دن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے میں ایک بتانے والا اُنپر اُنھیں میں کا اور تجھکو لاویں بتانے کو ان لوگوں پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ○

اور اُتاری ہمنے تجھپر کتاب بیورا ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوشخبری حکم بردار وں کو

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ یعنے مکرر پوری نصیحت کرو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کافروں کو کہ وہ دن یاد کریں جس دن ہم اُٹھاوینگے ہر گروہ میں ایک گواہ یعنے اس اُمت کا پیغمبر جو کہ ان لوگوں کے اوپر گواہی دیگا حالانکہ وہ انھیں میں سے ایک بشر ہوگا۔ اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ کافر لوگ اپنے پیغمبر کے پیغام پہونچانے سے منکر ہونگے تو وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اپنا گواہ دیگا اور اظہر یہ ہے کہ آپ کی اُمت میں سے مقدم صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہیں اور باقی اہل ایمان اُن کے اتباع قیامت تک ہیں پس اُمت محمدی اپنے سے اگلوں پر اور اپنے زمانہ والوں یعنے قیامت تک کے کافروں پر سب پر گواہ ہے۔ بالجملہ اس اُمت کو اللہ تعالےٰ نے لوگوں پر گواہ پیدا کیا ہے یعنے نہایت عادل متدین سچے چنانچہ قولہ تعالےٰ کذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس یعنی یوں ہی ہم نے تم کو اے اُمت محمد بنا دیا ہے اُمت عادل تاکہ تم ہوجاؤ گواہ لوگوں پر پس یہ لوگ گواہی دینگے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے کلام پاک سے بالکل صحیح و سچ جانتے ہیں کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمت کو اللہ تعالےٰ کا پیغام صاف صاف سب اچھی طرح پہونچا دیا تھا پھر اس اُمت کی عدالت پر وہ لوگ گواہی چاہینگے پس اکرم الخلق و سید الانبیاء حبیب رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعدیل قبول ہوگی چنانچہ فرمایا۔ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ۔ اور ہم لاوینگے تجھکو اے محمد ان لوگوں یعنی تیری پاکیزہ اُمت پر۔ شَهِيدًا۔ گواہ یعنے عادل ہونے کی تصدیق کرنے والا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق فرماوینگے کہ یہ سب عادل ہیں اور حق عز و جل کی طرف سے یہ شرف و کرامت خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کی برکت سے پھر آپ کی اُمت کو ہے اور اُس دن ہر ایک امر ظاہر ہوگا مگر کفار الٹا۔ شخصے ڈوبتا ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے خالی یہی طریقہ اختیار کرینگے کہ گواہ ہوں۔ ف۔ یہاں چند مسائل فقہیہ ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ قاضی کا کام عدل ہے کہ فریقین میں سے اگر ایک نے عناد سے گواہ چاہے تو باوجود اپنے علم کے اُس سے گواہ طلب کرے اور تفصیل فقہ میں ہے۔ دوم یہ کہ تعدیل کرنے والا یعنے گواہ کو عادل بتلانے والا اگر ایک شخص عادل ہو تو کافی ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اگرچہ دو ہونے میں زیادہ احتیاط ہے۔ سوم یہ کہ تعدیل کرنا بھی ایک طرح کی گواہی ہے۔ چہارم گواہ نے اگر اپنی آنکھ سے معائنہ کرنے کے مثل تصدیق حاصل کی ہو جیسے اُمت محمدی نے قرآن پاک سے اگلے انبیاء علیہم السلام کے حق میں حاصل کی تو گواہی ادا کرنا جائز ہے۔ پنجم یہاں گواہ کی گواہی پر گواہ ہونا بھی صحیح نکلا اور یہی مذہب ہے۔ ششم قاضی حاکم کو چاہیے کہ فیصلہ کے وقت فریقین کو یکساں رکھے اگرچہ ایک نہایت معزز و مکرم ہو اور دوسرا نہایت پا اور ذلیل ہو۔ ہفتم قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے یا استثنا بعض وجوہ کے جو فقہ میں مصرح ہیں اور واضح ہو کہ کافروں کے اعضاء و جوارح خود گواہ ہونگے تو باوجود ایسی حالت کے اُنکے واسطے گواہ دیئے گیے و علی ہذا اگر کسی طریقہ سے بے اختیار کر کے مدعا علیہ سے اقرار ظاہر ہوا تو اُس کا اعتبار نہیں ہے۔ ف۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ ہٰؤلاء سے مراد انبیاء سابقین ہیں یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان انبیاء پر گواہ لائے جاوینگے لیکن آیات و احادیث سے وہی معنے مصرح ہیں جو اول مذکور ہوئے اور یہاں کئی امور ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالےٰ نے عادل متقی قرار دیا ہے پس سب صحابہ عادل ہیں ان کے حق میں جو کوئی برا کلام کہے وہ فاسق بدکار ہی ہے اور بعضی صورتوں میں کافر ہو جائیگا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی تمام خلق پر ظاہر ہوئی اور یہ کہ آپ کی اُمت سب اُمتوں پر افضل ہے اور یہ صریح قولہ تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ میں بیان ہے اور اسکے سوا [illegible]

پس سب سے مقدم وہی ہیں پھر پیچھے اور لوگ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ عادل متقی سے اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاوے اور وہ جان جاوے اور توبہ کر لیے تو عادل ہے اور یہ شرط نہیں کہ کبھی اُس سے چوک نہ ہو لیکن وہ جان بوجھکر اصرار نہ کریگا اور نہ توبہ میں تاخیر کریگا اور یہ ضرور ہے کہ اُسکے نزدیک وہ بات گناہ ہو مثلاً ایک شخص جانے کہ حقہ پینا مباح ہے اور دوسرا اعتقاد کرتا ہے کہ وہ حرام ہے تو اُس کے جاننے سے پہلا شخص فاسق نہیں ہے اور اگر وہ خود جان کر پیتا ہے تو گنہگار ہے۔ پھر واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام اُمت محمدی جو آپ کی سنت پر مستقیم ہے جس معنے سے اس فضیلت کے لائق ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لیکن منجملہ اسباب ظاہری کے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوم قرآن ہے چنانچہ اشارہ فرمایا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ۔ اور ہم نے اُتاری تجھپر اے محمد کتاب یعنی قرآن۔ تِبْيَانًا۔ صاف واضح بیان۔ لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اور ہر ایک چیز کے واسطے۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ اور ہدایت و رحمت و بشارت واسطے ان بندوں کے جو فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن ہر چیز کا صاف بیان ہے ولیکن ہمارا علم اس سے قاصر ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ جو کوئی علم چاہے قرآن میں تلاش کرے کہ اس میں اگلوں پچھلوں سب کا علم ہے۔ کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہر چیز کا بیان قرآن میں اس طرح ہے کہ یا تو خود قرآن میں مذکور ہے یا حدیث پر حوالہ ہے بقولہ تعالیٰ ما اتاکم الرسول فخذوہ الآیہ یعنے جو تم کو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرما دے اس سے بچو اور یا اجماع اُمت پر حوالہ ہے چنانچہ مومنین کی راہ سے انحراف کرنے پر عذاب فرمایا بقولہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم الآیہ۔ یا اعتبار کرنے کا حکم دیا وہ قیاس ہے پس جملہ علوم شرعیہ اس میں آگئے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے احکام شرعیہ کا علم البتہ قرآن سے ثابت ہوا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی روایت ہے کہ کل حلال و حرام کا اس میں علم ہے ولیکن شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے واسطے اس قرآن میں ہر علم و ہر شے بیان کیگئی ہے پھر لکھا کہ یہی قول زیادہ شامل و عام ہے کیونکہ قرآن ہر علم نافع کو سابق و لاحق سے شامل ہے اور ہر حرام و حلال کے احکام کو اور جس کی طرف لوگوں کو احتیاج ہے امر دنیاوی ہو یا دینی ہو اس میں بیان ہے اور لکھا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب کا بیان بحوالہ سنت شامل کیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ جیسے آدمی خود جانتا ہے کہ ایک کتاب میں ایک علم لکھا ہوا موجود ہوتا ہے مگر کم فہمی کی وجہ سے وہ اُس کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ابتدائی لیاقت آدمی کی ایسی ہوتی ہے کہ اُس کو قرآن سے بہت سے علوم نہیں سمجھ میں آتے ہیں اور جب قلب پاکیزہ و منور ہوتا جاتا ہے وہ سمجھتا جاتا ہے اسی طرح ولی کامل جو کچھ قرآن سے پاتا ہے عوام نہیں پاتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قصور فہم سے بہت کچھ نہیں سمجھا جاتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اشارہ فرمایا کہ الا فہما اعطی الرجل فی القرآن۔ یعنے میرے پاس البتہ ایک سمجھ ہے جو آدمی کو قرآن کے معنے میں دی جاتی ہے اور مترجم نے قولہ تعالیٰ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیہ کی تفسیر میں کچھ تفصیل ذکر کر دی ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ یوم نبعث فی کل امۃ الآیہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر اُن میں باہم تفضیل و مراتب مقرر کیے پس رسولوں کو نبیوں پر شاہد کیا اور انبیاء کو اولیاء پر شاہد کیا پس تمام مخلوقات کے، وبر و اولیاء پر انبیاء پہ گواہی دینگے کہ خالص توحید والے اور سچی محبت والے تھے اور ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو شاہد صادق فرمایا کہ آپ سب پر گواہ ہوئے یعنے اپنی اُمت کے اصحاب و اولیاء پر جو کہ اگلوں پر گواہ تھے پس کوئی وہم نہ رہا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان میں موجود تھے اور صریح آیات کتاب سے شاہد کیونکہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور قولہ تعالیٰ اولئک ہم الصادقون۔ اور قولہ اولئک ہم المؤمنون حقا۔ اور قولہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیہ اور مانند اس کے آیات آپ پر نازل ہوئی ہیں ولہذا فرمایا قولہ وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی پس کتاب میں ہر حق و باطل کا بیان واضح ہے اس میں صدیق و منافق کی تمیز بیان ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن چراغ ہے کہ راہ راست صاف واضح ہوتی ہے اور حقیقت و معرفت اس سے روشن ہو اُس کے نور سے ہر طالب صادق اوہام و شکوک سے نکلکر نور میں آجاتا ہے وہ خطاب حبیب الی الحبیب ہے اُس کے عجائب بے انتہا ہیں اور اُس نے

علوم قدیم واسقدر ہین کہ تمام درخت اگر قلم ہوں اور تمام سمندر روشنائی ہوں تو اُس کے عجائب علوم کو ختم نہین کر سکتے ہین وقد قال تعالے قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الآیہ۔ وقال لو کان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ پس جو شخص تابع سنت مستقیم ہوا اُس نے بہت بڑا حصہ پایا۔ جوزجانی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مخلوق سب باہم بعض پر بعض شاہد ہین اور اُمت محمدی تمام انبیاء کی طرف سے اُن کی سب اُمتوں پر شاہد ہین اور آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقط اکیلے اللہ تعالے کے یہان عدالت ظاہر کرنے والے اور بالکل مقبول ہین پس جس شخص کو آپ نے مقدم کیا وہ مقدم ہے اور جس کو مؤخر کیا وہ پیچھے رہا اور جس نے آپ کا دامن پکڑا اُس کو نجات ہے اور جس نے آپ سے خلاف کیا وہ برباد گیا واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور آپ کو خطاب کیا پس اشارت ہے کہ آپ ہی اس خطاب کے واسطے لائق ہین اور باقیوں کو خطاب آپ کی پیروی مین ہے کہ آپ کے بیان سے سمجھین اور مراد الٰہی عز وجل کو پہچانین شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ کتاب پاک مین ہر چیز کا واضح بیان ہے اور بیان کرنے والے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین شیخ نے لکھا کہ اس مین علوم صفات ونعوت واسماء ہین کہ تمام مخلوقات کو حاوی ہین اور بیان طریقہ معرفت صفات ونعوت اسی مین ہے پس اہل ایمان کے لیے ہادی طریق معارف ہے اور رحمہ بدین معنے کہ دنیا کو خطاب محبت سے لطائف والطاف کے ساتھ سرفرازی ہے اور اہل محبت کو اُس کے خطاب وسماع سے نعمت تامہ ورحمت کا فیضان ہوا اور بشریٰ یہ ہے کہ ہر صاحب سعادت اپنی سرفرازی کی بشارت پاتا ہے اور اُس کے سامنے سر جھکا کر اپنی سرفرازی کی بشارت دیکھتا ہے اور وہ رضوان الٰہی ہے وقال تعالے ورضوان من اللہ اکبر۔ پھر اللہ تعالے نے عموماً عدل واحسان کا خطاب سب کو کیا ولیکن درحقیقت لائق انھین کو فرمایا جنھون نے نصیحت کو سنا اور وہ اُمت عادل یعنے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور سنت پر مستقیم ہین اس طرح کہ عدل احسان

وترحم کرین وحسد وحظوظ نفسانی وممنوعات شرعیہ سے بچین قال تعالے

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بیحیائی کو اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

تم کو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ اللہ تعالے حکم فرماتا ہے یعنے ہمیشہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے۔ بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ یعنے بندے عدل پر قائم رہین۔ وَالْإِحْسَانِ۔ اور احسان کے ساتھ یعنے ہمیشہ احسان پر ثابت رہین۔ واضح ہو کہ عدل واحسان کی تفسیر مین علماء کے اقوال ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عدل یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دین یعنی دل سے یقین کرین کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی الٰہ نہین ہے وہی زبان سے ادا کرین گے۔ احسان ادائے فرائض وواجبات ہے اور بعض نے کہا عدل فرائض ہین اور احسان نوافل ہین۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ عدل اس مقام پر یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالے کے واسطے کرے اس مین ظاہر وباطن یکسان ہو اور احسان یہ ہے کہ ظاہر سے باطن عمدہ ہو بعض نے کہا کہ عدل توحید ہے اور احسان یہ کہ فضل کرتا رہے بعض نے کہا کہ عدل یہ کہ شرک چھوڑے اور احسان یہ کہ اللہ تعالے کی بندگی اس طرح کرے گویا اُسکو دیکھتا ہے اور بعض نے کہا کہ احسان اخلاص ہے بعض نے کہا کہ عدل تو افعال ہین اور احسان اقوال ہین ہے پس وہی کرے جو عدل ہو اور وہی کہے جو نیک ہو۔ لغت مین عدل کے معنے توسط کے ہین یعنے دونون جانب برابر رہین نہ حد سے بڑھے اور نہ گھٹے۔ اور واضح ہو کہ ان اقوال مین کچھ اختلاف نہین ہے اور بات یہ ہے کہ مراد عدل سے اعتقاد وافعال واقوال سب مین درجۂ اعتدال ہے یعنے ہر ایک چیز کو اُس کی حد پر رکھے اور اس سے تجاوز نہ کرے اسی واسطے کہا گیا کہ عدل یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کے موقع پر رکھے پس اللہ تعالے عز وجل جامع صفات کمال وخالق فرد ذوالجلال ہے اُس کی شان کے ساتھ شرک کرنا خلاف عدل ہے اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس کی تفسیر کلمۂ توحید سے کی یعنے لا الٰہ الا اللہ

کیونکہ انصاف سے خلاف ہے کہ اُس کی الوہیت کے ساتھ شرک کیا جاوے پس اُس کی شان میں بے ادبی ہوگی اور جن بتوں وغیرہ کے واسطے کوئی
ایسی بات ثابت کی جو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو اُن کو حد سے بڑھایا مگر اُس کے بڑھانے سے وے نہیں بڑھ سکتے اور یہ خود کافر ہوا۔ اسی طرح
اعمال شرع میں فرائض مقدم پھر نوافل ہیں اور معاملات دنیاوی میں عدل مقدم ہے وقال تعالیٰ اعدلوا ہو اقرب للتقویٰ چنانچہ اگر اپنا عزیز
قریب بھی ہو یا مقابل میں دشمن بھی ہو تب بھی نفس کی پیروی نہ کرے بلکہ عدل کے ساتھ جو حق ہو حکم کرے۔ اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو صاف ظاہر ہوگیا
کہ عدل کے بیان میں جو اقوال ہیں سب صحیح ہیں اور سب سے اعلیٰ عدل اپنے رب عز وجل کی شان میں لا الٰہ الا اللہ کا اعتقاد ہے اور پھر درجہ بدرجہ
فرائض عبادات میں و عام سلطنت کے معاملات و خاص شہر و محلہ و دوستوں کے معاملات میں پھر سب سے زیادہ خاص اپنے گھر والوں و اپنے
نفس کے معاملات میں رعایت عدل ہے اور واضح ہو کہ اگر کسی شخص سے مثلاً کام لیا اور اُس کا حق بلحاظ عدل کے روپیہ میں چودہ آنہ ہیں مگر تم
نے اُس کو پورا روپیہ دیدیا تو عدل سے خلاف نہیں بلکہ عدل کے ساتھ کچھ احسان ہے اور اگر یہ دو آنہ کسی عزیز قرابت والے کی محتاجی کے باوجود
غیر کو دیدیے کہ قریب کے واسطے باقی نہ رہا تو بھی احسان خلاف عدل ہوگیا اور اسی طرح اگر کسی نے خطا کی اور تم کو اس کی سزا دینے کی قدرت ہے
مثلاً اُس نے کوڑا مارا اور تم نے قدرت پائی تو اُس کو عوض میں ایک کوڑا مارنا عدل ہے ولیکن عفو کر دینا احسان ہے لہٰذا شیخ امام ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے عدل کا یعنے انصاف کا حکم دیا اور احسان کی طرف رغبت دلائی جیسے قولہ تعالیٰ فعاقبوا بمثل ما
عوقبتم بہ ولئن صبرتم فہو خیر للصابرین میں ہے اور قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ میں اور مانند اس کے آیات دیگر میں عدل کے
جواز اور احسان کی فضیلت کا بیان ہے۔ اور حدیث میں عبادت کا مرتبہ احسان اس طرح مذکور ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ
یراک۔ یعنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طرح کرے کہ گویا تو اُس کو دیکھتا ہے سو اگر تو نہیں دیکھے تو وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے جو
شریعت مقرر فرمائی اُس کا اول عدل ہے اور دوم احسان ہے اور سوم۔ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ یعنے ناتے داروں کے ساتھ نیکی و صلۃ الرحم کا
حکم فرماتا ہے پس بحسب قدرت آدمی اپنے قرابت والوں کو دیوے۔ بعض نے زعم کیا کہ جو حاجت اُن کو پیش آوے ولیکن صحیح یہ ہے کہ بعض صورت
میں محتاج قریب کا نان نفقہ واجب ہے اور بعض صلۃ الرحم مستحب ہے اور اسی قسم سے کوئی تحفہ بھیجنا اور دعوت کرنا اور باہمی الفت رکھنا حتے کہ
زبان سے اُن کے ساتھ نیک گفتگو و خندہ پیشانی سے ملاپ رکھنا جیسے عام مسلمانوں کے ساتھ چاہیے وہ بدرجہ اولے اہل قرابت کے ساتھ ہے
اور اعلیٰ درجہ اعطا ہے اور سب کو شامل یہ کلام ہے کہ آت ذا القربی حقہ یعنی قرابت والے کو اُس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ ہرچند کہ عدل و احسان
میں یہ بھی داخل ہے ولیکن زیادہ اہتمام کے واسطے اُس کو بیان کر دیا۔ اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ رحم کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نام [illegible]
سے مشتق فرمایا جو رحم کو ملائے رکھے اللہ تعالیٰ اُس کو ملاوے اور جو رحم یعنے ناتے کو کاٹے اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی رحمت سے منقطع کرے۔ پھر جن چیزوں
سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ بھی تین ہیں بقولہ تعالیٰ۔ وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ۔ یعنے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے فحشاء و منکر و بغی سے
پس فحشاء وہ بدکاریاں جو کرنے والے سے ظاہر ہو جاویں پوشیدہ نہ رہیں اور شرع نے اُس کو معصیت قرار دیکر انکار کے ساتھ منع فرمایا ہو
اور منکر وہ معاصی و بدکاریاں جو پوشیدہ رہی ہوں اور دوسری آیت میں فرمایا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کہہ دے کہ میرے رب عز وجل نے تو فواحش سے قطعی منع کر دیا ہے جو اُن میں سے ظاہر ہوں اور جو باطن ہوں یعنی فحشاء سے اور منکرات سے دونوں سے قطعی
منع کیا جسکو شرع میں حرام کہتے ہیں۔ تیسرے اگرچہ انھیں معاصی میں داخل ہے ولیکن بنظر اہتمام اس سے منع فرمانے میں تخصیص کی گئی کیونکہ حدیث میں
ثابت ہے کہ بغی اور ناتا کاٹنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس کا زیادہ سزاوار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اُس کی عقوبت گنہگار کو پہونچاوے مع اُس
عذاب کے جو گنہگار کے لیے آخرت میں رکھیگا ذکرہ الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ پھر بغی کی تفسیر میں بھی اقوال ہیں بغی بقولے تکبر اور بقولے ظلم اور بقولے حسد اور
بقولے تعدی یعنے دوسرے پر حد سے تجاوز کرنا اور حقیقی معنے بغی کے یہی ہیں کہ حد سے تجاوز کرنا پس جملہ معاصی مذکورہ اس میں شامل ہیں اور بدلیل قولہ تعالیٰ

انما بغیکم علی انفسکم یعنی لوگو تمھاری بغاوت کا وبال تمھین پر عائد ہے یہ گناہ سب سے زیادہ بدتر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ گویا بغی سے تمام معاصی کا
احاطہ کردیا جیسے عدل سے تمام نیکیون کا احاطہ کردیا تھا لیکن عدل سے احسان مین فضیلت ہے لہذا عدل کے بعد احسان کو ملا دیا اور معاصی مین بغی
سے فواحش مین زیادتی ہے لہذا فواحش سے پہلے منع کرکے بغی سے ممانعت فرمائی۔ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یعنے اللہ تعالے تمکو ان اوامر
ونواہی کے ساتھ نصیحت فرماتا ہے تاکہ نتیجہ ہو کہ تم ہوشیار ہوجاؤ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ جامع آیت قرآن کی سورہ نحل مین ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہے رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے اس آیت مین کہا کہ
زمانہ جاہلیت والے یعنے اسلام سے پہلے عرب جس نیک کام کو کرتے اور اچھا سمجھتے اُس کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اور ہر بدکام جس سے کراہت کرتے
اُس سے منع فرمایا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اسلام نے اُن کی خوبیون مین سے کوئی ضائع نہین کی بلکہ بے شمار وہ خوبیان سکھلائین
جس سے وہ واقف بھی نہ تھے اور جن امور کو وہ برا جانتے تھے اُن سے تو اللہ تعالے نے منع فرمایا ہے کوئی برائی شروع نہین فرمائی بلکہ برائیون
کو بالکل قطع کردیا یعنے بعض امور کو وہ لوگ بسبب جہالت کے برا نجانتے تھے ان سب سے منع کردیا پھر قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے
نے کمینہ اخلاق و مذموم خصائل سے منع کیا ہے۔ قال الشیخ اور حدیث مین بھی ہے کہ ان اللہ تعالے یحب معالی الاخلاق ویکرہ سفسافہا۔ یعنے
اللہ تعالے اخلاق بلند و بزرگ کو دوست رکھتا ہے اور فرمایا یہ کمینہ اخلاق کو مکروہ رکھتا ہے اور امام حافظ ابویعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالے نے کتاب
معرفۃ الصحابہ مین لکھا کہ حدثنا ابوبکر محمد بن الفتح الحنبلی حدثنا یحیی بن محمد مولی بنی ہاشم حدثنا الحسین بن داود المنکدری حدثنا عمر بن علی المقدمی عن علی
بن عبد الملک بن عمیر عن ابیہ قال بلغ اکثم بن صیفی الی آخرہ یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسالت کی خبر اکثم بن صیفی کو پہونچی
یعنے عرب کے عقیل حلیم کو تو اُس نے چاہا کہ آنحضرت کی خدمت مین خود آئے مگر اُس کی قوم نے اُس کو نہ چھوڑا اور کہا کہ آپ اس ملک کے اکابر مین سے
سب سے بزرگ ہو تمھارے لیے ہم یہ خفت پسند نہین کرتے کہ تم خود وہان جاؤ تو اکثم نے کہا کہ تو پھر میری طرف سے ایسا شخص جاوے کہ جو میرا
پیغام اُس کو پہونچاوے پس دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ ہم لوگ اکثم بن صیفی کی طرف سے ایلچی ہین
اور اُس کا پیغام لائے ہین وہ پوچھتا ہے کہ تم کون ہو اور کیا چیز اپنے پاس رکھتے ہو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پوچھتے ہو تو مین
محمد بن عبد اللہ ہون اور میرے پاس کیا ہے تو مین اللہ تعالے کا بندہ اور اُس کا رسول ہون اور یہ آیت پڑھی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر
تک۔ وہ لوگ بولے کہ مکرر پڑھ دیجیے پس آپ نے کئی بار پڑھی یہانتک کہ اُنھون نے یاد کرلی اور واپس ہوکر اکثم کے پاس پہونچے اور کہا کہ ہم نے
اُس کا نسب پوچھا تو اُس نے بڑائی نہین بیان کی مگر ہم نے پایا کہ وہ اشرف قوم قریش مین سب سے زیادہ پاکیزہ نسب ہے اور مضر مین سب سے
شریف ہے اور اُس نے ہم کو چند کلمات سُنائے ہم نے یاد کرلیے اور وہ یہ ہین جب اکثم نے یہ آیت سُنی تو کہا کہ مین نے جان لیا کہ وہ بزرگ اخلاق کا
حکم فرماتا ہے اور مذموم اخلاق سے منع فرماتا ہے یعنے کلام انتہا سے بلاغت مین ہے پس تم لوگ اُس کی پیروی مین سر ہو اور اس سے خلاف و کفر نے
مین دُم نہ ہو یعنے جلدی کرکے اس کی پیروی مین سرون کے قائم مقام ہو اور پیچھے رہ جانے سے دُمون کی جگہ ہوجاؤ۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اس
آیت کریمہ کے شان نزول مین ایک حدیث روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے
مکان کے سایہ مین بیٹھے تھے کہ اُدھر سے عثمان بن مظعون گذرے اور یہ اُسوقت تک اسلام نہین لائے تھے آپ نے فرمایا کہ اے عثمان بیٹھتا نہین
ہے عثمان نے کہا کہ کیون نہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور باتین کرنے لگے ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ
آسمان کو بلند کرلی اور برابر نظر لڑائے رہے اور پھر نظر کچھ جھکاتے جھکاتے یہانتک کہ جھکا نے اپنے داہنی جانب زمین پر ٹھہرائی اور عثمان کیطرف
پھر کر داہنی جانب جدھر نظر تھی متوجہ ہوگئے اور ایک حالت طاری ہوئی اور گویا آپ کچھ سُنتے ہین پھر وہ حالت رفع ہوئی اور آپ نے پھر نظر
آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کی یہانتک کہ بالکل بلند ہوگئی پھر اُس کے بعد عثمان کی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگے بعد اس کے عثمان نے کہا کہ آج مین نے

آپ کی ایسی حالت دیکھی کبھی اور مجھے اتفاق نہیں ہوا تھا اور یہ حالت بیان کی پس آپ نے فرمایا کہ ہاں میرے پاس میرے رب عزوجل کا بھیجا ہوا
آیا تھا۔ عثمان نے کہا کہ اللہ کا رسول آیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تو پوچھا کہ کیا پیغام لایا آپ نے فرمایا کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک آیت پڑھی
عثمان بن مظعون کہتے ہیں کہ یہی وقت ہے کہ میرے دل میں ایک نور نے دخل کیا اور ایمان کی جڑ قائم ہو گئی اور میری نظر میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم
محبوب ہو گئے۔ **قال الحافظ ابن کثیر** اس کی اسناد جید متصل حسن ہے اور راویوں میں علی الاتصال ایک دوسرے سے سننا مذکور ہے یعنے راوی
سب ثقہ ہیں اور باہم سماع کی تصریح ہے اور اسی حدیث کو مختصر کلام میں ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے ابن ابی العاص الثقفی سے
روایت کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حکم پہونچایا کہ اس آیت کو میں اس سورہ کے اس مقام پر رکھوں قال و اسنادہ لاباس بہ۔ و درمعالم
وغیرہ میں ہے کہ **ابن عباس** رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے بزرگ آیت قرآن میں اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ہے اور بھلائی و برائی کے بیان میں زیادہ
جامع آیت سورہ نحل کی آیت قولہ ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہے اور اللہ تعالیٰ پر سب کام سونپ دینے اور بھروسا کرنے کے لیے سب سے زیادہ قولہ
ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیہ ہے اور سب سے زیادہ اُمید واری کی آیت قولہ یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا
تقنطوا الآیہ ہے۔ **شیخ جلال سیوطی** رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں بھی اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بھلائی و برائی کے بیان میں سب سے زیادہ جامع آیت یہ ہے ان اللہ یامر بالعدل الآیہ۔ اور **بیضاوی** رحمہ اللہ تعالیٰ
نے لکھا کہ اسی آیت کے سبب سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لکھا کہ اگر قرآن پاک میں کوئی اور آیت سوائے اس آیت کے نہ ہوتی تو بھی
صادق ہوتا کہ قرآن مجید تبیانا لکل شیٔ وہدًی ورحمۃ ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
اپنے بندوں کو دعوت فرمائی کہ وے لوگ اپنے رب کریم کی صفات سے آراستہ ہوں از انجملہ عدل و احسان و شفقت و رحمت و قدس و طہارت ہر ایسی
چیز سے جو اُس کے لائق نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ ہی عادل و محسن والرحمن والرحیم ہے ظالم نہیں بلکہ اُس کی شان میں ظلم متصور ہی نہیں ہے اور وہ
ہر علت سے پاک ہے پس جس بندے کو اُس نے ان صفات کے انوار سے لباس دیا وہ بھی اس نور کے سبب سے عادل محسن مہربان رحیم طاہر صادق
حبیب ولی محبوب مراد و مرید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو محفوظ فرماتا ہے پس جب وہ عدل کرتا ہے تو اول اپنے نفس کے ساتھ اس طرح عدل
کرتا ہے کہ نفس کو شرک سے دور کرتا ہے اور شک اُس سے دفع کرتا ہے اور سوائے خدا کے غیر پر نظر نہیں رکھتا اور عبادت کا عوض نہیں مانگتا اور دوم
وہ اپنے اور دوسرے بندوں کے درمیان خود انصاف کرتا ہے اس طرح کہ دوسروں کا عیب نہیں دیکھتا بلکہ ہر حال میں اپنا عیب دیکھتا ہے اور بندوں
کے درمیان انصاف کا برتاؤ کرتا ہے اور احسان اس طرح کہ بحسب توفیق و قدرت تو احسان کرتا ہے بلکہ جس نے اُس کے ساتھ بدی کی اس کے ساتھ
بھی احسان کرتا ہے اور اپنے رب عزوجل کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا اُس کو دیکھتا ہے اور غیب اُس کے روبرو حاضر ہے اور نعمتہا سے
دنیاوی و دینی دونوں میں اہل قرابت کا لحاظ رکھے چنانچہ معرفت و محبت کے واسطے بھی اہل قرابت کی رعایت چاہیے جبکہ ان کو ارادت صادقہ
ہو اور مسلمانوں میں سے جاہلوں پر ترحم و شفقت رکھے اور اپنے نفس کو فواحش سے روکے اور منجملہ فواحش باطنہ کے دعوی انانیت ہے جیسے ہوا و شہوات
ظاہرہ ہیں پھر نفس کو ظلم سے روکتا اس طور سے بھی ہے کہ بغاوت نہ کرے یعنے عبودیت سے اُس کو سرکشی و تکبر نہ ہو اور اولیاء اللہ کے قدموں کی خاک
جہاں ہوں وہاں اپنے آپ جوشِ محبت سے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کرے تا کہ اُس کو طمانینت ہو اور عظمت و جبروت و ملکوت الٰہی عزوجل
سے غفلت نہ ہو اور جانتا رہے کہ حق عزوجل ہر ذرہ کو محیط اور تمام مخلوق اُس کی عظمت کے سامنے فنا ہے۔ ساوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عدل
یہ نہیں ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے مقابلہ ہو بلکہ عدل یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ سے منت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور احسان یہ ہے کہ وفاداری
کے ساتھ مستقیم رہے اسی واسطے کہا گیا کہ لوگو استقامت پر رہو مگر اُس کو شمار مت کرو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ عدل و احسان ایسی چیز ہے کہ آدمی اُس کی
استطاعت نہیں رکھتا کیونکہ حق تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا۔ اور کہاں ممکن ہے کہ آدمی اپنے اور اپنے رب کی نعمتوں کے درمیان

عدل کرے کیونکہ ہزاروں نعمتیں ہر دم ہر سانس میں لیتا ہے مگر اُس کی حکمتوں و نصیحتوں کو جو بڑی نعمتیں ہیں ضائع کرتا رہتا ہے اور شکر نہ ادا کرے۔ اور کہاں عدل ہوا کہ تو کسی دم اپنے رب منعم عز و جل کی طاعت سے سکوت کرے اور ٹھہرے جو تجھ پر انعام کرنے سے کسی دم توقف نہیں فرماتا ہے اور احسان یہ ہے کہ موت تک بندہ ٹھیک قائم رہے یعنے اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرتا رہے جیسے اُس کو دیکھتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ تم لوگ استقامت پر رہو مگر اُس کو شمار مت کرو۔ آگاہ فرمایا کہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ خلق کے درمیان عدل کرے پھر کہاں وہ اپنے اور اپنے رب تعالےٰ کے درمیان عدل مرعی رکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ فحشاء یہ ہے کہ شریعت کی اہانت کرے یعنے شریعت کے احکام ادب کے ساتھ حتے الوسع ادا کرنے میں بے پروائی کرے اور المنکر یہ ہے کہ گناہ کرنے میں اصرار ہو یعنے نادانی سے اگر ہو گیا تو فوراً ہوشیار ہو کر اُس سے توبہ کرنی چاہیے اور ندامت دل سے بُرا جان کر پھر نہ کرنے کا قصد مصمم ہو اور جس نے ایسا نہ کیا اُس نے اصرار کیا۔ اور البغی یہ ہے کہ دوسروں پر ظلم کرے اور اپنے اوپر ظلم کرے اور جس نے دوسروں پر ظلم کیا اُس نے اپنے اوپر پہلے کیا اور ظاہر ہے کہ اپنے اوپر ظلم کرنا نہایت قبیح ہے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ عدل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب عز و جل کے سوائے دوسرے کسی سے موافق نہ ہو اور اپنی حد کے سوائے دوسری حد کو نہ دیکھے۔ اقول یعنے اللہ تعالےٰ کی شریعت و احکام پر ہر حال میں موافقت کرنا یہی اللہ تعالےٰ سے موافقت ہے اور خلاف کرنا مخالفت ہے۔ و مخالفت میں اپنے نفس کی خوشی یا شیطان کی موافقت ہے اور اُس کو چاہیے کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے وقد قال تعالےٰ ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ وقال تعالےٰ حرث قوم ظلموا انفسہم۔ وقال تعالےٰ ولٰکن کانوا انفسہم یظلمون۔ پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ ہر چیز کی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے دیکھے اُس کے سوائے کسی کی طرف سے نہ دیکھے اور ایتاء ذی القربےٰ پس اللہ تعالےٰ کے واسطے جان فدا کرنا کہ تو اُسی کا اور اُسی کے ساتھ قائم اور اُسی کی طرف راجع ہے اس حق میں مخصوص ہے اور اُسی کے لیے اہل قرابت جیسی کو دینا چاہیے کہ رحم کا اشتقاق اُس نے اپنے نام سے فرمایا ہے۔ فحشاء میں سے فحش یہ ہے کہ اشیاء کی اضافت سوائے حق تعالےٰ کے غیروں کی طرف کرنا کہ وہ اس کا مالک ہے اور یہ اُس نے بنائی کی ہے کیونکہ مالک وموجد وہی ہے اور المنکر میں سے زیادہ منکر یہ ہے کہ اشیاء کو اللہ تعالےٰ عز و جل کی سوائے غیر کی طرف سے یا غیر کے واسطے دیکھے یعنے نظر عقلی میں ہر چیز کو اللہ تعالےٰ جل شانہ کے واسطے دیکھے اور زبانی محاورہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور بغی میں زیادہ قبیح یہ ہے کہ عقل و اسباب پر نظر کرکے زید و عمرو سے خصومت و محبت ہو لعلکم تذکرون۔ یعنے اُس کا فضل و انعام ایک کامل قدرت تمام احسان کے ساتھ تم کو معلوم ہو۔

منجملہ عدل کے وفائے عہد ہے قال تعالیٰ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ

اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کیے پیچھے اور کر کر

اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو کرتے ہو اور نہ ہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اُس نے اپنا سوت کاتا محنت کیے پیچھے

اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ

ٹکڑے ٹکڑے کہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں پیٹھنے کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا ہو دوسرے سے تو یہ اللہ پرکھتا ہے تم کو

وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

اُس سے اور آگے کھول دیگا اللہ تم کو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ۔ یعنے جو تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ عہد کرو اُس کو پورا کرو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ مراد اس سے وہ عہد ہے جو لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام پر ثابت و قائم رہنے میں کیا تھا ولیکن ظاہر یہ ہے کہ بیعت اسلام و جملہ عہود سب کو

شامل ہے جسنے کہ جو عہد ازل میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور شرک نہ کرنے کا اور رسولوں پر ایمان لانے کا واقع ہوا اُس کو بھی شامل ہے اور نذر کا واجب ہونا اسی دلیل سے ہے۔ بالجملہ عموم عہو دیکے پورا کرنے کا حکم دیا پھر قسم نہ توڑنے کا حکم دیا بقولہ۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور مت توڑو قسموں کو بعد اُن کے موکد ہو جانے کے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض سلف سے حکایت کی کہ توکید قسم کی اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بار قسم کھاوے پھر دوبارہ قسم کھاوے اور اگر ایک ہی بار قسم کھائی تو کفارہ نہیں ہے ولیکن یہ قول خلاف اجماع ہے بلکہ توکید قسم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ قسم کھائے بکفالت چنانچہ فرمایا۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا۔ درحالیکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر کفیل کر لیا ہے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ میں تیرے ساتھ اس طرح برتاؤ کرونگا اور میرے قول پر اللہ تعالیٰ کفیل ہے پس قسم موکد ہو گئی۔ پس معنے یہ ہیں کہ موکد قسم توڑنے میں زیادہ گناہ ہے بہ نسبت غیر موکد توڑنے کے اور یہ مراد نہیں کہ غیر موکد قسم کو توڑنا جائز ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ واحفظوا ایمانکم۔ یعنے اپنی قسموں کی حفاظت کرو یعنے مت توڑو ہر ایک قسم کو شامل ہے اور بعض علماء نے کہا کہ جو قسم اللہ تعالیٰ کے نام ذاتی یا صفتی کے ساتھ ہو وہ موکد ہو گئی پس کفیل وغیرہ سے تاکید ضروری نہیں ہے ہاں اس سے تغلیظ ہو جاتی ہے ولیکن اظہر یہی ہے کہ تاکید ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بدلالت بعض آیات اور احادیث کے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ آدمی حلاف یعنے بہت قسمیں کھانے والا نہ ہو اگرچہ قسم سچی ہو پھر بقدر ضرورت قسم جائز ہے پھر وہ دو قسم کی ہے ایک یہ کہ مثلاً دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے درمیان میں اُس نے اپنی قسم کی ضرورت دیکھی تو قسم کھائی اور ایسی حالت میں آدمی جھوٹا نہیں ہوتا اگر کہے کہ وہ دوسرا جسکو تو دشمن سمجھتا ہے تیری تعریف کرتا تھا حالانکہ واقع میں اُس نے ایسا نہیں کیا پس گناہ مرتفع ہے لیکن قسم ہو تو کفارہ دینا پڑیگا۔ یا یہ کہ مثلاً غصہ ہو کر قسم کھا گیا کہ میں صلح نہ کراؤنگا پھر اُسی پر صلح موقوف ہوئی تو چاہیے کہ قسم کا کفارہ دے اور صلح کرا دے کیونکہ اُس نے نیکی نہ کرنے پر قسم کھائی ہے اور صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی بات پر قسم کھا گیا حالانکہ دوسری بات یعنی جس قسم توڑنی ہے اس سے بہتر ہے تو جو بہتر ہے اُس کو عمل میں لاوے اور اپنی قسم کا کفارہ دیوے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے واسطے مثال میں کہ میں تو اگر قسم کھا جاؤں پھر دوسری بات بہتر دیکھوں تو انشاء اللہ دوسری بات کرونگا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدونگا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے تو قسموں کی حفاظت کا حکم دیا جیسا کہ اوپر نقل ہوا تو جواب یہ ہے کہ حفاظت مشروع یہی ہے چنانچہ نیکی اُس نے کی اور قسم کو بلا کفارہ نہیں چھوڑا ذکرہ الشیخ ابن کثیر۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی کہ جس کا نہ توڑنا اچھا ہے جیسے کہا کہ واللہ ہر روز ایک مرتبہ اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرونگا تو برابر قائم رہے لیکن اگر کسی روز نسیان سے ٹوٹ جاوے تو کفارہ دیوے اور یا ایسی بات کہ برابر ہو جیسے چھوہارا نہ کھاؤنگا تو حفاظت رکھے اور تمام تفصیل کتاب الایمان فتاوے ہندیہ وعین الہدایہ سے دیکھو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ہے کہ دو آیتیں دوسری دو مقام پر ہیں ایک یہ کہ لاتجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس الآیہ۔ اُس کے معنے دو طرح پر مفسرین سلف سے مروی ہیں اول آنکہ جو ظاہر کلام ہے یعنے مت بناؤ تم اللہ تعالیٰ کو نشانہ اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کروگے اور تم پرہیزگاری کروگے اور تم لوگوں میں اصلاح کروگے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ واللہ میں یہ نیکی کرونگا اور وہ نیکی کرونگا یا کسی پرہیزگاری کے واسطے کہ واللہ شراب کی صورت نہ دیکھونگا اور علیٰ ہذا القیاس پس اگرچہ یہ افعال اچھے ہیں مگر قسم اُن پر کھانا نہ چاہیے اور چونکہ قسم سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے جائز نہیں تو ناچار اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی قسم کھاوے گا اور اللہ تعالیٰ کا نام گویا ہر فعل کے واسطے نشانہ ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ اس صورت میں قسمیں کھانے سے منع کیا خصوص جبکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ بےادبی ہے کیونکہ جب اُس کا نام آوے تو اُس کی عظمت وکبریائی سے اہل ایمان کے رونگٹے خوف وہیبت سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خلاف آدمی تو ہر دم ذرا ذرا سی بات پر قسم کھاتا ہے۔ دوم معنے یہ کہ لاتجعلوا کے بیان سے تقدیر کلام ان لاتبروا الخ ہے یعنے ان افعال کے نہ کرنے پر قسم کھانے میں اللہ تعالیٰ کا نام نشانہ مت بناؤ اور مفصل اس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ بالجملہ اس مقام پر جو معنے آیت ہیں کہ قسم کو بعد تاکید کے مت توڑو اس میں اور لاتجعلوا اللہ عرضۃ الآیہ کے اول معنے میں کچھ منافات نہیں ہے اس لیے کہ یہاں تو قسم داخل عہد و میثاق ہے اور وہاں کسی فعل پر آمادگی بائر

ومنع پر قسم وارد ہے۔ دوسری آیت قولہ تعالےٰ واحفظوا ایمانکم الآیہ۔ یعنے کفارہ قسم کے بعد حفاظت قسم کا بیان ہے تو مراد حفاظت سے یہ کہ اسکو
بغیر کفارہ کیے مت چھوڑ ولہذا جو صحیحین میں ثابت ہوا کہ بہتری کی صورت میں قسم توڑ کر اسکا کفارہ دینا چاہیے اس سے حفاظت قسم میں فرق نہیں آیا
کیونکہ حفاظت بحکم شرع ہے پس بغیر کفارہ کے نہیں چھوڑی گئی۔ اور یہ بھی ایسی ہی قسم میں جو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر خارج سے وارد ہو اور
یہاں عہد ومیثاق میں داخل ہے اسی واسطے مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے قولہ لا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ محالفت یعنی زمانہ
جاہلیت کی باہم قسم کے عہد وپیمان مراد ہیں واضح ہو کہ اسلام سے پہلے ایک قبیلہ میں کوئی غیر شخص یا کوئی کنبہ داخل ہونا چاہتا تو باہم
ان میں قسم سے عہد ہو جاتا تھے کہ نیکی وبدی میں اس کے ساتھ قرابت کا برتاؤ کرتے تھے۔ قال الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالےٰ اور اسی کی
مؤید وہ روایت ہے جو امام احمد نے مسند میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا حلف فی الاسلام
وایما حلف کان فی الجاہلیۃ فانہ لا تزیدہ الاسلام الا شدۃً۔ یعنے اسلام میں حلف نہیں ہے اور جو قسم زمانہ جاہلیت میں واقع ہو گئی تو اس کو اسلام
زیادہ مضبوط ہی کرتا ہے۔ وکذا رواہ مسلم فی صحیحہ ایضًا اور اس کے معنے یہ ہیں کہ اسلام تو خود ایسی چیز ہے کہ جب متحقق ہوا تو کسی قسم کی ضرورت نہیں
ہے ولیکن سابق میں جو عہد ہو چکا اس کے شرائط قسم عہد ہی ہیں اور عہد کا حکم اسلام میں یہ ہے کہ نہایت تاکید سے اس کو پورا کرو پس اسلام سے
وہ اور بھی مضبوط ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اسلام میں بھی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے محالفہ کرایا ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مکان میں صحابہ مہاجرین اور صحابہ انصار کے درمیان محالفہ کرایا۔ تو جواب یہ ہے کہ محالفہ
یہاں بمعنے مواخاۃ ہے یعنے بھائی بھائی کرا دیا اس دلیل سے کہ محالفہ میں باہم میراث اس طرح نہیں تھی اور یہاں جن دونوں میں مواخاۃ کرائی تھی
وہ باہم وارث ہوتے تھے یہانتک کہ جب وقت پورا ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے آیت مواریث سے اس کو منسوخ فرما دیا اور خود مفصل قصہ میں صریح
مواخاۃ مذکور ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب میں باہم مواخاۃ کی
لیکن مجھے کسی کے ساتھ بھائی نہیں بنایا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا میں وآخرت میں پس صریح یہ مواخاۃ ہے نہ محالفت۔ پھر شیخ امام نے ذکر کیا
کہ امام ابن جریر نے اپنی اسناد سے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ اوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ پڑھی اور کہا کہ نزول اس کا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے میں ہے جو شخص مسلمان ہو جاتا وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتا پس اللہ تعالےٰ نے حکم
دیا کہ تم اس بیعت کو پورا کرو اور ایمان کو بعد توکید کے مت توڑ دو یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قلت اور مشرکوں کی کثرت پر نظر مت کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ
یَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ تعالےٰ غافل نہیں ہے اور نہ مشرکوں کے وہم کے موافق ہے کہ دنیاوی بادشاہ کی
طرح جون وشہر کار کے ذریعہ سے اس کو معلوم ہو بلکہ اس کا علم تمام مخلوق کے ذرات کو ہر دم محیط ہے بلکہ مخلوق کو اپنی جان کا علم ویسا نہیں جیسا اللہ تعالےٰ
جانتا ہے بلکہ وہ الحی القیوم ہے کہ اسی کے علم وحیات وقدرت سے ہر ذرہ باقی ہے پس وفائے عہد یا توڑنے کو وہ خوب جانتا ہے پس بدون وسواس
واوہام کے عہد پر قائم رہو۔ وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّتِیۡ۔ اور مت ہو مانند ایسی عورت کے جس کی یہ مثال ہے جو آگے مذکور ہے یا مراد ایک عورت خاص ہے
جو قریش میں معروف تھی جس کو خرقاء کہتے تھے کما قال السدی اور نام اس کا ریطہ بنت سعد بن تیم تھا یا اس کا نام سعیدہ اسدیہ تھا کما روی عن
ابن عباس رضی اللہ عنہ غرضکہ وہ مجنونہ احمق تھی کہ بالوں وچھالوں کو جمع کر کے کاتتی پھر ٹکڑے کر ڈالتی تھی اور اللہ تعالےٰ نے ازل سے اس کی قسمت
میں یہی لکھا تھا پس فرمایا کہ تم لوگ بھی ایسی عورت کے مثل مت ہو کہ جس نے۔ نَقَضَتۡ غَزۡلَہَا۔ توڑ ڈالا اپنے کاتے ہوئے کو۔ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّۃٍ
اَنۡکَاثًا۔ بعد مضبوطی کے ٹکڑے ٹکڑے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حاصل معنے یہ ہیں کہ عہد پورا کرو اور قسم کو لہٰذا مت توڑو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم مثل ایسی
عورت کے ہو گے۔ قال الحافظ۔ اور عبد اللہ بن کثیر وسدی نے ذکر کیا کہ یہ ایک عورت خرقاء مکہ میں تھی جب کاتتی تو بعد درستی ومضبوطی کے
اس کو توڑ ڈالتی اور مجاہد وقتادہ وابن زید نے کہا کہ یہ مثال ہے کہ جو نقض عہد کرے وہ ایسا ہے جیسے کسی عورت نے سوت کا تاگا توڑ ڈالا۔ حافظ

امام نے کہا کہ یہی ارجح ہے خواہ مکہ مین کوئی ایسی عورت ہو یا نہ ہو۔ اقول کرخی رحمہ اللہ تعالےٰ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے پھر امام نے لکھا کہ قولہ انکاثا
کہ اسم مصدر ہو یعنے نقضت کا مفعول مطلق ہوا سے نقضت غزلہا انکاثا یعنے انقاضًا۔ اور شاید کہ کان کی خبر سے بدل ہوا سے لاتکونوا انکاثا یعنے
انکاث نہ ہو پس جمع نکث بمعنے نا کث ہے یعنے عہد شکن۔ اور اس مین شک نہین کہ کسی شخص کو عہد و پیمان سے مطمئن کر دینا پھر عہد توڑ کر اُسکو دھوکا
دینا نہایت خراب بات ہے اور اس سے جو فساد ہے وہ ظاہر ہے حتےٰ کہ کوئی قوم اس کو پسند نہین کرتی اور اگر ہمارے زمانہ مین کوئی قوم ایسی پائی جا
کہ فریب سے دنیا حاصل کرنے کے لیے فساد کرتے ہون تو دنیا کی خواہش مین اُن کی آنکھین اندھی ہو گئی ہین بالجملہ دوسرا احتمال ارجح ہے کہ عہد شکنی
سے ممانعت ہے لہذا فرمایا۔ تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ تم بناتے ہو اپنی قسمون کو اپنے درمیان فریب و مکر۔ یعنے باہمی اصلاح کی جگہ
قسمون کے ذریعہ سے باہم فساد کرنا چاہتے ہو کہ تمھاری قسم سے دوسرا مطمئن ہو کر دھوکا کھاوے۔ حدیث صحیحین مین موجود ہے کہ ہر ایک غدر کرنے والے
کے لیے ایک جھنڈا اُس کے چوتڑون کے پاس بلند کیا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہے۔ مقصود یہ کہ غدر ایک قبیح چیز ہے اور قیامت مین یہ
خوبصورت و قبیح صاف ظاہر ہونگے تو غادر کی فضیحت کے لیے عام اعلام ہوگا۔ قال الامام احمد حدثنا اسمٰعیل حدثنا صخر بن جویریہ عن نافع قال
لما خلع الناس الخ آخر۔ یعنے امام احمد نے بسند صحیح نافع بن عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ جب لوگون نے یزید کی بیعت سے گردن
نکال لی یعنے اللہ تعالےٰ کو شاہد کر کے اُس کے واسطے بیعت کی تھی وہ توڑ دی تو ابن عمر نے اپنی اولاد اور عیال کو جمع کر کے خطبہ پڑھا بعد حمد و ثنا کے
فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیعت پر اُس شخص یزید سے بیعت کی ہے اور مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے سُنا کہ ہر غدر کرنے والے کے واسطے قیامت کے روز ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہے اور سب سے
بڑا غدر سوا شرک کے یہ ہے کہ آدمی کسی شخص سے اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول کی بیعت پر بیعت کرے پھر اُس کی بیعت توڑ دے پس تم مین سے
کوئی خلع مت کرے اور نہ خلافت کے معاملہ مین دھوکا کرے ایسا نہ ہو کہ میرے اور اُس کے درمیان جُدائی ہو جاوے۔ **قال المترجم**
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس حدیث سے خوف ہوا کہ غدر نہ ہو ولیکن یزید نے اللہ تعالےٰ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے قدم ہٹایا تھا
اور یہ بحث علم کلام مین مصرح ہے اور یہان مین اسقدر تنبیہ کرتا ہون کہ کسی ایماندار کو یہ وسوسہ نہ ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیونکر
بیعت توڑ دی کیونکہ اول تو آنحضرت علیہ السلام نے بیعت نہین کی تھی اور دوم اسکو اللہ تعالےٰ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت دینے سے
بسبب فسق کے انکار فرمایا تھا۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے حضرت امام علیہ السلام کو اپنی کمال رحمت مین مستغرق کر لیا اور یزید کی گردن پر اُس کے فعل
بدکاری کا مواخذہ رہا جس کا اندازہ اللہ تعالےٰ ہی کے علم مین ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ بالجملہ منع فرمایا کہ عہد مت توڑو
تم اپنی قسمون کو اپنے درمیان مکر و فریب بناتے ہو۔ اَنْ تَكُونَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ۔ باین طور کہ پائی جاوے کوئی جماعت جو کہ کثیر التعداد
ہے دوسری جماعت سے۔ یعنی تم حلیف ہو جاتے ہو لوگون کے جب وے تم سے تعداد و قوت مین زیادہ ہوتے ہین تا کہ تمھاری طرف سے اطمینان کرین
پھر جب تم نے اُن پر قابو پایا تو اُن سے غدر کیا پس جب ایسی حالت مین غدر منع ہے تو پہلے سے قابو ہونے کے باوجود غدر بدرجہ اولےٰ منع ہے کذا
فے تفسیر الامام اقول اربٰی من امۃ یعنی اُمت سے چھوٹی جماعت مقصود ہوگی یعنے تم سے دوسرے لوگ کثیر التعداد ہین اور ممکن ہے کہ غدر سے ممانعت
کے واسطے عام صورت بیان کیا کہ تم قسم کو فریب اس طریق سے قرار دیتے ہو کہ جیسے چھوٹی جماعت اپنے سے بڑی جماعت سے حلف کر کے جب قوت
پاوے غدر کرے۔ بعض مفسرین نے اُس کو نقض عہد کی وجہ قرار دیا یعنے نقض عہد اس جہت سے کرتے ہو کہ تم ایک گروہ کو جس کی طرف جانا چاہتے ہو قوت
و کثرت والا پاتے ہو بہ نسبت دوسری جماعت کے جس کے ساتھ تم نے عہد کیا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ قریش جب اپنے
حلیف لوگون کی قلت دیکھتے اور اُن کے دشمنون مین کثرت پاتے تو حلیف لوگون سے عہد توڑ کر ان کے دشمنون سے حلف کر لیتے پس اس سے منع
کر دیے گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت مین قریش اچھے عہد و امانت والے تھے چنانچہ غزوۂ احد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی

فرمایا کہ قریش عہد و امانت کے لوگ ہیں اور تمام حدیث مع قصہ کے اپنے مقام پر ہے لیکن آخر میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑائی پر اصرار کر کے ایمان سے منھ موڑ رہے ہے تو موجودہ لوگون کے اخلاق بگڑ گئے پس شاید کہ مجاہد رحمہ نے اس زمانہ کی اُن کی حالت و بعض واقعات کا ذکر کیا ہے ورنہ قریش والے ایسے بدعہدی سے محفوظ تھے۔ اور اظہر یہ ہے کہ یہ مسلمانون کو خاصتہً اور سب کو عموماً ممانعت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والون کی قلت دیکھکر مشرکین کی کثرت و مالداری کی وجہ سے عہد شکن نہ ہون۔ حاصل معنے یہ ہوئے کہ اگر تم قسم و عہد کو بعد مضبوطی کے توڑ دو تو مثل ایسی عورت کے ہو جو اپنا کاتا ہوا توڑ ڈالے اور ایسا کرنے مین تم اپنی قسمون کو اپنے درمیان مین فریب و مکر بنا لوگے کہ کثرت و قوت والون کو دیکھکر قلیل جماعت سے عہد شکنی کرو۔ پھر تنبیہ کی کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت مین سب کچھ ہے وہ چاہے اپنے رسول و مومنین کی جماعت کثیر کر دے اور سب قوت و شوکت انھین کو حاصل ہوا اور مشرکون و نافرمانون کی جماعت ہی نہ رہے بلکہ سب فرمانبردار ہو جاوین پس و اہمت کرو کہ اگر مومنین اللہ تعالےٰ کے نزدیک محبوب ہوتے تو کم اور فقیر کیون ہوتے۔ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ۔ اس حال سے تو اللہ تعالےٰ فقط تم کو آزمائش مین ڈالتا ہے یعنے جو تم مین سے سچے ہین ہر حال مین اسلام اور اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری پر مستقیم رہینگے اور جس بات پر اللہ تعالےٰ کو کفیل کیا ہے اُسی پر بھروسا کر کے ثابت قدم ہونگے اور عہد پورا کرینگے نہ توڑینگے اور جو بدبخت ہے عہد توڑ کر وہ اس مین مبتلا ہو جائیگا۔ غرضکہ یہ امتحان ہے تاکہ دنیا مین سچا و جھوٹا متمیز ہو جاوے۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اور تاکہ قیامت مین تم پر ظاہر کر دے جس مین تم اختلاف کرتے تھے پس اہل صدق و وفا کے درجات بلند کرے جنھون نے حق کو سچے ایمان سے لیا اور اللہ تعالےٰ پر یقینی بھروسا کیا تھا اور اہل کذب و باطل کو عذاب دے جنھون نے قسمون سے اللہ تعالےٰ کو کفیل کیا و لیکن قسمین مکر و فریب تھین اللہ تعالےٰ پر بھروسا نہ تھا صرف لوگون کی کثرت و قوت شوکت پر نظر تھی اسی واسطے عہد توڑ دیا۔ **قال الحافظ الامام** اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قولہ اربیٰ من امۃ یعنے اکثر۔ اقول و صحیح ہو کہ قولہ اربیٰ زیادہ کے معنے مین ہے اسی سے ربو اسود کو کہتے ہین پس کثرت خواہ بنظر تعداد ہو یا صرف بنظر کثرت مال و شوکت ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ دوسرون کو زیادہ تعداد اور عزت والا پاکر عہد توڑ کر اُن سے حلف کر لیتے تھے۔ اسی کے مانند ضحاک و قتادہ و ابن زید سے مروی ہے اور قولہ يبلوكم الله ضمیر بہ کا مرجع سعید بن جبیر سے کثرت مروی ہے کما رواہ ابن ابی حاتم و لیکن شیخ ابن جریر رحمہ نے مضمون جملہ سابق قرار دیا ہے اور شاید یہی حضرت سعید بن جبیر کی مراد ہے۔ بالجملہ غدر کرنا ممنوع اور سخت معیوب ہے اور شیخ کی تفسیر سے سورہ انفال مین مذکور ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصرانی بادشاہ روم سے معاہدہ کیا تھا اور اُس کی مدت مقرر ہو گئی تھی جب قریب ختم کے پہونچی تو معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر لے کر اُن کی جانب روانہ ہوئے اور قریب پہونچ گئے جب میعاد ختم ہو گئی تو اُن پر حملہ کیا اور وہ لوگ غافل تھے پس پیچھے سے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور پکارا کہ اے امیر معاویہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا چاہیے نہ غدر اور مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اگر کسی قوم سے کوئی مدت مقرر ہو تو پہلے سے عہد کو نہ کھول ڈالے یہانتک کہ مدت گذر جاوے پس معاویہ رضی اللہ عنہ مع لشکر کے واپس آئے اقول حضرت عمرو بن عبسہ نے اس واقعہ مین خلاف عہد یہ امر قرار دیا کہ مدت گذرنے سے پہلے اپنے مقام سے لشکر لے کر روانہ ہونا چاہیے تھا بلکہ بعد مدت گذرنے کے روانہ ہونا چاہیے۔ ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد مدت گذرنے کے اُن پر حملہ کیا تھا اور وہ لوگ اس وجہ سے غافل تھے کہ ہنوز مدت باقی ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ملک مین ہونگے۔ واضح ہو کہ اس آیت مین جیسے قریش کو اور جیسے مومنون کو بیعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توڑنے سے ممانعت ہے ویسے ہی عموماً یہود وغیرہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑنے سے ممانعت ہے حالانکہ پیچھے اُس کے مدینہ مین بہوت واقع ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قلت دیکھکر یہودیون نے عہد توڑ دیا اور قریش کی کثرت دیکھکر اُن سے عہد کر لیا تھا اور میری مراد نہین کہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی ہے **ف** رفع الالتباس قولہ تعالےٰ واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ واضح ہو کہ اصلی عہد وہ ہے جو بندون نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ میثاق ازلی مین اقرار کیا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے پس اجسام کے واسطے جیسے دنیاوی پیدائش ہے معاملات باہمی کے عہد وفا کرنے کا

حکم دیا جو کہ ظاہر تعبیر ہے ویسے ہی شیخ نے عہد ارواح و عہد ازل کے اشارہ کو بیان کیا اور کہا کہ وہ عہد زیادہ مؤکد ہے جو ارواح نے حضرت رب تبارک و تعالے کے ساتھ اس حال میں دیا جب عدم سے بجبت قدم اُن کا ظہور ہوا اور عہد کیا کہ تیری ربوبیت کے واسطے ہم عبودیت کرینگے اور کسی طرح کا شرک نہ کرینگے اور کسی چیز کو عرش سے لیکر فرش تک تیرے سوا پسند نہ کرینگے پس ہر ایسی چیز سے جو لائق عبودیت نہ ہو باہر ہونگے اور حق تعالے عز و جل نے وعدہ دیا کہ اُن کو دوامی مشاہدہ عطا ہوگا پس حقیقی وفاء عہد متعلق بعنایت آلہی و رعایت قدیم ہے اور یہ انھیں کے واسطے جنھون نے بطوع و رغبت و بان قبول کیا ہے ورنہ جنھون نے اکراہ سے جواب دیا ہے وہ غدر میں مبتلا ہیں اور تمام کوشش جو بندہ سے ظاہر ہو اُسی عنایت ازلی کا اثر ہے پس اگر ہمارے عہد میں نقض ہوا بوجہ غیرت سابقہ ازلیہ کے اور بوجہ تغیر ہماری صفات کے ایک حال سے دوسرے حال پر کہ فطرت سے بدلکر جہالت میں مبتلا ہوئے تو حادث ہیں اور اللہ تعالے کے عہد میں نقض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ حدوث کی تغیر سے پاک ہے اور بڑی وسیع رحمت والا ہے اپنا عہد پورا فرماتا ہے اور اُس کے واسطے کوئی علت نہیں ہے قال اللہ تعالے ومن اوفے بعہدہ من اللہ یعنے اللہ تعالے سے بڑھکر عہد پورا کرنے والا کون ہے شیخ نصر آبادی نے کہا کہ تو دو عہد کے درمیان ہے ایک عہد آلہی کہ اُس سے بڑھکر کون عہد پورا کر سکتا ہے اور دوم تیرا عہد پورا کرنا جب تو غور سے نظر کرے تو چشم عبرت سے اپنی ہی طرف دیکھ پھر عہود مختلف ہیں عہود اقوال اور عہود افعال اور عہود احوال اور ان سب میں تجھ سے صدق مطلوب ہے پھر عوام کے عہود ہیں اور خواص کے عہود ہیں اور خواص الخواص کے عہود ہیں پس عوام پر جو عہد ہے یہ ہے کہ ظاہر اوامر پر لازم رہیں یعنے ظاہر شریعت پر مستقیم رہیں اور خواص پر یہ عہد ہے کہ بواطن کی حفاظت رکھیں اور خواص الخواص پر یہ عہد ہے کہ سب سے خالی ہو کر اُس کے لیے ہو جاویں جس کے لیے سب ہے اور فرمایا کہ جس نے عہد کو اپنے بھروسے پر اُٹھایا اُس نے پہلے ہی قدم میں اُس کو توڑ دیا اور جس نے اُس کو بقوت حق عز و جل اُٹھایا تو اُسپر اُس کا عہد و میثاق محفوظ رکھا جاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عہود و مواثیق تو اول عہد ازل میں ہو چکے پس جو شخص کہ ایفاے عہد پر مستقیم ہوا اُس کے لیے حقائق کے راستہ وقتًا فوقتًا کھولے جاتے ہیں اور جس نے عہد میں خیانت کی تو وہ اپنے وقت کے ساتھ گرفتار رہ جاتا ہے اور راہ ہدایت کے دروازے اُسپر بند ہوتے جاتے ہیں شیخ نے کہا کہ مجھے یہاں ایک نکتہ ظاہر ہوا یعنے قولہ تعالے ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا پر نظر کرو کہ اگر عہد و قسم ازل میں بندون کی جانب سے واقع ہوا تو اُن کو عہود و میثاق کی وفا کرنے میں اختیار ہے اور اگر صرف حق عز و جل کی طرف سے وقوع ہوا اور بندون کے عہود و قسم اُس کے نتائج و فرع ہیں تو بندون سے اختیار ساقط ہے اور اُن کے عہود و قسم ٹوٹتے رہتے ہیں اور حق عز و جل کی طرف سے ہمیشہ پورے ہوتے رہینگے کیونکہ اوتعالے قادر مختار ہے اس کی شان میں تغیر و زمان و مکان کو دخل نہیں ہے۔ قال المترجم بندے مکلف ہیں اور تقدیر کا مسئلہ عوام کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اہل الحق کا قول حق یہاں نہ جبر ہے نہ اختیار ہے بلکہ درمیان میں طریق سنت پر عمل ہو واللہ یہدی من یشاء فافہم

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سوجھاتا ہے جسکو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی

عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں رکھنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤن جمے پیچھے اور تم چکھو

السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا

سزا اسپر کہ تم نے روکا اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول

قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

تھوڑا بیشک جو اللہ کے یہاں ہے وہی بہتر ہے تم کو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہے نبڑ جائیگا اور جو اللہ پاس ہے

بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

سو رہتا ہے اور ہم بدلہ میں دیں گے ٹھہرنے والوں کا حق بہتر کاموں پر جو کرتے تھے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً - یعنے اگر اللہ تعالےٰ کی مشیت میں جاری ہوتا تو تم سب کو ایک اُمت کر دیتا ولیکن اُس کی مشیت میں نہیں جاری ہوا اسی لیے تم میں اختلاف و باہم بغض ہے بقولہ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم یعنے ہمیشہ اُن میں باہم اختلاف رہیگا سوائے اُن کے جن پر اللہ تعالےٰ کا رحم ہے اور اسی لیے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۔ ولیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضے مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں اور دونوں اس امتحان میں ہیں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں فیصلہ کرے۔ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ اور ضرور جان لو کہ قیامت کے روز تم پوچھے جاؤ گے اُن حرکات سے جو تم کرتے تھے۔ یہ سوال محاسبہ و مواخذہ ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ بندۂ مومن جس سے اللہ تعالےٰ تجاوز فرماوے اُس کے نامہ اعمال اُس کی نظر سے گذارے جاوینگے مگر گرفت و بازپرس نہ ہوگی اور جس سے بازپرس ہوئی وہ ہلاک ہوا حساب یسیر یعنے حساب آسان کی یہی تفسیر ہے اور اگر دیگر احادیث میں سوال اقرار کرانے کے طور پر مومن مغفور سے بھی وارد ہوا ہے لیکن مواخذہ مناقشہ نہ ہوگا۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ ۔ اور مت بناؤ اپنی قسموں کو فریب اپنے درمیان۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا ۔ کہ پھسل جاوے قدم بعد اپنے جمے ہونے کے۔ یہ ایک مثل ہے ایسے شخص کے حق میں جو سیدھی راہ پر تھا پھر مڑ گیا پس جھوٹی قسموں سے گویا کہ راہ راست سے قدم مت ہٹاؤ۔ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ اور چکھو برائی بوجہ تمہارے روکنے کے راہ الٰہی سے اور تمہارے لیے عذاب عظیم ہے یعنے اگر ایسا کروگے تو تم نے لوگوں کو راہ حق سے روکا کیونکہ کافر جب دیکھے گا کہ مومن نے معاہدہ کر کے غدر کیا تو اُس کو دین حق کے ساتھ وثوق نہیں رہیگا پس اس سبب سے اسلام میں نہ آوے گا اور تم کو دنیا میں اُس کی برائی چکھنی ہوگی اور آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی معاہدی کو مارا تو اُس کو جنت کی خوشبو نہ ملیگی باوجودیکہ اُس کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ تک پہنچتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اُس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ وہ شخص کافر ہو گیا بلکہ بعد ثبات حساب و قیامت میں مومنوں کے برخلاف یہ شخص جس نے معاہدی کو قتل کیا ہے اُس خوشبو سے محروم ہوگا۔ بعض نے کہا کہ فتزل قدم میں قدم مفرد نکرہ ہے تو جب کہ ایک قدم کا پھسلنا اسقدر برا ہے تو زیادہ قدموں کی لغزش بہت ہی بدتر ہے۔ واضح ہو کہ معاہدی کا قتل کرنا اور غدر کرنا جان بوجھکر اس طرح ممنوع ہے اور اگر بغیر جانے کسی معاہدی کو قتل کر دیا تو دیت لازم آوے گی جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا اور یہود خیبر نے ایک صحابی کو قتل کر کے انکار کیا وہ راستہ میں پائے گئے چونکہ یہود فدک کو عہد کے ساتھ رکھا گیا تھا اور گواہ نہ تھے اس وجہ سے اُن پر باوجود اُن کی بدعہدی کے اسلام کی طرف سے کچھ قصاص نہ ہوا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو بعد عرصہ کے جلائے وطن کر دیا۔ اصل بدعہدی یہود کی طرف سے تھی حالانکہ ذمہ مسلمانوں کا ایک ہوتا ہے۔ یعنے اگر ذی اختیار سردار نے یا عام میں سے کسی نے عہد دیا تو سب مسلمانوں پر اُس کی حفاظت واجب ہے ولیکن یہود تو آیات الٰہی کو ثمن قلیل کے عوض فروخت کرتے تھے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے یہاں منع فرمایا کہ۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔ یعنے مت خریدو یعنے مت بدلو اللہ تعالےٰ کے عہد کو تھوڑے مول سے۔ یعنے دنیاوی نفع حقیر کے واسطے اللہ تعالےٰ کا عہد و قسم ہو کر مت توڑو کہ تم چند روزہ حقیر مال لو گے تو ذلت ابدی پاؤ گے پھر آخرت میں عذاب ہے۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ جو اللہ تعالےٰ کے یہاں ہے وہ تمہارے واسطے بہتر ہے یعنے نعمتہائے جنت کہ جن کو کبھی زوال و انقطاع نہیں ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تم جانتے ہو ایمان لائے ہو تو حقیر کو باقی کے عوض بدلو۔ اس پر قطعی دلیل سب کی سمجھ کے لائق یہ ہے کہ۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۔ جو تمہارے پاس ہے یعنے یہاں اللہ تعالےٰ نے پیدا کر کے تمہاری قدرت و اختیار میں تمہارے تصرف میں جتنا رکھا ہے وہ فنا ہوگی آدمی خود ہی فنا ہو جاتا ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔ اور جو اللہ تعالےٰ کے پاس ہے

جو عہد میں داخل ہے ۱۲

کے یہان ہے یعنے دار آخرت کے یسے اللہ تعالے نے مہیا فرمائی ہے وہ باقی ہے اُس کے واسطے اللہ تعالے نے کبھی زوال نہین رکھا ہو اور یہ نعمت جنت اللہ تعالے ہر ایک بندے مومن کو اُس کے اعمال کے بدلے عطا فرماوے گا بلکہ بہتر چنانچہ فرمایا۔ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوٓا۔ اور البتہ ہم اپنے فضل سے بدلا دینگے اُن کو جنھون نے صبر کیا اپنے سختی مین اور اللہ تعالے کے عہود کی نگہداشت و طاعت مین اگرچہ کچھ تکلیف ہوئی مگر جمے رہے۔ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ بہتر اُس کا جو کرتے تھے۔ پس اعمال سے جزا و ثواب بہتر و افزون ہے ہر نیکی کا بدلہ دس گونہ ہے اور نیکی تو صورت مین جیسی تھی ویسی تھی اور اُس کا ثواب نہایت عیش و عشرت ہے۔ اور بُرائی جو سرزد ہو گئی اللہ تعالے اُس سے تجاوز فرمائیگا جبکہ اُمیدوار ہی کے ساتھ ایمان پر قائم رہا۔ ف فی العرائس قولہ ما عندکم ینفد الآیہ۔ یہان اشارات سے بعض لطائف ثابت ہوتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ موارد قرب و الوہیت جو بندہ کے دل مین آتے ہین اور اُس کے پاس ہوتے ہین وہ معارف کے واسطے ہین ولیکن زائل ہونگے اور باقی رہنے کے واسطے اصل الاصل یعنے مشاہدہ ہے از انجملہ معارف یعنی جمال معروف ہین فانی ہوتے ہین اور جو انوار صفات ہین وہ البتہ باقی ہین انھین سے معارف حاصل ہوتے ہین۔ اس مین اُمیدواری عظیم ہے کہ جنھون نے بلا و محنت و فراق اُٹھائی ہے اُن کو اُمید سے بڑھ کر ثواب ہے کیونکہ اُن کی اُمید مین اسی قدر ہون کی جتنی اُن کی ہمت و نیت و قصد ہے حالانکہ یہ سب حادث و قاصر و معلول ہین اور دیدار آلٰہی عز و جل تمام خلق کے احاطہ سے باہر ہے یعنے وجہ خلق اُس کی کیفیت وادراک سے بے بہرہ ہے اور وہ بے حساب ہے کما قال تعالے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو بندون کے پاس اعمال مین سب فانیات ہین اور اللہ تعالے نے جو جزا مقرر فرمائی ہے وہ علی الدوام باقی ہو اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بندون کے پاس اعمال فرائض و نوافل جو کچھ ہون فانی ہین اور اللہ تعالے کے یہان اُسکے اوصاف و نعوت باقی ہین کیونکہ حادث فنا ہوگا اور قدیم باقی ہے شیخ ابو عثمان نے کہا کہ صبر کی جزا احسن کے واسطے علامات ہین کہ جس نے صبر کیا اللہ تعالے اُس کو رضامندی دیتا ہے پس جنے قضا پر رضا رکھی اور صابرون کا طریقہ اپنے اوپر لازم کر لیا تو اللہ تعالے اُس کو دنیا و آخرت مین عمدہ ثواب دیگا۔ بعض نے کہا کہ تمھارے اعمال فانی ہین اور احکام اُس کی رحمت حق وغیرہ باقی ہین اور بعض نے کہا کہ تمھارے شوق فانی ہین اور باقی شوق الٰہی بجانب اپنے بندون کے ہے اور یہ فضل بے حساب غیر متناہی ہے پھر اللہ تعالے نے نیک ثواب والون کو بیان فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم

جنے کیا　نیک کام　مرد ہو　یا عورت جو　اور وہ یقین پر ہے　تو اُسکو ہم جلا دینگے　اچھی　زندگی　اور بدلے مین دینگے　اُنکو حق اُنکا

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

بہتر کامون پر　جو　کرتے تھے۔

یہ اللہ تعالے کی طرف سے ایسے بندون کو وعدہ ہے جو نیک کام کرین بحالت ایمان۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے نیک عمل کیا یعنے قرآن پاک و حدیث کی متابعت و شریعت کے موافق عمل کیا۔ مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ۔ عام ہے کہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ درحالیکہ اُس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو اللہ تعالے و اُس کے رسول و آخرت کا یقین ہو اور جانتا ہو کہ یہ کام شرع مین نیک مشروع ہے۔ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً تو ہم اُس کو زندہ رکھینگے حیات پاکیزہ کے ساتھ۔ یعنے دنیا مین جب تک اُس کی زندگی مقدر فرمائی ہو اللہ تعالے اُس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھے گا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم اور ہم اُن کو سب کو جو ایسی صفت پر نیکوکار ہون گے آخرت مین بدلا دینگے اُن کا ثواب۔ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ بہتر اُس سے جو دنیا مین کرتے تھے۔ یعنے اُن کے اعمال نیک و طاعات سے بدلا بہتر ہے ایک تو دس گونہ اور دوسرے ثواب و رضوان نہایت عظیم الشان ہے۔ واضح ہو کہ یہان علوم ہین اول یہ کہ یہ عوض نیک و ثواب عظیم ہر ایک نیک کام کے واسطے ہے۔ دوم یہان مرد و عورت سب کو صریح وعدہ ہے چنانچہ مرد مثلاً جہاد کرتا ہے اور عورت نہین تو عورت کے واسطے جو احکام

طاعت کئے ہیں وہی عمدہ ثواب کے واسطے کافی ہیں۔ سوم مومن کی شرط ہے کیونکہ کافر کو یا تو آخرت کا یقین نہیں تو وہ وہاں کے واسطے کچھ کرتا ہی نہیں اور یا جانتا ہے کہ دوسرا جہان ہے ولیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر نہیں چلتا بلکہ اپنی شریعت بنا کر کافر جاہل ہے پس شرک کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا تو اس کے عمل کا کچھ اعتبار نہیں ہے ولیکن دنیا میں اس کو بقدر عمل ملتا ہے چنانچہ آویگا۔ چہارم جزا دو طرح کی بیان فرمائی ایک یہ کہ دنیا میں اس کو پاکیزہ زندگی ملیگی۔ دوم آخرت کا ثواب عظیم۔ پھر دنیاوی زندگی پاکیزہ کی تفسیر میں اقوال ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و ایک جماعت سے مروی ہے کہ حیات طیبہ رزق حلال ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قناعت ہے اور یہ قول ابن عباس و عکرمہ و وہب بن منبہ سے بھی مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ سعادت ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو سعید زندہ رکھتا ہے۔ حسن و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ کسی کے واسطے حیات خوشگوار نہ ہوگی مگر جنت میں۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید ان بزرگوں نے یہ معنی لیے کہ اللہ تعالیٰ مومن نیکوکار کو آخرت میں بحیات طیبہ زندہ رکھیگا ولیکن دوسروں نے اسکو دنیاوی زندگی پر محمول کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ رزق حلال و عبادت ہے اور خوش دلی کے ساتھ طاعت کرنا۔ شیخ امام نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ حیات طیبہ ان سب باتوں کو شامل ہے چنانچہ حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم و رزق کفافا و قنعہ اللہ بما اتاہ۔ یعنی بے شک وہ فلاح پا گیا جو اسلام لایا اور اس کو کفایت کے لائق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو دیا اس پر قناعت بخشی۔ رواہ الامام احمد والترمذی و مسلم و روی الترمذی و صححہ والنسائی نحوہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہے اور مراد یہ ہے کہ دلی یقین کے ساتھ اعمال و طاعات بھی بجا لایا اور چونکہ کبھی دل میں تصدیق و یقین ہوتا ہے مگر نفس کی سرکشی سے اعمال میں قصور ہوتا ہے تو ایمان بغیر عمل کے ہوتا ہے اس واسطے اسلام فرمایا۔ اور رزق کفاف یہ ہے کہ اس کی ضرورت کے لائق اوسط درجہ کا ہو نہ حاجت سے زائد ہو جیسے دنیاوی شہوات میں اڑانے کے لیے ہوتا ہے اور نہ کم ہو کہ تکلیف میں ہو اور طاعات ادا کرنے میں پریشان ہو۔ قناعت یہ ہے کہ اتنے رزق پر راضی ہو اور اس کو شہوات و لذات دنیاوی اور ثروت کی طرف نظر نہ ہو اور اس قدر کفاف پر ناگواری نہ ہو بلکہ اگر ثروت والوں کو دیکھے اور اس کی طبیعت خواہش کرے تو دل سے نفرت کرے اور اپنے نفس کے خطرہ سے استغفار کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یظلم المومنین حسنۃ یعطی بہا فی الدنیا و یثاب علیہا فی الآخرۃ واما الکافر فیطعم بحسناتہ فی الدنیا حتی اذا افضی الی الآخرۃ لم تکن لہ حسنۃ یعطی بہا خیرا۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی نیکی میں کچھ کمی نہیں فرماتا ہے اس کو نیکی کے طفیل میں دنیا میں دیتا ہے اور نیکی کا ثواب آخرت عطا فرماتا ہے اور رہا کافر تو وہ اپنی نیکیوں کا عوض دنیا میں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آخرت میں پہونچایا گیا تو اس کی کوئی نیکی ہی نہیں ہوتی جس کے عوض بھلائی پاوے۔ رواہ مسلم فی صحیحہ ایضاً۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ سوائے طریقہ عبادات وغیرہ کے دوسرے طور پر مثل صدقہ و خیرات و اہل قرابات سے سلوک کے کافروں سے بھی نیکی شمار ہوتی ہیں اور بعض آیات بھی اس پر شاہد ہیں ولیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا عوض اس دنیا میں دیدیا جاتا ہے اور وہ دنیاوی ثروت و مال و متاع وغیرہ جس کی خواہش کرتے ہیں بلکہ اس نیکی کا عوض سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہوتا اس لیے کہ توحید حق عز و جل کے ساتھ دار آخرت پر ان کو یقین ہی نہیں ہے اور حدیث و آیت سے ثابت ہے کہ اعمال کا مدار نیات پر ہے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی نیت اپنے اعمال میں دار آخرت ہوتی ہے لیکن یہ اعمال خالصہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے دنیا میں بھی مومن کو اس کی زندگی ایمان و طاعت پر مشتمل حسنات رہنے کے لیے مناسب سامان عطا فرماتا ہے اور آخرت میں پورا ثواب بدون کمی کے ملیگا بلکہ نیکی کی گنتی کو نہ ہوگی اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے فضل عظیم عطا فرماویگا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ حدیث میں دعا مذکور ہے کہ اللہم قنعنی بما رزقتنی و بارک لی فیہ۔ یعنی الٰہی جو مجھے روزی کرے اس پر قناعت مجھ کو دیدے اور مجھے اس میں برکت فرما دے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اچھے پیشہ سے کمائی

اور اعمال صالحہ پر زندگی پاکیزہ حیات ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حیات طیبہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ طاعات میں حلاوت ہے۔ سماری رح نے کہا کہ حیات طیبہ قبر میں ہوگی کیونکہ مومن موت کے ساتھ دنیا کی مشقت سے راحت پاویگا سہل بن عبداللہ تستری نے کہا کہ حیات طیبہ یہ ہے کہ بندہ کے خیال سے اُس کی تدبیر پر نظر دور کر دیجاوے اور حق عز و جل اپنی مخلوقات کی تدبیر فرماتا ہے اسی پر مقرر رہے۔ بعض نے کہا کہ مخلوق سے بے پروائی ہونا اور حق عز و جل کی طرف محتاج رہنا یہی حیات پاکیزہ ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ الآیۃ۔ واضح ہو کہ عمل صالح میں چند چیزیں ہیں اول یہ کہ تمام خلق سے اور جو کچھ عالم میں ہے سب سے علیحدہ ہونا اور اُس کو قدیم کے مقابلہ میں بنظر حقارت دیکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی ہو کر نفس کو قربان کرنا اور اُس کے امتحان میں لذت پانا سوم یہ کہ ہر حال میں عوض و ثواب سے نظر اُٹھائے رہنا یعنے یہ جانتا کہ یہ کام میں اللہ تعالیٰ کے رضامندی کے واسطے کرتا ہوں ولیکن یہ نہیں کہ مجھے اس کا عوض فلاں نعمت ملے حالانکہ نیک کام کا ثواب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضرور ملیگا۔ پھر یہ شرط ہے کہ وہ بندہ مومن ہو یعنے درجہ یقین پر ہو اپنے حال و اعمال میں خالص نیت اللہ تعالیٰ عز و جل کی قبولیت و رضامندی کی رکھے اور نیز اللہ تعالیٰ جلشانہ نے جو وعدہ احکام غیب کے فرمائے ہیں نور بصیرت سے گویا اُن کا مشاہدہ کرتا ہے اور نیز اُس کی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے سب سے پاک ہوا اور یہ بھی یقین رکھے کہ اس کا وجود و اُس کی طاعات کچھ جناب حق عز و جل قدیم کے لائق نہیں ہیں اور یہ بات تو یوں بھی ظاہر ہے کہ جناب کبریا قدیم ہے اُس کی درگاہ کے لائق حادث نہیں تو اس حادث کے اعمال جو حادث در حادث ہیں کیونکر ہو سکتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جلشانہ اپنے فضل سے بندوں کو اپنے رضوان سے سرفراز فرماتا ہے یہ اُسی کا فضل عظیم ہے۔ پس جو شخص ان صفات کا ہو حق تعالیٰ عز و جل اُس کے قلب و روح و عقل کو حیات ازلی کی برکت عطا فرماتا ہے یہی حیات طیبہ ہے اُسی سے اُس کے انوار جمال دیکھتا ہے اور اُسی کے وصل سے مانوس اور اُسی کے فضل سے عافیت میں رہتا ہے اور یہ عافیت بحیات طیبہ ہے۔ پس ظاہر و باطن اُس کے لطف کے لباس میں اُس کے قہر سے محفوظ ہوتا ہے اور یہ مقام عافیت خارج از مقام امتحان ہو جاتا ہے۔ یہ ثواب دنیا میں اُس شخص کا ہے جو اپنے رب عز و جل کی طرف متوجہ ہوا مگر اُسی کے واسطے نہ اپنی غرض سے اور نہ کسی دوسرے کی لالچ سے پس اُس کی حیات بحی القیوم بلاکدورت و فتور ہے اور ہر دم اُس کو مشاہدہ خارج از کیفیت ہے اور کوئی شخص بدون پاکیزگی کے جس نے حالت کدورات و شہوات نفس و وساوس شیطانی کو پاک نہیں کیا وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حیات طیبہ قناعت ہے۔ شیخ سوسی رح وغیرہ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ وہ زندگانی فقر اور صبر ہے۔ جریری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فہم سے صبر کرنا ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ دونوں جہان اپنی خاطر سے گرا کر رب عز و جل کے ساتھ باقی رہنا۔ اور یہ بھی کہا کہ روح یقین و صدق نیت قلبی سے زندگی بسر کرنا۔ سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیات طیبہ اُس قلب کو ہے کہ کونین سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہے امام جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے زندگی کرنا در حالیکہ اُس کا قلب مشاہدۂ الٰہی میں مستغرق ہو۔ اور یہ بھی کہا کہ قلب صافی اور روح ملاقی اور بدن و قاسے طاعت میں وافی ہونا۔ بعض نے کہا کہ حسن معرفت و تجرید ہمت کے ساتھ قلب اپنے رب کی یاد میں ہو امام صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ قناعت و رضامندی کے ساتھ جینا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو قلب اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور زبان اُسکی یاد میں اور اعضاء و جوارح اُس کی طاعت و خدمت میں ہوں یہی حیات طیبہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب بندے کے واسطے پانچ مقام حاصل ہوتے ہیں ایک عیش سرمدی دوم حیات ابدی اور سوم سچی بندگی چہارم قرب الٰہی اور پنجم ملک ازلی تو یہی حیات طیبہ ہے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو میسر آوے اُس پر رضامندی اور تکالیف مقدرہ پر صبر و شکر کرنا حیات طیبہ ہے کیونکہ کسی نفس کو پاکیزہ حیات نہ ہوگی جب تک وہ قضا و قدر پر راضی نہ ہو۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قولہ وھو مومن کے معنے میں کہا کہ نیک کام نہیں ہوتا مگر مومن سے اور جو مومن نہیں اُس کے اعمال کبھی صالح نہیں ہوتے ہیں اور معنے یہ ہیں کہ فی الحال اُس نے نیک کام کیا اور وہ انجام پر مومن مرا کیونکہ فی الحال جو صفائی حاصل ہو

اُس سے کچھ نفع نہیں جب تک کہ انجام میں ایمان نہ ہو کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے اور بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اس وقت ایمان کا اقرار کیا اور دل سے اُس نے مانا کسی فریب و نفاق کی نیت نہیں ہے پھر اُس نے نماز و روزہ و صدقہ و حج وغیرہ اعمال صالحہ کیے پھر آخر کو وہ مرتد ہو کر مرا نعوذ باللہ منہ تو چاہیے کہ وہ جہنمی نہ ہو اس لیے کہ اعمال صالحہ کا ثواب جنت ہے پس شیخ نے اس کا جواب دیا کہ اعمال صالحہ فی الحال صالح بظاہر ہیں اور حقیقت میں نہیں معلوم پھر اگر وہ آخر میں کافر مرا تو اعمال مذکور صالح نہ تھے کیونکہ صالح اعمال فقط مومن کے ہوتے ہیں اور اگر آخر میں مومن مرا تو اعمال مذکورہ صالحہ تھے جن کا ثواب عظیم پاویگا فافہم۔ بعضے کہتے ہیں کہ مومن سے یہاں یہ معنے بھی معلوم ہیں کہ اُس کو یقین ہو کہ میری نجات فقط اللہ تعالےٰ کے فضل پر ہے میرے اعمال اس کا سبب نہیں ہو سکتے ہیں۔ اقول اگر وہم ہو کہ پھر عمل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے تو جواب یہ کہ اللہ تعالےٰ ہی سے انکار ہو گا اگر اُس کی شریعت سے منحرف ہو۔ اور اعمال درجات عالیہ ہیں اور اعمال یہاں تک اللہ تعالےٰ کے یہاں قبول ہوتے ہیں کہ بندہ ولی اور مشاہدہ میں حیات طیبہ مستغرق ہوتا ہے فافہم پھر شیخ کے اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے نقل فرمایا کہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حیات طیبہ وہ نسیم قرب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حیات طیبہ وہ کیفیت محبوب ہو کہتے ہیں کہ حیات طیبہ اولیا رہیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کا ہر سوال پورا کرتا ہے اور ہر امید بر لاتا ہے اور خاص لوگ تو وہ ہیں کہ نہ اُن کی کوئی حاجت نہ سوال اور نہ کچھ مقصد و نہ درخواست اور غور کرو کہ دونوں قسم کے اولیا میں کتنا فرق ہے کہ کسی کی حاجت و مراد ہو وہ پوری کر دی جاوے اور کسی کو کچھ حاجت نہیں وہ کچھ نہیں چاہتا کیونکہ جس کی طرف حاجت ہو وہی حاصل ہے قسم اول تو اللہ تعالےٰ کی بندگی میں ادب کے ساتھ قائم ہیں اور قسم دوم بندگان آزاد ہیں اول خواہش نہ ہونے سے بالکل آزادی ہے اور اس حال میں وے اللہ تعالےٰ کی طاعات میں مستغرق ہیں فرشتوں کو کبھی شہوت نہیں ہے لیکن یہ لوگ سردار ہیں کہ سب سے افضل ہیں اور حدیث میں قرب النوافل کے آخر میں ہے کہ اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو اُس کو پناہ دیتا ہوں۔ انتہےٰ مترجما۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ قرب النوافل کی ولایت میں ادب سے شریعت و طاعت پر قیام ہوتا ہے

پھر حق تعالےٰ عز و جل نے قرآن پاک کی قرات کے لیے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالےٰ

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اُس کا زور نہیں چلتا اُنپر

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِيْنَ

جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اُس کا زور اُنھیں پر ہے جو اُس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو

هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

اُسکو شریک ٹھہراتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی حکم دیا کہ جب قرآن پڑھنا چاہیں تو اللہ تعالےٰ سے پناہ ڈھونڈیں شیطان رجیم سے۔ اہل تفسیر نے کلام کیا کہ قولہ تعالےٰ فَإِذَا میں فا کیسی ہے بعض نے کہا کہ فا ترتیب ہے یعنے عمل صالح کے بعد اُس کو بیان کیا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کریں اور یہ فعل بھی عمل صالح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قراءۃ قرآن کے ساتھ حکم دیا ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ یہ آیت متعلق بقولہ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء ہے۔ یعنے قرآن پاک بایں صفات ہم نے تجھ پر اُتارا۔ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ سو جب تو اس کتاب قرآن کو پڑھے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ تو پناہ ڈھونڈ اللہ تعالےٰ کے ساتھ۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ راندہ ہوئے شیطان سے یعنے استعاذہ یہ کہ اللہ تعالےٰ سے درخواست کر کہ تجھ کو اپنی ایک مخلوق شیطان سے جسکو اُس نے ملعون راندہ ہوا کر دیا ہے اور بندوں کے امتحان کے لیے چھوڑا ہے اُس سے پناہ دیوے۔ چونکہ امتحان بھی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے

اسی واسطے اکثر علماء نے تصریح کی ہے کہ خوف شیطان سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہونا چاہیے کہ اُس کی نافرمانی وخشم سے شیطان کا تسلط نہ کیا جاوے کیونکہ فرمانبردار بندون پر اللہ تعالیٰ کی رحمت رہتی ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ۔ یعنے شیطان کا کچھ غلبہ وتسلط نہیں ہوتا۔ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اُن لوگون پر جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وآخرت کا یقین کیا۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہین۔ واضح ہو کہ جب ساری قدرت وقوت اللہ تعالیٰ کے واسطے جانتے ہین تو وے لوگ عہد وبیعت کو کبھی کبھی اس خیال سے نہ توڑینگے کہ دوسرے مخالف فریق مین لوگون کی کثرت وثروت ہے اگرچہ اُن کو کچھ تکلیف بھی پیش آوے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے اور قرآن پاک سے یہی تعلیم بوجہ دہے مگر جو لوگ نافرمانی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی صفات مین غیر کی شرکت جانتے ہین اُن پر شیطان مسلط ہوتا اور انکو فہم قرآن سے پردہ کرتا ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ۔ اس کا قابو تو فقط اُنھین لوگون پر ہے جو اُس سے دوستی کرتے ہین حتی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لاتے اور گناہون کے مرتکب ہوتے اور دنیاوی شہوات مین مبتلا ہو کر اُنھین کو اصل قرار دیتے ہین اور آخرت سے غافل ومنکر ہین۔ بظاہر اگرچہ وے اپنی خواہش وخیال سمجھتے ہین مگر درحقیقت تمام آدمی دماغ مین یکسان ہین یعنے حواس سب کے پاس برابر ہین پھر حواس مین جو صورت آتی ہے وہی اس مین نقش ہوتی ہے اور یہ صورت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو شیطانی پس کافر لوگ اس صورت کو اپنے دماغ مین نقش ہونے دیتے ہین اور مومنین اُس کو آنے نہین دیتے یا میٹ دیتے ہین۔ دوم صورت از جانب فرشتہ تو کافر اُس کو قبول نہین کرتے اور مومنین اُسی کو قبول کرتے ہین پس کافرون کی دوستی درحقیقت شیطان سے متحقق ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ اور ان لوگون پر مسلط ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ شرک کرتے ہین۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا درحقیقت شیطان کے ذریعہ سے ہے کیونکہ بُت اور دیگر اشیاء جن کی پرستش لوگ کرتے ہین اُن کو تو پوجنے والون سے نہ خبر اور نہ رضامندی اور اصل مین یہ وسوسہ شیطانی ہی جس کی عبادت کرتے ہین۔ ف۔ یہان چند مقام ہین کہ استعاذہ جس کا حکم دیا ہے یہ حکم کس قسم کا اور کب ادا کرنا چاہیے اور صیغہ اُس کا کس عبارت سے ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ حکم مستحب ہے واجب نہین ہے چنانچہ شیخ ابوجعفر ابن جریر وغیرہ امامون نے اُسپر اجماع ہونا نقل کیا ہے اور جو احادیث اس بارہ مین آئی ہین ہم نے ابتدائے تفسیر مین بسط کے ساتھ ذکر کر دی ہین اقول اور عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ استعاذہ واجب ہے۔ اگر کہا جاوے کہ خطاب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے جواب یہ کہ اس سے زیادہ تاکید نکلتی ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود معصوم پیغمبر افضل ہونے کے جب وساوس شیطانی سے پناہ مانگنے کا حکم ہو تو قطعی قیاس صحیح سے ثابت ہوا کہ اُمت کو بدرجہ اولےٰ یہ حکم ہے۔ پھر استعاذہ قبل قرارت کے ہونا جمہور کا مذہب ہے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ جمہور اسی طرف گئے ہین کہ استعاذہ قبل التلاوۃ ہے اور حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو ائمہ قرارت سے ہین اور ابوحاتم سجستانی سے مروی ہے کہ بعد قراءۃ کے چاہیے۔ اقول ظاہر آیت یہی ہے کہ جب قراءۃ کرے تو استعاذہ کرے ولیکن بقول زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کے معنے یہ ہین کہ جب ارادہ قرارت کرے تو تو استعاذہ پڑھ جیسے نماز کو کھڑا ہو تو وضو کر اور جیسے کھانا کھاوے تو بسم اللہ پڑھ۔ مسئلہ مذہب جمہور کے موافق حنفیہ مذہب مین بھی اعوذ پڑھنا امام کو چاہیے اور مقتدی نہین پڑھے گا اس لیے کہ وہ قرارت نہین کرتا ہے شیخ امام نے لکھا کہ ظاہری احتجاج کے موافق جو حمزہ وابوحاتم سے مروی ہے اسی کے مثل امام نووی نے شرح مہذب مین حضرت ابوہریرہ ومحمد بن سیرین وابراہیم نخعی سے نقل کیا ولیکن صحیح قول جمہور ہے کہ ابتدا سے قرارت مین چاہیے تاکہ قرارت کرنے والے پر شیطان تلبیس نہ کرے اور اُس کو غور وفکر سے پڑھنے مین مانع نہ ہو۔ پھر کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا الآیہ پس لازم آیا کہ جو کوئی شیطان کے وسوسہ مین آجاوے وہ مومن نہین کیونکہ مومن ہوتا تو اُسپر قابو نہ ہوتا۔ لہٰذا شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے معنے یہ بیان کیے کہ شیطان کو مومنون پر غلبہ نہین ہوتا اس طرح کہ اُن کو ایسے گناہ مین ڈالے جس سے وے توبہ نہ کرین اور دوسرے علماء نے کہا کہ سلطان کے معنے حجت کے ہین یعنے شیطان کو اُن پر از راہ حجت کے غلبہ نہین ہے

پس وے لوگ باطل کو بھی حق نہیں جانیں گے جیسے گمراہ شرک لوگ کرتے ہیں۔ دوسروں نے فرمایا کہ استثنا کے ماننا ہے کہ مومنوں کو اللہ
تعالےٰ نے اپنا بندہ کر لیا اور شیطان سے چھڑا لیا ہے اور یہ قولہ علی الذین یتولونہ۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یعنی اُس کی اطاعت کرتے ہیں
اور دوسروں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے اُس کو ولی بنا لیا۔ قولہ والذین ہم بہ مشرکون۔ یعنی اُس کو اللہ تعالےٰ کی عبادت میں شریک بنا لیا
اور احتمال ہے کہ باء سببیہ ہو یعنی بسبب شیطان کی طاعت کے انھوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کیا اور بعض نے کہا کہ اموال و اولاد میں
شیطان کو شریک کیا۔ پھر بعض نے کہا کہ قراءت ہر رکعت میں مکرر ہوتی ہے تو استعاذہ ہر رکعت میں قراءت سے پہلے ہونا چاہیے۔ یہ اس
صورت میں ہے کہ ہر رکعت بقراءت علیحدہ ہو اور اگر تمام نماز ایک ہی حکم میں ہے تو اول مرتبہ کا تعوذ سب کے واسطے کافی ہے اور یہی ظاہر مذہب
حنفیہ ہے ولیکن اگر کوئی شخص پڑھے تو کچھ مضائقہ نہ ہونا چاہیے جیسے بسم اللہ قبل الحمد و قبل سورہ کے امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے قول پر۔ تحقیق ہو واللہ
تعالےٰ اعلم۔ پھر تعوذ کا صیغہ مختار حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک قولہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے جیسا کہ شیخ سید طلحی رحمہ اللہ تعالےٰ
نے ذکر کیا۔ ورنہ جس صیغہ سے پناہ مانگے اصل سنت ادا ہو جائے گی۔ ف۔ اشارات مع تفسیر آیات کو عرائس میں بیان کیا کہ قولہ تعالیٰ انہ لیس
لہ سلطان علی الذین آمنوا الآیہ۔ اللہ تعالےٰ نے آیت کریمہ میں صریح بیان کر دیا کہ شیطان کافر و گمراہ کرنے میں اُن بندوں پر غالب نہیں ہوتا
جن کو ازل میں اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ فرمایا واسطے ایمان و معرفت کے یعنی اُس کے اسماء و صفات کو پہچانتے اور انفراد و انداد کی نفی دیتے ہیں
پس اسکی بندگی میں شرک کو دخل نہیں دیتے اور اسکے وجود توحید کا یقین رکھتے ہیں اور اسی کا تصرف ہر حال میں یقین کرتے ہیں پس اُسکا تسلط ایسے لوگوں پر نہیں کیونکہ وے لوگ
حق تعالےٰ کی نگہداشت و رعایت میں ہیں پس شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ اُنکے ایمان میں وسوسہ و تردد ڈالے ولیکن دنیاوی شہوات کی راہ سے اُنمیں وسوسہ
ڈالتا ہے پس جب آفتاب جلال اُنکے چہروں و قلوب و ارواح پر چمکتا ہے تو وسوسہ ڈالتے وقت شیطان جل جاتا ہے حتی کہ انکو افاقہ حاصل ہو جاتا ہے پس جب افاقہ ہوا تو پھر
اُنمیں وسوسہ ڈالنے کا قصد کرتا ہے پھر جب انھوں نے اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگی اُس کے شر و ستم سے اور اپنے رب تعالےٰ کی طرف توکل سے پناہ چاہی تو شیطان
ملعون اپنے کید کا نے ٹھوک کر ایسا پگھلنے لگتا ہے جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو کوئی چاہے کہ شیطان
سے محفوظ رہے اُس کو چاہیے کہ اپنا ایمان و یقین ٹھیک کرے پھر اللہ تعالےٰ پر اپنا توکل مضبوط کرے پھر ایمان یہ ہے کہ حالت آسانی و تکلیف
دونوں میں صرف اپنے رب تبارک و تعالےٰ ہی کی طرف رجوع کرے اور اُس کے عوض میں کسی چیز پر راضی نہ ہو۔ اور توکل یہ ہے کہ رزق کیواسطے
اللہ تعالےٰ پر ایسا بھروسا ہو جیسے تجھے اپنے معلوم پر بھروسا ہوتا ہے۔ شیخ نصر آبادی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو بندہ اپنی نسبت بندگی کو
اپنے رب عز و جل کے ساتھ درست رکھے تو اُس کے بعد اُس پر کوئی منازعت و جھگڑا طبیعت یا شیطان کی طرف سے ذہن میں پیش آتا ہے پس
حق تعالےٰ جل شانہ نے بیان فرمایا کہ اُس کی حکمت و قدرت بالغہ سے شیطان کا غلبہ کن لوگوں پر ہے فقال انما سلطانہ علی الذین یتولونہ شیطان
کے مسلط ہونے کے یہ معنے ہیں کہ حیلہ و مکر اور وسواس اُن میں ڈالتا ہے اور خالق عز و جل نے ہر ایک مخلوق میں جو چاہا پیدا فرمایا اور یہ معنے نہیں
ہیں کہ شیطان کو طاقت ہے کہ مخلوق الٰہی میں جس کسی کو چاہے گمراہ کر دے بدوں اس کے کہ اللہ تعالےٰ چاہے کیونکہ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا
صرف اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں منحصر ہے کسی مخلوق کو اُس میں دخل نہیں ہے وہی منفرد بوحدانیت ہے اور شیطان کا تسلط اُسی پر جس کو
اللہ تعالےٰ نے گمراہ ازلی فرمایا ہے پس اپنے تسلط سے وہ بہکاتا اور خوب وسوسہ چلاتا ہے اور گمراہ ازلی اُس کے تابع کیا جاتا ہے اس طرح کہ وہ
اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور رہے مومنین و مسلمین تو وے کبھی نفس کی مراد پوری کرنے میں اُس کے پیرو ہو جاتے ہیں مگر کفر و ضلال میں اُس کی
پیروی نہیں کرتے ہیں پس مومنوں کے ساتھ اُس کا وسوسہ زیادت گناہ کی غرض سے ہوتا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جس نے اپنی خواہش کی
پیروی کی اُس نے شیطان سے دوستی کی اور جس نے دنیا کی طرف میل کیا اُس نے شیطان کی پیروی کی اور جس نے دنیا میں لوگوں پر بڑائی
چاہی وہ شیطان کا مرید ہو گیا اور جس نے ظاہری علم کے خلاف عمل کیا اور مخالفت چاہی اُس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا اور جس نے

یعنے فرشتہ کا پیغام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے نہیں ہے حالانکہ یہ کمال حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزّوجلّ کی طرف سے ہے جو وہ چاہتا ہے
حکم فرماتا ہے اس میں اس کی قدرت کی دقیق حکمتیں ہیں مگر کافروں کو بیجا عقل کی جہالت نے گھیرا اور شیطان نے مسلط ہو کر اُن کو گمراہی کی طرف
اندھا کر دیا کہ قرآن وحی سے انکار کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مفتری ہونے کا شبہہ کیا۔ بَلْ نہیں یعنے تو مفتری ہرگز نہیں ہے بلکہ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بہتیرے اُن میں سے کچھ علم نہیں رکھتے۔ یا وحی قرآنی کے معنے سے واقف نہیں یا نہیں جانتے کہ نسخ مستلزم
نادانی و افترا نہیں بلکہ کمال رحمت و مصلحت ہے۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یعنی منکروں کو کہہ دے جو اللہ تعالیٰ
تجھے خطاب فرماتا ہے کہ قرآن کو روح القدس جبرئیل نے تیرے رب کی طرف سے حق نازل فرمایا ہے اس میں افترا و کذب کو دخل نہیں ہے
وہ انتہا کے مرتبہ اعجاز بلاغت ہے جس کی ایک آیت کے مثل نہیں لا سکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق و امانت و دیانت سے
خوب واقف تھے اور اقرار کرتے کہ تمام نیک باتوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے و منع کرتے ہیں خود کسی مال و متاع و ریاست کی
خواہش نہیں کرتے بلکہ یتیموں و مفلسوں وغیرہ کی خود خبرگیری کرتے ہیں قرآن اُن پر معجزہ عظیم ہے جس کی ایک آیت کے مثل نہیں لا سکتے ہیں معجزات
دیگر اُن سے برملا ظاہر ہوتے ہیں پھر ان سب باتوں کے باوجود جہالت کی یہ شبہہ ہے کہ قرآن پاک میں نسخ کیونکر ہوتا ہے ایمان سے پھرتے اور
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری بتلا کر کفر کی طرف اصرار کرتے ہیں حالانکہ آیات کے معانی تمام نور و حکمت ہیں کہ جان و دل مطمئن و منور
ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ثابت رکھے اُن کو جو ایمان لائے کیونکہ آیات سے اُن کے دلوں میں ایمان پر ایمان
بڑھتا ہے اور نور پر نور زیادہ ہوتا ہے۔ وَهُدًى اور ہدایت۔ وَبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور بشارت ہے واسطے طاعت کرنے والوں کے پس
مومنوں کے خلاف کافروں میں اُس کے خلاف فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ بجائے تثبیت کے اُن میں لغزش و تزلزل پیدا ہوا اور ہدایت
کی جگہ زیادہ گمراہی انکار کی اور بجائے بشارت کے جھڑکی و عذاب کے وعدہ کی پاتے ہیں اور اندھیرے پر اندھیرا اُن کے دلوں پر طاری ہو جاتا ہے
پھر باوجود اس کے کہ کوئی عرب اپنی طرف سے تعلیم کرنے کا کسی طرح اقرار نہ کرتا تھا اور نہ کسی عجمی کی طرف سے ہرگز یہ گمان ہو سکتا تھا تو خواہ مخواہ
الحاد اور ہٹ دھرمی سے بہتان لگایا کہ عجم کا کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھلاتا ہے اور عجم کے لوگوں میں سے چند غلام یہاں مکہ وغیرہ
میں رہتے تھے حالانکہ وہ سب انہیں کافروں کے غلام تھے اور ظاہر ہے کہ جب برادری والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیتے تھے
تو یہ غلام کیونکر ساتھ دیتے مگر یہی بہتان لگایا کہ یہ غلام سکھلاتے ہیں جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی فرمائی اور کافروں کی
ملامت کے ساتھ رد فرمایا بقولہ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ یعنے قسمیہ تاکید سے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ
یہ کفار کہتے ہیں کہ محمد کو تو قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے نہ فرشتہ لاتا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ بشر سے ان کا اشارہ ایک
غلام کی جانب تھا جو قبیلہ قریش میں سے بعضے لقبیہ کا مملوک تھا اور مالک اس سے فروخت کرنے کی خدمت لیتا تھا وہ صفا کے پاس
بیٹھا بیچا کرتا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اس کے پاس بیٹھ جاتے اور اس کے مصاحب ہیں اس سے تسکین کی بات کرتے
اور یہ غلام دراصل عجمی تھا زبان عرب بہت کم جانتا تھا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ۔ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ
زبان اُس شخص کی جس کی طرف الحاد کرتے ہیں یعنے ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ وہ سکھلاتا ہے۔ اَعْجَمِيٌّ عجمی ہے یعنی سوائے عرب کے ہے یا وہ
گنواری بولی بولتا ہے۔ وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ اور یہ قرآن صاف زبان عربی ہے پس ایسے شخص سے کیونکر یہ قرآن سیکھا جا سکتا ہے
جو فصاحت و بلاغت میں مرتبہ اعجاز سے باہر ہے اور مرتبہ اعجاز یہ ہوتا ہے کہ بشر کا کام نہ ہو کہ اس کے مثل زبان بولے اس نے بشر کو عاجز کر دیا ہے
باوجود اس کے تمام ان معارف و معانی کو شامل ہے جو بنی اسرائیل پر متفرق اترے عجمی اس کو کیونکر سکھلا سکتا ہے یہ قول تو وہ بھی نہ کہیگا جس کو
ذرہ برابر عقل ہے۔ محمد بن اسحٰق نے سیر میں لکھا کہ مجھے خبر پہنچی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی جبر حضرمی کے غلام [illegible]

کے پاس جو مروہ کے پاس بیٹھا کرتا اور اُس کو جبر کہتے تھے بیٹھ جاتے پس قریش والوں نے بہتان باندھا کہ آپ اس سے سیکھتے ہیں تو یہ آیت اُتری
ایسا ہی عبد اللہ بن کثیر سے مروی ہے اقول نہایت تعجب یہ ہے کہ وہ غلام اپنے آقاؤں کو ظاہر نہ کرتا بلکہ جب واقف ہوتا کہ میرا کہا ہوا بیان
کیا ہے تو برملا اُس کو ظاہر کرتا پس انتہا سے حماقت وبہتان قریش کا تھا۔ شیخ نے لکھا کہ عکرمہ وقتادہ سے مروی ہے کہ اُس کا نام یعیش تھا اور
ابن جریر نے اپنی اسناد سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مکہ میں ایک شخص لوہاری کا کام کرتا اور تلوارین بناتا تھا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اُنکو اسلام کی تعلیم دیتے پس قریش آپ کو اُس کے پاس آتے جاتے دیکھتے تو بہتان لگایا کہ بلعام ہی محمد کو سکھلاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی
عبید اللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے یہاں روم کے دو شخص کاریگر تھے اور اپنی کتاب پڑھا کرتے اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ
مین کھڑے ہو کر سنتے پس قریش نے بہتان باندھا تو آیت اُتری۔ زہری رہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی کہ مشرکوں میں سے ایک
شخص وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو کر بیہودہ بکنے لگا۔ دوسرے مفسرین نے اُس کے نام مین اور بھی اقوال بیان کیے مثلاً نصرانی غلام تھا جس کا نام
ابو میسرہ تھا۔ یا عداس نام تھا بعض نے کہا کہ دو غلام آہنگر تلوارین بناتے تھے ایک کا نام جبر اور دوسرے کا یسار تھا۔ شیخ نحاس رہ نے
کہا کہ یہ اقوال باہم متناقض نہیں ہیں کیونکہ شاید متفرق لوگوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک شخص کی طرف بہتان باندھا ہو۔ بالجملہ اس میں دو
وجہ سے قریش کی ہٹ دھرمی وعداوت ظاہر تھی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمی تھے تو غیر زبان سے وقوف مستبعد تھا دوم یہ کہ
ایسے فتنہ شاید ہیں جو غلام ایسا ہوتا وہ اپنے آقاؤں سے پہلے بیان کرتا۔ اور واضح ہو کہ علوم قرآن وعزائم اخلاق اس وقت اس قدر مستحکم
وقوی علوم کے ساتھ موجود ہیں کہ جو لوگ علوم حکمت میں کمال رکھتے ہیں اُس کے علوم کے سامنے اطفال مکتب ہیں اور قرآن اُس وقت تک
بتدریج اترتا ہے پس کمال ثبات وصدق کے ساتھ اُس کے آیات واحکام پورے ہوئے اور تمام اہل کتاب کو صاف اعلام دیا گیا کہ تم پہلے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشرکوں پر غلبہ چاہتے تھے اب جبکہ ظاہر ہو کر آیا تو بسبب جہالت وعداوت انصار کے منکر ہو گئے۔ قرآن پاک
مین تمام دینوں پر دین اسلام عنقریب غالب ہونا بیان ہے پس وہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آٹھ برس کے عرصہ مین پورا ہو گیا۔ بالجملہ آیات
نبوت اس قدر کثرت سے ظاہر ہیں کہ سوائے کور باطن کے کوئی منکر نہیں ہو سکتا اور کور باطن خواہ مخواہ آیات سے انکار کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی جو لوگ محض وہم وہٹ دھرمی کے ساتھ بدون حجت کے آیات الٰہی سے منکر ہوتے ہیں لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ
اللہ تعالیٰ نے اُن کو راہ نہیں دیتا جس راہ سے نجات پاوین۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور لامحالہ اُن کے واسطے آخرت میں عذاب دردناک
ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مفتری وکذاب نہیں ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ۔ وہی
لوگ جھوٹ افترا باندھتے ہیں جو۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یقین نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر یعنی کافر ملحد لوگ اللہ تعالیٰ پر
افترا باندھتے ہیں جو لوگوں کے درمیان بھی جھوٹے ہوتے ہیں اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو نہایت صادق القول اور نہایت نیکوکار
واعلیٰ کمال علم وعمل میں معروف تھے اسی واسطے قریش میں صدوق امین کے نام سے مشہور تھے کما قال تعالیٰ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین
بآیات اللہ یجحدون یعنی قریش تجھے جھوٹا نہیں کہتے ولیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔ ہرقل بادشاہ روم نے جب ابوسفیان سے
پوچھا کہ قبل دعوے رسالت کے تم لوگ کبھی اُس کو جھوٹ سے تہمت کرتے تھے تو یہی کہا کہ کبھی نہیں پس ہرقل نے کہا کہ پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ
آدمیوں کے [illegible] بابت میں جھوٹ کبھی نہ بولے اور جاکر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے پس کاذب مفتری وہ ہیں کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے ہیں اور
اس سے زیادہ کون افترا ہوگا کہ خالق عز وجل جس نے اُن کو پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اُس کے سوا بتوں وستاروں کی گردش اور اپنی قوت
سے رزق کے مدعی ہیں اور صحت وعافیت درختوں کی پیداوار وموسم کی نیرنگیان سب دوسرے اسباب کی قدرت سے کہتے ہیں پس اس سے
زیادہ کذب وافترا کیا ہوگا کہ خالق کی صفت مخلوق میں اور خالق ومخلوق کو برابر کرتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ یہی لوگ جھوٹے

ف۔ فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ قل نزلہ روح القدس الآیہ۔ چونکہ اعداے دین کفار ومشرکین کو استعداد معرفت بخطاب آلٰہی نہین
تھی اسی وجہ سے اُن کی جبلت مین انکار وکفر تھا کیونکہ اُن کی جبلت مرتبہ معرفت آلٰہی سے مردود ازلیہ واقع ہوئی تھی اور اُس کے شہود وجود
سے بالکل بیخبر تھے اُن کو کیا تمیز تھی کہ کلام عزیز سے کیا صادر ہوتا ہے اسی وجہ سے خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اور حکم دیا کہ قل
نزلہ روح القدس من ربک۔ یعنے جو خطاب ہم تجھ کو فرماتے ہین کہ تجھ پر یعنے تیرے قلب پر روح القدس نے قرآن نازل کیا ہے یہ تو ان کافرون
نے کہا ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے ازل مین کلام فرمایا اور یہ کلام جبرئیل کی طرف وحی فرمایا اور جبرئیل کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد صلے اللہ
علیہ وسلم پر نازل کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُن مومنون کو پہونچا دے جنھون نے ارواح سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو میثاق
ازل کے وقت پہچانا اور اُسی کے کلام سے کلام کیا ہے اسی واسطے مومنین کا ثبات اُس کا فیض بیان فرمایا کہ مومنین اپنے رب عز وجل کے
خطاب کے ساتھ اُس کی معرفت مین ثابت قدم رہین اور اُس کی طاعت مین سیدھے قائم رہین۔ وھدی وبشری للمسلمین۔ یہ صفت
کتاب آلٰہی ہے کہ وہ آئینہ معرفت ذات وصفات ہے اور اہل طاعت وایمان کے لیے دوام وصال کی خوشخبری دینے والی ہے اور واضح
ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے کلام چاہا تو خود اپنی ذات پاک سے اس طرح کلام فرمایا جیسا اُس کی شان بلند کے لائق ہے یعنے کسی مخلوق کے فہم کو
رسائی اُس کی کیفیت پر نہین ہے وہ بلا کیفیت اور بدون حرف وآواز کے ہے اُس مین کوئی صفت یا مشابہت یا لگاؤ ایسی بات سے نہین
ہے کہ جو مخلوقات کی ہوتی ہے پھر اپنے کلام کو اپنی قوت سے قوت اور اپنے جلال سے جلالت اور اپنی عظمت سے عظمت عطا فرمائی پس حضرت
جبرئیل علیہ السلام اس کلام کو اپنی لائق قوت سے سنتا ہے وہ سماعت بقوت قدسیہ ہے جو قدس سے مستعار ہے اگر یہ نہ ہوتا تو عالم اکبر اُس کی
سماعت سے فنا ہو جاتا۔ قال المترجم حق یہ ہے کہ شیخ وغیرہ اہل الحق نے ایسے اشارات کے بیان مین اسی الفاظ وعبارات سے تعبیر کی
اور جو شخص نور عقل سے متقی ہے وہ جانتا ہے کہ کوئی چیز حادث ایسی نہین ہے کہ قدیم جلشانہ کی صفات کو اپنے فہم مین اپنی قوت سے ادا کرے
کیونکہ وہ پاک عالی متعالی ہے ولیکن اشارات بغیر تعبیر کے کرنے کے سوا کوئی چارہ نہین اور مقصود یہ کہ آدمی اپنی نادانی سے صرف اپنے فہم پر
اکتفا نہ کرے طالب حق ہو اور ہر حال مین اپنے آپ کو نادان جاہل جانے کیونکہ جو ظرف بھرا ہوا اُس مین گنجائش نہین ہے واللہ [illegible]
ہو الہادی پس خلاصہ یہ ہے کہ سماع کلام بھی خود بقوت ربانی ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام پاک کو اُٹھایا اور آیت
مین ہے کہ۔ اذا قال ربکم قالوا الحق وہو العلی الکبیر۔ اور حدیث مین اُس کی تفسیر ہے کہ کلام کی عظمت سے ملائکہ خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ مین
گر جاتے ہین پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام کو اُٹھایا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اُترے تاکہ ادا کردین پس حق عز وجل
اس قوت وجلال کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پاک کو پہناتا ہے ولیکن حق تعالیٰ جلشانہ کو مخلوقات سے نسبت ومشابہت
نہین اور سما جانا اور چھا جانا وغیرہ جو کچھ قیاس مین آوے سب سے وہ پاک ہے لیکن قوت کاملہ آلٰہیہ سے قلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس کلام کو سنا اور محفوظ کر لیا پھر یہی قوت اُس کے تمام وجود مین فیض پاتی ہے پس اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اظہار فرمایا کہ اُس کے پاک رسول
علیہ السلام پر یہ عظمت نہایت بھاری ہے چنانچہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس
وحی کے بوجھ مین باقی رہے یہان تک کہ حق تعالیٰ عز وجل نے اس جامع کمالات کو جس کے واسطے تمام مخلوقات مخلوق ہوئی ہے اپنی حفظ
وعنایت مین کر لیا پس درحقیقت القا کرنا اور برداشت کرنا اُسی جلشانہ کی طرف سے ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو سنتے ہی روح القدس مع
تمام ارواح مقدسہ کے پارہ پارہ وفانی ہو جاتے پس جہان تک قدس کی صفت بڑھتی ہے اُس کو اس صفت سے ظہور تمام ہوتا جاتا ہے اور
علل وحوادث سے تعلق نہین ہوتا۔ قال المترجم اسی واسطے احیاء العلوم وغیرہ مین قرآن پاک کی تلاوت کے واسطے مراتب لکھے ہین
جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدا مین عوام کے مانند [illegible] قیام اور مجاہدہ وریاضت پر اقدام ہو اور غور سے سمجھا جاوے پھر کہا کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنتا ہے پس بہ واسطہ وجود انور دس سے سنتے پھر گویا بوحی حضرت جبرئیل علیہ السلام سنتا ہے پھر گویا سماع حق عزوجل ہے اور یہ مرتبہ ظہور ہے کہ اس وقت حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور ولی کو حاصل ہوتا ہے فافہم۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ارواح کے واسطے نہ کدورت شراب ہے اور نہ لذت شہوات اور نہ موت ہے نہ حیات بلکہ جواہر لطیفہ ہیں وہ لطافت اُن کی حیات قوی ہے اور اسی لطافت سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح القدس ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے عہد و بیعت اسلام سے ظاہری یا باطنی ارتداد وغیرہ کا حکم فرمایا

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے گر وہ نہیں جس پر زبردستی کی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر لیکن

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ

جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو اُن پر غضب ہے اللہ کا اور اُن کو بڑی مار ہے یہ

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھی زندگی دنیا کی آخرت سے اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے اُنکے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور وہی ہیں غافل لوگ

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ یعنی ایمان لانے کے بعد جس نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ خواہ زبان سے کفر کا کلمہ کہا یا کوئی فعل کفر کا کیا خواہ اپنی خوشی و اختیار کے ساتھ یا اس طرح کہ اُس پر کسی نے زبردستی کی۔ تو اُس کا حکم آگے آتا ہے ولیکن اس سے استثناء ہے قولہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سوائے اُس کے جس پر زبردستی کی گئی حالانکہ اُس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو ایسے مجبور آدمیوں کے سوا جس نے بعد ایمان کے کفر کیا یعنے اپنے اختیار کے ساتھ جس کی توضیح یہ ہے۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ولیکن جس نے کھولدیا کفر کے ساتھ سینہ۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ تو اُنپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور اُن کے لیے عذاب عظیم ہے۔ اس آیت کے سمجھنے کے لیے اہتمام چاہیے لہذا پہلے ایمان متحقق ہو پھر کفر کرے اور اُس کا نتیجہ غضب الٰہی و عذاب عظیم دنیا میں و آخرت میں کیونکر ہوگا اور اس میں سے وہ مستثنیٰ ہے جس پر اکراہ ہو تو اکراہ کے معنے کیا ہیں اور کیونکر متحقق ہوتا ہے اور اُس کا حکم کیونکر ہے اور کفر کے واسطے سینہ کھل جاتا یا نہیں کھلتا اُس کے واسطے کیا ثبوت ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا ائمہ حنفیہ کے نزدیک دل کی تصدیق سے ہوتا ہے چنانچہ قلبہ مطمئن بالایمان صریح ہے کہ ایمان کا محل دل ہے و زبان کا اقرار اس واسطے ہوتا ہے کہ ظاہر میں اُس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا جاوے کہ اُس پر جہاد نہ ہو یا جزیہ لیا جاوے اور مومنہ عورت سے نکاح کر دیا جاوے اور اُس کے جنازہ پر نماز پڑھی جاوے اور مانند اُس کے احکام اُس کے ساتھ برتے جاویں لہذا اگر کسی نے دل میں یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اُس طرح کہ جیسے اُس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور دل میں ایمان اُتر آیا مگر اُس نے ظاہر میں اقرار نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے مگر ظاہر میں اُس کے ساتھ کافروں کا برتاؤ کیا جائیگا اور برتاؤ کرنے والوں پر کچھ گناہ نہ ہوگا کیونکہ ہم کو معلوم نہ ہوا اس لیے اقرار کرنا یا افعال اسلام ادا کرنا یہی دلیل تھی وہ پائی نہیں گئی اور واضح ہو کہ خالی اگر کوئی جان لیوے کہ اللہ

محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہین تو یہ کافی نہین کیونکہ بہت سے یہودی علما بھی اُسوقت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر جانتے تھے کما قال تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وکما قال تعالے ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق۔ کیونکہ حق چھپانا بعد جاننے کے ہے پھر بھی یہ لوگ کافر رہے بلکہ جاننے کے ساتھ دل مین یقین کو اور مان لینے کو اُتار لینا اور مان لینا ضرور ہے پھر جس نے یقین مان لیا کہ چھپایا تو ایک تو وہ خام ہو دوسرے اُس نے دوسرون کی راہ ماری اس لیے کہ دوسرے بھی ایمان نہ لائے بالجملہ ایمان کا محل دل ہے لیکن شرع مین بعضے اعمال و اقوال ایسے بتلائے گئے ہین کہ جب ہم کسی شخص سے جو ایمان لا کر ظاہر ہو گیا یا نہ ہوا ہو اس سے یہ اعمال دیکھین تو حکم دیدین کہ اللہ تعالے نے اُس کے دل مین بھی ایمان نہین اُتارا مثلاً وہ بتون کو سجدہ کرے یا مثلاً قرآن پاک کو جھوٹا بتلا دے یا علما کی بنظر عالم ہونے کے توہین کرے یا شریعت کو ڈھکوسلا بتلا دے یا زنار باندھے غرضکہ فقہ کی کتابون مین جن باتون سے مرتد ہونا لکھا ہے اُن مین سے کوئی بات پائی جاوے تو شرع نے یہ پہچان رکھی ہے کہ اُسکے دل مین ایمان نہین آیا پھر اگر ظاہر ہو کر اُس نے ایسا کیا تو مرتد ہے یعنے اُس پر مرتد کا حکم جو بیان ہوگا جاری کیا جاوے اور اگر ظاہر نہین ہوا تو اُس کے اوپر مرتد کا حکم جاری نہ ہوگا اگرچہ اللہ تعالے کے نزدیک وہ مرتد ہوا۔ اور فتاوی مین مذکور ہے کہ جس نے اقرار نہ کیا لیکن مسجد مین نماز جماعت وغیرہ ادا کی جب سے اُس کے اسلام کا حکم دیدیا گیا اور جو یہ اُس پر سے ساقط ہوا تو پھر افعال ارتداد سے مرتد ہونے کے حکم مین ہوگا۔ اور واضح ہو کہ فقہا نے لفظ تکفیر کا اطلاق کیا اور یہ تکفیر سے بھی ہو سکتا ہے یعنے کفر کی جانب منسوب کرنا تو اس مین اشارہ ہوتا ہے کہ ظاہر مین اُس کو کافر کہا جاوے اور وہی برتاؤ کیا جاوے مگر ممکن ہے کہ باطن مین وہ اللہ تعالے کے نزدیک کافر نہ ہو اور یہ صیغہ کفارت سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ تحقیق وقوع ہے اور شیخ شامی رح نے حاشیہ درمختار مین نقل کیا کہ یہی اخیر صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک صواب اس مین تفصیل ہے اس طرح کہ بعضے افعال اس قسم کے ہین کہ شرع نے اُن کے صدور کے ساتھ عدم ایمان کا حکم دیدیا ہے جیسے مثلاً کوئی توحید کا کلمہ پڑھے اور بت کو سجدہ کرے تو شرع نے آگاہ کر دیا کہ اُس کے دل مین یقین نہین ہے پس ایسے اعمال سے تحقیقی کفر کا حکم دیا جاوے اور بعضے افعال اس قسم کے ہین کہ ان مین یہ تصریح نہین ہے اگرچہ کفر لازم آتا ہے جیسے مجلس وعظ کی اہانت کرنے یا مسخرہ سے نقل کرنے کے لیے کچھ لوگ جمع ہوئے یہ ظاہر شرع مین تکفیر ہے اگرچہ احتمال کی تعیین نفس و عقائد کی راہ سے یہ نہ ہو بالجملہ اس مین نیت کا باطنی اعتبار ہونا چاہیے اگرچہ ظاہری شرع مین تکفیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ [illegible] فتاوی عالمگیریہ مین احتیاطاً جابجا تکفیر کو اول معنے مین لیا ہے اور جابجا یعنے دوم ترجمہ کیا ہے فافہم فلیحفظ پھر واضح ہو کہ یقین ایمانی اللہ تعالے کی توحید کا یعنے یہ کہ سوا اُس کے کوئی الٰہ نہین ہے اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے و رسول ہین مع یقین اس کے کہ تمام انبیاء و رسل بندے و رسول تھے و روز قیامت و آخرت کا مع یقین کتاب وحی یعنے قرآن اور دیگر کتب سماوی اور ملائکہ اور تقدیر الٰہی کے چاہیے غرضکہ ضروریات ایمانی سب کا پورا یقین ہو اگر اُن مین سے اُس نے کسی کا بھی انکار یا شک کیا تو وہ ایمان سے خارج ہے اور یہ ضروری ہے کہ اُن مین سے ہر ایک بات کو خود سمجھے اور اس مرتبہ پر کہ ہان اُس کو یقین ہو گیا کہ یونہی ہے و لیکن یہ ضرور نہین کہ اُس کو وحی کی کیفیت بھی تحقیق ہو جاوے کیونکہ یہ تو اکابر اولیا کو آفتابی نورانی عقل سے کچھ منکشف ہوتی ہے تو عوام کا کیا اعتبار ہے مگر یہ بات اُس کے دل صافی مین یقین کے ساتھ اُتر آوے کہ یہ حق ہے مین نے دل سے مانا اور اپنے رب کو وحدہٗ لاشریک جانا۔ یہان ایک مقام مشتبہ ہے کہ جمہور عوام تو یہ نہین کر سکتے ہین وہ یہ ہے کہ اعمال ثواب روزہ و نماز وغیرہ کے بہت سے مسائل مین اُن کی تقلید کرنی چاہیے کیونکہ دلیل سے تحقیق کرنا اُن کی استعداد سے باہر ہے لامحالہ کسی دیندار عالم سے شریعت کا حکم حاصل کر کے اُس پر عمل کرین گے خلاصہ یہ کہ اعمال و اعتقادات دونون مین سے اعمال مین تقلید جائز ہے اگرچہ اُس کی دلیل نہ جانتا ہو کیونکہ اُس مین جاننا مقصود نہین ہے بلکہ عمل کرنا مقصود ہے بانیت خالص اللہ تعالے کے واسطے ثواب کی امید سے ہو لہذا نیت مین تقلید نہین ہے رہے اعتقادات تو ان مین دلی یقین ہے اور یہ کسی دوسرے کی تقلید سے نہین ہو سکتا تو خود اپنے دل مین یقین چاہیے ہے پس اللہ تعالے کی وحدانیت کا یعنے اللہ تعالے وحدہٗ لاشریک ہے یعنے وہی اللہ ہے کوئی

اُس کے سوائے اِلٰہ نہیں ہے اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کا اور سب باتوں کا جو ایمان کے واسطے چاہیے ہیں اپنے دل میں یقین ہو اُس میں کسی دوسرے کی تقلید بیکار ہے یعنے یہ بات نہ ہو کہ فلان شخص کہتا تھا کہ مثلاً قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام وحی ہے میں بھی کہتا ہوں بلکہ خود یقین کرے کہ قرآن کلام الٰہی ہے پس ہر شخص پر ایمان خود فرض عین ہے اعتقادات ایمانی کے لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے دل کو شیطانی وسواس سے بچائے رکھے اور اللہ تعالےٰ کی وحدانیت وصدق رسالت ودار آخرت وجنت ودوزخ وقیامت وقبر کا بلا شک وشبہ کے دل میں پورا یقین رکھے اور یقین کے ساتھ نماز وروزہ وغیرہ اعمال سے بہت جلد ایک نور دل میں آجاتا ہے کہ پھر شیطان کے وسواس کو بھی کم موقع رہتا ہے اور وہ ایسا صاف پہچاننے لگتا ہے جیسے آنکھوں والا کنکر کو موتی سے تمیز کر لیتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی انتہا سے درجہ کمال کی رحمت یہ ہے کہ اپنے بندہ کو اپنی معرفت وایمان اس طرح دیدے کہ اُس کا دل یقین کے ساتھ کھل جاوے قال اللہ تعالےٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ۔ یعنے جو بندہ کہ کھول دیا اللہ تعالےٰ نے اُس کا سینہ واسطے اسلام وایمان کے وہ اپنے رب کی جانب سے نور پر ہوتا ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب نور دل میں آجاتا ہے تو سینہ ودل اُس کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُس کی کچھ نشانیاں ہیں فرمایا کہ ہاں یہ ہیں کہ دنیا سے فانی سے جو دھوکے کا مقام ہے اپنے کو بچاتا ہے اور دار آخرت کی طرف جھکتا ہے جو ہمیشگی کا گھر ہے اور موت کے لیے سامان مہیا کرتا ہے۔ اس حدیث کے موافق ہر مسلمان اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے اور جسقدر کمی دیکھے اُسی قدر کوشش کرے اور اپنے دل کو شیطانی خطرات سے اور کافروں ومشرکوں کی باتوں سے بچاوے اور اللہ تعالےٰ سے عاجزی کے ساتھ ایمان کامل کی دعا مانگے اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین ہے انشاء اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اُس کو یہ نعمت عطا فرما دیگا یعنے ایمان کامل جس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں بلکہ قیاس میں بھی نہیں آسکتی ہے پھر یہ یقین وایمان کسی طرح زائل نہیں ہوتا لیکن گناہ کرنے سے دل کے اوپر گھٹا البتہ چھا جاتی ہے اور اگر گناہ ہوگیا پھر اُس نے خوف سے توبہ کر لی تو اللہ تعالےٰ اس گھٹا کو دور کر دیتا ہے اسی واسطے جو کوئی توبہ نہیں کرتا بیخوف ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اُس کو کچھ یقین نہیں ہوتا ورنہ ذرا سی بات ہے کہ حقیر مال ومتاع کی اُمید پر آدمی پوری مشقت اُٹھاتا ہے اور دنیاوی حاکم جو کبھی سچی بات پر واقف اور کبھی نہیں واقف ہو سکتا ہے جرم قانونی کے ارتکاب سے سخت ہراسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بہت حلیم وغفور ہے کہ بندوں کی بدکاریوں سے خود اُن کی ذات سے زیادہ علیم وخبیر ہو کر اُن کو رزق وصحت ومال واولاد عطا فرماتا ہے اللھم غفرانک۔ بالجملہ کبھی یہ یقین ایسی بدکاریوں سے کہ فوراً توبہ نہ کی ہو بے رونق وپوشیدہ ہو جاتا ہے اور کبھی اُس پر ایسے مصائب پیش آتے ہیں کہ اُن کو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے پس ایسے وقت میں شیطان بہت سے شبہہ سامنے کر دیتا ہے تو بعضے بدقسمت جن کے واسطے ازلی شقاوت لکھی ہے مرتد ہو جاتے ہیں اور بعضے خوش قسمت جن کے حق میں ازلی سعادت لکھی ہے ان شبہات کو رد کر دیتے ہیں اور یقین میں فرق نہیں آنے دیتے اگرچہ جان جاتی رہے۔ اب یہ بیان ضرور ہے کہ یقین دلی تو ہر حال میں باقی رہنا چاہیے ولیکن کیا شرع شریف میں اس یقین کے برخلاف ظاہری عمل کرنا جائز ہے اگرچہ ظاہری عمل ایسے ہوں کہ جو اس امر پر ظاہر میں دلالت کرتے ہوں کہ دل میں یقین نہیں ہے۔ توضیح یہ ہے کہ بالاتفاق ایسے اعمال نہیں جائز ہیں سوا ایک صورت کے اور وہ صورت یہ ہے کہ کسی دشمن نے اُسپر اکراہ کیا اور وہ دل سے یقین کو تو جانے نہیں سکتا پس دل میں یقین واطمینان رہا اور ظاہر میں قول وفعل ایسا کیا جس سے ظاہر ہو کہ دل میں کچھ یقین و توحید نہیں ہے تو یہ معاف ہے۔ پھر اکراہ کے معنے جاننا ضرور ہے واضح ہو کہ اکراہ زبردستی خوف دلا کر مجبور کرنا۔ وہ دو طرح کا ہے ایک یہ کہ جان تلف کرنے کا خوف دلایا دوم یہ کہ مال لینے یا قید کرنے یا کوڑے مارنے وغیرہ کا خوف دلایا پھر یہ شرط ہے کہ خوف دلانے والا ایسا کر سکتا ہو۔ ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہے کہ اکراہ فقط ایسے شخص سے معتبر ہے جو سلطان ہو یعنے صاحب سلطنت وغلبہ ہو یا ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے جو اس فعل پر قادر ہو جس کی دھمکی دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلطنت سے بھی مراد اسی قدر غلبہ وقوت ہے کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہے وہ کر سکتا ہو تو دونوں قول کے معنے ایک سے ہی ہو جاوینگے بہرحال فتویٰ اسی پر ہے کہ اُس کو قدرت مذکورہ حاصل ہونا

چاہیے سلطان ہو یا کوئی اور ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ دوسری قسم کے اکراہ مین ظاہری قول و فعل کفر کا کرنا بھی روا نہین ہے اور پہلے قسم کی اکراہ
مین جبکہ جان کا خوف ہو ظاہری قول و فعل کفری کرنا روا ہے جب کہ دل کا یقین برقرار ہو۔ آیت مین اسی کا استثنا ہے اور مباح ہونے سے
یہ مراد ہے کہ اگر قتل ہو جاوے اور یہ بھی نہ کرے تو ثواب عظیم و رحمت آخرت و رضوان کریم پاوے۔ محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک
روایت نقل کی جاتی ہے کہ ظاہری قول و فعل کفری سے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہان مومن رہیگا لیکن ظاہر مین اُس پر حکم دیدیا جائیگا کہ مرتد ہوا
اور اُس کی عورت اُس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ اور یہ روایت مختار نہین ہے اور واضح ہو کہ اگر درحقیقت دل سے بھی اُس نے یقین کھو دیا
اور ظاہر مین بھی کفر کیا ہو پھر اُس نے دل سے توبہ کر کے رجوع کر لیا تو مسلمان ہو جائیگا۔ اب اگر ایک شخص نے ظاہر مین کفر کیا پھر دعوے کیا کہ مین نے
دل سے یقین نہ چھوڑا تھا اور اُس کی عورت نے دعوے کیا کہ اس کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے میرا نکاح نہین رہا ہے مین اس کے ساتھ حرام طور پر
نہین رہ سکتی ہون مجھے میرا مہر ملے اور مین اب اس سے نکاح بھی نہین کرونگی تو اُس وقت مین یہ دشواری ہوگی کہ مرد کی نیت کا حال کیونکر معلوم ہو
اور یہ بحث طویل ہے فتاوے ہندیہ کے مسائل سے تلاش کرو اور مترجم اس مقام پر بعض روایات متعلق تفسیر لاتا ہے جن مین اس قسم کا اکراہ بعض
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر واقع ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف
ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے ساتھ سے متفرق ہو جاؤ پس جسکو قوت ہو وہ آخر رات تک تاخیر کرے اور جسکو قوت
نہ ہو وہ اول ہی رات مین چلا جاوے پھر جب تم سنو کہ مین نے کسی سرزمین پر قرار پکڑا تو مجھ سے ملجانا پھر حضرت بلال و عمار و خباب اور قریش کی ایک
باندی جو مسلمان ہو گئی تھی مکہ مین رہ گئے کہ صبح ہو گئی پس مشرکون نے ان سب کو پکڑ لیا اور ابو جہل اُن کی ایذا پر سرغنہ ہوا پس بلال کو کہا کہ
پھر کافر ہو جاوے مگر نور یقین ایسا جما ہوا تھا کہ اُنھون نے صاف انکار کیا تو مکہ کی تمازت آفتاب مین جہان چھالے پڑ جاتے ہین بلال کو لٹا کر
اُنپر لوہے کی جلتی زرہ رکھتے پھر پہناتے اور کہتے کہ شرک کرے اور بلال کہے جاتے کہ وہ ایک ہی ہے وہ ایک ہی ہے اور خباب رضہ کو باندھکر کانٹون
مین کھینچتے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ نے اُن سے ایسا کلمہ کہا جو اُن کو اچھا معلوم ہوا اور رہی وہ باندی تو اُس نے انکار کیا پس ابو جہل ملعون نے
چار میخین گاڑ کر اُس کے چارون ہاتھ باندھے اور اُس کی شرمگاہ مین نیزہ مار کر اُس کو قتل کر دیا رضی اللہ عنہا رضوانا کاملا پھر اُن لوگون نے بلال
و خباب و عمار کو چھوڑا تو یہ لوگ بھاگ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہونچے اور اپنے حال سے آگاہ کیا مگر عمار رضی اللہ عنہ پر
وہ اپنا کلمہ جو کہا تھا نہایت شاق تھا اور اُنھون نے نہایت خوف و ہراس سے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض
کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت تو نے وہ کلمہ کہا تھا اُس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی کیا اُس کلام کے واسطے کھل گیا تھا جو تو نے کہا یا نہین
پس عمار نے عرض کیا کہ نہین۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن الآیہ یعنے یہ آیت نازل ہوئی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول عمار بن یاسر کے حق مین ہے جبکہ مشرکون نے اُس کو سخت ایذائین
دین تا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کرے پس اکراہ کے ساتھ عمار نے مشرکون سے موافقت کی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر خواہی
کرتے ہوئے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ ہکذا قال الشعبی وقتادہ وابو مالک۔ اور بیہقی و ابن جریر نے عمار بن یاسر کے قصہ کو روایت کیا
اور اس مین یہ بھی ہے کہ عمار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہا اور مشرکون کے بتون کی تعریف کی اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا
کہ اپنے دل کو کیسے پاتا تھا تو کہا کہ ایمان پر مطمئن تھا تو آپ نے فرمایا کہ ان عادوا فعد یعنے پھر اگر دوبارہ اتفاق ہو تو تجھے ایسا کرنے کا اختیار ہے
اسی واسطے علماء نے کہا کہ اگر کفر پر اکراہ کیا جاوے تو جان باقی رکھنے کے واسطے ظاہر مین موافقت کرنی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ
موافقت نہ کرے اور انکار کرے جیسے بلال رضی اللہ عنہ نے کیا حالانکہ مشرکین سخت ایذائین دیتے حتے کہ شدت حرارت مین اُنھون نے بڑا پتھر
اُن کے سینہ پر رکھا اور شرک کو کہا مگر انکار کیا اور یہی کہے گئے کہ وہ واحد ہے وہ اکیلا ہے اور کہا کہ اگر اس سے بڑھکر تمھارے جلانے والے کسی کلمہ کو

جانتا تو وہ کہتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسی طرح حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہوا کہ جب مسیلمہ کذاب نے اُن سے کہا کہ تو محمد کو
رسول اللہ جانتا ہے فرمایا کہ ہاں بیشک۔ پھر کہا کہ مجھے رسول اللہ جانتا ہے فرمایا کہ نہیں تو کذاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹ ڈالا کر دے اُسپر
ثابت قدم رہے رضی اللہ عنہ۔ انتہی ملخصًا۔ واضح ہو کہ عمار بن یاسر سے سوال کرنا دلیل ہے کہ اُس حالت کی نیت معتبر ہے پس فقہاء نے یہاں
تین صورتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ اُسوقت کفر کی نیت و تصدیق بھی ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص مرتد ہو گیا ولیکن پھر اگر توبہ سے رجوع لاوے
تو قبول کیا جائیگا۔ دوم یہ کہ اُس وقت اُس کے دل میں کوئی نیت ہی نہ ہو مثلاً اُس کے دل میں صرف خوف و دہشت اس فعل کی ہے
نہ ایمان کا خیال ہے نہ کفر کا ولیکن کفر کا فعل کرتا ہے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اصل میں ایمان تھا وہی رہا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ
مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ واسطے قلب کے مطمئن بایمان ہونا چاہیے اور تفصیل کلام فتاوے میں ہے اور سوم یہ کہ اُس کا دل مطمئن بایمان ہو اور ایسے اطمینان
کے یہ معنی کہ ان امور تکلیف کیا اور ان افعال کو جو کفر کے کرنے پڑے سب کو خارج سے سمجھے اور دل میں ایمان کو لیے لگا رہا اور شک نہ رکھے تو ایمان
اپنے حال پر ہے اور حدیث صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اے ابوہریرہ شرک نہ کرنا اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا آگ میں جلایا جاوے۔
اور ایک حدیث صحیح میں ہے کہ اگلی اُمتوں میں ایسے ہوتے تھے کہ اُن میں سے ایک کے بدن کا گوشت لوہے کی کنگھی سے بدن میں چھید کر نوچا جاتا
مگر وہ دین سے نہیں پھرتا تھا اور کسی کے سر پر آرا چلا کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور وہ دین سے منہ نہیں موڑتا تھا۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
نقل کیا کہ مفسرین و اہل العلم نے اجماع کیا ہے کہ جس شخص پر کفر کرنے پر اکراہ کیا جاوے یہاں تک کہ اُس کو اپنے قتل کا خوف ہو تو ظاہری
کفر کرنے میں مضائقہ نہیں جبکہ اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اُس پر کفر کا حکم نہ دیا جائیگا اور اُس کی جورو اُس کے نکاح سے بائن نہ ہوگی۔ مترجم
کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خود اُس کی نیت کا اعتبار اُس کے قول سے ہو جائیگا اور کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور عورت پر بھی حجت
ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ یہاں حقیقی امر تو نہ ہوگا لیکن دنیاوی ظاہری احکام میں اُس کا قول حجت ہوگا یا نہیں تو بنقل قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ حجت ہوگا۔
اور عمار رضی اللہ عنہ کا اقرار ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا فافہم۔ واضح ہو کہ اصول میں یہ مسئلہ ہے کہ لازم مذہب کا مذہب ہونا نہیں مثلاً
جیسے اس زمانہ میں بعضے جاہل لوگ آپس میں تکفیر کرتے ہیں کہ حنفی مذہب حنفیہ کا مقلد ہے تو اُس نے دوسرے عالم کا قول امر و نہی میں مانا تو لازم آیا
کہ اُس نے رب بنایا بدلیل قولہ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا الآیہ و تفسیر حدیث عدی بن حاتم کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب بنانا اُن کا یہ تھا
کہ اُن کے امر و نہی میں اتباع کرتے تھے پس مقلد ایسا مشرک ہے اس میں دو قسم کی جہالت ہے اول یہ کہ اصول تحکم و اعتقادات بھی نہیں بلکہ
فروع میں کلام ہے دوسرے کفر بواح یعنی صریح کا یہاں دخل تک نہیں اور لازم لگا کر تکفیر کی حالانکہ تکفیر بلازم خلاف اجماع مسلمین ہے
اور خود یہ لوگ بہت سے شرک خفی سے اپنے آپ کو پاک نہیں کہہ سکتے جیسے خالق افعال فی الواقع اللہ تعالیٰ عزوجل ہے اور ہر قسم کے
افعال پر اُن کی نظر تدبیر کی طرف بلکہ اپنے نفس کی طرف ہوتی ہے پس حلال نہیں ہے کہ ایسے سفیہ و بے علم لوگ تکفیر و تضلیل کا فتوی دیں
اور اہل قبلہ کی تکفیر کریں پھر واضح ہو کہ مرتد کی دو قسم ہیں ایک مرد کہ اُس کی آخری سزا قتل ہے اور عورت مرتدہ قتل نہ کیجاویگی۔ دوم
طفل جس کے اسلام کا حکم اُس کے والد کی تبعیت میں کیا گیا تو بعد بلوغ کے اگر مرتد بالغ ہو تو قتل نہ کیا جاوے پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
نے ذکر کیا کہ امام بخاری نے باسناد عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کچھ لوگوں کو جلا دیا جو اسلام سے
مرتد ہوگئے تھے یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو کہا کہ میں ہوتا تو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کے عذاب سے عذاب کرنا مکروہ کرتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُس کو قتل کر دو پس یہ خبر
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہونچی تو فرمایا کہ سچ کہا ام ابن عباس نے۔ رواہ البخاری ایضًا۔ اور امام احمد نے باسناد خود ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ ابو موسیٰ (ابو موسیٰ الاشعری) رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن پر عامل مقرر فرمایا تھا

پس ابو موسٰے رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص دیکھا تو پوچھا پس اُنھون نے کہا کہ یہ شخص یہودی تھا مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا اور ہم دوہینے سے
اُس کو اسلام کی طرف پھیرنا چاہتے ہین یہ سنکر معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مین کھڑے سے نہ بیٹھونگا جب تک تم اس کی گردن نہ مار دو
اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ واُس کے رسول کے حکم کے موافق ہے کہ جو شخص اپنے دین سے پھرے یا کہا کہ بدلے اُس کو قتل کر دو۔ یہ قصہ صحیحین مین دوسرے
الفاظ سے ہے شیخ نے لکھا کہ مسلمان جو اکراہ مین پھنس جاوے اُس کے حق مین افضل یہ ہے کہ دین پر ثابت قدم رہے اگرچہ اس سے وہ قتل
کر دیا جاوے چنانچہ حافظ ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی صحابی کے حال مین لکھا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو رومی لڑائی مین
قید کر کے لے گئے اور قسطنطنیہ مین اپنے بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے کہا کہ تو شریف القوم ہے نصرانی ہو جا مین اپنی بیٹی تیرے بیاہ مین دونگا
اور اپنی بادشاہت مین شریک کر دونگا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام ملک جس کا تو مالک ہے اور تمام ملک جس کے عرب مالک ہین
اگر یہ سب تو مجھے دے اس پر کہ مین دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر جاؤن تو ایک دم پلک مارنے تک کے واسطے بھی نہ کرونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ
تو پھر مین تجھے قتل کر دونگا۔ فرمایا کہ تجھے اپنے قصد کا اختیار ہے پس بادشاہ نے حکم دیا تو سولی پر چڑھائے گئے اور تیر اندازون کو حکم دیا انھون نے
حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤن کے پاس سے تیر نکالے یعنے بچا دیا اور بادشاہ اُن سے کہتا جاتا کہ اب بھی نصرانی ہو جا مگر ہر طرح
اُنھون نے انکار کیا تو اُن کو سولی پر سے اُتروایا اور ایک کڑھاؤ آہنی لاکر اُسکے حکم سے رکھا گیا اور تیل گرم کیا گیا اور اُس نے مسلمان قیدیوں
مین سے بعضے منگواکر اُس مین ڈلوائے کہ تھوڑی دیر مین اُن کی ہڈیان سپید سپید اوپر اُترانے لگین پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر نصرانیت پیش کی
مگر اُنھون نے انکار کیا تو حکم دیا کہ اس کو بھی اسی کڑھاؤ مین ڈال دو پس چرخ کے ذریعہ سے اوپر اُٹھائے گئے تاکہ ڈال دیے جاوین پس حضرت
عبد اللہ رضی اللہ عنہ روئے تو اُس کو طمع ہوئی کہ ڈر کر مان جاویگا پس اُتروایا تب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین فقط اس بات سے رویا
کہ اے رب میرے پاس فقط یہ جان حقیر ہے کہ ایک دم مین اس کڑھاؤ مین ختم ہو جائیگی مجھے آرزو تھی کہ جسقدر میرے بدن پر بال ہین
اسقدر میری جانین ہوتین کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر ایک پر ایسا عذاب ہوتا بعض روایات مین آیا ہے کہ اُس نے ایک دم کی تکلیف اُن کے
کلام سے سنکر اپنی عداوت سے اُن کو قید کیا اور چند روز تک کھانا پانی بند کر دیا پھر اُن کے پاس شراب و سور کا گوشت بھیجا مگر اُنھون نے اقرار
نہ کیا پھر بلا کر پوچھا کہ تو نے کیون نہین کھایا تو فرمایا کہ یہ تو میرے واسطے حلال ہو گئی تھی مگر مین نے نہ چاہا کہ تو میرے حق مین یا اسلام کے حق مین
بدگوئی کر سکے۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ تو میرے سر کا بوسہ لے مین تجھے چھوڑ دونگا کہا کہ فقط مجھے چھوڑ دیگا بولا کہ اور تیرے ساتھ تمام مسلمان
قیدیون کو چھوڑ دونگا پس اُس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے اُن کو مع تمام مسلمان قیدیون کے رہا کر دیا پس جب واپس ہو کر آئے تو
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ کے سر کا بوسہ لیوے اور مین شروع کرتا ہون پس
کھڑے ہو کر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت صریح ہے کہ حق عز وجل کی محبت مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو
وہ مرتبہ تھا کہ جس کا اندازہ نہین ہو سکتا ہے اور اس طرح جانبازی کرتے اور اس جمال جلال کے واسطے اپنی جان کو بہت حقیر جانتے تھے
اور آدمی کو اپنے شیخ و اُستاد کے ہاتھ چومنا اور پیر کو مرید کے سر کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اور اس مین اشارات و معارف و اسرار ہین کہ جو بندے
اہل الحق و اہل دل ہین وہی سمجھ سکتے ہین مترجم کی وسعت سے باہر ہین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ اب تلخیص کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آیت مین
مرتد ہونے والون کا حکم بیان کیا ولیکن دل سے ایمان پر ثابت رہنے والون کو اکراہ کی حالت مین ظاہری افعال سے مستثنےٰ فرمایا پس بعض علماء
سے نقل ہے کہ اکراہ کی صورت مین اگر دل بایمان مطمئن رہا تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مومن ہے لیکن ظاہر مین اُس کی جورو بائنہ ہو جاتی ہے اگر
کہا جاوے کہ پھر کیا وہ قتل کیا جائیگا تو ان بعض کی طرف سے جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ اُس کا اقرار ظاہر مین جدید ایمان پر محمول ہوگا۔ لیکن صحیح یہ
ہے کہ ظاہر مین بھی حکم ارتداد جاری نہ ہوگا۔ پھر بعض علماء نے جن مین حسن بصری و شافعی و اوزاعی و سحنون بھی ہین کہا کہ اکراہ کی صورت مین

اُس کو زبانی کفر کے قول کی اجازت ہے اور فعل کفر مانند غیر خدا کو سجدہ کرنے وغیرہ کی اجازت نہیں ہے ولیکن یہ قول بھی ظاہر آیت کے لائق نہیں
ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ قول و فعل دونوں کی اجازت ہے اور شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اُس کی تصویرت میں کلام ہے اور جمہور علماء و موافق نقل قرطبی
کے اجماع مفسرین علماء کے مطابق اکراہ کی صورت میں جبکہ قلب مطمئن بایمان ہو ارتداد و عذاب مدفوع ہے ولیکن اگر کوئی شخص صبر کرے یہانتک
کہ قتل ہو جاوے تو ثواب عظیم پاوے۔ اب رہا وہ بدبخت کہ دین اسلام و توحید عزّ وجلّ سے مرتد ہو جاوے وہ قتل کیا جاوے اور یہ دنیاوی
عذاب ہے اور آخرت میں حکم الٰہی اُس پر عذاب عظیم ہے۔ ذٰلِکَ۔ یہ غضب و عذاب عظیم ہے۔ بِاَنَّهُمُ۔ اس سبب سے ہے کہ اُنھوں نے
اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ محبت سے اختیار کر لیا حیات دنیا کو۔ عَلَى الْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر۔ معلوم ہوا کہ ادنےٰ درجہ ایمان کا یہ ہے کہ
آخرت کو دنیا سے بہتر سمجھے۔ اگر کہا جاوے کہ ہر شخص موت کو ناگوار رکھتا ہے تو جواب اس کا احادیث میں ہے کہ بندۂ مومن کو وقت موت کے
اللہ تعالیٰ کی رضوان و رحمت کی بشارت دیجاتی ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کی لقاء کو چاہنے لگتا ہے۔ غرضکہ ایک چیز کا دل سے یقین کرنا اور ہے
اور کسی نفسانی خواہش سے ناگوار سمجھنا اور ہے جیسے مریض کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ دوا مجھے مفید ہے اور بد پرہیزی مضر ہے ولیکن باقتضائے خواہش
وہ دوا کو مکروہ اور بد پرہیزی کو محبوب رکھتا ہے اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ جو علماء تابعین میں سے مفسر ہیں جب حجاج ثقفی ظالم نے اُن کو
گرفتار کر کے قتل کا حکم دیا تو فرمایا کہ تو میرے قتل سے خوار و پشیمان ہو گا اُس نے تکبر سے کہا کہ میں نے تجھ سے اچھے اچھے قتل کر ڈالے تو فرمایا کہ ہاں صحیح
ہے تو نے مجھ سے اچھے شہید کیے اُن کو حیات دنیاوی وبال تھی اور موت کے خواہشمند تھے اور مجھے ابھی زندگی کی ہوس ہے۔ اُس نے نہ مانا اور شہید
کر دیا۔ رات کو چیخکر خواب سے چونک پڑا اور بیان کیا کہ سعید مجھ سے کہتے ہیں کہ اٹھ چل میں تیرے انتظار میں ہوں پھر اُس کے لوگوں نے ہر چند
اُس کی طمانینت کی مگر تسکین نہ ہوئی آخر اُس کے بعد چالیس روز زندہ رہ کر مر گیا۔ غرضکہ جس نے یقین کے ساتھ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی جانا
وہ دنیاوی زندگی کے واسطے بھی ایمان و آخرت کو ترک نہیں کریگا اسی واسطے مرتد ہونے والوں کو فرمایا کہ اُنھوں نے آخرت کو چھوڑا اور حیات
دنیا کو اختیار کر لیا وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا ایسی قوم کو جو منکر ہیں یعنے آخرت پر یقین نہیں رکھتے
اور حق یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ سے کفر کیا اور اُس کی شان و قدرت کو بھلایا وہ حد قیاس سے زیادہ اُلٹی راہ چلتا ہے کیونکہ وہ
خود عجائب قدرت کا نمونہ موجود ہے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی بے انتہا وسیع ہے کہ ملک آخرت و تمام جنت و دوزخ اُس کی قدرت کا
ایک ذرہ ہیں پس اندازہ کرو کہ یہ لوگ کس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ
ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔ یہ بھی عجائب صنعت الٰہیہ ہے کہ بظاہر یہ لوگ
خوب سنتے اور خوب تیز نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اہل معرفت کو صاف صاف نظر آتا ہے کہ اللہ اکبر اُس کی قدرت ہے کہ یہ لوگ حق سے ایسے اندھے
و بہرے و احمق ہیں۔ واضح ہو کہ انسان کو شرف تمام جانوروں پر اپنی فہم و بصیرت و سماعت سے ہے کہ جو کافروں سے مہر کی ہوئی ہیں تم نہیں
دیکھتے کہ بظاہر بینائی تو کرگس وغیرہ جانوروں میں بہت تیز ہے اور بیا پرندہ کیسی خوبصورتی سے بغیر ہاتھوں کے گھونجھ بناتا ہے اور مانند اس کے حواس
اکثر جانوروں میں انسان سے زیادہ اور قوت زیادہ ہے پس بلاشبہ انسان کو شرف باعتبار حواس کے نہیں بلکہ عقل سے ہے اور اللہ تعالیٰ
کی قدرت ہے کہ باوجود صریح حواس کے کافروں کے حواس پر مہر ہے کہ بیہوش ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ اور یہی لوگ غافل ہیں۔
جب معلوم ہو گیا کہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار باقی میں جانا ضرور اور موت سر پر ہے مگر کافر نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور ہمت تمام اسی میں مصروف
کی جسکو کل چھوڑ جائیگا اور وہاں عذاب میں پڑیگا اور وہ عذاب بھی زمانہ بزمانہ ترقی کرتا جائیگا تو اس سے بڑھکر غفلت کون ہے کہ یہاں
الٰہی کوئی نیکی اُس کے پاس نہیں ہے۔ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ ٹھیک ہے کہ یہ لوگ آخرت میں فقط یہی خسارت
نہ میں ہیں کیونکہ اول تو اُنھوں نے غضب الٰہی کمایا دوم مستحق عذاب عظیم ہوئے سوم حیات دنیا کو پسند کر کے آخرت چھوڑی چہارم ہدایت سے

محروم ہوئے پس تجسم دل و آنکھ و کان پر مہر ہے پس تم غفلت میں انتہا درجہ کو پہونچے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ

پھر یوں ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اُس کے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا

ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جس دن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا ملیگا ہر کسی کو جو

عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اُسنے کمایا اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

یہ اور ایک قسم ہے جو اسلام لائے پس شیخ نے لکھا کہ مکہ میں گھر درپڑے تھے اُن کی قوم اُنپر تکلیف سے عذاب کرتی تھی اور زنجیروں میں قید رہتے تھے پس اُنھوں نے مجبور ہو کر مشرکوں کے ساتھ موافقت کی پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو قابو دیا پس اپنے اہل و عیال و مال چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے اور مومنوں کے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا اور صبر کے ساتھ رضائے الٰہی حاصل کرنے پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر اُن کو بخش دیا۔ کشاف میں لکھا ہے کہ ثم اس مقام پر دونوں حال میں فرق بعید کے لیے ہے یعنے حال اُن لوگوں کا جنھوں نے مثل بلال و عمار کے تکلیفات اُٹھائیں اور چاہے کچھ موافقت کی ہو مگر علٰحدہ ہو گئے اور حال دوسروں کا جنھوں نے اتفاق کر لیا مگر فتنہ میں مبتلا ہو کر پھر ایک وقت میں خالص ہو کر ہجرت و جہاد اور صبر کیا۔ اور ظاہر کلام اس کا مقتضی ہے کہ یہ عموماً اُن صحابہ کا بیان ہے جنھوں نے ایذائیں اُٹھائیں پھر ہجرت کر کے صبر کیا ثم یعنے پھر واضح ہو کہ۔ إِنَّ رَبَّكَ تیرا رب۔ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا۔ اُن بندوں کے لیے جنھوں نے ہاجرت کی بعد از آنکہ فتنہ میں پڑے بقراءۃ مجہول یا جنکو کافروں نے فتنہ میں ڈالا بقراءۃ معروف۔ ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا۔ پھر جہاد و صبر کیا پس حاصل یہ کہ اول تو اُنھوں نے فتنہ برداشت کیا جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا اور چونکہ ظہور انوار و معارف بیرکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنپر مشاہدہ تھا تو امتحان بھی زائد تھا لیکن اُنھوں نے اس فتنہ میں مضبوطی سے ایمان نہ چھوڑا اور اُسی پر قائم رہے پھر اُنھوں نے ہجرت کی یہ ہجرت مکہ سے مدینہ کو تھی یا حبشہ کی طرف والی ہجرت بھی شامل ہو پس آل و اولاد و مال و وطن سب چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کے واسطے خلوص نیت رکھی۔ پھر جہاد کیا یعنے اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس پر اپنی جان فدا کی کہ اُس کا کلمہ بلند ہو اور اُس کی مخلوق نیک راہ لگے پس جان فدا کی اور پھر بغیر مال و متاع کے اور ہر طرح کی تنگی کی تکلیفات پر صبر کیا۔ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ۔ یعنی ایسی طاعت کے بعد تیرا رب بیشبہہ غفور رحیم ہے گویا اس سے آگاہ فرمایا کہ رب عز و جل کی مغفرت بہت وسیع ہے لیکن ایسی طاعت کے بعد تو قطعی مغفرت ہے پھر اس مغفرت کے ظہور کا وقت اگرچہ موت کے وقت ہی شروع ہو جاتا ہے پھر پورا وقت بتلا دیا کہ۔ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا۔ یعنے اُس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آوے گا باپ بیٹا جورو بیٹی سب اپنے اپنے نفس کی فکر میں محتاج ہونگے ہر نفس اپنے نفس کی طرف حجت لاویگا کوئی دوسرا کام نہ آوے گا پھر اگر اُس میں ایمان سلامت ہے اور کوئی کام اُس نے رضائے حق عز و جل کا کیا ہے تو اُسکے واسطے شفاعت بھی ہے اور انجام کو نجات و مغفرت ہے۔ اور شاید یہ معنے ہوں کہ ہر نفس پر اُس کے ہاتھ پاؤں گواہ ہونگے نیکی ہو تو نیک گواہ اور بدی ہو تو برائی کے گواہ ہونگے اور حدیث میں ہے کہ آخر آدمی اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمھاری کمبختی ہو کہ تمھاری طرف سے تو میں جھگڑتا تھا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ اور اُنپر کچھ ظلم نہ ہوگا یعنے بدی کے بدلے کچھ بڑھایا نہ جائیگا اور اللہ تعالیٰ چاہے کم کر دے اور نیکی کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر اللہ تعالیٰ ایک نیکی والے کو بہت کچھ بڑھا دیگا اور اُس پر اپنا فضل عظیم عطا فرما دیگا۔ پھر واضح ہو کہ فتنہ کے اقسام میں اعلیٰ یہ ہے کہ دار الکفر وغیرہ میں آدمی اپنے ایمان کے ساتھ طاعت رب عز و جل ادا کرنے سے باز رکھا جاوے اور اس میں بہت سی صورتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ

خود بخود وقتہ میں پڑتا ہو مثلاً اُس کو رزق حلال ملنے کی صورت نہ ہو یا ہو تو بغیر معصیت نہ ہوا ور ادنے اقسام میں سے دار الاسلام کے اندر بہت ہیں جیسے امر بمعروف یا نہی از منکر نہ کرسکے یا کسی کی اولاد زیادہ اور آمدنی کم ہو ولیکن حق تعالے عزوجل نے ایسے شخص کے واسطے جو فرائض و واجبات و طاعات کو ادب سے ادا کرتا ہے اپنے فضل سے کفارات مقرر کردیے ہیں مثلاً فرض نمازیں اپنے درمیان کے گناہوں کے واسطے کفارات ہیں اور جمعہ سے جمعہ تک اپنے درمیان کے مع تین روز زائد کے کفارہ ہیں اور معیشت کی مشقت کفارہ اور باہم سلام کرنا صدقہ اور عیال کا نفقہ اُسکے واسطے نیکیاں و صدقہ اور خود اپنی جان کا کھانا پینا وغیرہ کفارہ و صدقہ ہے۔ غرضکہ آدمی کے واسطے خلوص نیت خود نیکیاں ہیں اور اللہ تعالے کا فضل عظیم ہے نیک نیت و صدق چاہیے۔ پھر جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک جہاد تو کفار کے ساتھ اس نیت سے قتال کرنا کہ اللہ تعالے کی توحید کا کلمہ بلند ہو اور حاصل یہ کہ عدل جاری و ظلم مٹ جاوے اور تمام مخلوق رفاہیت و آرام سے اللہ تعالے کی عبادت کرے۔ دوم قسم جہاد کی وہی بڑا جہاد ہے وہ یہ کہ اللہ تعالے کی طاعت میں حسن نیت کے ساتھ ہر دم نفس کی لڑائی اور شیطانی وساوس کی کشمکش مٹاوے اور ظاہر ہے کہ دل کو ایسے خطرات سے اور نفس کی خواہشوں سے بچانا ہر دم اپنی جان سے لڑائی ہے اور ہجرت ایک تو یہ ہے کہ دار الکفر سے نکلکر کسی دار الاسلام میں اس نیت سے جانا کہ وہاں اللہ تعالے کی توحید پر قیام کرے۔ شیخ ابن مالک رحمہ اللہ تعالے نے شرح مشارق میں اس کے بعد لکھا کہ کچھ مکہ سے مدینہ جانے کی خصوصیت نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ ہاں ہمیشہ جب انسان دار الکفر میں اس طرح مبتلا ہو کہ ایمان کا خطرہ ہو تو کسی ملک اسلام میں چلا جاوے اور حدیث میں ہے کہ انا بری من مسلم بین ظہرانی المشرکین۔ یعنے جو مسلمان کہ کافروں کے درمیان قیام کرے میں اس سے بری ہوں۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔ ولیکن مکہ و مدینہ ہجرت کے واسطے اس لیے پسند کیا جاوے کہ حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان ملک حجاز کیطرف ایسے سمٹ کر پھر جاوے گا جیسے سانپ پھر کر اپنی بانبی کی طرف جاتا ہے پھر ہجرت کی ایک قسم اور بھی ہے اور وہ ہر وقت ہر مسلمان کو حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ حدیث صحاح میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون ہجرت افضل ہے فرمایا کہ ان تہجر ما کرہ ربک۔ یعنے جو بات تیرا رب مکروہ جانتا ہے اُس کو تو چھوڑ دے اور پوچھا گیا کہ مہاجر کون ہے فرمایا کہ من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔ وہ شخص کہ جس نے ہر وہ قول و فعل چھوڑ دیا جس سے اللہ تعالے جلشانہ نے منع فرمایا ہے۔ یہ صریح ہے کہ بندہ مومن کو ہر جگہ ہجرت کا ثواب حاصل ہے جبکہ وہ شرع کے موافق تقوے کرے۔ صبر اپنے نفس کو روکنا اُسی حد پر جہانتک اللہ تعالے نے اجازت دی ہے پھر اس سے بڑھ کر طلب آخرت و رضوان الٰہی عزوجل کے لیے مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر رکے رہنا کمال ہے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کو ندا ہو گی کہ کہاں ہیں صبر کرنے والے پس وے کھڑے ہونگے تو اُن کے مراتب عالیہ و انعامات عالیہ دیکھکر اُن کے سوا جو لوگ صابر نہیں رہے تمنا کرینگے کہ کاش ہمارے جسم کی بوٹیاں قینچیوں سے کاٹی جاتیں۔ پھر حق تعالے نے ایک مثل بیان فرمائی جسکے مصداق گزر چکے اور قیامت تک جہاں کیفیت ہوگی صادق ہو

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

اور بتائی — اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی — چین امن سے — چلی آتی تھی — اُسکو روزی فراغت کی — ہر جگہ سے — پھر ناشکری کی

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

اللہ کے احسانوں کی — پھر چکھایا اُس کو اللہ نے مزہ کہ اُنکے تن کے کپڑے ہو بھوک اور ڈر — بدلا اُس کا — جو کرتے تھے — اور اُن کو پہونچ چکا

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

رسول اُنھیں میں کا — پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُنکو — عذاب نے — اور وہ گنہگار تھے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالے نے ایک مثل بیان فرمائی ضرب متضمن معنے جعل ہے لہذا متعدی بدو مفعول ہوا۔ قَرْيَةً۔ ایک قریہ کبھی شہر کو کبھی قصبہ کو اور کبھی گانوں کو بولتے ہیں مفسرین کے یہاں دو قول ہیں اول یہ کہ مراد کوئی معین قریہ ہے دوم یہ کہ غیر معین ہے جسے کہ

جس قریہ پر یہ مثال صادق آوے وہی ہوسکتا ہے قول دوم کی طرف زمخشری وبیضاوی گئے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام قریوں میں
سے جو اس صفت کا ہو کہ اللہ تعالے کی نعمت پر اترا کر ناشکری کرے یہ مثال صادق ہے اور جائز ہے کہ اس صفت کا کوئی قریہ مراد ہوا اور یہ بھی جائز
ہے کہ اگلی اُمتوں میں سے کوئی قوم اس صفت کی ہو گذری ہو اُسی کو اللہ تعالے نے اہل مکہ کے واسطے مثل بیان فرمایا۔ اکثروں کے نزدیک قول
اول راجح ہے اور وہ مکہ ہے۔ ابن عباس و مجاہد و عوفی سے مروی ہے کہ وہ مکہ ہے و اقدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ بہ کو بسبب
واضح ہونے کے نہیں بیان فرمایا۔ غرضکہ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کا نزول اہل مکہ کے حق میں ہے اور میں کہتا ہوں کہ ارجح قول دوم
ہے اسی واسطے قریہ نکرہ ہے اور نزول آیت کا اہل مکہ کے حق میں اس کے منافی نہیں ہے اس واسطے کہ مکہ والے بھی بدرجہ اولے ایسے لوگوں میں داخل
ہیں چنانچہ مکہ پر صادق آتا ہے کہ وہ ایک شہر تھا کہ كَانَتْ اٰمِنَةً بے خوف تھا چنانچہ سورہ لایلاف میں فرمایا۔ وَاٰمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ شیخ امام
نے لکھا کہ اس مثل سے مراد اہل مکہ ہیں کیونکہ وہ قریہ مامون تھا۔ مُّطْمَئِنَّةً مطمئن تھا۔ جیسے کہ لوگ اُس کے گرد ونواح سے پکڑے جاتے مگر جو حرم کے
اندر آجاتا اُس کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ يَاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ اس کے یہاں اُس کا رزق آتا ہر جگہ سے چنانچہ دوسری
آیت میں فرمایا۔ اولم نمکن لهم حرما آمنا یجبی الیہ ثمرات کل شیٔ۔ یعنے کیا ہم نے اُن کو مطمئن بے خوف مکانا حرم نہیں کردیا کہ اُس کی طرف ہر چیز کے
ثمرات لائے جاتے ہیں۔ رغد یعنے آسانی و وسعت کے ساتھ۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ پس اُس نے اللہ تعالے کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ قال
الشیخ۔ یعنے اللہ تعالے کی نعمتوں سے انکار کیا شاید اس وجہ سے کہ اللہ تعالے کے انعامات کو بتوں کی طرف نسبت دیتے تھے اور سب سے بڑی
نعمت انپر بعثت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھی چنانچہ فرمایا الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار جہنم۔ کیا تو نے نہیں دیکھا ایسے لوگوں کو
جنھوں نے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالے کی کفر سے اور اُتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں یعنے جہنم میں یعنے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو کر بدر
کے روز قتل ہو کر جہنم میں پڑے۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔ یعنے جب اُنھوں نے رسول کو نہ مانا اور ہر طرح مخالفت پر جم
گئے تو اللہ تعالے نے اُن کی امن و وسعت رزق کو بھوک اور خوف سے بدل دیا۔ کیونکہ جب اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی
و نہ مانا تو آپ نے اُنپر بددعا فرمائی اللھم اشدد وطاتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ یعنے اے رب ہمارے تو اپنی سختی سے مضر کو روند
اور یہ اُنپر کردے قحط کے سالہا مانند اُن سالہائے قحط کے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصریوں پر ہوئے تھے پس اُن کو قحط نے
گھیرا یہاں تک کہ اونٹ حلال کرتے وقت پشم جن میں خون لگتا اُس کو بھی کھایا اور سورہ دخان وغیرہ سے ثابت ہے کہ بوجہ شدت بھوک کے
دن کو آسمان دھواں دھار تاریک معلوم ہوتا۔ اور خوف اُن کو اُسوقت دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب مہاجرین کے
اصحاب انصار رضی اللہ عنہم کے یہاں مدینہ ہجرت کر آئے تو آپ کی سطوت و لشکرہائے مجاہدین کی صولت سے خوفناک ہوئے اور تباہ ہوتے رہے
یہانتک کہ اللہ تعالے نے اہل ایمان کے امتحانات بھی اس درمیان میں پورے کیے اور مکہ اپنے رسول و مومنین کے واسطے فتح کردیا۔ یہ سب جو واقع
ہوا۔ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ بوجہ اُن کی شرک و بداعمالیوں کے جس میں سب سے زیادہ تکذیب و ایذائے رسول بھی واقع ہوا۔ وَلَقَدْ
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ۔ اور کچھ شک نہیں ہے کہ آیا اُن کے پاس رسول اللہ کا انھیں میں سے سو اُس کو جھٹلا بنایا۔ فَاَخَذَهُمُ
الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ پس پکڑا اُن کو عذاب نے درحالیکہ وے ظالم تھے۔ یعنے اپنی جانوں پر انھوں نے ظلم کیا کہ اسکو عذاب دائمی میں
مبتلا کیا پس کبھی مبتلائے قحط ہوئے اور کبھی بدر میں قتل ہوئے اُن کی تجارتیں جاتی رہیں لوگوں نے غلہ بھیجنا موقوف کردیا عزت و امن و رزق
جاتا رہا بجائے اُس کے خوف و تنگی میں پڑے اور جو مراد وہ عذاب ابدی میں پڑا یہانتک کہ اللہ تعالے نے مکہ فتح کردیا۔ اور اُس گروہ ناشکر کے
ضد اصحاب مہاجرین و اہل مدینہ کے اصحاب انصار شکر گزار تھے کہ اللہ تعالے نے اُن کو بعد خوف کے امن دیا اور بعد تنگی کے وسیع الرزق کیا
اور اُن کو قیامت کے واسطے سردار کردیا۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالے یہ جو ہم نے کہا کہ یہ مثل اہل مکہ کے واسطے ہے یہی عوفی نے ابن عباس سے

روایت کیا اور یہی قول مجاہد و قتادہ و عبدالرحمن بن زید کا ہے اور یہی امام مالک نے زہری سے نقل کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود وقت نزول ہے اگرچہ مکہ ہو لیکن مفاد اس مثل کا ہمیشہ ہر ایسے قریہ کے واسطے ہے جو انعامات الٰہی کے ساتھ اتراکر معصیات سے ناشکری کرے اور اسی معنے میں وہ روایت ہے جو شیخ نے امام ابوجعفر کی تفسیر سے نقل کی کہ مجھ سے حدیث فرمائی ابن عبدالرحیم برقی نے کہا مجھ سے حدیث کی ابن ابی مریم نے کہا ہم سے حدیث کی نافع بن یزید نے کہا ہم سے حدیث کی عبدالرحمن بن شریح نے کہا کہ ہم سے عبدالکریم بن الحارث الحضرمی نے کہا کہ میں نے مشرح بن ہاعان کو کہتے سنا کہ میں نے سلیم بن نمیر رحمہ اللہ تابعی سے سنا فرماتے تھے کہ ہم لوگ ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بی بی کے ہمراہ حج سے پلٹے اور اُس زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ مدینہ میں اپنے مکان میں گھر سے نکلے حصری باغیوں نے اُن کو گھیر اتھا تو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا راہ میں پوچھتی آئیں کہ کیا انجام ہوا یہانتک کہ دو سواروں کو دیکھ کر بلایا پوچھا تو اُنھوں نے عرض کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے پس حضرت ام المومنین نے یہ سنکر استرجاع کیا اور فرمایا کہ قسم اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ وہی قریہ ہے جسکے حق میں اللہ تعالے نے فرمایا وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ یاتیہا رزقہا الآیہ۔ اور ابن شریح نے کہا کہ مجھے عبیداللہ بن المغیرہ نے ایسے شخص سے جس نے اس سے بیان کیا تھا خبر دی کہ سلیم بن نمیر کہا کرتے کہ وہ مدینہ ہے مترجم کہتا ہے کہ بوجہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ عظیم برپا ہوئے اور صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں اُس کو جانتے تھے ولیکن جو کچھ اللہ تعالے چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے۔ ف اس آیت میں ایک نکتہ بلاغت زبان عربی کے متعلق بیان کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف۔ یعنے چکھایا اللہ تعالے نے اس قریہ والوں کو لباس بھوک وخوف کا۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ پہنایا اُس کو لباس جوع وخوف۔ یہ استعارہ بہت بلیغ ہے کیونکہ مراد اس سے ہفت سالہ قحط ہے اور قریہ کو اس قحط کا اثر بطور لباس کے ہوا اور لوگوں پر اس سے دبلاپن وبدرنگی وبدحالی مثل لباس کے چھاگئی باوجود اُسکے قرینہ استعارہ یہ ہے کہ یہ عذاب دنیاوی ایک ذوق ہے اور اصل عذاب آخرت ابھی باقی ہے علماء بیان نے کہا کہ یہ تجرید الاستعارہ ہے اسطرح کہ مانند جوع وخوف کے جو انسان کو گھیر لیتی ہے اُس کے واسطے لباس کا استعارہ کیا کیونکہ اُس کا اثر مثل لباس کے آدمی کو شامل ہوتا ہے پھر جوع وخوف جس سے استعارہ فرمایا تھا اُس کے مناسب ایک وصف ذوق ذکر کیا کیونکہ ذوق کا اطلاق جوع وخوف کے ادراک پر عرب کے نزدیک بمنزلہ حقیقت کے ہوگیا ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ ذاق فلان البؤس والضر یعنے فلان شخص نے بیماری وخوف وغیرہ کو چکھا یہی تجرید استعارہ ہے اور اگر لباس کی رعایت سے کسا لباس الجوع ہوتا تو اگرچہ مستحسن ہوتا لیکن تجرید الاستعارہ زیادہ عمدہ ہے۔ امام رازی نے کہا کہ اہل قریہ کو اس جوع وخوف میں ایک نوع کی حالت مشابہ بمذوق اور حالت بمشابہ ملبوس ظاہر ہوئی تو اللہ تعالے نے دونوں کی رعایت سے اذاقہا فرمایا۔ اور پہلے بیان ہوا کہ ذوق سے جو ایک معنوی اظہار خفت کا ہے وہ پہنانے کے لفظ سے نہ ہوتا بلکہ پورا عذاب ظاہر ہوتا جو خلاف واقع ہے اور عجب کہ بعض ایسے لوگوں نے جو عربی زبان سیکھ جانے کے مدعی تھے یہاں اعتراض کیا چنانچہ حکایت ہے کہ ابن الراوندی نے جو ایک ملحد شخص زندیق تھا شیخ ابن الاعرابی سے جو امام فن لغت ومشاہیر میں سے ہیں پوچھا کہ کیا لباس کا بھی ذوق دیا جاتا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ اے نسناس یعنے جنگلی آدمی فرض کر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے تو عربی فصیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ قرآن فصیح زبان عرب ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خود فصیح عرب تھے اور اُس وقت کے تمام فصحاء نے تسلیم کیا اور بلاغت قرآنی کے آگے سر جھکا لیا تو اب کسی شخص کو جو زبان عربی سیکھے یہ دعوے محض بیجا ہے کہ یہ استعارہ جائز ہے یا نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ علماء بیان یعنے ائمہ فن بلاغت نے بوجوہ مذکورہ بالا اُس کی تحسین میں مبالغہ کیا ہے۔ ف عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالے ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد ما فتنوا الآیہ کے اشارات سے یہ ہے کہ جو لوگ اہل ارادت صادقہ میں سے ہوں اور اپنے حظوظ نفس کو چھوڑ دیں بعد ازانکہ معصیت وامتحان میں

مفتون ہو چکے ہوں پھر نفس و ہوی کے پھندے سے نکلکر دونوں کو سرنگوں کریں اور عبودیت الٰہی میں مستقیم ہو کر ترک حظوظ نفس پر صابر رہیں اور محاربہ شیطان میں جہاد کریں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ جو کچھ اُن سے سابق زمانہ میں گناہ ہوگئے اللہ تعالےٰ اُن کو بخشنے والا ہے اور اب اپنی رحمت کے ساتھ اُن کو محفوظ رکھتا ہے کہ نفس کے پھندے میں گرفتار نہ ہوں پس اللہ تعالےٰ اُن کو ذوق اُنس سے مزہ دیتا ہے کہ پھر اُنکو طاقت نہیں رہتی کہ ایک دم اُس کی طاعت سے فتور کریں۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایسے بدگوں سے دور رہو جاو جن کی صحبت سے تم کو فتنہ پہونچنے کا خوف ہے پھر کوشش کے ساتھ نیک لوگوں کی صحبت میں جمے رہو اور نیکی کے واسطے تکلیف اٹھانے میں صبر کرو اور ابتدا لے حال کی طرف رجوع کرنے میں کوشش نہ کرو۔ قولہ تعالےٰ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا۔ نفوس میں تفاوت ہے کوئی تو اپنی معصیت سے مجادل ہو گی اور کوئی اپنی طاعت سے اور کوئی اپنے خوف جہنم سے اور کوئی اپنی امید جنت سے مجادلہ کرے گی بہرحال یہ نفوس اپنے مجادلہ میں مشغول ہو کر مشاہدۂ رب عزوجل سے غافل ہونگی اور نفس مطمئنہ کہ جسکو سوائے رب عزوجل کے طلب نہیں ہے وہ اپنے رب عزوجل کی حضوری میں انبساط کے ساتھ عرض کرے گی کہ مجھے دنیاوی دار محنت میں مبتلا سے فراق کیا گیا اور دشمنوں کے ساتھ چھوڑا گیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ مجھے میری مراد حاصل ہو اور انکشاف دیا جاوے کہ دائمی وصال میں مسرور رہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث میں بھی اہل جنت کے تین فرقے ثابت ہوئے ایک وہ جو بخوف جہنم عبادت کرتے تھے اور دوم بامید جنت طاعت کرتے تھے یہ دونوں جنتی ہیں اور سوم وہ جو کہ اپنے خالق عزوجل کیواسطے خالص تھے اور اُن کو اللہ تعالےٰ کے فضل رحمت میں ٹھکانا ہے جنت خود اُن کی آرزو کرے گی۔ شیخ نے کہا کہ جس نفس کو یہ شوق نہیں وہ اپنے مجادلہ میں اپنے رب تعالےٰ سے محجوب اور اپنے اعمال و آرزو کے ساتھ دنیا و آخرت میں مشغول ہے اور حق تعالےٰ ہر ذی فضل کو اپنے فضل سے سرفراز فرما کر اُس کی مراد دیدے گا اور ہر نفس بقدر اپنی طاعت کے حصہ پاوے گا اور حق تعالےٰ عزوجل عالم الغیب و عادل ہے اُس کے یہاں بھول بھٹک نہیں ہے سب کو اپنے فضل سے جزائے عظیم عطا فرما ویگا اور اُس کے ملک سے ذرہ کم نہ ہوگا اور جب چاہے سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ بعض مشائخ خراسان نے کہا کہ مخلوق کا وقت تو اسی میں گیا کہ دنیا میں اپنے اعمال سے مجادلہ اور آخرت میں اپنے نفس سے مجادلہ ہے پھر معرفت حق عزوجل کے لیے کب فارغ ہونگے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مومن کے واسطے نفس نہیں ہے قال تعالےٰ ان اللہ اشترے من المؤمنین انفسہم۔ پس اُن کے نفوس کو اللہ تعالےٰ نے خرید لیا پھر اُن کے پاس ودیعت رکھا ہے تو اُس میں اُن کا کچھ حق نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف نفس کے اندر امر حق عزوجل کی نگہبانی کرنے پر ہوتے ہیں۔ قولہ وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ الآیہ۔ منجملہ اشارات کے قریہ مطمئنہ قلب عارف ہے کہ اللہ تعالےٰ کی یاد سے مطمئن تھا اور اللہ تعالےٰ کے کشف جمال سے اللہ تعالےٰ کے لطف میں اُس کے قہر سے اور وسواس نفس و ہوا جس شیطان سے بے خوف تھا ہمیشہ اُس کا رزق معرفت و محبت و اُنس و مشاہدہ بلا کدورت مشقت و تکلف کے اُس کو پہونچتا تھا پھر اگر اللہ تعالےٰ نے اُسپر نعمت پوری کرنی چاہی تو اُس سے خطا و نسیان و خیال و گمان دور کر دیا پس ہمیشہ اُس کو اپنے اسرار کی نگہداشت ہے اور اگر اللہ تعالےٰ نے اُسپر امتحان چاہا تو اُسپر نسیان رکھدیا اور فتوح کے دروازے بند کر دیئے تاکہ ہجر کے مزے چکھے اور خائف ہو جاتا ہے حالانکہ پہلے بےخوف تھا اور اطمینان کے بعد پریشان رہتا ہے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قلب کا فارغ ہونا دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے ایک بڑی نعمت ہے اور جب کسی بندہ کو یہ نعمت حاصل ہوئی پھر اُس نے اس نعمت کی ناشکری کی اس طرح کہ ہوا و ہوس کے دروازے اپنے اوپر کھول لیے اور شہوات میں مقید ہوا تو اللہ تعالےٰ جلشانہ اُس کے دل پر تشویش دیدیتا ہے اور صفائے وقت کو مکدر کر کے اُس سے فراغ چھین لیتا ہے کیونکہ نفس کی کدورت شہوات سے قلب کے انوار زائل ہو جاتے ہیں۔ ثم قال تعالےٰ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

سو کھاؤ جو روزی دی تم کو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اُسی کو پوجتے ہو

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ

یعنی حرام کیا ہم نے تم پر مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کسی کا پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا

نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے کہ یہ

حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝

حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ بھلا نہیں پاتے

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

تھوڑا سا برت لینا اور ان کو دکھ کی مار ہے

قولہ فکلوا۔ بعض علمائے تفسیر نے کہا کہ پہلے شکر کا حکم دیا تو بعد اُس کے فکلوا بیان کیا اور کھانے کا ذکر اس لیے کہ یہ ذریعہ شکر ہے اور اہل مکہ بلکہ عموماً کافرون مشرکون مین خود رائی کا عیب ہوتا ہے جس چیز کو جس طرح چاہتے ہین کھاتے پیتے اور حرام و حلال استعمال کرتے اور اُس کو اچھا سمجھتے ہین اور اہل مکہ تو اس خیالی برتاؤ کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کہکر بہتان باندھتے تھے بعض علماء نے کہا کہ فکلوا الکفر چھوڑنے پر فرع ہے یعنے جب تم نے کفر چھوڑا اور ایمان لائے تو کھاؤ یہ چیزین۔ پہلے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خطاب مشرکون کو ہے یا مومنون کو ہے۔ واحدی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک خطاب مشرکون کو ہے اور یہ ظاہر ہے اور جمہور مفسرین نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے اور ظاہر کلام شیخ ابن کثیر سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اولے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق بندون کو عام خطاب کیا پس سب کو شامل ہے اگرچہ وصف الکذب فقط مشرکون مین ہے مومنون مین نہین ہے مگر مومنون کو اس امر سے ممانعت ہے پس حکم دیا۔ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا یعنے کفر و شرک چھوڑ دو اور ناشکری مت کرو پس کھاؤ حلال طیب اُس مین سے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو رزق دیا۔ اس سے مسئلہ نکلا کہ کبھی رزق حرام بھی ہوتا ہے جس کا کھانا جائز نہین ہے۔ معتزلہ وغیرہ بعضے فرقے کہتے ہین کہ رزق حلال ہی ہوتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اگر عمر بھر ایک شخص کو حرام میسر آیا تو اُس کو کبھی رزق ہی نہین ملا لہٰذا جو بندے کو ملے وہ رزق ہے مگر امتحان یہ ہے کہ سود اور رشوت و فریب و حرام مزدوری وغیرہ نہ کھاوے نیک کمائی کرکے کھاوے جیسے یہان فرمایا کہ جو رزق تم کو ملے اُس مین سے حلال طیب کھاؤ۔ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا یعنے اس نعمت کا اور تمام نعمتون کا۔ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو یعنے اگر سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی مین قائم ہو تو اُس کی ناشکری مت کرو کیونکہ عبادت اُسی کے واسطے ہے جس نے پیدا کیا اور رزق دیا پھر حرام بتلا دیے بقولہ۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ یعنے یہی تو ہے کہ تم پر حرام کر دیا اللہ تعالیٰ نے مُردار کو اور مُردار دو طرح ہوتا ہے ایک وہ جانور جو اپنی موت سے مر جاوے اور دوم وہ کہ حلال کرنے سے پاک نہ ہوا یا اللہ تعالیٰ کے نام پر حلال نہ کیا جاوے۔ اور حرام کیا خون کو یعنے دم مسفوح جیسا کہ سورہ انعام مین مفصل گزرا ہے اور مردار مین سے مچھلی اگرچہ خود مر جاوے حلال ہے اور خون مین سے جگر یعنے کلیجی حلال ہے۔ اور حرام کر دیا گوشت سور کا۔ سور کی نجاست خود ظاہر ہے سوائے پلید آدمی کے کوئی اُس کی رغبت نہین کر سکتا اور سور نجس العین ہے اس کے گوشت کو ذکر کر دیا کہ حرام ہے تو کھال دُسری و پایہ و اوجھ و چربی سب بدرجہ اولے حرام و نجس ہین لیکن سور کے بالون سے کوچی بنا کر تانبا پیتل صاف کرنے کا کام لینا جائز ہے اور ۔۔۔ وغیرہ مین جو لکھا کہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ سور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس روایت کی کوئی اصل صحیح نہین اور جب ظاہر حدیث کے خلاف ہے تو کسی کو اس پر فتویٰ دینا روا نہین بالجملہ حرام ہے اجماع ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ سور نجس العین ہے البتہ دریں ۔۔۔ کی کھال کی نسبت ۔۔۔

صورت میں ایک روایت مذکور ہے اور وہ بھی ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اور حرام کر دیا تم پر وہ کہ آواز
بلند کی جاوے واسطے غیر خدا کے اُس کے ساتھ۔ واضح ہو کہ اس آیت کے مانند سورہ بقر کی آیت گزر چکی ہے اور بیان فی الجملہ مزید توضیح
کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ہمارے شیخ الشیوخ مولانا عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں بیان اہل یعنے اہلال کی تفسیر فقط آواز بلند
کیجانے سے لکھی اور یہ نہیں لکھا کہ ذبح کے وقت آواز بلند کیے جانے سے حرام ہوتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھدیا تو اُس کی تحقیق یہ ہے کہ
عرب اپنے بتوں کے لیے نام لے کر آواز سے ذبح کرتے تھے تو بعض مفسرین نے اسی سبب سے ذبح کی قید ذکر کر دی اور آیت کریمہ عام ہے
خواہ ذبح کے وقت آواز بلند کرے یا کسی وقت و لیکن کہا جانا بہر حال بعد ذبح کے ہوگا۔ اب یہاں فقہ کا ایک مسئلہ معروف ہے کہ جانور کا
قربان کرنا اگر اللہ تعالیٰ کی تقرب کے لیے ہو تو حلال ہے اور اگر کسی غیر کی تقرب کے لیے ہو تو حرام مردار اور وہ شخص مرتد ہو جائیگا۔ مسئلہ اگر
ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دوسرے کا نام ملا دے تو ذبیحہ مردار ہوگیا اور یہ مسائل فتاوے کے احکام مرتدین وغیرہ میں
صاف لکھے ہیں۔ مسئلہ اگر بادشاہ شہر میں آیا اُس کی آمد کے لیے قربانی کی تو مردار اور وہ شخص مرتد ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ اہلال کے معنے
آواز بلند کرنے کے ہیں قاموس سے ظاہر ہے کہ اہل الصبی یعنے طفل نے رونے کی آواز بلند کی۔ اور یوں ہی جو بولنے والا آواز بلند کرے۔ اور جوہری
نے صحاح میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ بہ۔ یعنے اُس پر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام۔ اور دراصل میں اہلال آواز بلند کرنا
ہے مترجما۔ پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ جس جانور پر اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسرے کا نام پکارا گیا وہ حرام ہے۔ اب معلوم ہوا کہ آیت کریمہ
میں حالی یہ معنے نہیں ہیں کہ جو چیز ذبح کیجاوے غیر خدا کے نام پر کیونکہ اہلال کے معنے ذبح کے لینا اور غیر اللہ کے معنے نام غیر اللہ کہنا اپنی طرف
سے تفسیر ہے۔ اور نظام نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اجماع علما کا نقل کیا کہ جو مسلمان اپنے ذبیحہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کا تقرب قصد
کرے تو وہ مرتد ہے اور اُس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ یعنے حرام ہوا۔ اب یہاں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کا اعلان کیا اور ذبح
کے وقت فقط اسی کا نام لیا تو ثواب پایا اور ذبیحہ حلال طیب ہے۔ دوم یہ کہ غیر کے واسطے پکارا اور ذبح کرتے وقت غیر کا نام لیا تو مرتد کافر
ہوا اور ذبیحہ مردار ہے۔ سوم یہ کہ غیر کے نام کا جانور پکارا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو یہ ذبیحہ حرام مردار ہے جبکہ اُس نے غیر اللہ کا
تقرب چاہا لیکن اگر پہلے اُس نے تقرب کے لیے فلان کے نام کا جانور ٹھہرایا تھا پھر توبہ کر کے اُس نے یہ نیت کی کہ یہ جانور جسکو اللہ تعالیٰ نے
اپنی مہر سے پیدا کیا اور روح دی ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قربانی کر کے ثواب پاؤں پس اسی پر اُس نے ذبح کیا پھر جو ثواب ملا اور یہ
بھی اُمید رکھے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دیدے اور قبول کرلے تو یہ ثواب جسکو چاہے ہدیہ دے اور حدیث میں ہے کہ لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنے وہ
شخص ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا۔ دیکھو اس میں غیر کے واسطے ذبح کرنے پر لعنت ہے اور غیر کا نام ذبح میں لینے کی خصوصیت
نہیں ہے تو خواہ ذبح کے وقت اُس کا نام لے یا کسی کا نام لے وہ ذبیحہ مردار اور وہ شخص ملعون ہوا جبکہ اُس نے غیر کے واسطے ایسا کیا۔ واضح
ہو کہ دیگر اموال دیکھا تا کپڑا وغیرہ سے بھی غیر کی طرف تقرب سے گناہ عظیم ہے لیکن حیوان اور دیگر اموال میں ایک فرق یہ ہے کہ آدمی کو روا ہے
کہ اپنا مال جسکو چاہے دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرع میں مال کا اُس کو مالک انتفاعی کر دیا ہے بخلاف روح حیوان کے کہ حیوان کے
گوشت پوست سے نفع اُٹھانے کا مالک کیا و لیکن یوں نہیں کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے گوشت توڑ کر نفع اُٹھاؤ یا اُس کی کھال کھینچو
بلکہ روح نکالے جانے کے بعد انتفاع ہے اور روح کا مالک نہیں کیا پس روح نکالنا اس طرح حلال کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر قربان
کی نیت سے ذبح کرو حلال ہوگیا اب گوشت و پوست سے نفع اُٹھاؤ پس زندہ جانور سواری وغیرہ کے لیے جس کسی کو چاہو نفع اُٹھانے کیلیے دیدالو
مگر حلال ہونے کے لیے تقرب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جائز ہے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تقرب خالص کی نیت سے قربان کرکے
ثواب چاہے جسکو دیدو اور چاہو کسی مخلوق کی طرف سے نائب ہو کر جناب الٰہی تعالیٰ میں تقرب کی نیت سے ذبح کر دو میں نے اہل ایمان کی

سلامتی دین کے واسطے اتنا کلام واضح کر دیا تاکہ باطل میں مبتلا نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے۔ بالجملہ مردار و خون و گوشت سور و ما اہل بہ
لغیر اللہ حرام کر دیے پھر باوجود اس کے بندوں پر آسانی کر دی کہ اگر وہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو تو فی الجملہ تناول مباح ہی
چنانچہ فرمایا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی جو بندہ کہ مضطر ہو یعنے بیقرار ہو کر ان میں سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو خواہ اُس کی یہ کیفیت دو وقت کے
بعد ہو یا دو دن بعد یا تین روز بعد ہو اور اکثر تین روز میں ایسا ہو جاتا ہے۔ غَيْرَ بَاغٍ۔ درحالیکہ وہ بغاوت کرنے والا نہ ہو یعنی کسی دوسرے پر
جو ایسی اضطرار میں ہے زبردستی تجاوز نہ کرے۔ وَلَا عَادٍ۔ اور نہ عدوان کرے یعنے قدر ضرورت سے نہ بڑھے بلکہ اسی قدر کھاوے جسکے ساتھ
اس کی جان بچ جاوے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تو اُس کو کھا لینا مباح ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ واضح ہو کہ بعضے علماء نے کہا کہ
اضطرار کے وقت یہ چیزیں حرام نہیں رہتی ہیں اور محققین کے نزدیک حرام یا نجس تو اپنے حال پر رہتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بلا بغاوت و بغیر تعدی
کے اس میں سے بقدر ضرورت کھانے کا گناہ دور کر دیا ہے۔ مسئلہ ایک شخص نے مضطر ہو کر مردار میں سے کچھ کھایا پھر اُس کو چاہیے کہ رزق طیب
کمانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام پر کوشش کرے اگر میسر نہ آوے تو پھر اضطرار کے وقت اُسی قدر مباح ہوگا اور اگر اُس نے کمائی کی تلاش نہ کی
باوجودیکہ کر سکتا تھا تو گنہگار ہوگا۔ واضح ہو کہ بغاوت و عدوان کی تفسیر جو مذکور ہوئی امام ابو حنیفہ رحہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے
نزدیک باغی سے مراد یہ کہ سلطان وقت پر بغاوت کے واسطے نہ جاتا ہو اور لاعاد سے یہ مطلب کہ مسافروں پر ڈاکہ ڈالنے کا قصد نہ ہو۔ اس
قول پر باغی و عادی کو چاہیے بھوک سے مر جاوے مردار کھانا مباح نہ ہوگا اور کلام اس میں سابق اس کے مثل آیت میں گذر چکا ہے۔ واضح ہو
کہ تمام مخلوقات کا خالق حضرت باری تعالیٰ جل شانہ ہے جس طرح اُس نے کمال حکمت و قدرت سے بندوں کو تصرف کی اجازت دی اُسی
طور پر تصرف جائز ہے اور یہ بندوں کے حق میں عبادت ہے پس یہ روا نہیں ہے کہ کوئی شخص ان چیزوں میں اپنی رائے سے حلت و حرمت
لگاوے کیونکہ نفس و روح کا علم اُن کے خالق عز و جل کو ہے اور طریق آخرت عوام کی عقل و سمجھ سے باہر ہے لہذا منع فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَا
تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ۔ لا تقولوا کا مفعول الکذب ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی لا تقولوا
الکذب لاجل وصف السنتکم۔ یہ زجاج و کسائی کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رحہ نے اختیار کیا ہے اور معنے یہ ہیں کہ مت کہو جھوٹ کو بوجہ
تمہاری زبانوں کے وصف کے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ مجاہد رحہ نے کہا کہ بحیرہ و سائبہ کے بارہ میں ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اُن کا
قول ہے کہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا و محرم علی ازواجنا۔ حاصل یہ کہ کسی جانور کو حرام یا حلال اپنی زبانی وصف کی وجہ سے
مت کہو بدون اُس کے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حجت ہو۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ بدون دلیل کے کسی کو حرام یا حلال کرنا
جبکہ جاری ہو کفر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ علم و حکمت سے بندوں پر شرع مقرر فرماتا ہے۔ ابو نضرہ رحہ سے مروی ہے کہ میں نے
جب سے سورۂ نحل کی یہ آیت پڑھی تو اُس وقت سے میں فتوی دینے سے بہت خوف کرتا ہوں۔ اس میں اشارت ہے کہ یہ بات کچھ جانوروں
کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک امر کے حکم شرعی میں بدون دلیل کے تحسین یا مخالفت اور تحلیل یا تحریم روا نہیں ہے ورنہ اسی آیت کی وعید میں
داخل ہوگا۔ ہمارے زمانہ میں ایسے لوگ ہیں کہ قیاس درکنار اُس کے شرائط و آداب کی رعایت بہت مشکل ہے اُن کے نزدیک باب اجتہاد بہت
آسان ہے پس ایک گروہ اس طرف ہے کہ بہت سی نئی باتوں کی نسبت اچھے و حلال و ثواب کا کام ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور اپنے قیاس کو
جو کسی طرح شرعی نہیں ہے حجت قرار دیتے ہیں۔ دوسرا گروہ ہے کہ دلائل شرعیہ یعنے احادیث کو اپنے واسطے اجتہاد کرنے کے لیے ہر وقت بالکل سہل
کر لیا ہے حالانکہ باب اجتہاد بہت مشکل ہے اور لازم یہ تھا کہ ہر مسئلہ اجتہادی کے تعلقات کو ابواب فقہ کے ساتھ مرتبط کرتے اور دیکھتے کہ کہاں تک
اُن کے ادراک اور اجتہاد سے اُن کے اقوال میں مخالفت پیدا ہوتی ہے اور یقین کرتے کہ مقصود ان افعال سے صرف ثواب طاعات ہے اور یہ
اصلی بات ظاہر و باطن کی اصلاح ہے لیکن یہ تمام ہمت مختصر رکھتے اور ثواب کے واسطے عبادات شرعیہ پر قائم رہتے اور خود اجتہاد کی تکلیف ما لا یطاق

سے بچتے یا اول فریق اپنے قیاس کی ضلالت سے دور رہتے کیونکہ دین میں ثواب عظیم کے لیے بہت امور موجود ہیں کچھ اُن کے قیاسی فعل کی حاجت نہیں ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ بدون لیاقت استدلال شرعی کے کسی امر پر اپنی زبانی وصف سے جھوٹا حکم مت لگاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ۔ جس کا انجام یہ ہو کہ تم جھوٹ افترا باندھو اللہ تعالیٰ پر حالانکہ اُس کی طرف سے کوئی سند تمہارے پاس اُس کے واسطے نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مجتہد سے بھی خطا ہوتی ہے تو اُس نے بھی جھوٹ باندھا جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ اُس نے اللہ تعالیٰ و رسول و اجماع اُمت سے اپنی کوشش خوب صرف کر کے حکم نکالا اپنی طرف سے بلا دلیل نہیں کہا تو وہ معذور ہے اسی واسطے حدیث میں مجتہد خطا کرنے والے کے واسطے بھی ایک ثواب ہے اور مجتہد صواب کے لیے دونا ثواب ہے اور معلوم ہو چکا کہ اس قول سے صرف ثواب مقصود تھا وہ ہر طرح حاصل ہے کیونکہ سوائے اعتقادیات کے جو روح کے ساتھ ہیں اُن اعمال کا ثواب باقی رہیگا وہ ہر طرح حاصل ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ پر دروغ باندھتے ہیں فلاح نہیں پاتے ہیں کسی قسم کا نہ دنیا میں اور نہ دین میں۔ رہا دنیا تو نہایت حقیر و چند سانس کی ہے اس میں سے بھی اس شخص کا حصہ بہت خفیف ہے چنانچہ فرمایا۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ۔ یعنے دنیا میں متاع قلیل ہے چند روز تمتع اُٹھا کر آخر موت ہے اور رہا آخرت میں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور اُن کے لیے عذاب دردناک ہے۔ حدیث کا مضمون ہے کہ تمام عیش کے ساتھ جو دنیا میں رہا جب عذاب آخرت سے کچھ مزہ چکھیگا تو اُس کو یاد نہ رہیگا کہ اُس پر کبھی راحت گذری اور جس نے وہاں کے عیش سے چکھا اُس کو دنیاوی تکلیف کبھی یاد نہ ہوگی پھر یہ عذاب دائمی ہے اور دنیا تو چند سانس تھی۔ پھر واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ میں یہ آفت پھیل گئی تھی بلکہ اب تک باقی ہے کہ اُن کے علما جسکو چاہتے حرام و جسکو چاہتے حلال کرتے اور لوگ عوام اپنے معتقدوں کے حکم پر چلتے یعنے اُس کو مختار جانتے کہ وہ جو چاہے حکم دے مثلاً وہ چاہے ایک قوم پر سے روزہ معاف کر دے یا دوسرے مہینہ میں مقرر کر دے لیکن یہود پر جو کچھ حرام کیا تھا اسکو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا

اور جو لوگ یہودی ہیں اُنپر ہمنے حرام کیا تھا جو تجھکو سُنا چکے پہلے اور ہم نے اُنپر ظلم نہیں کیا پر اپنے

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ

اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر جنھوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اُس کے پیچھے

ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور سنوار پکڑا ہی تیرا رب ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے

۱۵ ع ۱۹

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا۔ یعنے فقط یہودیوں پر نہ اوروں پر۔ حَرَّمْنَا۔ ہم نے حرام کر دیا۔ مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وہ جو ہم نے تجھ پر نازل کر کے بیان کیا اس سے پہلے حسن رح نے کہا یعنے سورۂ انعام میں اور قتادہ نے پڑھا یعنے جہاں یہ فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم الآیہ پھر حرام کر دینا یا تو اس جہت سے ہوتا ہے کہ اُس چیز میں خواہ جسم کے واسطے یا روح قلبی واسرار باطنی کے واسطے ضرر ہے اور یا اس وجہ سے کہ جن لوگوں پر کچھ حرام کیا وے سرکش و خود رائے ہیں تو اُنپر سختی کے لیے تکلیف بڑھا دی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو آگاہ کر دیا کہ لن یشاد الدین احد الا غلبہ۔ یعنے دین میں کوئی شخص شدت اُٹھانے پر آمادہ نہ ہوگا مگر کہ دین ہی اُس پر غالب آجائیگا۔ یعنے چاہیے کہ دین میں آسانی رکھو سختی مت لاؤ جیسے بعضے وہمی لوگ ذرا ذرا سی بات پر حرام و مکروہ کرنے لگتے ہیں اور بعد چند مدت کے ایسی سختی سے تنگ آکر اُس کے خلاف کرتے ہیں تو اُن کے اعتقاد کے موافق اُنپر وہی سختی ہوگی جیسے یہود نے حدیث بتاوز کیا تھا اور اللہ نے فرمایا۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ۔ اور ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ دین و آخرت کے واسطے تحصیل کی راہ اُنپر آسان رکھی تھی۔ وَلٰكِنْ لیکن وے لوگ

نفس کی پیروی کی اور وساوس شیطانی کو دل مین اچھا سمجھکر جگہ دی حالانکہ یہ وسواس بالکل قہر تھا ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ پھر جب
اُن کو سوجھ بوجھ ہوئی اور مکائد شیطانی دیکھے اور نفس کو پہچانا اور اپنی خطاکاری وجہالت کو جانا پس اپنی گذشتہ بدکاریون و عمر تلف ہوجانے
پر نادم ہوئے اور جو بگاڑا تھا اب جسقدر وقت باقی ہے اُسی مین اُس کی اصلاح کی اور پورا تقوی وطہارت اور اوراد مین کوشش کی اور غفلت
مین جو عمر گذری اُسپر نادم رہے تو اللہ تعالے اُن کو استقامت عطا فرماتا ہے کہ اُس کی طاعت کی نعمت عظیمہ حاصل کرین اور اُن کو قہر سے
محفوظ فرماتا ہے۔ ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ اُن کے واسطے مغفرت افعال سابقہ فرمائی خواہ اس طرح کہ اُن گناہون سے تجاوز فرمایا
اگرچہ بندے نے خود وہ اوقات ضائع کیے ہین خواہ اس طرح کہ ان اوقات کو نیکیان کردیا اور یہ بات بندے کی ندامت پر ہے اور اللہ تعالے
عز وجل ارحم الراحمین ہے پھر اس مغفرت کے ساتھ اُنپر رحمت کاملہ عطا کی یعنی آیندہ اُن کو وساوس و قہریات سے محفوظ فرماکر طاعات پر مستقیم
کردیا۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالے کی نافرمانی و گناہ جس سے ہو جہالت ہی سے ہوگا اور جہالت بہت ایسی ہوتی ہے کہ اُس سے دانائی
سوجھ جاتی ہے جہل سے علم پیدا ہوجاتا ہے اور یہی توبہ کی کنجی ہوجاتا ہے اور توبہ کے بعد نیکی کرنا توبہ کی صحیح ہونے کے لیے ضرور ہے اور جس نے بہت جلد
اپنی توبہ کو نیکیون سے صحیح نہ کرلیا اُس کی توبہ پھر بگڑ جاتی ہے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا پس اصلاح ضرور ہے۔
پھر حق تعالے نے اپنے خاص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال فرمایا کہ عرب ونیز یہود و نصاریٰ انھین کی طرف نسبت کرتے ہین اور
وہ کس طرح تنہا تمام کافرون مین توحید وطاعت پر تھے فقال عز وجل

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والون مین حق ماننے والا اُسکے احسانون کا

اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اُس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر اور دی دنیا مین ہمنے اُسکو خوبی اور وہ آخرت مین اچھے لوگون مین ہے

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

پھر حکم بھیجا ہمنے تجھکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شریک والون مین

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً۔ یعنے ابراہیم ایک اُمت تھا۔ واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت مین تنہا پیغمبر و مومن موحد
تھے اور باقی سب کافر تھے پھر ابراہیم کو اُمت فرمایا۔ حالانکہ امت ایک گروہ ہوتا ہے اور امت لفظ مونث ہے اگرچہ معنے مین مذکر کی مثال ہے
بلکہ اصل یہ ہے تو بعض علماء نے کہا کہ یہ کرامت ابراہیم کی ہے کہ تنہا اُن کو ایک امت قرار دیا۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ مرد عالم کو عرب
اُمت کہتے ہین اور جس شخص مین سب خوبیان جمع ہون وہ اُمت ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ سلف کے اکثر مفسرین نے کہا کہ اُمت کے معنے یہان
خیر و نیکی کا سکھلانے والا یہی ابن مسعود رض سے مروی ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے سفیان الثوری سے باسناد اور اعمش سے باسناد نقل کیا۔
اور کہا کہ مالک رح نے کہا کہ ابن عمر رض نے فرمایا کہ اُمت وہ ہے جو لوگون کو اُن کا دین سکھلاوے۔ اور شعبی نے باسناد خود فروہ بن نوفل سے نقل کیا
کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ معاذ ایک اُمت تھا تو مین نے اپنے دل مین کہا کہ شاید حضرت ابن مسعود رض نے غلطی سے بجاے ابراہیم کے معاذ کہدیا
(بن جبل صحابی معروف رض)
پھر خود فرمایا کہ تو اُمت جانتا ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالے دانا ہے فرمایا کہ امت وہ شخص جو نیکی سکھلاوے اور معاذ ایسے ہی شخص تھے۔ شیخ ابن جریر رح
نے اس کو کئی وجہ سے ابن مسعود رض سے روایت کیا ہے۔ بالجملہ ابراہیم ع کی اُمت ہونے کے معنے یا تو یہ کہ خیر کے سکھلانے والے تھے یا نیک خصلتون کے
جامع تھے یا آنکہ اللہ تعالے کے شرائع کے عالم تھے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ تنہا مومن تھے اور باقی سب کافر تھے لہذا اُن کو اُمت فرمایا۔ جیسے
آنحضرت صلعم نے زید بن عمرو بن نفیل کے حق مین کہا کہ اس کو اللہ تعالے تنہا ایک امت اُٹھاوے گا کیونکہ اُس نے جاہلیت والون کو چھوڑ دیا تھا

قتادہ رح نے کہا کہ امت یعنی امام ہادی تھے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور یہ جیسے اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کے واسطے فرمایا انی جاعلک للناس اماما۔ یعنے جس کی پیروی کر کے لوگ خیر حاصل کرتے ہیں۔ شیخ ابن الجوزی نے ابن الانباری سے نقل کیا کہ آیت کریمہ میں اُمت ایسا ہے جیسے عرب بولتے ہیں کہ فلان رحمۃ وعلامۃ اور یہاں تانیث لفظی سے قصد یہ ہوتا ہے کہ اس صفت میں وہ سب مراتب کو جامع اور بدرجہ انتہا پہونچ گیا ہے کیونکہ مراتب کے مجموعہ کو تانیث لفظی سے تعبیر کرنا معروف ہے اور عرب اسماے مبہمہ کو جمع و واحد دونوں پر لاتے ہیں اور مثال اُس کی قولہ تعالےٰ فنادتہ الملائکۃ۔ ملائکہ جمع سے مراد جبرئیل فقط ہیں کیونکہ انھین نے مریم کو منادی کی تھی اور ابراہیم اسو اسطے اُمت ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں صفات فضائل و اخلاق خیر و سمات حمیدہ سے ایک مجموعہ جمع کر دیا تھا جو متفرق ایک اُمت میں پایا جاوے بالجملہ حضرت ابراہیم کے اوصاف میں سے فرمایا کہ کان امۃ ایک اُمت تھا۔ قانتا للہ۔ قانت یعنی مطیع واسطے اللہ تعالےٰ کے یعنے اُس کی حکمون پر قائم۔ حضرت ابن مسعود رض نے ہر ایک قانت کی تعریف میں کہا کہ جو اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول کی اطاعت میں قائم ہو۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اسلام پر قائم تھے اور اُن کے وقت میں اُن کی قوم کا کوئی شخص اسلام پر سواے اُن کے نہ تھا اسی واسطے اُن کو امت قانت فرمایا۔ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں کوئی بندہ جس کے واسطے ایک اُمت گواہی دے یعنے وہ مسلمان تھا مگر آنکہ اللہ تعالےٰ اُن کی گواہی اُس کے حق میں قبول فرماتا ہے اور امت ایک مرد سے لے کر زیادہ تک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان ابراہیم کان امۃ۔ رواہ ابن مردویہ حنیفا۔ یعنے حنیف تھا اور حنیف وہ ہے کہ باطل دینون و راہون سے اپنے قصد سے مڑ کر دین حق میں آوے۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم اُمت تھے اور اللہ تعالےٰ کے مطیع تھے اور سب گمراہون سے منہ موڑ کر حق تعالےٰ کی طرف رجوع لانے والے تھے چونکہ قریش کے مشرک اور یہود و نصاریٰ وغیرہ مشرک و بد اعتقادیون کے ابراہیم کو اپنے طریقہ پر سمجھتے اور اس کا صریح رد تو اللہ تعالےٰ نے سورہ آل عمران میں کر دیا ہے یہان بھی تردید کی بقولہ۔ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور وہ نہ تھا مشرکون میں سے یعنے مشرک ہونا تو درکنار وہ مشرکون میں سے کبھی نہ تھا۔ لم یکن کا نون کثرت استعمال سے خلاف قیاس گر گیا۔ غرضکہ وہ خالص موحد تھا بچپن سے آخر عمر تک۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ۔ شکر کرنے والا تھا اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتون کا جو اُس پر فرمائی تھیں۔ واضح ہو کہ سابق میں تحقیق گزری کہ حقیقت میں شکر الٰہی عز وجل ادا نہیں ہو سکتا پس مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں قائم اور شکر الحمد للہ کرتا رہتا تھا جسکو اللہ تعالےٰ نے قبول کیا اور شاکر قرار دیا۔ اِجْتَبٰىهُ۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کو چُن لیا یعنی نبوت کے واسطے خاص کیا اور یہ روز ازل میں بعلم الٰہی ہو چکا تھا اس کا ظہور دنیا میں ہوا۔ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور اُسکو راہ مستقیم یعنے اسلام و دین حق کی ہدایت دی۔ یہ ہدایت اپنی طرف سے بدون واسطہ کسی نبی کے دی تھی جیسا کہ قولہ تعالےٰ ولقد آتینا الآیہ کے اوپر بیان فرمایا ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۔ اور دی تھی ہم نے اُس کو دنیا میں خوبی۔ یعنے خوبی خصلت یا خوب حالت۔ ظاہر یہ ہے کہ بدون بدی کے خوبی عام طور پر صادق تھی۔ بقول بعض وہ اولاد صالح ہے۔ واضح ہو کہ شیخ سیوطی نے مبہمات میں اقوال نقل کیے کہ ان کی اولاد بارہ تھی یا آٹھ ولیکن حضرت اسمٰعیل و اسحاق معروف پیغمبر ہیں۔ بقول بعض حسنہ تعریف خوب ہے یعنی اُن کے بعد والے قیامت تک اُن کے حق میں ثنا و صفت کرتے ہیں جب تک کوئی مسلمان باقی ہے بقول بعضے تشہد میں درود کے اندر ہے۔ بقولے زبان صدق۔ بقولے قبولیت عام کہ تمام اُمتین اُن کو مانتی ہیں۔ عمدہ یہ ہے کہ حسنہ اُن تمام خوبیون کو مع عمر طویل و وسعت رزق وغیرہ شامل رکھا جاوے غرضکہ اُس کو دنیا میں سراسر خوبی عطا کی۔ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور وہ آخرت میں صالحین سے ہے یعنی جنت میں اعلیٰ مقامات میں ہے۔ اگر وہم ہو کہ یہ سراسر خوبیان اُن کے بعد کسی پیغمبر میں ہوئیں۔ جواب یہ ہے کہ یہان نفس خوبیان حاصل ہیں اور خوبیون میں سب سے اعلیٰ درجہ جن کے ذریعہ سے سب سے افضلیت ہو وہ فقط محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو گیا تھا بدلیل احادیث واللہ اعلم پھر مجملہ فضائل حضرت ابراہیم اپنے بندہ خاص کے فرمایا۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ یعنے پھر یہ بیان ہے کہ اے محمد

تجھ کو وحی فرمائی کہ ابراہیم حنیف کی ملت پر اتباع کر یعنی باوجودیکہ تو سید اولاد آدم و افضل الانبیاء و امام المرسلین و افضل الخلائق اجمعین ہے ہم نے
ابراہیم کا مرتبہ بڑھانے کو تجھے اُس کی ملت پر چلنے کا حکم دیا پس تیری ملت وہی ملت ابراہیم ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور ابراہیم تو
مشرکون مین سے نہ تھا۔ اس مین صریح مشرکون کو خوار کر دیا جو اپنی کجروی کو جو شرک و کفر کی نجاسات سے آلودہ تھی ملت ابراہیم بتلاتے تھے ملت
و دین درحقیقت ایک ہی چیز ہے لیکن شرع الٰہی بہ نسبت رسول کے جو اُس کو پہونچاتا ہے ملت ہے اور بہ نسبت اُمتیون کے جو اُس پر عمل کرتے ہین
دین ہے۔ پھر ملت سے کیا مراد ہے جسکی پیروی کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے بقول بعضے وہ توحید و اُس کی طرف دعوت ہے۔ شیخ
ابن جریر رح نے کہا کہ بتون سے بیزاری اور حق تعالےٰ کی طرف بالکل جھکنا بطریق اسلام۔ واضح ہو کہ بت وہ ہر چیز ہے جو لہو و لعب سے اللہ تعالےٰ
سے غافل کر دے۔ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ مراد اصول و عقائد و اکثر فروع مین سوائے ایسے اعمال فروع کے جو بمقتضائے زمانہ تبدیل کیے
گئے ہین۔ بقول بعضے تمام شریعت مین سوائے اس قدر کے جو منسوخ ہو۔ اگر وہم ہو کہ ابراہیم کی اتباع ملت کا حکم ہوا تو وہی افضل ہوئے۔ جواب
اس کا قرطبی رح نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ افضل کو اپنے سے مفضول کی پیروی کرنا روا ہے ایسی بات مین جو صواب کی طرف مؤدی ہو
اور افضل پر کوئی نقص نہین آتا کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بالاتفاق جماعہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین باوجودیکہ قولہ تعالےٰ فبھداھم اقتدہ۔ سے
آپ کو اقتدائے انبیاء کا حکم ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ اصلی فضل و کرامت اللہ تعالےٰ کی قبولیت ہے اور یہ قبولیت الٰہی اُسکے
علم و حکمت قدیم کے مطابق ہے وہان کسی شخص کے فعل و طاعت کو یا کسی علت و سبب کو دخل نہین ہے چنانچہ جسکو سب سے افضل کیا وہ اُسی
وقت سے افضل ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور علیٰ ہذا درجہ بدرجہ مراتب انبیاء علیہم السلام متفاوت ہین تو ظاہر ہو گیا کہ جو افضل ہے
چاہے وہ کسی ملت پر ہو افضل ہے اور افضلیت کو اُس سے کوئی تعلق نہین ہے ہان اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے خاص بندہ کیواسطے محبوب طریقہ اختیار
فرماتا ہے معلوم ہوا کہ وہ ملت ابراہیمی ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان ابراہیم کان امۃ قانتا الآیہ۔ ابراہیم باعتبار حقائق کے آدم
ثانی ہین یعنے اللہ تعالےٰ نے اُن کو پیدا کیا بدید از جمیع صفات و استیلاء انوار ذات جلت عظمتہ پس تجلی فرمائی قدم کے ساتھ از راہ ذات کے
اور بقاء کے ساتھ از راہ صفات کے اور اسماء و نعوت سے برسم افعال پس سب تجلی اس کی روح و قلب و عقل و سر کے واسطے واقع ہوئی پس موجود
بوجود حق ہوئے اور اللہ تعالےٰ کے نور کے لیے مشکوٰۃ ہوئے اور تجلی الٰہی سے ایک نور ہوئے اور متخلق بخلق حق و موجود بلطف و مقدس بالقدس و خلیل
بخلت ازلی و حبیب بمحبت لم یزلی اور مصطفےٰ باصطفائے الٰہی ہوئے اور وصف بصیر و سمیع و متکلم سب بصفات حق عز وجل انھین پائے گئے پس وہ
عالم مین عین الحق تھے اور بطن آدم سے ان کا نفیست تھا پس جو اوصاف سب مین جمع ہوئے وہ ان مین تنہا تھے اسی سے وہ ایک اُمت تھے
اور مطیع بعبودیت اور آزاد بحنیفیت کہ سوائے جمال حق عز وجل کے کسی طرف مائل نہ تھے لہذا فرمایا۔ ولم یک من المشرکین۔ یہ بات کچھ اللہ تعالیٰ
کی قدرت سے دور نہین کہ عالم کو ایک مین جمع کر دے پھر مزید وصف فرمایا بقولہ شاکرا لانعمہ اجتباہ وہداہ الی صراط مستقیم۔ شکر نعمت اسطرح
کہ جو مراد حق عز وجل تھی اُس کے واسطے اپنے نفس کو فدا کر دیا اور منجملہ طاعت کے تھا کہ اُس کی مراد کے موافق اپنے فرزند کو ذبح کیا اور اُس کی
بلا پر صابر اور اُس کے حکم قضاء پر راضی غرضکہ شاکر بندہ کر دیا۔ اجتباء ازلی تھی کہ خلیل کیا اور اپنی معرفت کی راہ دی اور بکمال استقامت کے
ساتھ پورا کیا۔ قانت۔ وہ ہوتا ہے کہ مقام انس مین اُس کا قلب اپنے رب عز وجل کے ساتھ مطمئن رہا حنیف وہ ہے جس کا دل قدس کی
صفت کے ساتھ مربوط ہو۔ بعض بزرگون نے کہا کہ امت کے یہ معنے کہ خیر کا معلم اور نیکی پر عامل ہے اور بعض نے کہا کہ قانت وہ ہے جو یاد سے کبھی
غافل نہ ہو اور حنیف وہ ہے جو اپنے کسی عمل کو کسی شرک خفی وغیرہ سے مخلوط نہ کرے۔ بعض نے کہا کہ یہان شرک سے پاک کرنے مین یہ بھی شامل
ہے کہ ملتا یا نہ ملتا اور نفع و ضرر وغیرہ ایک ہی طرف سے دیکھتے تھے۔ واسطی رح نے کہا کہ شکر نعمت یہ ہے کہ قبول قضاء و قدر کو خوشی سے
کیا نہ کراہت سے۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ شاکر نعمت کی شان سے ہے کہ وہ اپنے شکر کو ایک جدید نعمت اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیکھتا

اس طرح کہ اسی نے اُس کو شکر کی توفیق دی تاکہ جان جاتا ہے کہ ہر شکر کی نعمت سے ادائے شکر محال ہے اور فضل آلہی نہایت وسیع ہے اُس نے محض فضل سے اُس کو اپنی بیشمار مخلوق میں سے شکر کی توفیق دی اور اُسپر ہدایت کا احسان کیا یہ جاتا رہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکے واسطے محض فضل سے سابق ہو چکی تھی وہاں اُس کی کوشش کو کچھ دخل نہ تھا۔ بعض نے کہا کہ قنوت جس کے واسطے عطا ہو وہ قانت ہے اور قنوت یہ کہ ہمیشہ حق کے ساتھ قائم رہے اور حنیف وہ ہے جو دین میں استقامت کے درجہ پر ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید فضل ظاہر فرمایا بقولہ وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ الآیہ۔ دنیا میں نبوت و رسالت و خلت کا درجہ عظیم دیا اور آخرت میں کمال نعمت ہے کہ ہمیشہ بلا حجاب اُس کو دیدار نصیب ہوگا کیونکہ ایسے اوصاف کے واسطے یہ انعام لائق ہے کہ قرب وجوار میں منزلت عالی پاوے۔ اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا میں خوبی جمع کرنے سے یہ نتیجہ ہوا کہ آخرت میں مرتبہ قرب عطا ہوگا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے مومن بندوں کے دلوں کو معاملات کے واسطے اصلاح پر پیدا فرمایا ہے اپنے انبیاء کو قرب و دیدار دوام کے لیے مخلوق فرمایا ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ فقط خلت ہے وہ اپنے بندوں کا آپ متولی ہو یہاں سے اسی کی طرف جذب ہیں۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ دنیاوی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بالکل اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو گیا اور غیر کے لیے جگہ نہ رہی پھر آخرت کی خوبی بیان کرنے کی مجال کسی کو کہاں سے حاصل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجملہ انبیاء علیہم السلام کا امام کر دیا تو تمام اُمت کے واسطے بدرجہ اعلیٰ امام ہیں لقولہ تعالیٰ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم الآیہ ملت کا نکلنا صرف ظاہری حرکات واعمال سے نہیں جب تک کہ باطنی نیات وخصال جمع نہ ہوں پھر ظاہری تو معلوم ہیں اور ان میں فقط عمل کی صورت میں بندگی پر قیام ہے اور حقیقۃً اللہ تعالیٰ نے چاہا منسوخ و مبدل فرمایا ہے ولیکن باطنی حصہ ہمیشہ برقرار ہے اور وہ خلت و محبت و رضاء و تسلیم و سخاوت و وفاء اور کرم ذاتی ہے۔ واضح ہو کہ ابتدائے وحی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تھی جس سے اپنے خلیلؑ کو برگزیدہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ درجات آخرت میں فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ آپ کی ابتداء تو متابعت خلیلؑ ہے گویا آپ کی ابتداء درجہ خلت ہے پھر آپ کی انتہاء کمال تجرید توحید ہے۔ یہاں سے واجب ہے کہ مرید اپنے شیوخ کا ادب رکھے اور اُن کے واسطے تواضع ملحوظ رہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اُس کو بڑا مرتبہ دیدے چنانچہ شیخ دینوری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع خلیل کا حکم دیا کہ پھر کسی کو شیطان وسوسہ نہ دلاوے کہ اتباع سے سرکشی کرے اور ملت ابراہیم سخاوت و نیک خلق ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مزید لطف یہاں تک ہوا کہ حق تعالیٰ کے واسطے دونوں جہان ترک کیے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانک لعلی خلق عظیم اور یہ فضل و رحمت آلہی ہے جو اُس نے اپنے علم قدیم میں مقرر فرمائی واللہ تعالیٰ واسع علیم۔ اُسی فضل میں سے ہر ایک اُمت کو حصہ ہے چنانچہ یہود کا حال فرمایا

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہفتے کا دن جو ٹھہرایا سو اُنہیں پر جو اس میں ۔ پھوٹ گئے ۔ اور تیرا رب ۔ حکم کریگا ۔ ان میں ۔ قیامت کے دن

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

جس بات میں پھوٹ رہے تھے

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ یہی ہے کہ کر دیا گیا سنیچر ان لوگوں پر جنھوں نے اختلاف کیا اس میں۔ اس کے معنے یا تو یہ ہیں کہ سبت یعنی سنیچر کا وبال اُن لوگوں پر ڈالا گیا اور وے فقط یہود ہیں پس کسی اور قوم پر نہیں ہے۔ یا یہ معنے ہیں کہ سنیچر کا فرض ہونا صرف یہود پر ہوا۔ چونکہ دونوں معنے واقع ہوئے ہیں اور کلام میں دونوں معنے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے دونوں لکھ دیے گئے۔ پھر واضح ہو کہ یہود نے اس میں اختلاف کیونکر کیا۔ تو بیان اُس کا خود یہود کی روایات سے لیا گیا مگر اُنھوں نے مختلف وجوہ بیان کیے چنانچہ علماء نے لکھا کہ ایک تو یہ بیان ہے کہ موسیٰؑ نے یہود کے واسطے ہفتہ کے دنوں میں سے جمعہ کا روز معین کر دیا اور یہود کو آگاہ کیا کہ باقی ایام سے افضل ہے مگر

یہود نے جھگڑا کیا کہ اللہ تعالے نے جمعہ کو بھی مخلوق پیدا کی اور آدم کا داخل ہونا و نکلنا ہوا اور سنیچر کو کچھ نہیں پیدا کیا تو یہ دن اس کی عبادت کے
لیے اچھا ہے پس اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر موسیٰ کو وحی کی کہ اچھا تو اُن کو اُسی روز پر چھوڑ دے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور شریعت توریت میں
مستحکم کر دیا کذا ذکرہ الحافظ الامام رح۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر جاہل یہودی بلکہ اُن کے عالم بھی یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ سنیچر کو اللہ تعالے نے
تھاک کر عرش پر آرام کیا اور اُس کی صورت بھی بتلاتے ہیں مگر ایسے کلمات کا لکھنا بھی بے ادبی ہے اللہ تعالے جل جلالہ ایسے احمقوں کے افترا سے
پاک ہے جو مخلوق کے مانند اُس کی پاک شان کے لیے بہتان بکتے ہیں اور انتہا سے حماقت یہ ہے کہ ہر چیز میں جو اس کے سوا ہے کچھ قائل نہیں ہیں
دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالے نے یہود کو ہفتہ میں سے ایک دن فقط تعظیم عبادت کے واسطے مقرر کرنے کا حکم دیا جسمیں اور کچھ کام نہ کریں
پس توریت کی شریعت والوں نے جو یہود و نصاریٰ دونوں ہیں باہم اختلاف کیا پس یہود نے تو سنیچر پسند کیا تھا وہ اللہ تعالے نے انپر لازم کیا
پھر جب نصاریٰ ہوئے تو انھوں نے اتوار مقرر کیا اور سابق کے پسند کو منسوخ کیا حالانکہ نصرانی اسکے قائل ہیں کہ سابق میں انبیا مثل موسیٰ و ہارون
و داؤد وغیرہم سب انبیاے بنی اسرائیل علیہم السلام بھی سنیچر ہی کی تقریر پر ہے اور وہی شریعت توریت ہوگیا تھا چونکہ اللہ تعالے نے انھیں کی
راے پر چھوڑا تھا لہذا ہر ایک پر اُس کا پسند کیا ہوا دن لازم کیا پھر امت محمدی صلعم کے لیے اپنی رحمت سے جمعہ کا دن مقرر کر دیا اُن کی راے پر
نہیں چھوڑا پس اصلی افضل دن اُن کو بتلا کر نعمت پوری کر دی صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رض کی روایت سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ نحن الآخرون ہم لوگ پچھلے السابقون یوم القیامۃ۔ قیامت کے روز اگلے ہیں۔ بید انھم اوتوا الکتاب من قبلنا و اوتیناہ من بعدہم۔ اتنا ہے
کہ وے لوگ دیے گئے کتاب آسمانی ہم سے پہلے اور ہم کو کتاب دی گئی اُن کے بعد۔ ثم ہذا یومھم الذی فرض علیہم یعنی الجمعۃ۔ پھر یہ اُن کا دن ہے
جو اُن پر فرض کیا گیا تھا یعنی جمعہ کی نسبت فرمایا کہ جو روز انپر خالص عبادت کے لیے فرض ہوا تھا وہ یہ دن ہے۔ فاختلفوا فیہ۔ سو انھوں نے اس
دن میں اختلاف کیا یعنی اپنی کوشش و راے کے اوپر اجتہاد کر کے یہ دن نہ پایا۔ فہدانا اللہ لہ پس اللہ تعالے نے ہم کو اس دن کی ہدایت فرمائی
فالناس لنا فیہ تبع الیہود غدا والنصارے بعد غد۔ پس لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں یعنی جمعہ ہمارا ہے یہود کل کے روز یعنے سنیچر میں اور نصارے
پرسوں یعنی اتوار میں۔ حضرت حذیفہ رض سے امام مسلم نے اسکے مانند روایت کیا ہے۔ پھر واضح ہو کہ سبت میں اختلاف کی کیا صورت ہوئی تو مجاہد رح
سے روایت ہے کہ مراد تھی کہ جمعہ مقرر کریں انھوں نے بجاے اس کے سنیچر کو اختیار کیا یعنی ان کے اختیار پر سنیچر ہی لازم کر دیا گیا۔ ابو مالک و سعید
بن جبیر نے کہا کہ سنیچر اختیار کر کے اس کو بعض نے رکھا اور بعض نے حرمت توڑ دی موسیٰ نے ایک شخص کو دیکھا کہ سنیچر کو لکڑی کا گٹھا لادے جاتا تھا
اُس کی گردن ماردی۔ اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ یہودی گمان کرتے تھے کہ سبت بھی ابراہیم کی شریعت میں سے ہے پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا
انما جعل السبت علی الذین الآیہ۔ یعنی سبت کی شریعت ان لوگوں پر کی گئی تھی جنھوں نے اس میں اختلاف کیا اور ابراہیم پر یا دوسروں پر اگلی
شریعت نہیں فرمائی ہے بلکہ ابراہیم سے ایک زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل پر سبت مشروع فرمایا ہے واحدی رح نے کہا کہ یہ اکثر مفسرین پر مشتبہ
ہو یہاں تک کہ بعض مفسرین نے کہا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے یہودی تو سبت کو دیگر ایام سے محترم جانتے اور بعضے اختلاف کر کے
اتوار کو محترم رکھتے تھے حالانکہ یہ غلط ہے یہودی اپنے وقت میں سب متفق تھے اس طرح اختلاف نہیں کرنے سے یہ دوسری بات ہے کہ بعض نے
گناہ کے طور پر اُس دن عبادت نہ کی ہو۔ اور اتوار کو اُس کے بجاے نصاریٰ نے ایک زمانہ دراز کے بعد نکالا ہے۔ بالجملہ شریعت توریت کے
احکام میں سے اجتہادی روز سنیچر کا متعین ہوگیا تھا جیسا کہ آثار و اخبار صحیحہ سے ظاہر ہے پھر نصاریٰ نے اُس کو منسوخ کر کے اتوار کیا جیسے ختنہ
شریعت توریت میں واجب تھا اس کو متروک کر دیا اور جیسے سور حرام رہا کبھی حلال نہیں ہوا اسکو حلال کر لیا حتیٰ کہ ذبح کرنے کی جگہ گردن
مروڑنا پھیل گیا۔ و ان ربک لیحکم بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ اور بے شبہ تیرا رب ضرور حکم فرما دے گا ان لوگوں
بیچ پھوٹ ڈالنے والوں میں قیامت کے روز اُن باتوں میں جسمیں وے اختلاف کرتے رہے۔ یعنی ہر ایک کو اُسکے عمل کی سزا و جزا دے گا کیونکہ

اللہ تعالی نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام لوگون کو راہ حق کیجانب نیک طریقہ سے ہدایت کرین

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

بلا | اپنے رب کی راہ پر | پکی باتین سمجھا کر | اور نصیحت کر کر | بھلی طرح | اور الزام دے انکو | جسطرح | بہتر ہو | تیرا رب

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

بہتر جانتا ہے | جو بھولا اس کی راہ سے | اور وہی بہتر جانے | جو راہ پر ہین

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ یعنی دعوت کر اور بلا طرف اپنے رب کی راہ کے یعنی اسلام کی جانب اور جنکو دعوت فرماوین وہ معلوم ہین یعنے عموماً تمام آدمیون کو کیونکہ آنحضرت صلعم کو برخلاف باقی سب انبیاء علیہم السلام کے اللہ تعالے نے تمام مشرق ومغرب یہود ونصاریٰ ومجوس وہنود وبودہ سب کو اسلام کی دعوت کے لیے مبعوث فرمایا پھر یہ دعوت آپ نے فرمائی یہانتک کہ گمراہ کو مستقیم کر دیا پھر آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین واتباع تا قیامت اس مین آپ کے جانشین ہوئے اور خصوص صحابہ رض نے اشاعت دین حق کے واسطے جو کام کیے اللہ تعالے اُن سے راضی ہوا وہ ایسے ہین کہ بحمد اللہ وبحمدہ تمام زمین نور الٰہی سے منور ہو گئی اور تمام قومون پر شفقت ورحمت کی نگاہ رکھتے تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی اور جیسے اللہ تعالے نے ارشاد کیا کہ دعوت فرما اے محمد اپنے رب کی راہ یعنی اسلام کی طرف تمام لوگون کو بِالْحِكْمَةِ حکمت کے ساتھ یعنے ایسے کلام کے ساتھ جو محکم اور صحیح واضح ہو جیسے قرآن پاک ہے اور حضرت صلعم کی حدیث مین ہے کہ مجھے عطا ہوا قرآن اور اسکے ساتھ اُس کی مثل یعنی حدیث شریف۔ اور یہی حدیث مین ہے کہ مین جوامع کلام دیا گیا ہون یعنے ایک بات ایسی جامع کہ اُس سے دین ودنیا کے بکثرت فوائد صحیحہ نکلتے ہین بعض نے کہا کہ مراد حکمت سے قرآن ہے وبقول بعضے نبوت یعنے حدیث بعض نے کہا کہ ایسے قطعی دلائل سے جو یقین پیدا کرتے ہین اور شک دور کرتے ہین۔ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور نیک نصیحت کے ساتھ۔ یعنے ایسے کلام کے ساتھ جو سننے والے کو اچھا معلوم ہو اور اس مین اُس کے حق مین تمام خوبی ونفع ہو۔ لہذا واعظ کو چاہیے کہ سننے والون کے نفع پانے اور انکی خیر خواہی مطابق انکے حال کے ودنیا ودین مین قطعی لحاظ رکھے اور نیت خالص اُن کی نصیحت ہو۔ اور یہ جو واعظ اپنا لقلقہ دکھلانے کو قصہ وحکایات جنکا موقع ان لوگون کے حال کے مناسب نہین ہے مثلاً انکو ضرورت صحیح اعتقادات واعمال کی ہے اور وے زہد وتقوی کی حکایات لاتے ہین تاکہ سننے والے قصہ سے خوش ہون چاہے اُن کو فائدہ ہو یا نہ ہو تو یہ خیانت وملامت ہے کہ دنیاوی غرض سے وعظ کہتے ہین واضح ہو کہ حق بات ہر طرح کہی جاسکتی ہے لیکن ایسے طور پر کہنا چاہیے کہ اپنے نزدیک اس طریقہ سے ان مین زیادہ موثر ہوگی مگر حق سے تجاوز کرنا کسی حال مین روا نہین ہے چاہے سننے والا پسند کرے یا نہین۔ صرف اللہ تعالے کی رضامندی وبندگی پر نظر رکھنا چاہیے پھر واضح ہو کہ کبھی سننے والا ایک جھگڑالو عنادی آدمی ہوتا ہے جس سے اُس کے اقوال توڑ کر سمجھانے کی حاجت ہوتی ہے جیسے یہودی لوگ تھے تو حکم فرمایا۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ اور حجت قائم کر انپر ایسے طریقہ سے جو احسن ہے یعنی مہربانی ونرمی کے ساتھ بدون سختی کے یا بدون ایسے کلام کے جس سے وہ خواہ مخواہ دشمنی پر آمادہ ہون۔ مثال اس کی جیسے یہود مدینہ کے اور نجران کے نصاریٰ آپس مین جھگڑنے لگے کہ ابراہیم یہودی تھے اور دوسرے کہتے کہ نصرانی تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لم تحاجون فی ابراہیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ۔ تا قولہ ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا پس نہایت نرمی وملامت سے اُن جاہلون کو روکا اور سچی بات سمجھائی۔ لہذا مفسرین نے کہا کہ دین کے بارہ مین مناظرہ جائز ہے اور اللہ تعالے نے اسی شخص کو یہ حکم دیا جو حق پر ہو اور غرض اُس کی اظہار حق ہو اور جانے کہ مقابل مین ایک شخص باطل پر ہے اور اسی وجہ سے باہم دلی دوست علماء سلف کے دینی بات مین آپس مین مناظرہ کرتے اور ذرا بھی انمین کبیدگی نہین ہوتی تھی کیونکہ حق کی تلاش مین دونون خوشی خوشی ایک دوسرے کی بات سنتے اور شاگرد رہتے تھے بخلاف انکے پچھلے زمانہ مین عالم لوگ وزیرون وبادشاہون کے دربار سے پرچا کر حنفی وشافعی کا مناظرہ اس غرض سے کرتے کہ دوسرے کو [illegible]

اور یہ مذموم طریقہ پہلا جس سے باہم رنجش پھیلی جیسا کہ صاحب عین العلم نے اور امام غزالی نے اس کی تصریح کی ہے بعضے مفسرین نے کہا کہ آدمیون کی جبلت تین قسم کی واقع ہوئی ہے اول علمار جنکے لیے دعوت بسبیل حکمت ہے۔ دوم ایسے لوگ جنکی طبیعت مین اللہ تعالیٰ نے سلامتی اور نیکی رکھی ہے اور یہی لوگ ہین جنکے واسطے موعظت حسنہ کا طریقہ ہے اور سوم جھگڑالو بد باطن و کجنہاد جنکے واسطے مجادلہ کی ضرورت ہے اور مترجم کہتا ہو کہ ہمارے زمانہ مین یہی لوگ بہت کثرت سے ہین۔ بلکہ ہمارے وقت مین حدیث کے قرب قیامت کے آثار مین سے یہ معجزہ صاف ظاہر ہے کہ اسوقت مین ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہے ہر چند اُس کو ظاہر کرو کہ تیری رائے صاف کجی پر ہے مگر اُسکو اپنی رائے چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور واضح ہو کہ منجملہ مجادلہ حسنہ کے یہ امر بھی ضروری ہے کہ جب خالص نصیحت چاہتا ہے تو خصم کی اذیت دینے پر صبر کرے۔ چنانچہ حضرت مجاہد رح سے اس آیت مین مروی ہے کہ تجھے اگر کافرون سے ایذا پہونچے تو مُنھ موڑے رہ اور خیال مت کر اور رسالت پہونچانے مین کمی نہ کرنا بعض علمار نے کہا کہ اس صورت مین یہ آیت منسوخ ہو گئی جبکہ قتال و جہاد کا حکم آگیا اور صحیح یہ ہے کہ ان بعض کا قول فقط وہم ہے کیونکہ مجادلہ حسنہ مین ایذا پر صبر کرنا کچھ اس امر کو مانع نہین ہے کہ جہاد کیا جاوے کیونکہ جہاد تو عدل قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے کلمۂ توحید بلند کرنے کے لیے ہے تو یہ انھین لوگون پر ہے جو مطیع نہ ہون یا کسی طرح نہ مانین سوا اس کے کہ فساد کرتے رہین۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ۔ تیرا رب وہی خوب جانتا ہے۔ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ایسے کو جو اس کی راہ سے بھٹکا۔ یعنی اس دعوت و موعظت و مجادلہ حسنہ سے کسی کو یہ دعویٰ نہ ہو کہ دوسرا خواہ مخواہ راہ راست پر آجاوے اسلیے کہ ہدایت دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے اور اُسی کی حکمت بالغہ مین ہے جسکو اُس نے ہدایت نہین دی وہ کبھی راہ پر نہ آوے گا مگر اُس کو وہی خوب جانتا ہے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اور وہی ایسے کو بھی جانتا ہے جو راہ پر آنے والا ہے واضح ہو کہ موعظت کے ساتھ حسنہ فرمایا اور چونکہ جدال مین ظاہری صورت ایسی ہے کہ مقابل یہ سمجھے کہ مجھے قائل کر دیا جائیگا اور مجھ پر شرم طاری ہوگی تو اسکے ساتھ قید لگا دی کہ طریقہ احسن ہو یعنی نہایت خوب ہو پس خالص نیت سے مناظرہ کرنے والے پر لازم ہے کہ ایسے مواقع بچاوے جس سے شیطان وسوسہ ڈالکر خصم کو خواہ مخواہ ہٹ کرنے پر آمادہ کر دے۔ پھر مناظرہ کرنے والا کبھی یہ خیال بھی نہ لاوے کہ میرے خوش سلیقہ سے کچھ اثر نہ ہوگا بلکہ یہ خدمت اس خوبصورتی سے اُسنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ادا کی اور رہا نفع دینا ہدایت کا سو وہ فقط اللہ تعالیٰ جلشانہ کے قبضۂ قدرت مین ہے وہی گمراہ کو اور ہدایت پانے والے کو خوب جانتا ہے۔ اور گمراہ کو یہان پہلے بیان کرنا اس وجہ سے کہ کلام انھین کے نفع پہونچانے مین ہوا اور اشارہ ہے کہ جھگڑالو ہو ون نے اللہ تعالیٰ کی فطرت سلیمہ کو بدل ڈالا اور اُسپر جمے ہوئے ہین اور یہ کبھی تو اللہ تعالیٰ نے جہل دور کر کے خوبی اسلام ظاہر ہونے کو ان مین رکھا اور کبھی اس وجہ سے کہ اسکے علم مین گمراہ قابل الخیر نہین ہے پس وہ کسی خوب طریقہ سے خوبی نہین پاوے گا۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے شیخ امام ابن جریر رح سے نقل کیا کہ حکمت سے مراد کتاب یعنی قرآن اور حدیث ہے اور موعظت حسنہ جو قرآن مین ایسے خوفناک وقائع اگلے کافرون کے مذکور ہین جن سے سلیم الفطرۃ لوگ سمجھکر کجی سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہین اور احسن طریقہ جدال نرمی و شفقت اور میٹھی بول چال ہے جیسے موسیٰ و ہارون کو حکم دیا تھا کہ فقولا لہ قولا لینا۔ یعنی تم دونون فرعون سے نرم بول مین کہنا۔ اقول شاید دعوت کرنے والے کے واسطے اس مین خلوص امتحان ہے کہ خصم جسکے لیے بہتری چاہو جب اُس نے سخت جواب دیا تو اپنا نفس بھی آمادہ جواب ہو جاتا ہے اور اخلاص جاتا رہتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور آخر مین آنحضرت صلعم کو تسلی دی کہ جو نہ مانے اسکے واسطے آپ غمگین ہوتے تھے تو آپ کی نظر اپنی عظمت و جلال کی طرف پھیری کہ کسی مین کچھ قدرت پیدا کرنے کی نہین ہے۔ تیرا کام اُن کو پیغام سنانا ہے۔ باقی اُنکا انجام ہمارے قبضہ مین ہے۔ ف و فی العرائس من الاشارات فی قولہ تعالیٰ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ الآیہ۔ لازم ہے کہ داعی الی الحق جمہور سے بزبان شریعت کلام کرے اور زبان حقیقت سے گفتگو نہ کرے کیونکہ اگر زبان حقیقت کی گفتگو ہوتی تو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم احق تھے پس اگر زبان حقیقت سے کلام کرین تو وہان عقلین پارہ پارہ ہو جائین گی اور خلق بدون فہم و علم کے مبہوت رہ جائے گی اور موعظت حسنہ وہ ہے کہ نفس کے لیے اس مین کچھ حصہ و مزہ نہ ہو اور اسی قدر کہے جسقدر سننے والے کی عقل و طاقت ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہر ایک سے

ُن کی مقدار کے موافق کلام کرنا چاہیے اور موعظت حسنہ اسی قدر ہے جس مین امید ورغبت دلا وے اور خوف وڈرسنا وے۔ بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حکمت کو مقدم فرمایا اس مین کیا بھید ہے تو فرمایا کہ حکمت حاصل ہو تو زبان سے ٹھیک بات کہے اور دل سے ٹھیک فکر کرے اور اعضا سے ٹھیک جنبش کرے پس کلام وفکر وحرکت سب حکمت پر ہے۔ شیخ امام جعفر رح نے کہا کہ دعوت بحکمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کے ساتھ اسی سے اسی کی طرف دعوت ہوا ور موعظت حسنہ یہ ہے کہ مخلوق کو تحت قدرت دیکھے جو تیرا کہنا مان لے اس کا شکر گزار ہوا ور جو نہ مانے اسکو معذور مان لے۔ قولہ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ جدال خوب تر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کے ساتھ اس کی طرف لوگون کو دلالت کرے پس اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے اور اُس کی صفات مین سے معرفت اسطرح دلا وے کہ جو مخلوق نے پایا ہو مثلاً اس کے کرم ولطف ورحمت وشفقت وغیرہ سے قدر صالح بیان کرے۔ بعض نے کہا کہ سوائے انبیاء ع کے جو کوئی جدال اختیار کرے اس مین حظ نفس مین سے کچھ ہوتا ہے اور یہ نہ چاہیے کہ اگر اس نے مانا تو اُسپر غصہ ہو جاوے۔ قولہ ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ یعنی اس مین تیری بات کچھ اثر نہ کرے گی۔ قولہ وہو اعلم بالمہتدین یعنی وہ لوگ جنکو توفیق ازلی حاصل ہے کہ ہدایت پاجاوینگے پس تیرے فرمان سے اُن کے سینہ کھل جاتے ہین۔ شیخ سہل رح نے فرمایا کہ جس سبیل کی طرف اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کو دعوت کرنے کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہے کہ یہی راہ سیدھی دنیا سے آخرت کو گئی ہے۔ پھر ہر ایک طریقہ حتےٰ کہ عقوبت وغیرہ مین بھی انصاف وصبر کا حکم دیا

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اُسقدر جتنی تم کو تکلیف پہونچی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہو صبر والون کو اور تو صبر کر

وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ

اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور انپر غم نہ کھا اور مت خفا رہ انکے فریب سے اللہ ساتھ ہے اُنکے جو

اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

پرہیزگار ہین اور جو نیکی کرتے ہین

اللہ تعالےٰ نے عدل کا ہر حال مین حکم دیا چنانچہ اگر کسی نے ظلم کیا اور اُسپر قابو پایا تو بہتر یہ ہے کہ معاف کرے اور اگر بدلا لینا ہی چاہیے تو فرمایا۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ۔ اور اگر تم معاقبہ کرو یعنے اسپر جو عقاب وظلم ہوا اس کا بدلا لینا چاہو۔ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ۔ تو عقاب کرو برابر اسکے جسکے ساتھ تم کو عقاب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے ظلم کو بھی عقاب فرمایا حالانکہ عقاب وسزا تو دوسرا فعل ہے اور یہ بطریق مشاکلت کے ہے جیسے بولتے ہین کہ تم پر کوئی ظلم کرے تو تم بھی اسپر اسی قدر ظلم کرو حالانکہ دوسرے کیطرف سے بدلا انصاف کا ہے ظلم نہین ہے ظلم تو اول کی طرف سے ہوا تھا [مشکل کی مشابہت سے ۱۲] بصورت مین دونون یکسان ہین۔ عبد الرزاق نے اپنی اسناد سے ابن سیرین رح سے روایت کی کہ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم سے کسی نے کچھ لیا تو اُس کے مثل اس سے لے لو۔ یہی قول مجاہد وابراہیم وحسن بصری وغیرہم کا ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جنکو کسی ظالم سے کچھ مصیبت پہونچی تو جب اس کو قابو ہو تو ظالم سے ویسا ہی بدلا لیوے جیسا ظلم ہوا اور اس سے زیادہ تجاوز نہ کرے۔ بغوی رح نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور ابن زید رح نے کہا کہ مسلمانون کو اول مین حکم دیا گیا تھا کہ مشرکون کے ناگوار قول وفعل سے چشم پوشی کرین برداشت ساتھ پھر کچھ لوگ ایسے مسلمان ہوئے جنمین قوت ومنعت تھی تو اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اللہ تعالےٰ اجازت فرما وے تو ہم ان کتون سے بدلا لیوین پس یہ آیت اُتری پھر جہاد سے اُس کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اقول یہ روایت زیادہ قوی نہین ہے اور جہاد سے اس حکم کے منسوخ ہونے کی بھی کوئی وجہ نہین ہے اس لیے کہ اس کا حکم ابتک باقی ہے اور جہاد سے کچھ منافی نہین ہے تو ظاہر انسخ کے اصطلاحی معنے مراد نہین ہین۔ اور اگر نزول کے وقت کوئی سبب خاص ہو تو بھی حکم آیت کا وہی ہے جو شیخ ابن جسم رح نے اختیار کیا ہے اور عفو ہر حال مین محمود ہے چنانچہ فرمایا۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

اور اگر تم برابر بدلا لینے سے بھی صبر کرو۔ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ۔ تو بیشک یہ صبر کرنے والون کے واسطے بہت بہتر ہے۔ اور خیر لہم نہین فرمایا بلکہ خیر للصابرین کہا تو یہ ثنا و صفت کے لیے ہے کہ مدح کے مقام پر ضمیر کی جگہ ظاہر لفظ فرمایا جس سے ظاہر ہوا کہ یہ لوگ درجۂ صابرین مین داخل ہونگے پھر جمہور علما کے نزدیک یہ آیت کچھ منسوخ نہین بلکہ محکم ہے کیونکہ حکم اس کا یا تو برابر بدلا لو اور اگر صبر کرو تو بہت خوب ہے اور صابرون کے واسطے اجر جمیل کی بشارت ہے اور حقوق و قصاص وغیرہ مین مساوات و عدل کو خلاف خواہش نفس کے مرعی رکھنا چاہیے اور حد سے تجاوز نہ ہونے پاوے کہ کچھ بڑھا لیا جاوے اور یہ باتین کبھی منسوخ ہونے کے لائق نہین ہین کیونکہ نسخ تو امر و نہی پر وارد ہوتا ہے۔ ولیکن ابن زید و ابن عباس و ضحاک سے نسخ کے الفاظ مروی ہین ظاہراً مراد اصطلاحی معنے نسخ کے نہین ہین اور نیز سبب نزول سے بھی مخالف ہے۔ ابی بن کعب رضہ سے روایت ہے کہ جب جنگ احد کا دن ہوا تو انصار رضہ مین سے چونسٹھ شہید ہوئے اور مہاجرین مین سے چھ آدمی جن مین حضرت حمزہ بن عبد المطلب بھی تھے اور مشرکون نے انکو مثلہ کر ڈالا یعنے جہالت سے کان ناک وغیرہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اور حضرت حمزہ کو بہت زیادہ مثلہ کیا پس انصار نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو قریش پر فتح دی تو ہم بھی انپر ان کی کثرت دکھلا دینگے پھر جب فتح مکہ کا روز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیہ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لیوینگے۔ لوگو۔ اس قوم سے باز رہو سواے چار آدمیون کے یعنی چار شخص بتلا دیے کہ ان کو قتل کر دو۔ رواہ الترمذی وقال حسن والنسائی وابن حبان والطبرانی والبیہقی ورواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد۔ اور ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ جب حمزہ رضہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلعم انکی شہادت پر آئے اور ایسا حال دیکھا جو آپ کا دل دکھانے والا تھا اس سے زیادہ کوئی منظر نہ تھا حضرت حمزہ رضہ کو مثلہ کر دیا گیا تھا پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرماوے۔ تو میرے علم مین تو قرابت جوڑنے والا و بہت نیکی کار تھا اور اگر تیرے پچھلون کو غمناک نہ کرتا تو مین تجھے یون ہی چھوڑ دیتا کہ اللہ تعالیٰ تیرا حشر درندون کی شکم دار ارواح سے کرتا اور فرمایا کہ واللہ بجاے تیرے مشرکون مین سے ستر آدمی کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل نازل ہوئے اور سورہ نحل کے خاتمہ کی آیات لائے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل الآیہ آنحضرت وان کھڑے تھے پس آنحضرت صلعم نے صبر اختیار کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدیا۔ رواہ الطبرانی والبیہقی وغیرہم وقال الحاکم صحیح الاسناد۔ اور ابن عباس نے مرفوعاً اس کے مانند روایت کیا جسکو طبرانی و ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ محمد بن اسحٰق نے عطاء بن سائب سے مرسل روایت کی کہ سورہ نحل پوری مکہ مین نازل ہوئی سوا تین آیتون کے جو اسکے آخر مین ہین یہ مدینہ مین نازل ہوئین جب جنگ احد کے بعد جبکہ حمزہ رضہ شہید ہوئے اور مثلہ کیے گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے غلبہ دیا تو مشرکون سے تیس آدمی مثلہ کرونگا جب مسلمانون نے یہ سنا تو کہا کہ واللہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو غلبہ دیا تو ہم ان مین سے اتنے مثلہ کرینگے کہ عرب نے کبھی اسطرح مثلہ نہ کیا ہو پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیہ۔ اور شعبی و ابن جریج نے کہا کہ احد کے واقعہ مین مسلمانون کے قول پر کہ ہم انمین سے مثلہ کرینگے اس کا نزول ہوا انتہی۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نزول اس کا احد کے روز ہوا ہے ولیکن صحابہ انصار رضہ نے شاید یہ اختیار کیا ہو کہ ہم بدلا لیوین چنانچہ عبد اللہ بن امام احمد نے ابی بن کعب سے مانند روایت سابقہ کی روایت کی اور اسمین یہ زاید ہے کہ فتح مکہ کے روز کسی انصاری نے کہا کہ آج کے بعد قریش پہچانے نہ جاوینگے پس آنحضرت صلعم نے منادی کرا دی کہ آنحضرت نے سب گورے و کالون کو امن دیدی سواے فلان و فلان و فلان کے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لینگے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص کر صبر کرنے کا خطاب فرمایا ہے بقولہ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ اور تو صبر کر اور نہین صبر تیرا مگر ساتھ اللہ کے یعنے اللہ تعالیٰ کی قوت و توفیق سے ہے اور امت مرحومہ آپ کے تابع ہے ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند تھی حتیٰ کہ آپ کو مسلمانون کی شہادت و ان کی تکلیفون اور کافرون کی ایذا دہی کا خیال و ملال ہوتا تھا اس کے ساتھ کمال ترحم سے کافرون کے کفر کرنے اور عذاب مین گھسے جانے سے بھی صدمہ پہونچتا تھا لہذا فرمایا۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور تو انپر غمگین مت ہو یعنی کافرون کے اس طرح کفر کرنے اور آگ جہنم مین جانے پر اصرار کرنے سے تجھکو غمگین نہ ہونا چاہیے حالانکہ بحکم قولہ حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ آپ نہایت خواہش سے چاہتے کہ یہ لوگ عذاب الٰہی سے باز رہین پس تنگدل ہوتے

تو فرمایا۔ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ۔ اور مت ہو تنگی مین اُس چیز سے جو کفار مکر کرتے ہین۔ حاصل آنکہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور اپنی عظمت و حکمت کیطرف پھیر آکہ یہ تمام مخلوقات اس خالق عز و جل کی ہے جو اپنی حکمت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے کافرون کیواسطے جو اُس نے چاہا ہے کرینگے اور اسکا ضرر مسلمانون پر عائد نہین ہوگا کیونکہ انکو اللہ تعالے فتح دیگا ولیکن کافرون کا مکر افضلین کی ذات پر عود کرنے والا ہے کیونکہ وے چاہتے ہین کہ اپنی تدبیر سے اسلام میٹ دین اور کفر قائم کرین اور اس کا انجام یہ کہ جو اللہ تعالے نے چاہا وہ ہوگا کہ اسلام کا نور چمک جاوے اور کافرون کا مکر اُن کو جہنم مین لیجائیگا اور یہی اللہ تعالے نے اُن کے حق مین مقدر فرمایا تو اسکو کوئی روک نہین سکتا ہے اور اُن کے مکر و ایسی نامعقول حرکات مثلہ وغیرہ سے اہل ایمان کو صدمہ پہونچانے و پریشان کرنے سے ان مین گھبراہٹ کا وسوسہ نہ ہو چنانچہ فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا یعنے اللہ تعالے کی معیت ہے ان بندون کے ساتھ جنھون نے شرک و گناہون سے تقوی کیا پس اللہ تعالے کا علم محیط اور مدد اور فضل و نصرت شامل حال ہے تو شیطانی وسوسہ اثر نہین کر سکتا۔ وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ۔ اور ان بندون کے ساتھ جو احسان کے مرتبہ پر ہین پس جو ظلم کرے اس سے عفو کرے اور جو برائی کرے اُسکے ساتھ احسان کرے ایسے بندے اللہ تعالے کے محبوب اور محفوظ ہین۔ اس مین ادب ہے کہ اللہ تعالے کی تمام مخلوقات پر خواہ کافر ہون یا مومن ہون خواہ آدمی ہون یا جانور ہون سب پر شفقت و ترحم رکھنا چاہیے پس اگر کہا جاوے کہ اس سے جہاد کو مناسبت نہ ہوگی تو جواب یہ ہے کہ پوری مناسبت ہے بلکہ مناسبت نہ جاننا بے عقلی ہے مثلاً کسی شہر مین ڈاکہ ڈالنے والون نے مسافرون کو مار ڈالا اور اُن کی اولاد قتل کرنا و بچون کا پیاسا چھوڑنا شروع کیا تو فرض ہے کہ ان رہزنون سے قتال کیا جاوے حتی کہ اگر سب مارے جاوین تب بھی مضائقہ نہین کیونکہ سب مخلوق لاکھون امن مین رہے۔ چور کی سزا دینے سے لاکھون بخوف ہوتے ہین جو زہر کھلاوے۔ یا لوگون کو ناحق قتل کرے اس کا قتل کر دینا بہت اچھا ہے اور جہاد اسی قدر ہے حتی کہ مطیع ہو جاوین تو اُن کو آرام دینا اور اُن کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ پھر اگر ایک آدمی بھوک پیاس سے مرا جاتا ہو اور ایک جانور بھی اور پانی صرف اسقدر ہے کہ اس جنگل مین ان مین سے ایک کی جان بچ سکتی ہو تو آدمی کا بچانا فرض ہے اور جانور ذبح کر دیا جاوے غرض عقل سے درجہ بدرجہ رعایت و حسن ادب و مراتب ہین جو اس کا لحاظ نہ رکھے وہ احمق ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم الآیہ۔ اسکے اشارات مین بہت سے علوم نفیسہ ہین از انجملہ یہ کہ اپنے نفس کی خوشی کے واسطے انتقام نہ لینا چاہیے ہان اللہ تعالے کے واسطے جائز ہے اور جو مکروہات بحکم قضاء پیش آوین انپر صبر کرنا اور امتحان مین پورا ہونا اچھا ہے۔ وہ ریاضت والون کا اعلی مقام ہے برابر۔ الا انتقام اول مرتبہ والون کا مقام ہے اور صبر رکھنا یہ اہل رضا کا مرتبہ ہے۔ مرید کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ امور شریعت مین متمسک ہوتا ہے اور شریعت کے رنگ سے رنگا ہوتا ہے اور جو شخص مرتبہ عرفان کو پہونچا وہ توحید مین مستغرق ہوتا ہے پس ادب تو لباس مریدین کا ہے اور رضا بقضا مقام اہل عرفان کا ہے شیخ جنید رح نے کہا کہ صبر کرنا یعنے بدلا نہ لینا اہل صبر کے واسطے بہتر ہے جو عقوبت کرنے کو چھوڑتے ہین حالانکہ اُس کو علم نے مباح کیا ہے اور لازم اس ادب کو یہ ہے کہ صابرون کے لیے ترک بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اس امر کو کہ جو صبر سے رضا و ترک عقوبت صابرین سے ہوتا ہے وہ بقوت الٰہی عز و جل ہے بقولہ واصبر وما صبرک الا باللہ یعنے امتحان الٰہی مین بلا پیش آنے سے صبر نہین ہوتا مگر باللہ یعنے اسطرح کہ کشف جمال قدس فرمایا جاوے اور یہ بھی ہے کہ صبر باللہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے صبر سے بندہ متخلق ہو اور نیز اس صبر کا عوض اللہ تعالے ہے اور نیز ایسے صبر کو آدمی اپنے نفس کے ساتھ نہین کر سکتا ہے پس بلاء الٰہی کا تحمل اللہ تعالے ہی کے ساتھ ہے بندہ کا یہ حوصلہ اپنے نفس پر ہمیشہ بیکار ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اس مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے وہی انکے پردہ مین رکھنے کا متولی تھا کہ حضوری سے اُن کو بروقت معائنہ کسطرح منظور فرمایا اور وہ تین فرقے ہین ایک گروہ وہ کہ قیومیت و ازلیت مین برابر باقی رہا پس بقا کے وقت اس گروہ پر کوئی آفت انفصال انوار ابدی یا انوار سرمدی مین نہین پہونچی اور ایک گروہ اُس کی زینت و حسن اختیار مین ہوا تو اُن کو صفات مین مسرور کر کے اُن مین محجوب فرمایا پس وے حقیقت سے محجوب ہین اور ایک گروہ کو شواہد طاعات و زہد مین رکھا اور تحیر مقام کے خطاب مین اُن کو متلذذ کر دیا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اللہ تعالے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم بھی فرماتا ہے اور اس کو یہ مجاہدہ بھی فرماتا ہے پس یہ مقام اعلی ہے واللہ تعالے اعلم

بالصواب۔ شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انبیاء کو صبر کا حکم دیا یعنی فی قولہ تعالے واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل الآیۃ اور اسمین سے
حصہ اعلیٰ واسطے رسول صلعم کے کر دیا کیونکہ صبر آنحضرت صلعم کو اپنے ساتھ فرمایا نہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بقولہ الا باللہ۔ شیخ نوری رح نے کہا کہ یہ صبر وہ
ہے کہ اللہ تعالے کے حکم پر اسی کی قوت سے ہو۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ حکم صبر بطور تکلیفی احکام کے ہے اور صبر باللہ بطریق معرفت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ اول مین سختی ہے اور آخر مین راحت ہے اور اول امر عبودیت ہے اور دوم آگاہی دی کہ حق ربوبیت کے یعنی ربوبیت کے احکام بندون پر اسی کی قوت
سے پورے ہوتے ہین پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ سابق تقدیر پر نظر فرماوے تاکہ ہموار دنیا بیر مین محزون نہ ہو بقولہ ولا تحزن علیہم ولا تک فی ضیق الآیہ
یعنی نظر عالی اس امر کی طرف رہے جو ہماری مراد اُنسے ہے یعنی اسی حال پر رہنا جو سابقہ علم اُنسے متعلق ہوا ہے اور اسکو مت دیکھ جو تیری مراد اُنسے ہے کیونکہ
حکم ربوبیت سابق پر حکم عبودیت ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون سے کبھی دل تنگ نہین ہوتے تھے ولیکن اللہ تعالے نے
پہلے سے تنبیہ کر دی ایسے امر سے جو بشریت مین متصور ہو سکتا ہے اگرچہ آنحضرت صلعم اس سے پاک تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے اس کلام مین اجمال ہے
واللہ اعلم کیونکہ آنحضرت صلعم کی دلتنگی کافرون کے قول سے جابجا آیات مین مصرح ہے لیکن کلام اہل ظاہر وعلما محققین کے درمیان اس امر مین فرق
ہے کہ یہ دلتنگی وحزن کس طور پیدا واقع ہوا تھا اور کب تک رہا پس ظاہر مین تو کافرون کے قول سے جیسے عرف مین لوگون کو دلتنگی ہوتی ہے وہ واقع ہوتی
تھی اور اہل تحقیق کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم امر آخرت وعذاب جہنم کے مکاشفہ سے ہر ایک شخص کو اپنے اپنے مرجع کیطرف جاتے دیکھتے تھے کہ یہ صرف یقین
کے ساتھ بھی بدون مکاشفہ کے یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص امر حق سے انکار کرے اور شرک وکفر پر اصرار کرے وہ دائمی عذاب جہنم کی طرف جاتا ہے اور عذاب
جہنم معاذ اللہ منہ ایسی سخت وشدید ہے کہ اگر دنیا مین دو شخصون مین ایسی سخت دشمنی ہو کہ اس سے زیادہ خیال مین نہ آ سکتی ہو پھر اس عذاب
مین اسکا دشمن رکھا جاوے مگر اُس کے اختیار سے تو اُمید نہین کہ وہ خوشی سے اجازت دیوے کیونکہ دنیا مین اگر دشمن ہو لیکن انواع تکالیف وعذاب
مین رکھا جاوے تو بنارہ کم اُس کو روا رکھتا ہے ولیکن آخرت مین ہر ایک کے اعمال خود اُس کے واسطے جہنم یا جنت ہین پس کسی طرح نہین چاہتے تھے
کہ یہ لوگ دوزخ مین جاوین حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے رات مین آگ جلائی اور کیڑون پتنگون نے اس مین گرنا شروع کیا ہر چند وہ ہٹاتا تھا نا
رہا اسی طرح تم لوگ جہنم کی آگ مین کودے پڑتے ہو اور مین تمہاری گردن کو پکڑ کر ہٹاتا ہون پھر یہ صحیح ہے کہ کافر لوگ یہ بھی چاہتے تھے کہ جو اس آگ سے
بچکر ان کو بھی تکلیف دیکر ساتھ کھینچ لیجاوین تو اُن کی حفاظت فرمانے مین کافرون کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کرتے تھے حالانکہ درحقیقت کافرون کے
نفع وراحت کے واسطے نہین چاہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالے سے کفر یا شرک کرین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ
اس مین اشارت ہے کہ تقدیر پر نظر کرنا چاہیے یعنی اگر اللہ تعالے چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس جس چیز کا خطرہ ہمارے بیان مین ہے وہ
تجھ مین موثر نہ ہونا چاہیے۔ اور ہم نے جس کی قدر کو ساقط کر دیا اُس کو اُسی انداز سے دیکھنا چاہیئے۔ قال المترجم اگر وہم ہو کہ کیا ہر ایک کو ذلیل
وحقیر سمجھے تو جواب یہ ہے کہ نہین یہ مطلب نہین ہے بلکہ یہان دو نظرین اول یہ کہ تمام مخلوقات کو جناب الٰہی عز وجل کے مقابلہ مین بالکل معدوم و
ناچیز سمجھے پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرکے اُس کو سب سے حقیر جانے پس عظمت الٰہی عز وجل پر ایمان لاوے اور دوم یہ کہ تمام مخلوقات کو اپنے مقابلہ
مین دیکھے تو سب سے اپنے کو حقیر سمجھے اور حضرت خالق عز وجل کی خلقت بہر حال اپنی وضع پر بالکل خوب وبہتر ہے سو پیر ما گفت خطا بر قلم صنع
نرفت + آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد + اور اسی معنے مین اس آیت مین سے اشارہ نکالا گیا کہ تمام مخلوق پر شفقت چاہیے فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے
اپنے رسول علیہ السلام کے قلب کو تسلی فرمائی کہ اللہ تعالے ہر متقی محسن کے ساتھ ہے بقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔ یعنی معیت رب
تبارک وتعالے کی ان بندون کے ساتھ ہے جنھون نے اللہ تعالے کی عظمت دیکھکر اُس کی تعظیم کی اور جلال دیکھکر اُس کی بزرگی پہچانی از غیر سے بیزار
ہوئے اور یہ معرفت اُس کی اس حال مین ہو کہ اُس کے جمال مشاہدہ سے بیخود اور انوار قدم مین مستغرق ہون جیسا کہ احسان کی تفسیر حدیث مین آئی
ہے پس اللہ تعالے اُن کے ساتھ ہے اس راہ سے کہ اُن کو فانی وجود سے فنا کرکے اپنے وجود باقی سے بقا دیوے۔ شیخ ممشاد دینوری سے روایت

کہ مین نے ایک فرشتہ کو دیکھا وہ کہنے لگا کہ جبکو کوئی اللہ تعالیٰ کیساتھ مع اللہ ہو وہ فنا ہو سوائے ایک کے مین نے پوچھا وہ ایک کون ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے افعال مین تقویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ احسان فرماتا ہے اس طرح کہ اسکے احوال کو نیک کر دیتا ہے۔ امام علی بن موسیٰ الرضاؒ نے اپنے باپ سے اُنھون نے امام جعفر صادقؓ سے روایت کی کہ تقویٰ سے مراد تقویٰ مع اللہ ہے یعنے سوائے حق عزوجل کے غیر کی طرف نظر نہ ہو۔ اور احسان سے مراد خلق پر احسان ہے یعنے مخلوق کے واسطے شفقت و ترحم ہر حال مین رعایت رکھے۔ واسطی رح نے کہا کہ تقویٰ مین چند امور کی رعایت ہے کیونکر تقویٰ کیا اور کس چیز کا تقویٰ کیا اور کس واسطے تقویٰ کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ انھین تین باتون کی رعایت سے تقویٰ کے مراتب مفصل معلوم ہوتے ہین مثلاً شرک سے تقویٰ کیا ہر چیز سے بیزار ہو کر خلوص طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے یا جنت کے لیے یا دوزخ کے خوف سے یا شرک مع جملہ معاصی کے تقویٰ کیا۔ بلکہ اکثر لوگ متفرق افعال مین ان مراتب کو سب مین یکسان نہین رکھ سکتے ہین اور اس معنے مین تقویٰ کے سات مرتبہ ہین سب سے اول شرک سے تقویٰ ہے جس پر ایمان کا مدار ہے اور اعلیٰ مانند تقویٰ انبیاء علیہم السلام کے ہے اور درمیان مین مراتب ہین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ اہل تقویٰ جنھون نے نظر بصیرت کو غیر سے اٹھایا اور بچایا اور اپنی قوت و طاقت سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کے حول و قوت پر بھروسا کیا اور محسن وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی بندگی مین اسطرح قیام کیا گویا وہ دیکھتا ہے اور یہ مشاہدہ مین ہو سکتا ہے۔ قال المترجم حدیث مین ہے ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا اُسکو دیکھتا ہے سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ دیکھتا ہے۔

تم بحمد اللہ الجزء الرابع عشر ویتلوہ الخامس عشر من سورۃ اسریٰ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح - عہ

شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندسہ متوسط قلم - ۱۴ر

الاشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول - ۵ر

ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید کامل اور اطراف کامل مین داخل درس ہے - عہ

مستخلص الحقایق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول - عہ

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول - ۱۵ر

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم - ۱۰ر

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت - ۱۰ر

اخلاق وتصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی ۹ر

باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش ۳ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۱ر

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی عہ

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۲ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین ۶ر

آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ منشی کامتا پرشاد - ۴ر

کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم وادب - ۱۳ر

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل -

(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ عہ

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر - ۴ و ۵ و ۶ - عہ

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب ۱۰ر

چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۴ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل - عہ

تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان بالتصویر - کاغذ خانی وسفید رسمی بیس - ۱۴ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررہ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۱۲ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم جس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے عہ

گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اردو عہ

گلستان خرد - فارسی - ۱۱ر

تضمین گلستان سعدی منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے

بہارستان جامی - اخلاق ونصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر

خارستان - حکایات پند ونصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجید الدین - ۸ر

بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید خانی - عہ

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپا ہے - ۱۰ر

بوستان محشی خرد - ۸ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - عہ

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس میں ہے اور عموماً طلبا کے درس میں داخل ہے - عہ

المشتہر